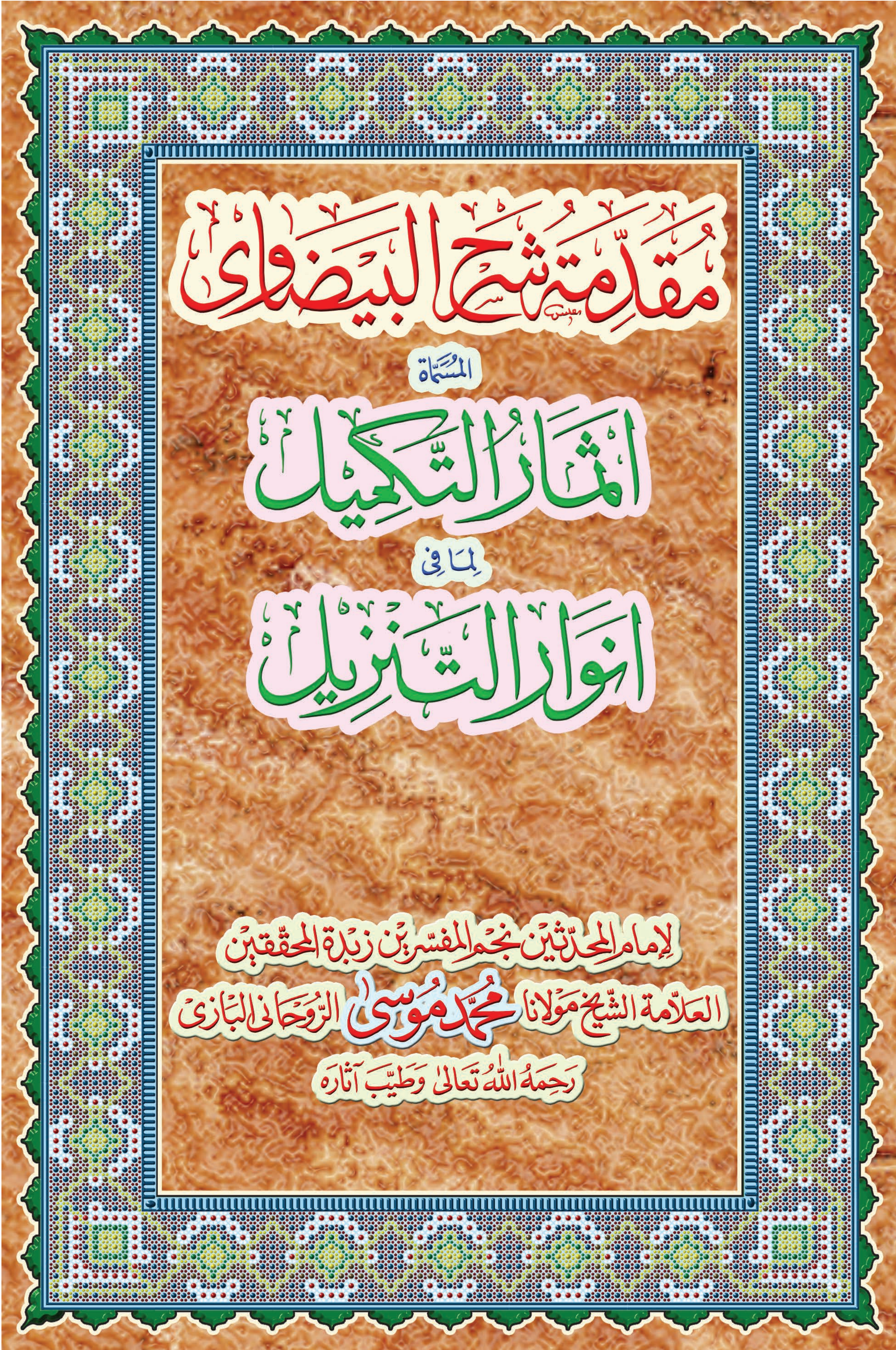


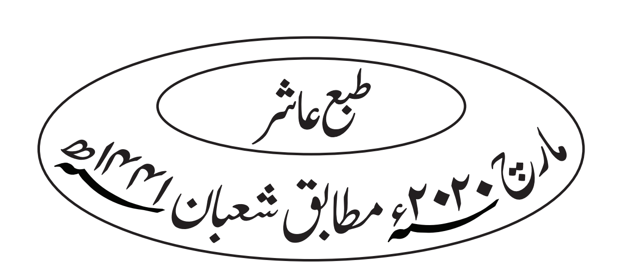
مقدمۃ شرح البیضاوی
المسمّاۃ
اثمار التکمیل
لما فی
انوار التنزیل
لإمام المحدّثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین
العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی
رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

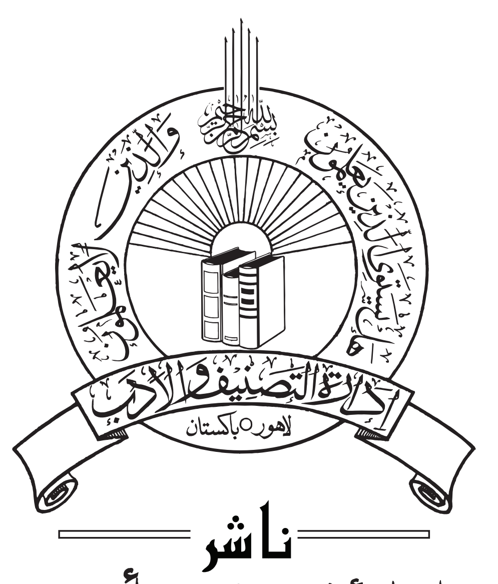
أثمار التكميل

لما في

أنوار التنزيل

الجزء الأول والثاني





ناشر

إدارۂ تصنیف وأدب

جامعۃ محمد موسیٰ البازی

برہان پورہ، نزد اجتماع گاہ، عقب گورنمنٹ ہائی سکول، رائیونڈ، لاہور

منگوانے کا پتہ »» مرکزی دفتر: القلم ٹرسٹ، 13 ڈی، بلاک بی، سمن آباد، لاہور۔
موبائل: 0300-4101882 فون: 042-37568430

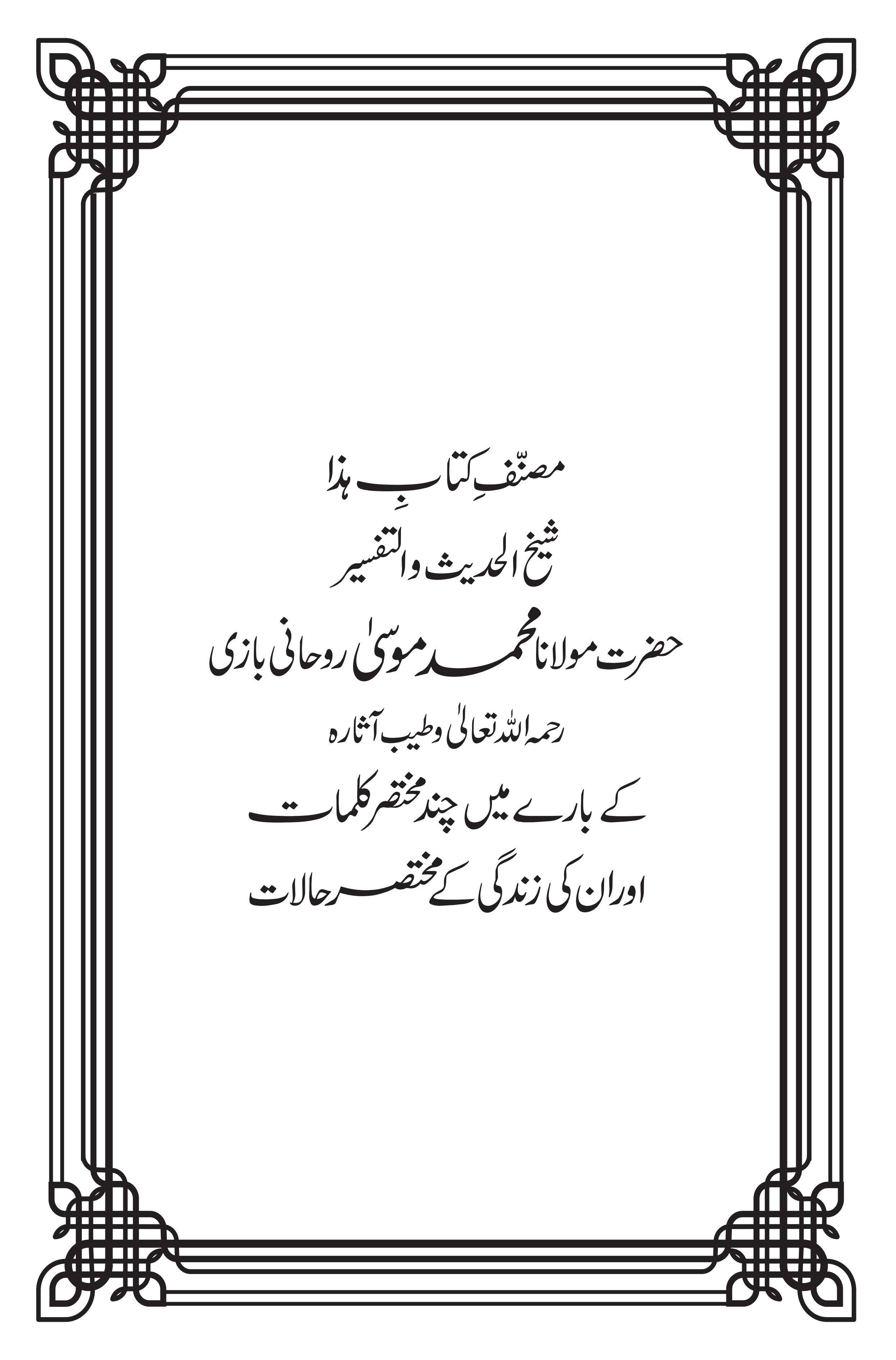
www.jamiaruhanibazi.org
Email: alqalam777@gmail.com



الجزء الأوّل والثاني

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين
العلّامة الشّيخ مولانا محمّد موسى الرّوحاني البازي
رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب



مصنّفِ کتابِ ہذا

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

کے بارے میں چند مختصر کلمات

اوران کی زندگی کے مختصر حالات



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ أَمَّا بَعْدُ!

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِهٖ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهٖ لَبَخِيْلُ

ترجمہ "یہ بات بڑی بعید ہے، زمانہ ان جیسی شخصیت نہیں لائے گا۔
بیشک ایسی شخصیات کے لانے میں زمانہ بڑا بخیل ہے"۔

محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ افہم، مصنفِ افخم، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہٖ فی دارالسلام کی شخصیت علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے عہد میں دنیا بھر کے ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی علمی مصروفیات قدرت نے آپ کی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔

لاریب ! ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی۔ اس وقت ان کی موت سے چمنستانِ اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان کے علم وفقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ جلال وجمال میں حضرت محدث اعظمؒ کا مقام

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کئے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو کا پھوٹنا

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی قبر اطہر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دُور دُور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کیلئے امڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ قبر کے پاس چند منٹ گزارنے والے شخص کا لباس بھی جنّتی خوشبو سے معطر ہو جاتا اور کئی کئی دن تک اس لباس سے خوشبو آتی۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرت شیخؒ تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد للہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندے تھے ان کی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ یہ عظیم الشان کرامت جہاں حضرت محدثِ اعظمؒ کی ولایتِ کاملہ کی واضح دلیل ہے وہاں مسلکِ دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر بات ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت

اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت محدث اعظمؒ کی محبت و عقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو رِقّت طاری ہو جاتی، آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں اٹک جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ بمعہ اہل وعیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائشگاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب محدثِ

اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں۔ والد ماجدؒ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو کس بات پر معاف کروں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کردیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب و لہجہ میں والد صاحبؒ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم و فضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا لباس سادہ سا ہوتا، سفید لمبا جبہ نما کُرتا پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا، نیز نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت و شان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہو کر ادب سے ایک طرف ہوجاتے۔) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو،

فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔

میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے۔

"جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں
بھی معاف نہیں کروں گا"۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

ان واقعات سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نہایت بلند مقام و درجہ حاصل تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں پیش آنے والا مذکورہ بالا واقعہ تو اس قدر عجیب و غریب ہے کہ قرونِ اولیٰ کے علماء و مشائخ کے تذکروں میں بھی اس جیسی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔

آپ تصور تو کیجئے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا مقام و مرتبہ ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کو آپ سے کس قدر محبت ہو گی کہ آپ کے بارے میں مدینہ منورہ کے اس شخص کی معمولی سی بدگمانی پر رسول اللہ ﷺ نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ سخت غضب کی وجہ سے اسے مدینہ سے ہی نکل جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان عالی مرتبت اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔
ترجمہ "جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی،
مَیں اس شخص سے اعلان جنگ کرتا ہوں"۔

ذرا اس حدیثِ قدسی کو دیکھئے اور پھر مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے بلکہ یہاں تو رنگ ہی نرالا ہے کہ اس شخص نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچائی، نہ استہزاء کیا، نہ اہانت و تحقیر کی، نہ زبان سے کوئی برے الفاظ و کلمات ادا کئے بلکہ صرف دل ہی دل میں آپ کے بارے میں بدگمانی کی مگر دشمنی کے معمولی اثرات والی اس حالت و کیفیت پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غضب حرکت میں آ گیا اور اسے اپنے شہر کو چھوڑنے اور اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدث اعظم، مصنف افخم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کٹہ خیل میں مولوی شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم عالم وعارف اور زاہد وسخی انسان تھے، انکی سخاوت کے قصے گاؤں کے لوگوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کے والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات ایک طویل مرض، پیٹ اور معدہ میں پانی جمع ہونے، کی وجہ سے ہوئی۔ حضرت شیخؒ کی عمر اس وقت پانچ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمہ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے والدہ محترمہ کی نگرانی ہی میں دینی تعلیم حاصل کی، یہی آپ کے والدِ محترم کی وصیت بھی تھی۔

والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی قبر پر زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو قبر میں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی خصوصاً "سُورۃُ المُلك" کی تلاوت کی آواز آتی۔ حدیث شریف میں سورۂ ملک کے بارے میں آیا ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا باعث بنتی ہے۔

یہ ان کی عجیب وغریب کرامت تھی جسے والد ماجد محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے اپنی تصنیف شدہ کتاب "أثمارُ التکمیل" (یہ حضرت شیخؒ کی تصنیف کردہ بیضاوی شریف کی شرح "أزهارُ التسهیل" کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے، اصل کتاب تقریباً پچاس جلدوں پر مشتمل ہے) میں بھی تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ کے جدامجد "احمد روحانی رحمہ اللہ تعالیٰ" بھی بہت بڑے عالم اور صاحب فضل وکمال انسان تھے۔ افغانستان میں غزنی کے پہاڑوں کے مضافات میں ان کا مزار اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت شیخ محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے ابتدائی کتبِ فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان وغیرہ گاؤں کے علماء سے پڑھیں، اس دوران گھر کے کاموں میں والدہ محترمہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، آپ بعض اوقات پانی لانے کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔

گاؤں میں کتابیں پڑھنے کے بعد آپ بعض علماء کے حکم پر تحصیل علم کیلئے تقریباً گیارہ سال کی کم عمری میں عیسیٰ خیل چلے گئے۔ تحصیل علم کیلئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ یہاں پر چند ماہ میں ہی آپ نے علم الصرف کی کئی کتابیں زبانی یاد کر لیں۔

بعدہٗ ابا خیل ضلع بنوں تشریف لے گئے اور دو سال میں علم الصرف کی تمام کتب فصول اکبری تک اور نحو کی کتابیں کافیہ تک اور منطق کی ابتدائی کتب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرِ نگرانی ازبر کیں۔

اس کے بعد مفتی محمودؒ کے ہمراہ عبد الخیل آ گئے اور یہاں پر دو سال میں ان سے شرح جامی، مختصر المعانی، سلم العلوم تک منطق کی کتابیں، مقامات حریری، اصول الشاشی، میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح وقایہ اور تجوید و قراءت کی بعض کتب پڑھیں۔

مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً دو سال قیام کیا جس دوران آپ نے منطق کی تمام کتابیں ماسوائے قاضی مبارک اور فلسفہ کی تمام کتب، علم میراث، اصولِ فقہ اور ادب عربی کی کتب پڑھیں۔

سالانہ چھٹیوں کے دوران مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آ گئے۔

اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرّس مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتلایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ یہاں آپ تقریباً تین سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، فلسفہ، اصول اور علم تجوید و قراءتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت شیخؒ کو اللہ جل شانہ نے بے انتہاء قوتِ حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا کیا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدتِ ذکاوت، قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے۔ آپ مشکل سے مشکل عبارت اور فنی پیچیدگی کو، جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آ جاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتبِ فنونِ عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلباء و علماء کے سامنے اس فن کے ایسے مخفی نکات اور علومِ مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جا کر لطائف و بدائع کو ظاہر فرماتے۔

حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن علوم و فنون میں مکمل دسترس و مہارت حاصل تھی اس کا ذکر وہ خود بطور تحدیثِ نعمت اپنی بعض تصانیف میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ومِمّا مَنّ اللہ تعالی علیٰ التبحّر فی العُلومِ کلّہا النقلیۃ والعقلیّۃ من علم الحدیث و علم التفسیر وعلم الفقہ وعلم أصُول التفسیر وعلم أصول الحدیث وعلم أصول الفقہ وعلم العَقائد و علم التاریخ وعلم الفِرَق المختلفۃ وعلم اللُّغۃ العربیۃ وعلم الأدب العربی المشتمِل علی اثنی عشرَ فنًّا وعِلمًا کما صرّح بہ الأدباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعانی وعلم البیان وعلم البدیع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفۃ الأرسطویۃ الیونانیۃ والإلٰہیّات من الفلسفۃ الیونانیۃ و علم الطبیعیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم السماء والعالم وعلم الرّیاضیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم تہذیب الأخلاق وعلم السیاسۃ المدَنِیۃ من الفلسفۃ وعلم الہندسۃ أی علم أقلیدس الیونانی وعلم الأبعاد وعلم الأُکُر وعلم اللّغۃ الفارسیّۃ والأدب الفارسی وعلم العروض وعلم القوافی وعلم الہیئۃ أی علم الفلك البطلیموسی الیونانی وعلم التجوید للقرآن وعلم ترتیل القرآن وعلم القراءات".

آپ دورانِ درس خارجی قصے سنانا پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس کے باوجود مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات و مقامات حل ہوتے چلے جاتے اور سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جی چاہتا کہ درس جاری رہے کبھی ختم نہ ہو۔ یوں معلوم ہوتا جیسے حضرت شیخؒ کے علم نے طلباء پر سحر کر کے انہیں مدہوش کر دیا ہے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں۔ درس جس قدر بھی طویل ہوتا چلا جاتا طلباء پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش و تازہ دم نظر آتے اور ایسا لگتا جیسے آپ نے ان میں ایک علمی قوت بھر دی ہو۔

سب سے زیادہ شہرت آپ کے درسِ ترمذی اور درسِ تفسیر بیضاوی کو حاصل ہوئی۔ دُور دراز سے طلباء و علماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کھچے چلے آتے۔ آپ کا درسِ حدیث بعض اوقات پانچ چھ گھنٹوں تک مسلسل جاری رہتا۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی، جبکہ حضرت شیخؒ کیلئے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، یہی صورتِ حال رہتی اور بیماری کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کی تقریر کے بعد بھی آپ پر تھکن کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ طلبہ سے فرماتے "بھئی یہ سب علم حدیث کی برکات ہیں"۔

خاص طور پر آپ کا درسِ ترمذی پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا جس میں آپ جامع ترمذی کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک ہر ہر حدیث کا ترجمہ کرتے، مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیق کرتے، مآخذ بتلاتے، محاوراتِ عرب کی تفاصیل سے مطلع فرماتے اور تمام مسائل پر انتہائی مفصل وسیر حاصل بحث بھی فرماتے۔ مسائل میں عام طریقۂ کار کے مطابق دو یا چار مشہور مذاہب بیان نہ فرماتے بلکہ اکثر مسائل میں آپ سات سات یا آٹھ آٹھ مذاہب بیان فرماتے، ہر فریق کی تمام ادلّہ ذکر کرتے اور پھر ہر دلیل کے کئی کئی جوابات احناف کی طرف سے دیتے۔ بعض

اوقات فریقِ مخالف کی ایک ہی دلیل کے جوابات کی تعداد پندرہ بیس سے بھی بڑھ جاتی۔

آپ کے درس کی سب سے خاص بات "قَالَ" کیساتھ "أَقُوْلُ" کا ذکر تھا یعنی "میں اس مسئلے میں یوں کہتا ہوں"۔ حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے استخراجِ جوابِ جدید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اکثر مسائل و مباحث میں اپنی جانب سے دلائلِ جدیدہ و توجیہاتِ جدیدہ ذکر فرماتے اور وہی جوابات و توجیہات سب سے زیادہ تسلی بخش ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صرف آپ کی اپنی توجیہات و جوابات کی تعداد اس مسئلے میں اسلاف سے مروی مجموعی توجیہات سے بڑھ جاتی اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے۔

"مولانا یہ میری اپنی توجیہات و اَدِلّہ ہیں اس مسئلہ میں، روئے زمین کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملیں گی۔ بڑی دعاؤں و آہ وزاری اور بہت راتیں جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ان کا القاء و اِلہام کیا ہے"۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے جوابات و توجیہات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جانب فرماتے تھے کہ بندہ کچھ بھی نہیں، وہی ذات سب کچھ ہے۔ یہ عاجزی و انکساری ان کی سینکڑوں تصنیف شدہ کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مصنف حضرات عام طور پر اپنی تصنیفات پر اپنے نام کے ساتھ مختلف القاب بھی لگاتے ہیں مگر حضرت شیخؒ نے اپنی ہر تصنیف پر عاجزی و انکساری کی راہ اپناتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ عبدِ فقیر یا عبدِ ضعیف (کمزور بندہ) لکھا جو اُن کی انکساری کی واضح مثال ہے۔ عجز و انکساری کا ساتھ حالتِ نزع میں بھی نہ چھوڑا اور ایسی حالت میں بھی زبان ادب کا دامن پکڑے انکساری و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس ذات وحدہ لاشریک لہ کو اس انداز میں پکارتی رہی۔

"إِلٰهِيْ أَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيْفُ".

یعنی "یا اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں"۔

حضرت محدث اعظمؒ کے اوقات میں اللہ جلّ جلالہ نے بہت زیادہ برکت رکھی تھی۔ آپ قلیل سے وقت میں کئی گنا زیادہ کام کر لیتے جس کا اندازہ آپ حضرت شیخؒ کے درسِ ترمذی سے لگا سکتے ہیں کہ ترمذی کی ہر حدیث کا ترجمہ بھی ہو، تمام مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیقات و مآخذ کی توضیح بھی ہو، پھر تمام مسائل پر اتنی مفصل بحث ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ آپ سب طلباء سے کاپیاں بھی لکھواتے، چنانچہ مسلسل تقریر کرنے کی

بجائے ٹھہر ٹھہر کر املاء کے انداز میں طلباء کو مسائل لکھواتے جس دوران آپ ہر جملے کو کم از کم دو یا تین مرتبہ ضرور دہراتے مگر ان سب باتوں کے باوجود وقت میں اتنی برکت ہوتی کہ جامع ترمذی سالانہ امتحانات سے قبل ہی اطمینان وتسلی سے ختم ہو جاتی اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم کے پاس آپ کی مکمل درسی تقریر بھی مستقبل کیلئے محفوظ ہو جاتی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوّق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے۔ امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبد اللہ السبیل مدّظلہ ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے۔

> ”میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق ومدقّق عالم نہیں دیکھا“۔

تصنیف وتالیف کیساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ وارشاد کے میدان میں بھی اللہ جل شانہ نے آپ سے بہت کام لیا۔ اس سلسلے میں آپ خود اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

”واللہ تعالی بفضلہ ومنّہ وفّقنی للعمل بجمیع أنواع الدعوة والإرشاد والحمد للہ والمنّة.

فقد أسلم بإرشادی وجهدی المسلسل فی ذلك أكثر من ألفی نفر من الكفار وبایعوا علی یدی وآمنوا بأن الإسلام حق وشهدوا أنّ الله تعالی واحد لا شریك له ودخلوا فی دین الله فرادیٰ وفوجًا.

حتی رأیت فی بعض الأحیان أسرة كافرة مشتملة علی عشرة أشخاص فصاعدًا أسلموا وبایعوا للإسلام علی یدی بإرشادی فی وقت واحد وساعة واحدة والحمد لله ثم الحمد لله.

وفی الحدیث لأن یهدی الله بك رجلًا واحدًا خیر لك مما تطلع علیه الشمس وتغرب.

خصوصًا أسلم بإرشادی وتبلیغی نحو خمسین نفرًا من الفرقة الكافرة الملحدة القادیانیة أصحاب المتنبی الكذاب الدجال مرزا غلام أحمد.

وأسلم غیر واحد من الفرقة الكافرة طائفة الذكریین بإرشادی ونصحی وبما بذلت مجهودی وقاسیت المشقة الكبیرة فی الإرشاد والتبلیغ.

والفرقة الذكریة فرقة فی بلادنا لا یؤمنون بكون القرآن كتاب الله تعالی ولا یحجّون إلی كعبة الله المباركة بل بنوا بیتًا فی دیار مكران من دیار باكستان یحجّون إلیه ولهم عقائد زائغة.

وأمّا إرشادی المسلمین العُصاۃ التارکین لأداء الزکاۃ والصلوات والصوم وغیرھا فلہ نتائج طیبۃ وأحسن . وللہ الحمدُ والفضل ومنہ التوفیق . فقد تاب آلاف من المجرمین المجاھرین بالفسق من الرجال والنساء وأصبحوا من مقیمی الصلوات وتوجّھوا الی إداء الزکاۃ و الصوم والأعمال الصالحۃ.

وتبدلت حیاتھم وانقلبت أحوالھم. ولا أحصی عدد ھٰؤلاء التائبین لکثرتھم ".

دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپ نے منکرین حدیث، اہل بدعت، روافض، قادیانیوں اور یہود ونصاریٰ سے کئی عظیم الشان مناظرے بھی کیے اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کیا۔

ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہر اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہوگا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی، حفظِ دین اور پاسبانیٔ ملت کا انتظام، ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطفِ الٰہی خود ایسے افراد کا انتخاب کرتا ہے جن سے دین حنیف کی خدمت کا کام لیا جائے۔

وفات

بروز سوموار ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء عصر کی جماعت میں حضرت محدثِ اعظم کو دِل کا شدید دورہ پڑا اور علم وعمل کے اس جبلِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دنیا سے نجات دیتے ہوئے دارِ قرار کی طرف بلالیا اور اس دنیاوی آزمائش میں آپ کی کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان آپ کی قبر سے پھوٹنے والی جنت کی خوشبو کے ذریعہ دنیا میں ہی کر دیا۔

تو خدا ہی کے ہوئے پھر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

حضرت شیخؒ نے تریسٹھ ۶۳ برس عمر پائی۔ آپ ایک عالم باعمل، عارف باللہ، باضمیر اور باکمال انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ " مومن وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے "۔ آپ کی نگاہِ پُرتاثیر سے دلوں کی کائنات بدل جایا کرتی تھی، آپ کی صحبت میں چند لمحے گزارنے سے اسلام کے عہد زرّیں کے بزرگوں کی صحبتوں کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ میں قرونِ اولیٰ والی سادگی تھی۔ ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں میں تدبر کی گہرائیاں، آواز میں سنجیدگی ومتانت کا آہنگ، دری پر گاؤ تکیے کا

سہارا لئے حضرت شیخؒ کو معتقدین کے سامنے میں نے اکثر قرآن وحدیث کے اسرار ورموز کھولتے دیکھا۔

یوں تو موت سنتِ بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے ہی کیلئے آیا۔ مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی موت صرف فردِ واحد کی موت ہی نہیں بلکہ پوری ملت کی موت ہوتی ہے۔

"مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ"

خصوصاً اگر رخصت ہونے والے کا وجود دنیا کیلئے باعثِ رحمت ہو، ان کی ذات سے عالم اسلام کی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالَم کی بے بسی، بے کسی ومحرومی اور یتیمی کا موجِب بن جاتا ہے۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت شیخؒ کی رحلت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ محفل اجڑ گئی، ایک باب بند ہو گیا، ایک بزم ویران ہو گئی، ایک عہد ختم ہو گیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا خود ہی اس دنیا میں جا بسا جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا اور جو دار العمل نہیں دار الجزاء کی تمہید ہے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا — اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر — ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جبکہ اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اہل اسلام کو انکی رہبری کی مزید ضرورت تھی، وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس ظالم دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گئے۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف کے "دستِ جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر

رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”البدایہ والنہایہ“ میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

”سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو“۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو“۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدثِ اعظم شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ پر حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو اُن کے فہم و تدبّر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ اُن کی تنہا ذات سے دین و خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

آپ نے جس طور کُل عالم کی فضاؤں کو علمی و روحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء

مقدمة شرح البيضاوى

المسمّاة

اثمار التكميل

لما فى

انوار التنزيل

الجزء الأول

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين
العلّامة الشّيخ مولانا محمّد موسى الرّوحانى البازى
رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و علی آلہ واصحبہ اجمعین۔ امابعد

کتاب ہذا موسوم بہ اثمار التکمیل میری شرح انوار التنزیل کا بسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للقاضی البیضاوی کی شرح جو اس بندۂ عاجز ضعیف کی تصنیف ہے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح ہذا کا نام ہے،

آزھار التسھیل فی شرح انوار التنزیل۔

مقدمہ یعنی اثمار التکمیل مباحث متفرقہ مفیدہ و تحقیقات بدیعہ تاریخیہ نحویہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ علمیہ پر مشتمل ہے۔

میری طبیعت جدت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقل ناقص استخراج طرق جدیدہ وسلوک مسالک غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اثمار التکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا ہے سلسلہ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر کماحقہا مطلع ہونا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں فنون متعددہ کے اصولوں و مبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق معلومات جمع کرکے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فن واحد کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان سے انتخاب مسائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ و استفادہ ہے۔

اثمار التکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث و مسائل جمع ہیں۔ جو بڑی محنت سے بہت سی کتابوں کی اوراق گردانی کے بعد حاصل ہو سکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ کسی کتاب میں مندرج شواہد شعریہ کی تفصیل میں مستقل تالیف کرنا سلف میں معروف و مقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف سے کتاب سے متعلق شعراء و اشعار کے بارے میں تاریخی و ادبی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعمیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر و احسن ہے۔

میری کتاب ہذا کے موضوعات فوائد و مباحث کا میدان طویل و عریض ہے۔ کتاب ہذا تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کی تاریخ کے علاوہ تراجم محدثین تراجم قراء، دراۃ قراء تاریخ بلاد، احوال حیوانات، احوال ملوک مسائل ادبیہ، فرق اسلامیہ اور ان کے عقائد کی توضیح۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام۔ احوال حقیقت ملائکہ کرام علیہم السلام۔ بسط احوال قبائل اصول تفسیریہ تفصیل شروح و حواشی تفسیر بیضاوی و دیگر فوائد عظیمہ شریفہ و امور مہمہ متعلق تفسیر ہذا پر حاوی ہے گویا کہ یہ کتاب مختصر انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں متعدد علوم و فنون کے مباحث و مسائل جمع ہیں۔ اثمار التکمیل میں احقر کے تقریباً دس اہم رسائل بتمامہا یا تلخیصہا بھی شامل ہیں۔ یہ مفید رسائل یقیناً کتاب کی اہمیت و مفید ہونے میں اضافے کے موجب ہونگے۔ یہ کتاب چونکہ علماء و طلبہ مدارس عربیہ کے لیے لکھی گئی ہے اس واسطے اس میں کثرت سے عربی عبارات بلا ترجمہ درج ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل علم و طلبہ و دانشوروں کے نزدیک یہ کتاب مثل ثمار و دیار و ازہار محبوب و مقبول ہو کر ان کے لیے تکمیل علم و تسہیل مشکلات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان وشعراء کے تراجم واحوال درج کیے جاتے ہیں، جو
تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور ہیں ــــ!

انس

رضی اللہ عنہ۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔

ھو انس بن مالك بن النضر بن ضمضم الانصاری الخزرجی النجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آپ خادم نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوحمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری وسبزی کا نام ہے جو انسؓ کو پسند تھی۔ اُمِّ سُلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے کل ۲۲۸۶، احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارك لہ فیہ قال انسؓ فلقد دفنتُ من صُلبی سوی ولد ولدی مائۃً وخمسۃً وعشرین وان ارضی لتثمر فی السنۃ مرتین۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔

ایک اور روایت میں ہے:۔ فقالت (ای امّی) یارسول اللہ انس ادع اللہ لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ قال قد رأیتُ اثنتین وانا ارجو الثالثۃ وروی الترمذی کان لہ بستان یحمل الفاکھۃ فی السنۃ مرتین وکان فیہ ریحان ویجیءُ منہ ریح المسك۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعدہٗ بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کان آخر الصحابۃ موتًا بالبصرۃ۔ جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ روی ابن السکن بسندہ عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالك ھذہ شعرۃٌ من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال الراوی فوضعھا

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔

قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اھل البصرۃ لم یموتوا حتی رأی کل واحد منھم مائۃ ذکر من صُلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدر۔

آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی۔ بوقتِ ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ عزوجل۔ آیت اوکصیب من السماء اور آیت فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الآیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن سیرین الانصاری مولاھم ابو بکر البصری رحمہ اللہ تعالی

ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی، جلیل القدر فقہ وحدیث وتفسیر وتعبیر رؤیا، زہد وتقوی وعبادت میں امام ومقدم ہیں۔ کان ابوہ سیرین من سبیِ عین التمر وھو مولی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کاتبہ علی عشرین الف درھم فأداھا وعتق کذا قال النووی فی التھذیب۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی میں اور نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کر رہے تھے اور باقی صحابہ وحاضرین آمین کہتے جاتے تھے۔ صفیہ کو تین ازواجِ نبی علیہ السلام اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں۔ متعدد امہات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وابن الزبیر رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہ و عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع کیا۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں ادرک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام مائۃ و عشرین وادرک ابن سیرین ثلاثین منھم۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل ابنِ سیرین پیدا ہوئے۔ آپ سے شعبی و ایوب وقتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحدیث علی حرفہ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقھاء المذکورین بالورع فی وقتہ علم تعبیر رؤیا میں امام تھے۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں۔ آپ تیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مقروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اذا کان اللیل فاذھب الی اھلک واذا اصبحت فتعال فقال لا واللہ لا اُعینک علی خیانۃ السلطان۔

مقروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع وتقویٰ کی دلیل ہے۔ خطیب وغیرہ لکھتے ہیں:۔ سبب حبسہ انہ اشتری زیتاً باربعین الف درھم فوجد فی زق منہ فارۃ فقال الفارۃ کانت فی المعصرۃ فصب الزیت کلہ وکان یقول عیرت رجلاً بشئ من الفقر من ثلاثین سنۃ احسبنی عوقبتُ بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن ھشام قال اوصی انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلک وکان محبوساً فقال انا محبوس قالوا قد استأذنا الامیر فأذن لک قال ان الامیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہ۔

آپ ورع وتقویٰ میں بے نظیر تھے۔ مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ما رأیت رجلاً افقہ فی ورعہ ولا اورع فی فقھہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں لم یکن کوفیٌّ ولا بصریٌّ ورعٌ مثل ورع ابن سیرین۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ رات کو روتے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے ہنستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امرأۃ ھشام قالت کنا نزولاً مع محمد بن سیرین فی دارہ فکنا نسمع بکاءہ باللیل وضحکہ بالنہار وعن بعض آل سیرین قال ما رأیت محمد بن سیرین یکلم امہ قط الا وھو یتضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظۃ لا یضرہ ما رئی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سألہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظۃ لا یضرک ما رأیت فی المنام۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں رأیت محمد بن سیرین فی السوق فما رآہ احد الا ذکر اللہ تعالیٰ و کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔ سری بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کان ابنُ سیرین ربما ضحک حتی یستلقی ویمدّ رجلیہ وکان کثیر المزاح وکان یقول الرّمّان بین الفاکھۃ کجبریل بین الملائکۃ۔ وروی ھشام عنہ قال لم تُرھذہ الحمرۃ التی فی آفاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہما ولم تفقد الخیلُ البُلقُ فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول ونصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلق پر سوار نظر آتے تھے۔ ابلق مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابلق کی جمع بُلق ہے۔

ابن سیرینؒ سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اُڑ رہا ہوں فقال انت رجل

تکثر المنی حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات وافکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے سو دن بعد بصرہ میں ۱۱۰ھ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

فائدہ۔ نحاۃ وعلماء عربیت ومفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن وابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں اوؔ تساوی بغیر شک کے لیے ہے اور دوسرے میں واو بمعنی او ہے۔ قاضی بیضاوی نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجوہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بزرگ وعالم ومرجع خلائق ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہر ایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصائح ومکارم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک والمزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک ومزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکاء وحزنِ آخرت کا غلبہ تھا۔ روی مطر الوراق قال کان الحسن کأنما کان فی الآخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابونعیمؒ ابراہیم بن عیسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں قال ما رأیت احدًا اطول حزنا من الحسن وما رأیتہ قط الاحسبتہ حدیث عھد بمصیبۃ۔ نیز وہ حزم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳

اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم وامور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے رنجش وناراضگی بھی تھی۔ کما صرح بہ بعض المؤرخین۔ تاہم وہ ایسی رنجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم واکرام کرتے تھے۔

توعام لوگ کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین یعنی ہم ان کی بخشش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ وعالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجبِ برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرینؒ کی۔ رحمہما اللہ عز وجل۔

- **ابو الشعثاءؒ** شرح هدًى للمتقين میں مذکور ہیں۔

هو سليم بن اسود بن حنظلة ابو الشعثاء المحاربي الكوفيؒ آپ مشہور تابعی ہیں۔

ابو الشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباسؓ ابوہریرہ وعائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت وعبد الرحمٰن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں بخ ثقة۔ وقال ابو حاتم لا يُسأل عن مثله وقال النسائي ثقة۔ قال ابن عبد الله اجمعوا على انه ثقة۔ وقال ابن حزم في المحلى سليم بن اسود مجهول فكأن ابن حزم ما عرف ان ابا الشعثاء هذا اسمه۔ كذا في التهذيب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرؤ القيس الصحابي رضي الله عنه۔ وہ تفسیر آیت ولا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام الاية میں مذکور ہیں۔

هو امرؤ القيس بن عابس بن المنذر الكنديؓ۔ آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

یہ وہ امرؤ القیس نہیں جو صاحب معلّقہ وملک ضلّیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پر مرا ہے اور ظہورِ اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤ القیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگِ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبد البر استیعاب ج ۱، ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں له صحبةٌ وشهد فتح النجير وهو حصنٌ باليمن ثم حضر الكنديين الذين ارتدوا فلما خرجوا ليقتلوا وثب على عمه فقال له ويحك يا امرؤ القيس أتقتل عمك فقال له انت عمي والله عز وجل ربي فقتله وهو الذي خاصم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ربيعة بن عيدان في ارض فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم بيّنتك قال ليس لي بيّنة قال يمينه انتهى بزيادة من الاصابة۔

وروى الطيالسي باسناده عن علقمة بن وائل بن حُجر عن ابيه قال كنت عند رسول الله صلى الله

علیہ وسلم فاتاہ خصمان فقال احدھما یا رسول اللہ ھذا اتی علی ارضی فی الجاھلیۃ وھو امرؤ القیس بن عابس الکندی وخصمہ ربیعۃ بن عیدان فقال الآخر ھی ارضی ازرعھا الحدیث۔

ابن سکنؒ فرماتے ہیں وکان ممن ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ۔

فائدہ۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امرؤ القیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا ہے۔ صحیح ربیعۃ بن عبدان ہے۔ کما علم من البیان المتقدم۔

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکر مقاتل فی تفسیرہ انہ الذی خاصم امرأ القیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلاً الآیۃ ووقع فی تفسیر الماوردی اسمہ عیدان بن ربیعۃ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۱ فی ترجمۃ عیدان ابن اسوع الحضرمی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعہ بن عیدان ہے نہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان ابن ربیعہ تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدۃ بعد العین ہے۔ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ عیدان بالیاء المثناۃ بعد العین ہے۔

امرؤ القیس الشاعر۔ تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین اور تفسیر ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم الآیۃ میں مذکور ہے۔

ھو امرؤ القیس بن حُجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشھور صاحب المعلقۃ

امرؤ القیس کا نام حُندُج تھا۔ امرؤ القیس اس کا لقب ہے۔ وفی الخزانۃ ج ۱ ص ۲۹۹ وامرؤ القیس لقب لہ لقب بہ لجمالہ وذلک لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلھم اھ وقیل ان معناہ رجل الشدۃ۔ ملک ضِلّیل بھی اس کا لقب ہے۔ کنیت ابو وھب وابو زید وابو الحارث ہے۔ اس کا زمانہ اولِ قرنِ سادس میلادی ہے۔ ظہور اسلام سے کچھ پہلے گزرا ہے۔ اس کا باپ حجر بنو اسد وغطفان وغیرہ کا ۶۰ سال تک بادشاہ رہا۔ امرؤ القیس بڑا شریر تھا۔ بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا۔ ان سے متعلق اشعار کہتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی۔ حُجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا۔ ربیعہ نے جؤذر کی آنکھیں حجر کو پیش کر کے یہ دکھایا کہ امرؤ القیس قتل کر دیا گیا۔ حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا۔ باپ کی نصیحت پر بدکرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کر دیا۔ حندج مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔ آوارہ رفقاء کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرتے اور جنگل بیابانوں میں عیش کرتے رہے۔ اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کر دیا۔ سبب قتل یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بہت سے قتل کر دیئے گئے لاٹھیوں سے حجر قتل کرتا رہا

فسمّوا عبید العصا۔ بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہٗ انہیں معاف کر دیا۔

بنو اسد نے چھپ کر حجر پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتمد کو وہ رقعہ مع اسلحہ وخیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ حندج کے سواسب نے اظہارِ جزع وفزع کیا۔ اطلاعِ موت کے وقت وہ ندماء کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لقد ضیّعنی حجرٌ صغیراً وحملنی دمہٗ کبیراً وآلی ان لا یأکل لحماً ولا یشرب خمراً ولا یدّھن بدھنٍ ولا یصیب امرأۃ ولا یغسل رأسہ حتی یقتل من بنی اسد مائۃً ویجز نواصی مائۃٍ۔ حندج نے قبائل متفرقہ بنو بکر و بنو تغلب وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو حندج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج ومدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہِ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے حندج کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی تکریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب حندج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان حندجاً کان یراسل ابنتك و یواصلھا وھو قائل فی ذلك اشعاراً یشھرھا بھا فی العرب فیفضحھا ویفضحك۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ حندج کو کہو کہ یہ اس کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حندج نے وہ پہن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مرگیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۵۳۰ء یا ۵۴۰ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیراً من شعر امرئ القیس کان للصعالیك الذین انضووا الی کنفہ وقال الریاشی ان کثیراً من ھذا الشعر کان لاولئك الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ھذا رجلٌ رفیعٌ فی الدنیا خاملٌ فی الآخرۃ شریف فی الدنیا وضیع فی الآخرۃ یجئ یوم القیامۃ حاملاً لواء الشعراء الی النار۔ کذا فی بعض الکتب والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السندوبی۔

فائدہ۔ آمدی نے کتاب مؤتلف ومختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔ ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عانس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصبغ الکلبی رضؓ دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطماح رضؓ۔ کذا فی خزانۃ البغدادی، ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ امرؤ القیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادۂ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سندوبی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ امرؤ القیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبار مراقسہ ص۲ پر ملاحظہ ہو۔

ابوجہل بیان ان الذین کفروا سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم میں مذکور ہے۔

ھو عمرو بن ھشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمرو القرشی المخزومی۔

ابوجہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابو الحکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابوجہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگِ بدر میں ۲ھ میں قتل کیا گیا۔ ابوجہل کے قاتل عمرو بن الجموح وابن عفراء انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین راٰہ مقتولاً قال قُتِل فرعون ھذہ الامّۃ۔ ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضؓ جلیل الشان صحابی ہیں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ لابی جھلٍ عِذقًا فی الجنۃ فلما اسلم عکرمۃ قال یا امّ سلمۃ ھذا ھو۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص الاٰیۃ اور واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن ابی قُحافۃ عثمان بن ابی عامر القرشی التیمی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے والد ابوقحافہ رضؓ اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔

قال العلماء لا یُعرف اربعۃٌ متناسلۃٌ بعضھم من بعضٍ صَحِبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الّا اٰل ابی بکر الصدیق رضؓ وھم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ۔ فھٰؤلاء الاربعۃ صحابۃ متناسلۃ وایضًا ابوعتیق بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنھم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبد اللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عتیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجوہ مختلف ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ ۲ وقیل لحسن وجھہ وجمالہ قالہ لیث بن سعد۔

وعن عائشۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر عتیق اللہ من النار ومن یومئذ سُمّی عتیقًا۔ رواہ الترمذی۔ اور بعض علماء کا قول ہے: ۳ سُمّی بہ لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ۔ قالہ مصعب بن الزبیر رضؓ۔

حضرت صدیق رضؓ واقعۂ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد آپ خلیفۂ رسول اللہ ہوئے۔ مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ رسول اللہ کا لقب دیا۔

کتاب اصابہ میں ہے سُمّی عتیقاً لانہ قدیم فی الخیر وقیل سمی عتیقاً لعتاقۃ وجہہ۔

علامہ دولابیؒ کتاب کُنیٰ میں لکھتے ہیں کانت اُمّ ابی بکر لا یعیشُ لھا ولدٌ فلما ولدتہ استقبلت بہ البیت فقالت اللّٰھم ان ھذا عتیقک من الموت فھبہ لی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے۔ اور تمام قریش میں علم انساب کے زیادہ ماہر تھے۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے۔

اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔ آپ کی کوشش و ترغیب سے عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کر دی، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کر دیے۔ مسجد نبوی کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہذا تاقیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا رہے گا۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لاتحزن وارد ہے اور آپ کو معیۃ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

وفی الصحیحین من حدیث انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ وھما فی الغار ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ آپ نبی علیہ السلام کے محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے۔ وفی الصحیح عن عمرو ابن العاص قلتُ یارسول اللہ ایّ الناسِ اَحبُّ الیک قال عائشۃ رضؓ قلتُ من الرجال قال ابوھا۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کان یُسمّی الاوّاہ لرأفتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے عند بعض العلماء حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں لقد اٰمن ابوبکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بحیراء الراھب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوّجھا وذلک قبل ان یولد علیّ رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابوبکرؓ کو یہ لقب دیا ہے وسبب تسمیتہ انہ بادر الی تصدیق رسول اللہ علیہ وسلم ولازم الصدق ولم یقع منہ وقفۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اعلم صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبدًا خیرہ اللہ بین الدنیا وبین ما عند اللہ تو آپ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی احادیث مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھے متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور ایک پر مسلمؒ منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ وعمارؓ وغیرہ جنھیں خدا کی راہ میں عذاب دیا جارہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا انّ مِن اٰمنّ النّاسِ علیّ فی صحبتہٖ ومالہ ابابکرؓ ولو کنتُ متخذًا خلیلًا غیر ربّی لاتّخذتُ ابابکر خلیلًا ولکن اخوّۃ الاسلام ومودّتہ لایبقینّ بابٌ اِلّا سُدّ الّا باب ابی بکر۔ رواہ البخاری ومسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نخیّر بین الناس فی زمن النبی علیہ السلام فنخیّر ابابکر ثم عمر ثم عثمان رواہ البخاری۔ ابن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئتُ ولم اجدک کأنّھا تقول الموت فقال ان لم تجدینی فاتی ابابکر۔ رواہ البخاری۔

اس حدیث میں خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائمًا قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم منکم مسکینًا قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرئٍ الا دخل الجنۃ۔ رواہ البخاری۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر

اباكِ واخاكِ حتىٰ اكتب كتاباً فانی اخاف ان یتمنّیٰ مُتمنٍّ و یقول قائلُ انا اولیٰ ویأبَی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابابکر۔ رواہ مسلم۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ھ میں ہوئی۔

ابنِ جُبیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ وللمطلّقٰت متاع بالمعروف حقّاً علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ھوسعید بن جبیر بن ھشام الکوفی الاسدی الوالبی منسوب الیٰ ولاء بنی والبۃ بن الحارث۔

ابن جبیرؒ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔ امام جلیل، مفسر، محدث، ولی اللہ، فقیہ کبیر وتابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر وابن عباس وانس رضی اللہ عنہم سے سماعِ حدیث کیا۔ نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدّمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات الخیر اھ۔ خوف وخشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۲ میں ہے:۔

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی عَمِش وکان لسعید بن جبیر دیك یقوم من اللیل بصیاحٖ فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصلّ سعید تلك اللیلۃ فشقّ علیہ فقال مالہ قطع اللّٰہ صوتہ فما سمع لہ صوتٌ بعدُ۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے، تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؒ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ خوف وخشیت سے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عن ورقاء قال کان سعید بن جبیر یختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء فی شہر رمضان۔ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں۔ سعیدؒ دو دن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

ہلال بن خبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؒ سے پوچھا ماعلامۃ ھلاك الناس؟ قال اذا ھلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تخشی اللّٰہ تعالیٰ حتی تحول خشیتك بینك وبین معصیتك فتلك الخشیۃ والذکر طاعۃ فمن اطاع اللّٰہ فقد ذکرہ ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وقراءۃ القرآن وعن خصیفؒ قال رأیت سعید بن جبیر صلّی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فاتیتہ فصلیت الیٰ جنبہ

وسألته عن اٰية من كتاب الله فلم يجبني فلما صلى الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتكلم الا بذكر الله تعالىٰ حتى تصلى الصبح۔

وعن مسلم البطينؒ قال قلت لسعيد بن جبير الشكر افضل ام الصبر؟ قال الصبرُ والعافية احب اليّ۔ وكان يقول كنت اسمع الحديث من ابن عباس فلو اذن لى لقبلتُ رأسه وقال سعيد الكبشُ الذى فدى به اسحاق عليه السلام القربان الذى قربه ابن اٰدم فتقبل منه۔ كذا فى الحلية۔

ويقول لولا اصوات الروم لسمعتم وجبة الشمس حين تقع وكان يقول من عطس عنده اخوه المسلم فلم يشمته كان دينًا ياخذه به يوم القيامة۔

سعید بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ گرفتار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقى بن كسير؟ قال انا سعيد بن جبير۔ قال لاقتلنك قال انا اذا كما سمتنى اُمّى۔ ثم قال دعونى اصلى ركعتين قال وجّهوه الى قبلة النصارى قال فاينما تولوا فثم وجه الله۔ قال سفيان لم يقتل الحجاج بعد سعيد الا رجلًا واحدًا۔

وعن عمرو بن سعيد قال دعا سعيد بن جبير ابنه حين دعى ليقتل فجعل ابنه يبكى فقال ما يبكيك؟ ما بقاء ابيك بعد سبع وخمسين سنةً۔ وعن خلف بن خليفة عن ابيه قال شهدت مقتل سعيد بن جبير فلما بان رأسه قال لا اله الا الله۔ لا اله الا الله ثم قالها الثالثة فلم يتمها۔ كذا ذكر الحافظ ابونعيم فى الحلية و مثله ذكر النووى فى التهذيب۔ حجاج نے انہیں کہا اختر يا سعيد اىّ قتلة تريد ان اقتلك؟ قال اختر لنفسك يا حجاج۔ فوالله ما تقتلنى قتلة الا قتلك الله مثلها فى الاٰخرة۔ حجاج نے سعید کے قتل و ذبح کا حکم دیا تو سعید نے کہا اما انى اشهد واحاج ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله خذها منى حتى تلقانى يوم القيامة ثم دعا سعيد فقال اللهم لا تسلطه على احد يقتله بعدى۔ کتب تاریخ میں ہے کہ قتلِ سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ جتنے دن زندہ رہا چیختے ہوئے یہ کہتا رہا مالى ولسعيد بن جبير كلما اردت النوم اخذ برجلى۔

حجاج کے منشی یعلی کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سُنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالى ولسعيد بن جبير فخرجت رويدًا وعلمت انه ان علم بى قتلنى فلم ينشب الحجاج بعد ذلك الا يسيرًا۔

سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۹ سال تھی وہو الاصح سمعانی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

اُمیّۃ وہ آیت وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی شرح میں مذکور ہے۔
ھو اُمیّۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعۃ بن عبد عوف۔ امیہ شاعر و واعظ جاہلیت ہے۔ کفر پر مرا ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیہ نے آسمانی کتب قدیمہ و صحف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیہ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیہ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیہ کا ترجمہ اغانی ج ۳ ص ۱۷۹ سمط ص ۳۶۲، خزانہ ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النصرانیۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیہ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۷ء میں طبع ہوا۔

حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیہ ثقفی و شاعر جاہلی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مؤمن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ (اعراف) زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیلہ ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیہ اس سے اشعر تھا۔ مذکورۂ صدر آیت کا مصداق عند البعض صیفی بن الراہب اور عند البعض بلعم اسرائیلی ہے حکاہ الکلبی وقتادۃ۔

ابن کثیر نے بدایہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ ایک طویل حکایت ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے پہلے میں اور امیہ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیہ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیہ کی تکریم کی تحفے پیش کیے۔ امیہ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا۔ صبح تک وہ متفکر و غمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر اور غم کی وجہ پوچھی تو امیہ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جنتی ہوں گا یا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیہ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت و دوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیہ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیان رضؓ سے ان کے والد صخر و عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیان رضؓ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف و معمر اور دولتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ بڑے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جاسکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیة فاصابنی من قوله واللہ شئ ما اصابنی مثله قط وخرج من یدی فوز الدنیا والآخرة وکنتُ ارجوان اکون ایّاه۔

ابوسفیان رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف و حلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا رجل شابٌّ حین دخل فی الکھولة بدؤ امرہٖ یجتنب المظالم والمحارم ویصل الرحم ویأمر بصلتها وهو محوج کریم الطرفین متوسط فی العشیرة اکثر جنده من الملائکة۔ ابوسفیان رضؓ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملکِ شام میں عیسیٰ علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آئے گا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطورِ تسلیم اللہ کسی معمر و شریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ چند روز بعد ہمیں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد یمن جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم و غصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللہ ما کنتُ لأُومن برسول من غیر ثقیف ابدًا جب میں سفر سے واپس مکہ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوجِ ملائکہ کدھر گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑگیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکر البیہقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطور استہزاء کہا یا امیة قد خرج النبی الذی کنت تنعته قال اما انه حق فاتبعه۔ قلت ما یمنعک من اتباعه؟ قال ما یمنعنی الا الا ستحیاء من نساء ثقیف انی کنت احدثھن انی ھو

ثم یرینی تابعًا لغلام من بنی عبد مناف ثم قال امیۃ کأنی بك یا اباسفیان قد خالفتہ ثم قد ربطت کما یربط الجدیٰ حتی یؤتیٰ بك الیہ فیحکم فیك بما یرید۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ فمرّ واعلیٰ قطیع غنم قد انقطعت منہ شاۃ معہا ولدھا فثغت کانہا تستحث الولد فقال امیۃ انہا تقول اسرع بنا لایجیٔ الذئب فیأکلك کما اکل الذئب اخاك عام اوّل فسالوا الراعی ھل اکل لہ الذئب عام اول حملاً بتلك البقعۃ فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم وحکمت ونصائح واحوالِ آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے شعر سننے کے بعد فرمایا ان کاد یسلم۔ رواہ احمد۔ وفی حدیث قال علیہ السلام وکاد امیۃ بن ابی الصلت ان یسلم۔ رواہ ابوھریرۃ فی الصحیح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپؐ نے ایک مجمع میں اس کو دعوتِ اسلام دی اور سورۂ یٰسٓ کی ابتدائی آیات سُنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفارِ مکہ جو بدر میں شکست کھاکر واپس آرہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کرکے مقتول رؤسا مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحبِ مرآۃ لکھتے ہیں کان امیۃ اٰمن بالنبی علیہ السلام فقدم الحجاز لیأخذ مالہ من الطائف ویہاجر فلما نزل بدرًا قیل لہ الیٰ این؟ فقال ارید ان اتبع محمدًا فقیل لہ ھل تدری ما فی ھذا القلیب؟ قال لا۔ قال فیہ شیبۃ وربیعۃ وفلان وفلان فجدع انف ناقتہ وشقّ ثوبہ وبکیٰ وذھب الی الطائف فمات بہا ۲ھ والمعروف موتہ ۹ھ۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ مدحِ نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

لك الحمد والمنّ ربّ العبا ؛ دِ أنت الملیك وانت الحکَم

وایضًا قال فیہا ؎

محمّد ارسلہ بالھدیٰ ؛ فعاش غنیًّا ولم یہتضم

وقد علموا انّہ خیرھم ؛ وفی بیتہم ذی النّدیٰ والکرم

والتفصیل فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں

الامام احمد ھو ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الامام الکبیر البارع المجمع علی جلالتہ و امامتہ و ورعہ و زھادتہ وحفظہ الذی یستنزل الرحمۃ بذکرہ۔

امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے۔

آپ بغدادی ہیں۔ اصل میں مروزی ہیں۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی۔

تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ یمن۔ کوفہ۔ بصرہ۔ جزیرہ وغیرہ وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے۔

آپ نے سماع حدیث سفیان بن عیینہؒ وابراہیم بن سعدؒ ویحیی القطانؒ وہشیمؒ و وکیعؒ وابن مہدیؒ وعبدالرزاقؒ وغیرہ سے کیا۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبدالرزاقؒ و ابن مہدیؒ وغیرہ۔

آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینیؒ و بخاریؒ و مسلمؒ وابوداؤدؒ وابوزرعہؒ و بغویؒ وابن ابی الدنیاؒ وابو حاتم رازیؒ وموسی بن ہارونؒ و دارمیؒ وابراہیم حربیؒ وغیرہ نے آپ سے سماع علوم کیا۔

ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں رایت ثلاثۃ لم نر مثلھم ابداً۔ الاول ابو عبید القاسم ما مثلتہ الا بجبل نفخ فیہ الروح۔ والثانی بشر بن الحارثؒ ما شبھتہ الا برجل عجن من قرنہ الی قدمہ عقلاً۔ والثالث احمد بن حنبلؒ، کان اللہ عز وجل جمع لہ علم الاولین من کل صنف۔

ابومسہرؒ فرماتے ہیں ما اعلم احداً یحفظ علی ھذہ الامۃ امر دینھا الا شاباً بالمشرق یعنی احمد بن حنبلؒ۔

آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت من المشائخ احفظ من احمد بن حنبل حزرت کتبہ اثنی عشر حملاً وعدلاً کل ذلک کان یحفظہ عن ظھر قلبہ۔

ابوعبیدؒ فرماتے ہیں انتھی العلم علی اربعۃ، احمد بن حنبلؒ وھو افقھھم فیہ۔ وعلیؒ بن المدینیؒ وھو اعلمھم بہ۔ ویحیی بن معینؒ وھو اکتبھم لہ۔ وابی بکر بن ابی شیبۃ وھو احفظھم لہ۔

ابو زرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احداً اجمع من احمد بن حنبلؒ اجتمع فیہ زہدٌ وفقہٌ وفضلٌ واشیاء کثیرۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ما رأیت اعقل من احمد بن حنبلؒ وسلیمان بن داؤد الهاشمیؒ کذا ذکر النوویؒ فی کتابہ تهذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۱۲

امام احمدؒ عربی النسب ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے استاذ ہیں ان کا امام احمدؒ پر بڑا اعتماد تھا۔

ربیع بن سلیمان امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعیؒ احمد امام فی ثمان خصالٍ۔ امامٌ فی الحدیث۔ امامٌ فی الفقہ۔ امامٌ فی اللغۃ۔ امامٌ فی القرآن۔ امامٌ فی الفقر۔ امامٌ فی الزهد۔ امامٌ فی الورع۔ امامٌ فی السنّۃ۔

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کو علم حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ایک دن امام شافعیؒ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا اباعبد اللہ کنتُ الیوم مع اهل العراق فی مسئلۃ کذا فلو کان معی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع الیہ احمد ثلاث احادیث فقال لہ جزاك اللہ خیراً۔

ایک دن امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے فرمایا انتم اعلم بالحدیث والرجال فاذا کان الحدیث الصحیح فاعلمنی ان شاء یکون کوفیاً او شاء شامیاً حتی اذهب الیہ اذا کان صحیحاً۔

عبد الوهاب ورّاقؒ نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ ائمہ دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی؟ فقال عبد الوهاب رجلٌ سُئل عن ستّین الف مسئلۃ فاجاب فیها بان قال اخبرنا وحدّثنا۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ للقاضی ابی الحسین محمد بن ابی یعلیٰ۔ ج ۱ ص ۶

ابو الحسین بن منادیؒ کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

امام احمدؒ کے دو بیٹے عبد اللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں۔

عبد اللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختم قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو اور ایک دن کو۔ ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نماز میں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔

امام احمدؒ زاہد کبیر تھے۔ دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفۂ وقت کے عطایا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کرلیا تاآنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمدؒ کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمّت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے مرمت کرادی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علیّ۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفۂ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمدؒ کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ایّد اللّٰہ ھذا الدین برجلین لا ثالث لھما ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ یوم الردّۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنۃ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جا رہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جا رہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پہنچوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں بے شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبل کرائیں گے اور امام احمد ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحق بن ابراہیم فرماتے ہیں احمد بن حنبلؒ حجۃ بین اللہ بین عبیدہ فی ارضہ امام زکریا بن یحیی ساجی فرماتے ہیں احمد بن حنبل افضل عندی من مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ والشافعیؒ وذلک ان لھٰؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر لہ۔

سلمۃ بن شبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئتُ من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فرسخ اتانی اتٍ فی منامی فقال ائت احمد بن حنبل وسل عنہ فانک تدلُّ علیہ وقل لہٗ

ان اللہ عنک راض وملائکۃ سمواتہ وملائکۃ ارضہ عنک راضون قال ثم خرج۔

عبداللہ بن الحسین فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دیکھا فقلت له باللہ علیک مافعل اللہ بک فقال غفرلی فقلت باللہ فقال باللہ انہ غفرلی فقلت بماذا غفراللہ لک فقال بمحبتی لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحۃ فتبسم وقال انا فی راحۃ وفرحۃ۔

احمد بن محمد کندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا فقلتُ یا اباعبداللہ ماصنع اللہ بک فقال غفرلی ثم قال یا احمد ضُرِبتَ فِیَّ قال قلتُ نعم یارب قال یا احمد ھذا وجھی فانظر الیہ قد ابحتُک النظر الیہ۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

عبدالوہاب الوراقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوکل امر ان یُمسح الموضعُ الذی قام الناس فیہ للصلوٰۃ علی احمد ابن حنبل فبلغ مقام الفی الفٍ وخمسمائۃ الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانی اسلم یوم مات احمد بن حنبلؒ عشرون الفا من الیھود والنصاریٰ والمجوس۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۱۳

مجھے ورکانی کی اس حکایت اسلام یہود ونصاریٰ ومجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں بعید ومشکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں وھی حکایۃ منکرۃ تفرد بھا الورکانی والراوی عنہ والعقل یحیل ان یقع مثل ھذا الحادث فی بغداد ولا یرویہ جماعۃ تتوفر دواعیھم علی نقل ماھو دونہ بکثیر وکیف یقع مثل ھذا الامر ولا یذکرہ المروزی ولا صالح بن احمد ولا عبداللہ ولا حنبل الذین حکوا من اخبار ابی عبداللہ احمد بن حنبلؒ جزئیات کثیرۃ قال فواللہ لو اسلم یوم موتہ عشرۃ انفس لکان عظیما ینبغی ان یرویہ نحو من عشرۃ انفس انتھیٰ۔ ھامش طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۱۶۔

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف ومشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا وبیدی الخرقۃ لاشُدَّ بھا لحیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینیہ ویقول بیدہ ھکذا، لا بعد لا بعد۔ ثلاث مرات۔ فقلت یاابت ایش ھذا الذی قد لھجت بہ فی ھذا الوقت قال یابنی ماتدری؟ قلتُ لا۔ قال ابلیس لعنہ اللہ قائم بحذائی عاضاً علی انامِلہ یقول یا احمد فُتّنی فاقول 'لا' حتی اموتُ۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۷۵ -

اخفش ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ کی شرح کے آخر میں اور وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

اخفش کا نام سعید بن مسعدہ ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ اخفش اوسط ہیں۔ مشہور تین اخفش ہیں اوّل۔ اخفشِ اکبر عبد الحمید بن عبد المجید ابوالخطاب۔ یہ اخفش اکبر نحو و عربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اور کسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وکان دیّناً ورعاً ثقۃً۔

دوم۔ اخفشِ اوسط سعید بن مسعدۃ ابوالحسن۔ یہ اخفش اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق اخفش کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الاخفش اھ قال الجامی رحمہ اللہ فی شرحہ ص ۵۲ المشھور ھو ابوالحسن تلمیذ سیبویہ اھ

سوم۔ اخفشِ صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل النحوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتسع فی الروایۃ للاخبار والعلم بالنحو ماعلمتہ صنّف شیئاً ولا قال شعراً قدم مصر سنۃ ۲۸۷ھ وخرج الی حلب سنۃ ۳۰۰ھ وکانت ضیّق الحال الی ان اکل الشلجم النّیئ فقبض علی قلبہ فمات فجأۃ ببغداد فی شعبان ۳۱۵ھ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت ج ۱۳ ص ۲۵۷

یہ تین اخفش مشہور ہیں۔ ان میں مشہور تر اخفش اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ وذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱۳ ص ۲۴۷ ان الاخفش الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وکان اجلع لا تنطبق شفتاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ اخفش اوسط اعتقاداً معتزلی تھا۔ یہ کلبی و نخعی و ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابوحاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ اخفش اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ تو اہواز چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فراء واحمر وابن سعد وغیرہ بیٹھ گئے

میں نے کسائی سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائی نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب ردّ کر دیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انتَ ابو الحسن سعید بن مسعدۃ۔ فقلتُ نعم فقام الیّ وعانقنی واجلسنی الیٰ جنبہ۔ پھر کسائی نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کرلی۔ بعدہٗ میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پر مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنی وامام جرمیؒ کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

اخفش کا کہنا ہے ما وضع سیبویہ فی کتابہ شیئا الا وعرضہ علیّ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت جؔ صؔ ۲۲۶۔ انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجل سوءٍ قدریًّا شمریًّا وھم صِنفٌ من القدریۃ نُسبوا الی بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام واحذقھم بالجدل وکان غلام ابی شمر وکان علیٰ مذھبہ۔ وذکر الجاحظ ان الاخفش ھذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباء الرواۃ۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات سنہ ۲۱۱ھ ہے۔ کذا فی الفہرست وقیل توفی سنہ ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الم وحروف مقطعات کی شرح میں حروفِ بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عثمان بن جنی ابو الفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحبِ نکات لغویہ ودقائق ادبیہ واسرارِ عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی بہ نسبت علم صرف میں اقویٰ واکمل وبے نظیر ہیں۔ متنبی صاحبِ دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علم صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو وصرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابو علی فارسی اتفاقاً وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابو علی نے کہا زببت وانت حصرم وفی روایۃ قبل ان تحصرم۔ ای صرت زبیبا قبل ان تکون حصرماً والحصرم العنب قبل نضجہ۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیلِ علم کے بغیر پڑھانا شروع کر دیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ صؔ ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابو علی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کر کے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابوعلی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی و عبدالسلام بصری اور ابوالحسن سمسمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ عال۔ علاء۔ تینوں فاضل و ادیب و کامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں ؎

صُدُودُكَ عنی ولا ذنبَ لی ❊ دلیلٌ علیٰ نیۃٍ فاسدہْ
فقد وحیاتك مما بکیت ❊ خشیتُ علیٰ عینیَ الواحدہْ
ولولا مخافۃ ان لا اراك ❊ لما کان فی ترکھا فائدہْ

ابن جنی موسم ربیع و شباب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

رأیتُ محاسِن ضحك الرّبیع ❊ اطال علیھا بُکاءُ السحاب
وقد ضحك الشیب فی لمّتی ❊ فلم لا ابکی ربیع الشباب

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں الخصائص۔ التمام فی اشعار ہذیل۔ سر الصناعۃ۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ واسماء شعرائہا۔ شرح مقصور و ممدود لابن السکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان متنبی مختصر۔ کتاب اللمع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المہموزہ۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادباء سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱ میں اور انباہ الرواۃ ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یاقوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۰ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جنّی بکسر جیم و تشدید نون قبل یاء مشددہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن المبارك بن واضح الحنظلی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے امام، محدّث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نووی آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع علیٰ امامتہ وجلالتہ فی کل شئ الذی تستنزل الرحمۃ بذکرہ وترتجی المغفرۃ بحبّہ۔ انتھیٰ۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارك فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارك من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنحو واللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقیام اللیل والعبادة والشدة فی رأیه وقلة الکلام فی مالا یعنیه وقلة الخلاف علی اصحابه۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیهًا عابدًا عالمًا زاهدًا سخیًا شجاعًا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد الله من مرو لیلة ؎ فقد سار منها نورها وجمالها

اذا ذکر الاحباب من کل بلدة ؎ فهم انجم فیها وانت هلالها

عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمة اربعة الثوری ومالك وحماد بن زید وابن المبارك۔

ابواسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابو اسامہ کہتے ہیں ابن المبارك فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقّہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی امّ ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا هذا والله الملك لا ملك هارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تهذیب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۶ حافظ ابونعیم نے حلیة الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لوجهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما یموت فیذهب علمه واما ینسی واما یصحب فیذهب علمه۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذین یعیشون بدینهم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلت عند صاحب البدعة اکلة فبلغ ذلك ابن المبارك فقال لا کلمتك ثلاثین یومًا ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسه یصیر عند نفسه اذل من الکلب

ابن المبارکؒ نے ایک موقعہ پر یہ اشعار پڑھے ؎

الصمتُ زینٌ بالفتیٰ ؛ من منطق فی غیر حینہ
والصدقُ اجملُ بالفتیٰ ؛ فی القول عندی من یمینہ
وعلی الفتیٰ بوقارہ ؛ سمۃ تلوح علیٰ جبینہ

(کذا فی الحلیۃ)

امام ابو حنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ درّ مختار میں ابو حنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیھا ؛ امامُ المسلمین ابو حنیفہ
فما فی المشرقینِ لہ نظیر ؛ ولا بالمغربین ولا بکوفہ
فلعنۃ ربّنا اعداد رمل ؛ علیٰ من ردّ قول ابی حنیفہ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ الآیۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔

ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۱۴۸ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع وابونعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کاشف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدوقاً حسن الحدیث افقہ الناس۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔

ھو ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطی بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابو اسحاق طبقات میں لکھتے ہیں: ھو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولیٰ تیم اللہ ثعلبۃ؂

ابو حنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رِقٌّ قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ۔
ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی تاریخ ولادت ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۵۰ھ ہے ۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی ۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا ۔ آپ کو غسل قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال له رحمك الله وغفرلك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ اربعين سنة ۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں ۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے مشائخ مذکور ہیں ۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں :۔
نافع مولیٰ ابن عمرؓ ۔ ابن شہاب الزہری ۔ عکرمة مولیٰ ابن عباسؓ ۔ عبداللہ بن دینار ۔ علقمہ بن مرثد عطاء بن ابی رباح ۔ سماک بن حرب ۔ ہشام بن عروہ ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر ۔ حسن بن زیاد ۔ ابو مطیع بلخی ۔ محمد بن الحسن ۔ ابو یوسف ۔ وکیع بن الجراح ۔ عبداللہ بن المبارک ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ تبع تابعین ہیں ۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل و غلط ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں ۔ کئی صحابہ مثل انسؓ وسہل بن سعدؓ وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے ۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں وكان في زمنه اربعة من الصحابة انس بن مالك وعبد الله بن ابى اوفى وسهل بن سعد وابو الطفيل ۔ ولم ياخذ عن احد منهم انتهى ۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں رأى انس بن مالك وسمع عطاء بن ابى رباح ۔ بہرحال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادیؒ و دار قطنیؒ وابن جوزیؒ و نوویؒ و ذہبیؒ وابن حجر مکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ نے ۔
خود ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہذا نواب صدیق حسن خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے ۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ان اباحنيفة لم يراحدا من الصحابة باتفاق اهل الحديث وان عاصر بعضهم على رأى الحنفية .اھ
ابو حنیفہؒ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں ۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لاباس به لم يكن متهما ۔ جلیل القدر محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں ۔ مثل سفیان ثوریؒ وعبداللہ بن المبارکؒ وحماد بن زیدؒ وہشامؒ و وکیعؒ وعباد بن عوامؒ وغیرہ ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البرهو ثقة لاباس به ۔ آپ کے مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان الناس في الفقه عيال ابى حنيفة ۔ وعن الشافعى ايضا من اراد ان يتبحر في الفقه فهو عيال ابى حنيفة ۔ وعن وكيع قال كان

ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یؤثر رضاء اللہ علیٰ کل شئ ولو اخذ السیوف لاحتملھا۔

آپ کا تقویٰ و زہد و کثرت عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے انکار پر اُس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر کار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنوامیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن هبیرۃ فقدمت بابی حنیفۃ فارادہ علیٰ بیت المال فابیٰ فضربہ اسواطاً وبکی فی بعض الایام لوالدتہ وقال کان غمّ والدتی اشد علیّ من الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلك بکی وترحّم علیٰ ابی حنیفۃ۔

اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابوحنیفہؒ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور بنو گے۔ آپ نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں بنوں گا۔ منصور نے پھر قسم کھائی تو ابوحنیفہؒ نے بھی پھر قسم کھائی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

ایک روایت ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔

امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔ عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابویوسفؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ربعۃ من الرجال لیس بالقصیر ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابوحنیفۃ طوالاً تعلوہ سُمرۃ۔

آپ بڑے دولتمند تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دُکان لوگوں میں معروف و مشہور تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر حضرت حمادؒ سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے تھے ماصلیت صلاۃً منذ مات حماد الاّ استغفرت لہ مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلمتُ منہ علماً او علّمتہ علماً۔ ایک بار ابوحنیفہؒ خلیفہ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا ھذا عالم اھل الدنیا الیوم۔

مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ما احسد احداً بالکوفۃ الاّ رجلین اباحنیفۃ فی فقھہ والحسن بن صالح فی زھدہٖ۔

فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ فقیھاً معروفاً بالفقہ مشھوراً بالورع وسیع المال

معروفًا بالافضال على من يطيق صبورًا على تعليم العلم بالليل والنهار كثير الصمت۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں مارأيت فى الفقه مثل ابى حنيفة۔

وکیعؒ فرماتے ہیں مالقيت افقه من ابى حنيفة ولا احسن صلاةً منه۔

ابو حنیفہؒ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے۔ اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے نماز فجر پڑھی ہے۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس و رحم آتا تھا۔

وختم القرآن فى الموضع الذى توفى فيه سبعة آلاف مرة۔ حسن بن عمارہؒ نے ابو حنیفہؒ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر الله لك اباحنيفة لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك فى الليل منذ اربعين سنةً۔ وعن ابن المبارك ان اباحنيفة صلى خمسًا واربعين سنة الصلوات الخمس بوضوء واحد وكان يجمع القرآن فى ركعتين۔

مشہور محدثِ زمانہ مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی قراءت مجھے بڑی پسند آئی۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع کرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابو حنیفہؒ تھے۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ و علماء کو بھی پہناتے تھے۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں كان ابوحنيفة ورعًا فقيهًا كثير البر والصلة كثير الافضال على اخوانه وكان يبعث البضائع الى بغداد فيشترى بها الامتعة ويجلب الى الكوفة ويجمع الارباح من سنة الى سنة۔ فيشترى بها حوائج الاشياخ المحدثين واقواتهم وكسوتهم ومايحتاجون اليه۔

وعن ابى يوسف كان ابوحنيفة لايكاد يسئل حاجة الا قضاها۔ بہرحال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اور بہت سے علماء مذاہب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ و محمد بن یوسف دمشقی شافعی وغیرہ نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فى مناقب النعمان ص۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابو حنیفہؒ نے کی ہے۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالك رضى الله عنه

قال ابو حنیفۃ قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ قد رأیتہ مرارًا۔ ص۱۵۱ پر لکھتے ہیں :۔ ان الامام اباحنیفۃ سمع ثمانیۃ رجال من الصحابۃ وامرأۃ ۔ وھم انس بن مالک وعمرو بن الحریث و عبداللہ بن انیس وعبداللہ بن الحارث بن الجزء الزبیری وجابر بن عبداللہ وعبداللہ بن ابی اوفیٰ و واثلۃ بن الاسقع ومعقل بن یسار و عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنھم ۔ اھ

در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۷ میں ہے وصحّ ان اباحنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسنّ نحو عشرین صحابیًا کما بُسط فی اوائل الضیاء وقد ذکر ابو النصر فی منظومتہ ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنھم ابو حنیفۃ اھ ۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے ۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے علیکم بتلک الحلقۃ یعنی حلقۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

مغیرہ بن مقسمؒ نے ایک بار جریر سے کہا جالس اباحنیفۃ فلو کان ابراھیم حیًّا لکان محتاجا الیٰ مجالستہ ایاہ ھو واللہ یحسنُ ان یتکلّم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوبؒ سے رخصت ہونے گیا، انہوں نے فرمایا بَلَغَنِیْ ان الرجل الصالح فقیہ اھل الکوفۃ ابوحنیفۃ یحج فان لقیتہ فأقرأہ منّی السلام۔

عبداللہ بن عونؒ کی مجلس میں ابوحنیفہؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذاک صاحب لیل وعبادۃٍ فقال بعض جلسائہ انہ یقول الیوم قولًا ثم یرجع غدًا فقال ابن عون فھذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول الی قول الّا صاحب دین ولولا ذلک لنصر خطأہ ودافع عنہ۔

ابو الولیدؒ فرماتے ہیں کان شعبۃ حسن الذکر لابی حنیفۃ کثیر الدعاء لہ ما سمعتہ قطُّ یذکر بین یدیہ الّا دعا لہ۔

نصر بن علیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبہؒ کے پاس تھے ۔ کسی نے ابوحنیفہؒ کی موت کی اطلاع دی توانہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طفئ عن اھل الکوفۃ ضوءُ نورِ العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدًا۔ کذا فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری ص۷۲ ۔

متعدد احادیثِ مرفوعہ میں ابوحنیفہؒ کی عظمت کا ذکر ہے قال علیہ الصلاۃ والسلام ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃٍ ۔ قال شمس الائمۃ الکردری ان ھذا الحدیث محمول علیٰ ابی حنیفۃ لانہ مات تلک السنۃ کذا قال المحدث الکبیر ابن حجر المکی فی کتابہ الخیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان ۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے ۔ حدیث یہ ہے :

روی الشیخان عن ابی ہریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعاً لو کان الایمان عند الثریا لتناوله رجال من ابناء فارس ۔ وفی روایۃ مسلم عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لو کان الایمان عند الثریا لذهب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله ۔ اس کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں ۔ علماء احناف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطیؒ و ابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اشارہ ہے ۔ ملاحظہ ہو ردّ مختار ج۱ ص۳۹ ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحیی بن النضر لم یشکوا ان اباحنیفۃؒ سُقِیَ السمّ فمات ۔ وعن محمد بن المهاجر قال سمعتُ ابی یقول رُفع الی ابی حنیفۃ قدحٌ فیه سم لیشرب فقال لا اشربُ فاکرہ علی شربه مراتٍ فأبیٰ وقال انی لأعلم ما فیه لا أُعین علی نفسی فطُرح ثم صُبّ فی فیه ثم خلّی عنه ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص۳۵۸ ۔

آپ کی وفات سجدہ میں ہوئی ۔ فعن ابی حسّان الزیادی قال لما احسّ ابوحنیفۃ بالموت سجد فخرجت نفسُه وهو ساجد ۔ حدیث صحیح ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد ۔ رواہ احمد ومسلم ۔

حافظ نجم غیطیؒ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے ۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا ۔ عربی عبارت یہ ہے :- فقال سبحانه وتعالیٰ من قال بعد الغداۃ والعشی :-

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ ۔ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاهُمْ عَدَدًا ۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ نجا من عذابی ۔ ردّ مختار ص۳۸ ج۱ ۔

قاری احمد بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزّۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ تفسیر ہذا میں کئی جگہ آپ مذکور ہیں ۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ۔ معروف بہ بزّی ہیں ۔ آپ قراء سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزّی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزّی منسوب ہے جد اعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قراءت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبد اللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قراءت پڑھی ہے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنہؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مؤرخین نے ان کا نام حبتہ لکھا ہے کما ھو مذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفر لہ و مسح رأسہ فتلک المسحۃ فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکأنہ ادّھن من تلک المسحۃ۔ کذا ذکرہ الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہشام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحیی بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبلؒ و یحیی بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بُنیّ لا تمدّن رجلک مع ابی حنیفۃ فان ابا حنیفۃ خبزہ مشویّ وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ جب مجلسِ علم برخاست ہوئی تو ابو حنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں سَو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

بدایہ میں ابن کثیرؒ نے اس سے ملتا جلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ والدہؒ نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کر دیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہو جاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں وہاں سے چھپ کر پھر حلقہ درس میں آبیٹھتا۔ جب میری والدہؒ اور میرے درمیان یہ کشمکش طویل ہوئی تو والدہؒ نے خود ابو حنیفہ کے پاس جا کر میری شکایت کی اور کہا ان هذا صبیٌّ یتیم لیس له شیٔ الاّ ما اطعمه من مغزل و انك قد افسدته علیّ۔

ابو حنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یا رعناء ها هو ذا یتعلّم العلم وسیأکل الفالوذج بدهن الفستق فی صحون الفیروزج۔ فقالت له انك شیخ قد خرفت۔

ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گزر گیا اور میں نے علم حاصل کر لیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذ اتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من هذا۔ فانه لا یُصنع لنا فی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سُن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابو حنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سُنایا فقال هارون ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والاٰخرۃ۔ ثم قال رحم الله ابا حنیفة لقد کان ینظر بعین عقله ما لا ینظر بعین رأسه۔ ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابو یوسف میرے تمام تلامذہ میں اَعلَم یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابو یوسف اتبعهم للحدیث۔ محدثین کے نزدیک ابو یوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علی بن المدینی کان ابو یوسف صدوقًا وقال ابن معین انه کان ثقة وقال ابو زُرعة کان سلیمًا من التجهُّم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القراٰن مخلوق فحرام کلامهٗ وفرض مباینته ولا یجوز السلام ولا ردّه علیه۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیاء افلس و من تتبع غرائب الحدیث کذب و من طلب العلم بالکلام تزندق۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت و فقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذِ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطعِ ید لازم ہوگیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطعِ ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہوگئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطعِ ید کیوں کر لازم نہیں ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذِ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا ھل سرقت؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطعِ ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر کا تھا اور وہ موجب ضمانِ مالی ہے تو اس شخص کے ذمہ مال واجب ہوگیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمانِ مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطعِ ید اور ضمانِ مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہٰذا اس شخص پر صرف ضمانِ مالی واجب ہے نہ کہ قطعِ ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کرلیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا قالوا ھو اوّل من لقب قاضی القضاۃ۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کر دیا من اُھدیت لہ ھدیۃ وعندہٗ قومٌ جلوس فھم شرکاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اَقِط یعنی پنیر، تمر و زبیب وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثم قال ابو یوسف یا غلام ارفع ھذا الی الخزائن ولم یعطھم منھا شیئا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہبِ ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق و مغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السماعۃ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ۔

ابو یوسفؒ فرماتے تھے صحبتُ اباحنیفۃ سبع عشرۃ سنۃ لا اُفارقہ فی فطر ولا اضحی الا من مرض۔
ابو یوسفؒ کی وفات ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح
بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے
وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں
ھو ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔
ابو ایوبؓ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ و بیعتِ رضوان و بدر و احد وغیرہ جمیع مغازی میں
شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب و فضائل یہ ہیں:۔
اوّل۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔
دوم۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء و رؤساء نے اپنے پاس حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے
کہ یارسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپؐ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلوا عن ناقتی فانھا مأمورۃ میری
اونٹنی بحکمِ خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی
اور آپ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تا آنکہ آپؐ کا اپنا مکان
بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبوی آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔
سوم۔ آپ سے احادیثِ مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور
پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔
چہارم۔ خدا کی راہ میں جہاد و غزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے
رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارضِ روم میں عسکرِ مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ یہ امیر المؤمنین
معاویہ رضی اللہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت
سے صحابہؓ شریک تھے۔ یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ
زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ
گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص و عوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں
فمرض ابو ایوب رضی اللہ عنہ وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فاتاہ یعودہ فقال ماحاجتک قال حاجتی اذا انا
متُّ فارکب بی ما وجدتَ مساغاً فی ارضِ العدوِّ فاذا لم تجد فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۵۰ھ میں اور عند البعض ۵۵ھ میں ہوا تھا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ روی سعید بن المسیب ان ابا ایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئاً فقال علیہ السلام، لا یصیبک السوء یا ابا ایوب!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان بسملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوالِ حیات وخصالِ حمیدہ ومناقبِ عظیمہ بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

اول۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اھ۔ ابن عبد البر نے ابو ہریرہؓ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علماء نے تیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قولِ اصح عبد الرحمٰن بن صخر ہے۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۰

امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہؓ کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا اور کنیت ابو الاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو ہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ھریرۃ عبد شمس وکذا قال یحیی بن معین وابو زرعۃ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں:۔

۱۔ بریر بن عشرقۃ ۲۔ سکین بن دومۃ ۳۔ عبد اللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴۔ عبد نھم بن عامر ۵۔ عبد غنم ۶۔ عبد عمرو ۷۔ عامر بن عبد غنم ۸۔ عامر بن عبد شمس ۹۔ عمیر بن عامر ۱۰۔ یزید بن عشرقۃ ۱۱۔ سعد بن الحارث ۱۲۔ عبد یالیل ۱۳۔ عبد تیم ۱۴۔ عبد۔ حکاہ ابن مندہ ۱۵۔ عبد العزیٰ ۱۶۔ سکن۔ بفتح السین والکاف ۱۷۔ عبید ۱۸۔ عبید اللہ ۱۹۔ عمرو ۲۰۔ بُرّ ۲۱۔ سعید۔ یہ اختلاف ابو ہریرہؓ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴۔ وکذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابو ہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھ ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہؓ وابن عباس وانس وعبد اللہ بن عمر وابو ہریرہ وجابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستۃ من اصحاب رسول اللہ اکثروا الروایۃ عنہ وعُمّروا۔ فذکر ھؤلاء الستۃ۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۴

سوم۔ آپ محدثِ صحابہؓ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہؓ کی ہیں۔ مسند تقی بن مخلد میں ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کی مروی احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷۵ یا ۵۳۷۴ ہیں۔ قال الشافعی ابوھریرۃ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوھریرۃ احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہؓ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیثیں سنانا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب و منشی ابوزعیزعہ کو پردہ کے پیچھے چھپا کر بٹھادیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابوزعیزعہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہؓ کو بلاکر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسی ترتیبِ ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنادیں اور پردے کے پیچھے ابوزعیزعہ اپنے رجسٹر میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابوزعیزعہ کا قول ہے فما غیّر حرفاً عن حرفٍ۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہؓ کے حافظہ اور وسعتِ علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نسیانِ احادیث کی شکایت کی فقال اُبسط ردائك فبسطته ثم قال ضُمّہ الی صدرك فضممته فما نسیتُ حدیثاً بعد۔

پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگِ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگ خیبر محرم ۷ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین و انصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضورؐ کی مجلس بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

ششم۔ کنیتِ ابوہریرہ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدتُ ھرّۃً فحملتھا فی کُمّی فقیل لی ماھذہ قلتُ ھرّۃ قیل فانتَ ابوھریرۃ۔ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے قال ابوھریرۃ کنتُ ارعیٰ غنم اھلی وکانت لی ھرۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبتُ بھا معی فلعبتُ بھا فکنّونی اباھریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلّی دیکھی تو حضورؐ نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتم۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابو هريرة والله ما خلق الله مؤمنا يسمع بي ولا يراني الا احبني ثم ذكر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم۔ رواه احمد

زمانہ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین ملحدین و اہل تشیع ہیں۔ ان ملحدین میں سے ایک کا نام محمود ابوریّہ مصری ہے۔ اس ملحد نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء على السنة المحمدية۔

ابوریّہ اس کتاب کے ص۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاحِ نفس وہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبیؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جاکر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت وجہالت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور تین تین دن تک آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔

اعشى الشاعر۔ ثلثة قروء کی اور وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صدقين کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

هو ميمون بن قيس من بني سعد بن ضبيعة بن قيس۔ اعشیٰ جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابوبصیر تھی، نابینا تھا۔ کذا فی کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ج ۱ ص۱۷۸۔

خزانة الادب ج ۱ ص۱۶۵ میں ہے كان الاعشى من فحول شعراء الجاهلية وممن قدم على سائرهم سلك فى شعره كل مسلك وقال فى اكثر اعاريض العرب وليس ممن تقدم من الفحول اكثر شعراً منه اھ

خزانۃ الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشیٰ آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشیٰ کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشیٰ کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوانِ اعشیٰ کا شارح محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشیٰ نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے کے مبعوث ہونے کے بارے میں سُنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھیرا۔ ابوجہل کو جب پتہ چلا تو اعشیٰ کے پاس آیا ہدایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشیٰ نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سُنا تھا۔ ابوجہل نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشیٰ نے کہا کوئی حرج نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں۔ ابوجہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشی نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں ابوجہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشی نے وہ قصیدہ دالیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا ھذا رجل لا یمدح احداً الا رفعہ و لا یھجو احداً الا وضعہ فمن لنا یصرفہ عن ھذا الوجہ۔

ابوجہل وغیرہ مشرکین نے مختلف حیلوں اور افتراپردازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشی اپنی شقاوت سے فوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر یمامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مر گیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوجہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دأب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشی نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ منظوم کیا اور آپؐ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گر کر مر گیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشی کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سنے ؎

وآلیتُ لا أرثي لها من كلالةٍ ولا من حفیً حتی تلاقی محمّداً

متی ماتُناخي عند باب ابن هاشمٍ تُراحي وتلقی من فواضله ندًی

تو فرمایا کاد ینجو ولمّا۔ میں نے اپنی کتاب نفحۃ الریحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشی فی الجاھلیۃ والاخطل فی الاسلام۔ وسئل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا اومئ الی رجل بعینہ و لکنی اقول امرؤ القیس اذا رکب والنابغۃ اذا رھب وزھیر اذا رغب والاعشی اذا طرب۔ اھ

اعشی عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال وسوال بنایا وکانوا یسمونہ صناجۃ العرب لجودۃ شعرہ۔ ابوعمرو بن العلاء اعشی کی بڑی تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشی شاعر مجید کثیر الاعاریض و الافتنان۔ جب ابوعمرو بن العلاء سے لبید و اعشی کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح والاعشی رجل شاعر۔ امام شعبیؒ کی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے اولاد کے استاذ کو طریقۂ تعلیم بتاتے ہوئے کہا ادّبھم بروایۃ شعر الاعشی فانہ قاتلہ اللہ۔ ما کان اعذب بحرہ و اصلب صخرہ۔

مفضّل کہا کرتے تھے من زعم انّ احداً اشعر من الاعشی فلیس یعرف الشعر۔ اعشی شعر کے ذریعہ کسبِ مال کرتا تھا۔ لہذا متعدد بادشاہوں خصوصاً بادشاہِ فارس کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعروں میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قُریع السعدی ۔ آیت وَاَقیموا الصلوٰة واٰتوا الزکوٰة ۔ اتامرون النّاس بالبرّ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے ۔
اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے ۔ یہ بنی عوف بن کعب رہط زبرقان بن بدر میں سے ہے ۔ اس کے حالات اغانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۳۲۶ پر و شرح شواہد مغنی ص ۱۵۵ و خزانۃ الادب ج۴ ص ۵۸۸ پر درج ہیں ۔ اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے ۔ کتب تاریخ میں ہے وھو احد من اجتمع لہ الموسم والقضاء بعکاظ من تمیم ۔
کتاب محبّر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں ائمہ عرب کے عنوان کے تحت وکان من اجتمع لہ الموسم وقضاء عکاظ من بنی تمیم وکان ذلک یکون فی افخاذھم کلھا ویکون الرجلان یلیان ھذا من الاٰمرین جمیعًا عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع لہ الموسم والقضاء سعد بن زید مناۃ ابن تمیم ثم تولّی ذلک حنظلۃ بن زید مناۃ ثم تولاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تمیم ثم مازن بن مالک بن عمرو ابن تمیم ثم ثعلبۃ یربوع بن حنظلۃ ثم معاویۃ بن شریف ثم الاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ ۔ محبّر ص ۱۸۲ ۔
محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنوتمیم کے شرفاء وکرماء میں سے تھا ۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جرّارین میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے ۔
کتاب محبّر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمّٰی جرّارًا حتی یرأس الفًا اضبط جرّارین قبیلہ مُضر سے تھا ۔ ان جرارین کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد قاد سعدًا کلھا لحمیر والفا فیھا یوم صنعاء ۔ اھ
ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریع کے ترجمہ میں :۔ وکان قومہ اساءوا مجاورتہ فانتقل عنھم الی اٰخرین فاساءوا مجاورتہ فانتقل منھم الی اٰخرین ۔ فاساءوا مجاورتہ فرجع الی قومہ ۔ فقال بکل وادٍ بنو سعد ویقال انہ قال اینما اُوجّہ القٰی سعدًا وھو قدیم وکان اغار علی بنی الحارث بن کعب فقتل منھم واسر جدع وخصی ثم بنی اطمًا وبنت الملوک حول ذلک الاطم مدینۃ صنعاء ۔ اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں ؎

فَصِلْ حِبَالَ البعیدِ اِن وَصَلَ الـحبلَ وَاَقْصِ القریبَ اِن قطعہ
واقنَعْ مِنَ العیشِ ما اَتاکَ بہ ؏ مَن قرَّ عینًا بعیشِہ نفعہ

قد یجمع المال غیرُ آکلہٖ ویاکل المالَ غیرُ من جمعہ

لا تحقرنّ الفقیرَ علّک اَن تخشع یوماً واللّٰہُ ھو قد رفعہ

اَوسُ بن حُجرالشاعر۔ آیت الذین یظنّون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو اوس بن حُجر بن عتاب ۔ کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں قال ابوعمرو بن العلاء کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغۃ وزھیر فاخملاہ - اھ

اوس شاعر جاہلی ہے اور ظہور اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۵ و مُوشّح ص ۶۳ و اغانی ساسی ج ۱۰ ص ۶ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمرو بن معاذؓ جو نقّادِ شعر تھے سے کسی نے پوچھا مَن اشعر الناس فقال اوسُ قیل ثم من قال ابوذؤیب اھ

اوس کے اشعار میں نصائح اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارم الاخلاق وھو من اوصفہم للحمر والسلاح ولاسیما للقوس۔

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثالِ مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے یقال اسمحت قرونتہ ای سمحت نفسہ یہ مثل اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

فلاقی امرأ من میدعان واسمحتُ قرونتہ بالیأس منھا فعجّلا

عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں رجل مخلط مِزْیَل جب کہ زیادہ امور میں گھسنے والا ہو۔ ای اذا کان وَلّاجاً خرّاجاً۔ یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

وان قال لی ماذا ترٰی یستشیرُنی یجدنی ابنُ عمی مخلط الامر مزیلا

اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنو تمیم و بنو اسد میں سے ہے۔ یہ بنو تمیم و مضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن اس کے بعد نابغہ و زُہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمعی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زھیر ولکن النابغۃ طأطأ منہ

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

ھو الامام عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد ابوعمرو الاوزاعی فقیہ اھل الشام وامامھم رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اوزاعی مجتہدین وفقہاء کبار میں سے ہیں۔ آپ ملکِ شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعیؒ وامام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد وصاحبِ مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابوزُرعہ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سندیں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ مسمیٰ بہ اوزاع میں مقیم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عند البعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ اعقل واورع واعلم وافصح واوقر واحلم واکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت وامامت وتوثّق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ وقال سفیان بن عیینہ کانّ امام اھل زمانہ۔ سفرِ حج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مُہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلارہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے اِفسحوا للشیخ حتی اجلساہ عند الکعبۃ وجلسا بین یدیہ یأخذان عنہ۔

کتاب بدایہ میں ہے افتی الاوزاعی فی سبعین الفِ مسئلۃ بحدّثنا واخبرنا وما رُئی الاوزاعی ضاحکاً مقھقھاً قط ولقد کان یعظ الناس فلا یبقیٰ احدٌ فی مجلسہ الّا بکیٰ وما کان الاوزاعی یبکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلیٰ بکیٰ حتی یرحم۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابو حنیفۃ ومالک والاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں رأیتُ ربّ العزۃ فی المنام فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکر؟ فقلت بفضلك ای ربّ ثم قلتُ یا ربّ اَمِتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ، متقی، ورع، زاہد، محدّث، فقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القیام فی صلاۃ اللیل ھوّن اللہ علیہ طولَ القیام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلك من قولہ تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ وسبّحہ لیلاً طویلاً۔ الآیۃ

زیادہ خشوع وخضوع کی وجہ سے بہ ظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلّٰی گیلا تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلّے پر پیشاب کردیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا، نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجدہ میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ما جاء عن اصحاب محمد وما لم یجئ عنھم فلیس بعلم وکان یقول لا یجتمع حبّ علیؓ وعثمان الّا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء وامراء بنی امیہ وبنی عباس اور ان کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستّر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کردیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقت ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعیؒ سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الاوزاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسألہ لم کرہ لبس السواد ؟ ولا تعلمہ انی قلت لک فسألہ الربیع فقال لأنی لم ار محرما احرم فیہ ولا میتا کفن فیہ ولا عروسا جلیت فیہ فلھذا اکرھہ۔ (کذا فی البدایۃ ج ۱۰ ص ۱۲۰)

اوزاعیؒ ملک شام میں بڑے محترم و مکرم و مقبول و محبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطانِ وقت سے بھی زیادہ تھی وقد ھم بہ بعض الولاۃ مرۃ فقال للوالی اصحابہ دعہ عنک واللہ لو امر اھل الشام ان یقتلوک لقتلوک۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض وُلاۃ بادشاہ و گورنر بیٹھ کر کہنے لگے رحمک اللہ فواللہ لقد کنتُ اخاف منک اکثر مما اخاف من الذی وَلّانی یعنی الخلیفۃ المنصور

سفیان ثوریؒ سے کسی نے یہ خواب ذکر کیا رأیت کان ریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقت رُؤیاک فقد مات الاوزاعی فکتبوا ذلک فجاء موت الاوزاعی فی ذلک الیوم۔ آپ کا سببِ موت بھی عجیب ہوا۔ آپ گرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلق علیہ باب الحمام صاحبُ الحمام اغلقہ وذھب لحاجۃ ثم جاء ففتح الحمام فوجدہ میتا قد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ وھو مستقبل القبلۃ۔ آپ کی وفات شہر بیروت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض سنہ ۱۵۰ھ اور عند الجمہور بروز اتوار اول نہار ۲۸ صفر سنہ ۱۵۷ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔

تاریخ ولادت سنہ ۸۳ھ یا سنہ ۸۸ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلنی علی عمل یقربنی الی اللہ تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنۃ درجۃ اعلیٰ من درجۃ العلماء العاملین ثم المحزونین۔

ابن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقوموا للہ قنتین کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وھب القرشی المخزومی رحمہ اللہ۔

سعید بن المسیب عظیم المقام والمرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس وعمر وعثمان وعلی وابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری وسالم بن عبد اللہ وقتادہ وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر هو واللہ احد المتقنین۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہؒ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قتادہؒ فرماتے ہیں مارأیت احداً قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مکحول طفتُ الارض کلّھا فی طلب العلم فما لقیت اعلم منہ وقال سلیمان بن موسیٰ کان افقہ التابعین۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے تھے افضل التابعین سعید بن المسیب۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں لا اعلم فی التابعین اوسع علماً من سعید بن المسیب۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام وقضایا عمرؓ دریافت کرتے تھے۔ آپ مدنی وقریشی ثقہ ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغتُ ثمانین سنۃ وان اخوف ما اخاف علیّ النساء۔ آپ تیل کے تاجر تھے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ۔ ج ۴ ص ۸۴۔

سعیدؒ بڑے عابد وپابندِ جماعت تھے۔ صائم الدہر تھے۔ چالیس حج کیے۔ آخر میں بینائی کمزور ہوگئی تھی آپ نے اپنی بیٹی کا مہر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیدؒ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی۔ آپ کے احوال واقوال تفصیلاً حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب علیٰ سعید فی مرضہ وھو مضطجعٌ فسألہ عن حدیث فقال اقعدونی فاقعدوہ قال انی اکرہ ان اُحدّث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع وعن ابن حرملۃ قال قال سعید بن المسیب لا تقولوا مصیحف ولا مسیجد ما کان للہ فھو عظیم حسن جمیل فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے۔ آپ کا قول ہے لا خیر فیمن لا یحب ھذا المال یصل بہ رحمہ ویؤدی بہ امانتہ ویستغنی بہ عن خلق ربہ۔ وکان سعید یقول دخلتُ المسجد لیلۃ اضحیان قال واظنّ انی قد اصبحت فاذا اللیل علیٰ حالہ فقمت اصلّی فجلستُ ادعو فاذا ھاتف یھتف من خلفی یا عبداللہ قل قلت ما اقول؟ قال قل اللھم انی اسئلک بانک مالک الملک وانک علیٰ کل شئ قدیر وما تشاء من امرٍ یکن۔ قال سعید فما دعوت بھا قط بشئ الا رأیت نجحہ۔ کذا فی الحلیۃ۔ وفیھا عن ابن حرملۃ قال قال سعید ما فاتتنی الصلاۃ فی الجماعۃ منذ اربعین سنۃ۔ وایضاً قال سعید ما اذّن المؤذن منذ ثلاثین سنۃ الّا وانا فی المسجد۔ وعن عبدالمنعم ابن ادریس عن ابیہ قال صلّی سعید بن المسیب الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃً۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ عندالواقدی تاریخ وفات ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ ہے

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۰۰ کذا فی تہذیب التہذیب ۔

ابولہب ۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون کے بیان میں مذکور ہے ۔

ھو ابولھب عبد العزّی بن عبد المطلب بن ھاشم ۔ ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا ۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا ۔ یہ نبی علیہ السلام کا چچا ہے ۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی بیوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی ۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی ۔ حالتِ کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی ۔ ابولہب غزوۂ بدر کے سات دن بعد بُری حالت میں مرا ۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں ۔ ابولہب کو اُس کی باندی ثوبیہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہارِ خوشی اسے آزاد کر دیا ۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سوموار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں ۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فجوزی بتخفیف العذاب عنہ یوم الاثنین بان یسقی ماء فی جہنم فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرۃ التی بین السبابۃ والابھام ۔ مواہب میں ہے رُؤی ابولھب بعد موتہ فی النوم فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعیّ ھاتین ماءً واشار برأس اصبعیہ وان ذلک باعتاقی لثوبیۃ عند ما بشّرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا لہ ۔

ابو العالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۔ الٓمٓ وحروفِ مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں ۔

ھو البراء البصری مولیٰ قریش ؒ آپ کے نام میں اختلاف ہے ۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے ۔ وقیل زیاد بن اذینہ ۔ آپ تابعی ہیں ۔ اپنی کنیت ابو العالیہ سے معروف ہیں ۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں ۔ قال ابو زرعۃ ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان قلیل الحدیث ۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۹۰ھ ہے ۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۲ ص ۱۴۳ ۔

فائدہ ۔ محدثین کے نزدیک ابو العالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں ۔ اوّل ، ابو العالیہ بصری زیاد بن فیروز ؒ جن کا ذکر ہو گیا ۔ دوم ۔ رفیع بن مہران ابو العالیہ الریاحی مولاہم البصری ۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں ۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابو العالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں ۔ وھو

الارہنج لشھرتہ۔

ابو العالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانۂ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی وابن مسعود وابی موسیٰ وابی بن کعب وابوہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین وابوحاتم وابوزرعۃ ثقۃ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قرأت میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیس احد بعد الصحابۃ اعلم بالقراءۃ من ابی العالیۃ وبعدہ سعید بن جبیر وبعدہ السدی وبعدہ الثوری۔ وکان ابو العالیۃ یقول قرأتُ القرآن علیٰ عھد عمر ثلاث مرات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابو العالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں رحم اللہ الحسن قد سمعتُ العلم قبل ان یولد۔ تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی ۱۰۶ھ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابو العالیہ ریاحیؒ نے گھر والوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلمتُ الکتٰب والقرآن فما شعر بی اھلی ولا رُئی فی ثوبی مدادٌ۔ نیز فرماتے ہیں مامسستُ ذکری بیمینی منذ ستین سنۃ او سبعین سنۃ۔ نیز فرماتے ہیں انی لارجو ان لا یھلک عبد بین نعمتین نعمۃ یحمد اللہ علیہ وذنب یستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فللہ الحمد ربّ السمٰوٰت وربّ الارض ربّ العٰلمین قال الجن عالم والانس عالم وسوی ذلک ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لھا اربع زوایا کل زاویۃ اربعۃ آلاف عالم وخمسمائۃ عالم خلقھم لعبادتہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم مستحی ولا متکبر۔ وکان یقول ابتدٔوا بین الکلام بلا الٰہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قدّسوا اللہ عز وجل باصوات حسنۃ فانی اسمع لھا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتداء بحث بسملہ میں مذکور ہیں۔

ھی ھند بنت حذیفۃ ویقال بنت سھیل المخزومیۃ امّ المؤمنین رضی اللہ عنھا۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے وعند البعض رَملہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابوسلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابوسلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب وسلمہ وعمر و دُرّہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگِ احد میں میرے والد ابوسلمہؓ کو دشمن یعنی ابواسامہ جشمی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدۂ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ ہم صفر ۴ھ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹ جمادی الآخرہ ۴ھ میں وفات پاگئے۔ عدت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال ۴ھ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوگیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ ۵۹ھ میں آپ وفات پاگئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد ۶۱ھ میں ہوئی۔

اُبَیّ رضی اللہ عنہ۔ سورۂ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

هو اُبَیّ بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری النجّاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر و ابوالطفیل ہے۔ سید القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے أقرأُهم اُبَیّ۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا اُبَیّ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی مشکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں، هو اوّل من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من کتب فی آخر الکتاب وکتب فلان بن فلان اھ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں۔ ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اُبی کو قرآن و قرأت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اهل الکتٰب وقال امرنی اللہ عز وجل ان اقرأ علیك قال النووی وهی منقبۃ عظیمۃ لاُبیّ لم یشارکہ فیها احدٌ من الناس۔ رواہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبداللہ بن عمرو مرفوعًا خذوا القران من اربعۃٍ عبد اللہ بن مسعودؓ وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب رضی اللہ عنهم۔ مسروقؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستّۃً عمرؓ وعلیؓ وعبد اللہ واُبیّ وزید وابو موسیٰ۔ رضی اللہ عنهم۔

اُبی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری و امراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی دعا مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تاوفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوئے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری ان رجلا من المسلمین

قال یارسول اللہ ارأیت ھذہ الامراض التی تصیبنا مالنا فیھا؟ قال کفارات فقال أبیّ بن کعب یارسول اللہ وان قلّت قال وان شوکۃ فما فوقھا فدعا أبی رضی اللہ عنہ ان لا یفارقہ الوعک حتٰی یموت وان لا یشغلہ عن حج ولا عمرۃ ولا جھاد ولا صلاۃ مکتوبۃ فی جماعۃ قال فما مسّ انسان جسدہ الا وجد حرّہ حتی مات۔ رواہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات ۳۰ھ ہے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔ آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔

ابن الرقاع الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم میں مذکور ہے۔

ابن رقاع شاعر ہے۔ وھو عدیّ بن زید بن مالک بن عدی بن الرقاع۔ من عاملۃ حیّ من قضاعۃ۔ رقاع بروزن کتاب عدی کے جدّ کا جدّ ہے۔ جدِّ جدّ کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوتے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنو امیہ کے خصوصًا ولید بن عبد الملک کے مدّاح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاع سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نابالغ تھی ان کی فخریہ باتیں سُنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی ؎

تجمّعتم من کل اوبٍ بلدۃٍ علیٰ واحدٍ لا زلتم قِرن واحدٍ

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رقاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیر ذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤتلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایۃ الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابو علی رحمہ اللہ۔ السحر کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثِ نحویہ میں جب مطلق ابو علی کا ذکر آئے تو ابو علی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابو علی فارسی مشہور امام نحو ہے۔ وھو الحسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابو علی علم عربیت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج وابن السراج و مبرمان وابو بکر خیّاط وغیرہ سے حاصل کیا تحصیلِ علم کے لیے بلادِ شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاۃ میں ہے ص۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتہ انہ اعلم من المبرد و برع من طلبتہ جماعۃ کابن جنی وعلی بن عیسی الربعی وکان متھمًا بالاعتزال اھ۔ حلب میں سیف الدولہ کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تاحیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ

موجود ہے۔ وفیہ، قدم بغداد واخذ من علماء النحو بها وعلت منزلتہ فی النحو اھ۔ انباہ الرواۃ۔ ص ۲۵۳۔
خطیب لکھتے ہیں، ابو علی فارسی فارس کے شہر فسا میں پیدا ہوئے۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے۔ ابو علی
سلطان عضد الدولہ کے خواص میں سے تھے۔ عضد الدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحو وغلام
ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم۔ عضد الدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ابو علی
نے کتاب الایضاح لکھ کر پیش کی تو عضد الدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئا و انما یصلح ہذا للصبیان
فمضی وصنف التکملۃ وحملها الیہ فلما وقف علیها قال غضب الشیخ وجاء بما لا نفهمہ نحن ولا ھو
وکان معہ یوما فی المیدان فقال لہ بم ینتصب المستثنی فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قدرت
استثنی فنصبت ھلا قدرت امتنع فرفعت فقال ھذا جواب میدانی فاذا رجعت قلت الجواب
الصحیح قال السیوطی فی البغیۃ ص ۲۱۶ والذی اختارہ ابو علی فی الایضاح انہ بالفعل المقدم بتقویۃ
الا وفی المسئلۃ سبعۃ اقوال حکیتها فی جمع الجوامع انتہی بتصرف۔

علامہ یاقوت معجم الادباء ج ۴ ص ۲۵۴ پر ابو علی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطئ فی خمسین
مسألۃ مما بابہ الروایۃ احب الی من ان اخطئ فی مسألۃ واحدۃ قیاسیۃ اھ۔ وفیہ ان ابن جنی حکی
عن ابی علی انہ کان یقول اخطئ فی مائۃ مسألۃ لغویۃ ولا اخطئ فی واحدۃ قیاسیۃ اھ۔

ابو علی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابو علی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی
نہیں سنا۔ ودخل الیہ فی بعض الایام رجل من الشعراء فجری ذکر الشعر فقال ابو علی انی لاغبطکم
علی قول ہذا الشعر فان خاطری لا یواتینی علی قولہ مع تحققی للعلوم التی ھی من موادہ فقال
لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئا منہ البتۃ؟ فقال ابو علی ما اعہد لی شعرا الا ثلاثۃ ابیات قلتها
فی الشیب وھی قولی ؎

خضبت الشیب لما کان عیبا	وخضب الشیب اولی ان یعابا
ولم اخضب مخافۃ ھجر خل	ولا عیبا خشیت ولا عتابا
ولکن المشیب بدا ذمیما	فصیرت الخضاب لہ عقابا

فاستحسناها وکتبناها عنہ اھ۔

ابو علی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ کتاب الحجۃ۔ کتاب التذکرۃ۔ ابیات الاعراب۔ الایضاح
الشعری۔ الایضاح النحوی۔ مختصر عوامل النحو۔ المسائل الحلبیۃ۔ المسائل البغدادیۃ۔ المسائل الشیرازیۃ۔
کتاب الاغفال۔ المقصور والممدود۔ ابیات المعانی۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایها الذین آمنوا اذا قمتم الی

الصلوٰۃ فاغسلوا الآیۃ وغیرہ۔ ابو علی کی وفات بغداد میں ہوئی بتاریخ ۳۷۷ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوّے[90] سال سے زیادہ تھی۔

ابو تمام الشاعر۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون اور کلما اضاء لھم مشوا فیہ و اذا اظلم علیھم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابو تمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس۔ ابو تمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت تادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابو تمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابو تمام قریہ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۸۰۶ء ہے۔ اور بقول بعض ۱۸۰ھ ۷۹۶ء ہے یا ۱۸۸ھ ۸۰۴ء ہے۔

ابو تمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد خمّار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حائک یعنی جُلاہے کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا۔ اسی طرح مدت تک ابو تمام طلبِ معاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہا۔ پھر حمص گیا اور حمص سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقایہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و اُدباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصاً شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سراج وغیرہ سے مہاجاۃ جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعدہٗ اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بعدہٗ معتصم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقربین میں شامل کر لیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جا کر عبداللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جا کر خالد بن یزید کی مدح لکھی۔ بلاد جبل جا کر محمد بن الہیثم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح نیسابور و ابرشہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہو گئے۔ موصل میں حسن بن وہب نے ایک اچھا عہدہ دے دیا یعنی محکمہ ڈاک کا سربراہ مقرر کر دیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت فطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعر الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ معتصم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینیہ سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچے ؎

اِقدامُ عمروٍ فی سماحۃ حاتم — فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفت۔ فاطرق ابوتمام رأسہ ثم قال ؎

لا تنکروا ضربی لہ من دونہ — مثلاً شروداً فی الندیٰ والبأس

فاللہ قد ضرب الاقل لنورہٖ — مثلاً من المشکاۃ والنبراس

جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہ یہ دو شعر کہے تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت و سرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابوتمام کو جمع اشعارِ قدماء کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائد پر مشتمل ہے۔ دیوان حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ یہ مثل حماسہ ہے لیکن اس میں غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابوتمام کے اشعار بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ قال صاحب الاغانی ابوتمام لطیف الفطنۃ دقیق المعانی غوّاص علی ما یستصعب منھا و یعسر متناولہ علی غیرہ اھ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان اباتمام اکثر الشعراء المتأخرین ابتداعاً للمعانی وقد عددتُ معانیہ المبتدعۃ فوجدتُ ما یزید علی عشرین معنیً اھ۔ ابوتمام اشعار میں صنائع علم بدیع بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال لہ اسحاق الموصلی یا ھذا لقد شققت علی نفسک ان الشعر لاقرب مما تظن۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہ وعراً اصعب المسالک فتحول عنہ۔

کئی علماء نے دیوان ابوتمام کی شرح و تعلیقات لکھی ہیں۔ ان شرّاح میں ابوریحان بیرونی و ابوالعلاء معری وخطیب تبریزی (آپ نے دو شرح مطول و مختصر لکھی ہیں) و شیخ بدیعی وغیرہ داخل ہیں۔

تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ۔ آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الدّ الخصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہؒ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیۃ ما ثبت قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو راجح کہا ہے وھو الاخنس بن شریق ابن عمرو بن وھب الثقفی ابوثعلبۃ حلیف بنی زھرۃ۔

آپ کا نام اُبی تھا وانما لقب بالاخنس لانہ رجع ببنی زھرۃ من بدر لما جاءھم ان اباسفیان نجا بالعیر فقیل خنس الاخنس ببنی زھرۃ۔

جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے۔ مؤلفہ

میں سے تھے۔ غزوۂ حنین میں شریک رہے۔ اوّل زمانہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔
اخنس نے مدینہ منورہ میں آکر اظہار اسلام کیا۔ وقال اللّٰہ یعلم انی صادق۔ ثم ھرب بعد ذلک وارتد فمر بقوم من المسلمین فحرق لھم زرعًا وقتل حمرًا فنزل فیہ ومن الناس من یعجبک قولہ الی قولہ بئس المھاد۔ کذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔
سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ بنوزہرہ سو یا تین سو تھے جو اخنس کے ساتھ جنگِ بدر سے کچھ قبل واپس ہوئے جب ابوسفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابوجہل نے بدر سے واپس جانے سے انکار کیا قال الاخنس لبنی زھرۃ یا بنی زھرۃ قد نجی اللّٰہ اموالکم وانما نفرتم لذلک واجعلوا بی حمیّتھا وارجعوا فانہ لاحاجۃ لکم بان تخرجوا فی غیر منفعۃ وخلا بابی جھل فقال لہ اتری محمدًا یکذب فقال ماکذب قط کنا نسمّیہ الامین لکن اذا کانت فی بنی عبد المطلب السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ فایّ شئ یکون لنا فانخنس الاخنس ورجع ببنی زھرۃ ثم اسلم یوم الفتح۔ وقال السھیلی انہ قتل یوم بدر کافرًا وتبعہ علی ذلک التلمسانی فی حاشیۃ الشفاء۔ انتھی بحاصلہ۔ مافی السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۵۳

ابن اُبیّ المنافق۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کے بیان میں مذکور ہے۔
ھو عبد اللّٰہ بن ابیّ ابن سلول۔ یہ ابن اُبی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں۔
علماء کہتے ہیں کہ اُبی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ سلول ابی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبداللہ راس المنافقین کے والدین ہیں۔
لہٰذا اس عبارت عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
اوّل یہ کہ اُبیّ منوّن پڑھنا چاہیے۔
دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبداللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابی۔ بہر حال یہ اعراب عبداللہ کا تابع ہے رفع ونصب وجر میں۔
سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔
اُبیّ کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔
ابن اُبی رأس المنافقین قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔ آپ نے اپنی قمیصِ مبارک بطور کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حباب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبداللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبداللہ تھا۔ عبداللہ بن عبداللہؓ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبداللہ بن عبداللہؓ جنگِ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم الآیۃ کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسملہ کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ھو ابو الحسن علیّ بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو الحسن اشعری اہل السنّۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ سید المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنّۃ و رأس ائمۃ علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علمِ کلام کے اصول آپ نے قرآن و سنّت سے اخذ کر کے وضع کیے۔

اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۰ھ ہے۔ وقیل ولد فی ۲۷۰ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۶، المنتظم ج ۶ ص ۳۳۲، الخطط المقریزیۃ ج ۲ ص ۳۵۹، دیباج مذہب ص ۱۹۳، البدایۃ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۸۷، تبیین کذب المفتری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۴۵، الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۳۵۳۔

ابو الحسن اشعریؒ اوّلاً معتزلی تھے ابو علی جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائد معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر یا کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اُعرّفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنتُ اقول بخلق القراٰن وان اللہ لا تراہ الابصار وان افعال الشرّ انا افعلھا وانا تائب مقلعٌ معتقد للردّ علی المعتزلۃ مخرج لفضائحھم ومعایبھم انتھی مافی وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۸۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللمع۔

الموجز۔ ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین عن اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الافک و التضلیل وغیرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ وملاحدہ و رافضہ وجہمیہ وخوارج و دیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابوبکر صیرفیؒ فرماتے ہیں۔ کانت المعتزلۃ قد رفعوا رؤسہم حتی اظہر اللہ الاشعری فجحرھم فی اقماع السمسم وکان یأکل من غلۃ ضیعۃ وقفھا جدہ بلال بن ابی بردۃ بن ابی موسی علی عقبہ وکانت نفقتہ فی کل یوم سبعۃ عشر درھما، کذا قال الخطیب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۴ھ وعند البعض فجأۃً ۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ وقیل ۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان فیہ دعابۃ ومزاح کثیر اھ۔

ابو عمرو بن عمار بن العریان بن عبد اللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقریؒ۔ آپ ابو عمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابو عمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے وعند البعض عریان ہے وعند البعض یحیی وعند البعض جزء۔ وعند البعض یہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے قاری و مقری وعالم عربیت ونحو واخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقراءت پڑھا ہے حمید بن قیس اعرج ویحیی بن یعمر ومجاہد وسعید بن جبیر وعکرمہ وعبد اللہ ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقراءت مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبد الوارث بن سعید وحماد بن زید ومعاذ ابن معاذ وہارون اعور ویونس بن حبیب نحوی ویحیی بن المبارک یزیدی وابوبکر بکراوی وخارجہ بن مصعب و عبد الوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ وحسن بصری وابن سیرین و نافع مولی ابن عمر وبدیل بن میسرہ وعطاء بن ابی رباح ومجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء وشعبہ وحماد بن زید ووکیع وہارون بن موسیٰ نحوی واصمعی وغیرہ۔

قال الدوری عن ابن معین ھو ثقۃ وقال ابو خیثمۃ کان ابو عمرو رجلا لا بأس بہ لکنہ لم یحفظ۔ ابو عبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابو عمرو اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ والعرب وایامھا والشعر۔ وقال فیہ الفرزدق

مازلت افتح ابوابا و اغلقھا حتی رأیت ابا عمرو بن عمار

ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کان ابو عمرو مقدما فی عصرہ عالما بالقراءة ووجوھھا قدوة فی العلم واللغة امام الناس فی العربیة وکان مع علمہ باللغة وفقھہ بالعربیة متمسکا بالآثار لایکاد یخالف فی اختیارہ ماجاء عن الائمة قبلہ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہ بالبصرة جماعة من اھل العلم بالقراءة لم یبلغوا مبلغہ والی قراءتہ صار اھل البصرة او اکثرھم۔ وقال ابو عبید القاسم بن سلام رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرضت علیہ اشیاء من قراءة ابی عمرو فما رد علی الا حرفین۔

نصر بن علی الجھضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبة انظر ما یقرأ بہ ابو عمرو فما یختارہ لنفسہ فاکتبہ فانہ سیصیر للناس استاذا۔

ابو عمرو بن العلاء کے ترجمہ وتفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس ص۲۵ ونزھة الالباء ص۱۵ وغایة النہایة ج ۱ ص ۲۸۸ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۲۲۳ والشذرات ج ۱ ص ۲۳۷ وطبقات الزبیدی، ص ۱۷۶ والمعارف ص ۵۳۱ واخبار النحویین البصریین ص ۲۲ ومراتب النحویین ص ۱۳ وغیرہ۔

ابو عمرو بن العلاء بڑے زاہد متقی وعابد تھے۔ مرجع عوام وخواص واخص الخواص تھے۔ اولاً بہت کچھ لکھا پھر طریقۂ زہد وعبادت اختیار کرکے سب کتابیں اوروں کو دیدیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکانت کتبہ التی کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتا لہ الی قریب من السقف ثم انہ تنسّک فاخرجھا کلھا فلما رجع الی علمہ الاول لم یکن عندہ الا ما حفظہ بقلبہ۔

ابو عمرو ابتداء سے محب علم وعاشق علوم عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔ ابو عمرو فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگے فانا لنسیر بصحراء بالیمن اذ لحقنا لاحق ینشد ؎

ربما تکرہ النفوس من الامـــر لہ فرجة کحل العقال

قال فقال لہ ابی ما الخبر؟ قال مات الحجاج قال ابو عمرو فانا بقولہ لہ فَرجة اشد سرورا منی بموت الحجاج قال فقال ابی اِصرف رکابنا الی البصرة وکنت ابن نحو بضع وعشرین سنة یقال فَرجة بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی ص۳۰ ووفیات ج ۳ ص۴۶۷ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدث الاصمعی عن ابی عمرو بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرة عبد او امة۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرة معنی لقال فی الجنین عبد او امة ولکنہ عنی البیاض ولا یقبل فی الدیة الا غلام ابیض او جاریة بیضاء لا یقبل فیھا اسود ولا سوداء وھذا غریب۔

ابن مناذر کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے پوچھا حتیٰ متی یحسن بالمرء ان یتعلم؟ قال ما دامت الحیاۃ تحسن بہ۔

ابوعمروؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۷۰ھ یا ۶۸ھ یا ۶۵ھ میں ہوئی۔

اور آپ کا سنۂ وفات ۱۵۴ھ اور بقول آخر ۱۵۹ھ ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرتہ الوفاۃ کان یغشیٰ علیہ ویفیق فافاق من غشیۃ لہ فاذا ابنہ بشرؒ یبکی فقال ما یبکیک وقد اتت علیّ اربع وثمانون سنۃ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں قراءۃ ابی عمروؒ احب القراءات الیّ ولما قدم المدینۃ اسرع الناسُ الیہ للقراءۃ علیہ وکانوا لا یعدّون قارئاً من لم یحضر لدیہ۔

فائدہ۔ قرأ ابوعمرو علی جماعۃ من التابعین بالحجاز والعراق منہم ابن کثیرؒ ومجاھد وسعید بن جبیر علی ابن عباس علی ابیّ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایضاً قرأ ابوعمرو علی ابی جعفر القاری علی ابن عباس وعلی عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعکرمۃ وابن محیص وغیرہم۔

فائدہ۔ ابوعمرو بن العلاء کے رواۃ قراءت بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔

اوّل، دوری وھو ابوعمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم، سوسی وھو ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قراءت یحیی بن المبارک یزیدی سے پڑھی اور یحیی بن المبارک نے ابوعمرو بن العلاء سے اخذ قراءت کیا۔

ابو دُؤاد ایادی شاعر۔ وصدّ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام کی شرح میں مذکور ہے شہاب خفاجیؒ فرماتے ہیں ابو دؤاد بھمزۃ اوبواو بوزن سعاد واھمال الدالین شاعر من ایاد مشھور اسمہ جاریۃ اھ۔ عنایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۲۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابو دؤاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہو جاریۃ ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام حنظلۃ بن الشرقی ہے۔ ابو دؤاد کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں وکتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۱۹ وشواہد مغنی ص ۱۲۴ میں مفصلاً مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابو دواد کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی تو جار ابی دواد ضرب المثل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرہ نے اور عند البعض کعب بن مامہ نے پناہ دی تھی۔ ابو دواد گھوڑے کی تعریف ووصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تروی شعر ابی

دؤاد وعدیؔ بن زید وذلك لان الفاظهما لیست بنجدیّۃ اھ۔ خطیئہ اسے اشعر الناس کہتے تھے۔

ابودؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اوّل یہ شعر ؎

اَکلَّ امرئٍ تحسبین امرأً ونارًا تحرّق باللیل نارًا

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ؎

الماء یجری ولا نظام لہ لو وجد الماء مخرقًا خرقہ

کذا فی کتاب الشعر والشعراء۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصحابی رضی اللہ عنہ۔

آپ قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ بحکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے زبیرؓ سے اور بعد الہجرۃ سعد بن معاذؓ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواء من ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رایتنی سادس ستۃ ما علی الارض مسلم غیرنا۔ رواہ الطبرانی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اوّلاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سُنی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہوگئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگِ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنك ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی حتی انھاك

آپ کا علمی تبحر صحابہؓ میں مسلّم تھا قال علیہ السلام خذوا القراٰن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ ومعاذ واُبی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمرؓ رضی اللہ عنہ کنیف ملئ علمًا۔ وقال علیہ السلام تمسکوا بعھد ابن ام عبد۔ رواہ الشیخان۔

آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمٰن وعتبہ وابوعبیدہ۔ ایک بار بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا ما تشتکی؟ قال ذنوبی۔ قال فما تشتھی؟ قال رحمۃ ربی۔ قال الا اٰمر لك بطبیب؟ قال الطبیب امرضنی۔ قال الا اٰمر لك بعطاء؟ قال لا حاجۃ لی فیہ۔ قال یکون لبناتك قال اتخشی علی

بناتی الفقر انی امرتھن ان یقرأن کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ انی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
مَن قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃٌ ابدًا ۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۴ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمہ وحصدہ ابراھیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابوحنیفۃ وعجنہ ابویوسف وخبزہ محمد فسائر الناس یأکلون من خبزہ ۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی اور عند البعض وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے ۔ آپ حبر الامۃ و بحر و رئیس المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے ۔ قال ابن مسعود نعم ترجمان القرأن ابن عباس ۔

آپ آخر میں مرکز علم و مرکز فتاوے بن گئے تھے ۔ دور دراز علاقوں سے مسائل و علوم دریافت کرنے اور سیکھنے کے لیے علماء و عوام آپ کے پاس آتے تھے ۔ عبادلۃ اربعہ میں سے ایک ہیں ۔ بقیہ تین عبادلہ ابن عمرؓ وابن زبیرؓ وابن عمروؓ ہیں ۔

آپ چھٹے کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الروایۃ عنہ وعُمّروا وھم ابوھریرۃ ثم ابن عمر ثم جابر وابن عباس وانس وعائشۃ رضی اللہ عنھم

آپ بڑے جمیل و حسین تھے قال عطاء ما رأیتُ القمر لیلۃ اربع عشرۃ الّا ذکرتُ وجہ ابن عباس وقال سفیان بن عیینۃ کان الناس ثلاثۃ ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وسفیان الثوری فی زمانہ ۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷۰ھ میں ۔

وعن میمون بن مھران قال شھدت جنازۃ ابن عباس فلما وضع لیصلّی علیہ جاء طائر ابیض فوقع علی اکفانہ فدخل فیھا فالتمس فلم یوجد فلما سوّی علیہ التراب سمعنا من یسمع صوتہ ولا یری شخصہ یقرأ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۷۵ ۔

آپ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبد المطلب بھی آخر میں نابینا ہوگئے تھے۔

وثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضمّ ابن عباس الی صدرہ وقال اللھم علّمہ الکتاب وفی روایۃ علّمہ الحکمۃ وفی روایۃ مسلم اللھم فقّھہ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آیت والمطلّقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

آپ زاہد و کثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے اور غزوۂ اُحد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔

وفی الصحیحین انہ قال عرضتُ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزنی و عرضتُ علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی۔

اتباعِ سنّت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدائد ابن عمر فی الاتباع مشہور تھے حتی انہ ینزل منازلہ ویصلّی فی کل مکان صلّی فیہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ویبرك ناقتہ فی مبرك ناقتہ و نقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلاّ تیبس کذا ذکرالنووی فی التھذیب ج ۱ ص ۲۷۹۔ قال النووی قلّ نظیرہ فی المتابعۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شئ من الاقوال والافعال وفی الزھادۃ فی الدنیا۔ اھ۔

وکان اذا قرأ ھذہ الاٰیۃ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ بکی حتی یغلبہ البکاء۔

آپ سے ۱۶۳۰ احادیث مروی ہیں۔ ۱۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں ہوئی۔ مقام محصّب میں مدفون ہیں۔

ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلك کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار وائمہ دین وعلم میں کنیتِ ابوزید سے مشہور تین علماء ہیں۔ اوّل علم فقہ میں۔ دوم علمِ حدیث میں۔ سوم تصوف و زہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر ہم تینوں کے احوال جو فوائد کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر بیضاوی میں ابوزید ثالث مراد نہیں ہیں۔

اوّل ابوزید قاضی رحمہ اللہ۔ ھو ابو زید حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابوزید تلمیذ ہیں سفیان ثوری وحسن بن عمارہ وعمر بن نافع وابوحنیفہ رحمہم اللہ کے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی وابورجا مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
ابوزید نے علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ وحال درج ہے۔
حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ واصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ یقول ائتوا ابازید فسلوہ وکان ابوزید رجلاً اعمیٰ من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل لہ انک تقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ ماتقول فاذا اسئلت عن مسئلۃ دللت الیھم فقال ویلک ھم طلبوا ھذا الامر وھم احق بھذا الامر۔ کذا فی تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۱۵۲۔
فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔ وعن مھنی قال سالت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن صاحب حدیث کان صاحب رأی قلتُ سمعتَ منہ شیئاً؟ قال حدیثین وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ وقال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیاً علی المدائن فھرب منھا وکان من ثقات الناس رأیتہ بمکۃ یبیع البز وقال ابوداؤد لیس بہ بأس۔
دوم۔ دوسرے ابوزید مشہور محدث وامام ہیں۔ یحیی بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحیی بن سعید امام احمدؒ کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابوزید کا نام ونسب یہ ہے ھو عمر بن شبۃ بن عبیدۃ بن زید ابوزید النمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔
ابوزید بصری روایتِ حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر غندر وعبدالوہاب ثقفی ویحیی بن سعید قطان وعبدالرحمٰن ابن مہدی وابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا وابوشعیب حرانی وابوالقاسم بغوی ومحمد بن مخلد رحمہم اللہ
خطیبؒ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں وکان ابوزید البصری ثقۃ عالماً بالسیر وایام الناس ولہ تصانیف کثیرۃ قدم بغداد ونزل بسر من رأی فی اٰخر عمرہ وبھا توفی اھ۔ ابوزید بصری فرماتے ہیں قدم وکیع ابن الجراح عبادان فمنعتُ من الخروج الیہ لحداثتی فرأیتہ فی النوم یتوضأ علی شاطئ دجلۃ من کوز فقلت یا اباسفیان حدثنی بحدیث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبد اللہ رضی اللہ عنہ کان خیر المشرکین اسلاماً للمسلمین عمر رضی اللہ عنہ قال ابوزید فحفظتہ فی النوم۔ احمد بن اسحٰق تنوخیؒ فرماتے ہیں کنا نمضی الی عمر بن شبۃ ویجئ الینا ثم صرنا نزورہ ولا یزورنا فعاتبتہ فانشأ یقول ؎

أشُدّ من نفسی و ما تشتدّ   وقد مضت ثمانون لی تعدّ

ایا مرتری و لیال بعد   کأنّ ایام الحیاة تعد و

ابو علی عنزیؒ کہتے ہیں کہ شہر سرمن رائی میں میری موجودگی میں ابو زید بصری کا امتحان لیا گیا فقال ابو زید القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق فقالوا له فتقول من وقف فهو کافر فقال لا اکفر احدًا فقالوا له انت کافر ومزّقوا کتبه فلزم بیته وحلف ان لا یحدث شهرًا۔ ابو زید بصریؒ بہت بڑے محدث وامام علم حدیث ہیں۔ ان کی وفات سرمن رائی میں بروز پیر ۲۵ جمادی الآخرہ ۲۶۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۱۷۳ھ ہے۔

سوم، ابو زید عجلی صوفی رحمہ اللہ۔ وهو ابو زید العجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باللہ، ورع وکثیر العبادۃ تھے۔

حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابو نعیمؒ نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابو زید کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال معضدٌ لولا ثلاث ظمأ الهواجر وطول لیل الشتاء ولذۃ التهجد بکتاب اللہ عز وجل ما بالیتُ ان اکون یعسوبًا۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے لگنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن عبد الرحمن بن یزید قال خرجنا فی جیش فیهم علقمة ویزید بن معاویة النخعی وعمرو بن عتبة ومعضد قال فخرج عمرو بن عتبة وعلیه جبّة جدیدة بیضاء فقال ما احسن الدم یحدر علی هذه فخرج فتعرض للقصر ای قصر الکفار فاصابه حجرٌ فشجّه قال فتحدّر علیها الدم ثم مات منها فدفنّاه قال وخرج معضد العجلی یتعرض للقصر فاصابه حجر فشجّه فجعل یلمسها بیده ویقول انها الصغیرة وان اللہ لیبارك فی الصغیرة قال فمات منها فدفنّاه۔

وعن علقمة قال حاصرنا مدینةً ای فی غزوة فاعطیتُ معضدًا ثوبًا لی فاعتجر به فاصابه حجر فی رأسه فجعل یمسحها وینظر الیّ ویقول انها الصغیرة وان اللہ لیبارك فی الصغیر فاصابه من دمه قال فغسلتُه فلم یذهب وکان علقمة یلبسه ویصلّی فیه ویقول انه لیزیده الیّ حبًّا ان دم معضد فیه۔ کذا فی الحلیة ج ۴ ص ۱۵۹

ابو زید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّها میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارح ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں وآزر قیل معناه یا اعوج وقیل هو اسم صنم وانتصب علی اضمار الفعل فی التلاوة وقیل هو اسم لابیه کان یسمی تارح وآزر وهذا هو الصحیح لمجیئه فی الحدیث منسوبًا الی آزر۔ انتهی ما فی الروض الانف ج ۱ ص ۹۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاءنی من العلم مالم یأتك فاتبعنی اھدك صراطاً سویاً۔ یاابت لاتعبد الشیطان ان الشیطان کان للرحمٰن عصیاً۔ الیٰ قولہ، قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنك واھجرنی ملیاً۔ قال سلام علیك سأستغفر لك ربی انہ کان بی حفیاً۔ واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربّی عسیٰ ان لا اکون بدعاء ربی شقیاً۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تا آنکہ آزر حالتِ کفر پر مرا اور اس کے عدوّ اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے وماکان استغفار ابراھیم لابیہ الّا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبیّن لہ انہ عدوّ للہ تبرأ منہ ان ابراھیم لاوّاہ حلیم۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ آزر بت تراش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصناماً الھۃ انی اراك وقومك فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی ھریرۃ مرفوعاً یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیامۃ وعلیٰ وجہ آزر قترۃ و غبرۃ فیقول لہ ابراھیم الم اقل لك لاتعصنی فیقول لہ ابوہ فالیوم لا اعصیك فیقول ابراھیم یارب! انك وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون وایّ خزی اخزی من ابی الابعد فیقول اللہ تعالیٰ انی حرمت الجنۃ علی الکافرین ثم یقال یا ابراھیم ماتحت رجلیك فینظر فاذا ھو بذیخ متلطخ فیؤخذ بقوائمہ فیلقی فی النار۔

وفی البدایۃ ج ۱ ص ۱۴۲ لابن کثیر ھذا یدل علی ان اسم ابی ابراھیم آزر وجمھور اھل النسب منھم ابن عباس علی ان اسم ابیہ تارح واھل الکتاب یقولون تارخ بالخاء المعجمۃ فقیل انہ لقب بصنم کان یعبدہ اسمہ آزر وقال ابن جریر والصواب ان اسمہ آزر ولعل لہ اسمان علمان او احدھما لقب والآخر علم وھذا الذی قالہ محتمل اھ۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور مفسر و مورخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے بونا بنت کربنا بن کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ فائدہ آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر مرا ہے۔ البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے۔ جو علماء اسے عمِ ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اوّلاً اکثر محققین و اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا بالحاء او بالخاء نہ کہ آزر۔ اخرج ابن ابی حاتم بسند فیہ ضعف عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر۔ قال ان اب ابراھیم لم یکن اسمہ آزر وانما کان اسمہ تارخ واخرج ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضھا صحیح عن مجاھد قال لیس آزر اب ابراھیم۔

واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر قال لیس آزر بابیہ انما ھو ابراھیم بن تیرخ او تارخ بن شارخ بن ناخور بن فالغ۔

ثانیاً یہ کہ بعض روایات آثار میں اس پر صراحۃً عم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح عن سلیمان بن صُرد الصحابی رضی اللہ عنہ قال لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتّی

ان كانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان يلقوه فى النار قال حسبى الله ونعم الوكيل فلما القوه قال الله يا نار كونى بردًا وسلامًا على ابراهيم فقال عم ابراهيم من اجلى دُفع عنه فارسل الله عليه شرارة من النار فوقعت على قدمه فاحرقته

حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرح فی هذا الاثر بانه عم ابراهيم وفيه فائدة اخرى وهو انه مات فى ايام القاء ابراهيم فى النار وقد اخبر الله تعالى فى القران بان ابراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له انه عدو لله ووردت الآثار بان ذلك تبين له لما مات مشركا وانه لم يستغفر له بعد ذلك۔ كذا فى مسالك الحنفا فى والدى المصطفى ص ۲۹۔

ثالثًا، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عم ابراہیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے زمانے میں مرگیا تھا۔

اور اصحابِ تاریخ و علماءِ تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بابل ترک کرکے ارضِ کنعانیین کی طرف ہجرت کی۔ اور اس سفر ہجرت میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تارخ بھی تھے اور آپ کی بیوی سارہؓ اور لوط علیہ السلام بھی شریکِ سفرِ ہجرت تھے۔ کما صرح به اهل التاريخ۔

اس سے دو امور معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، کیونکہ آزر کی موت کے بعد بھی آن کے والد تارخ کافی مدت زندہ رہے۔

دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مؤمن تھے اور حفاظتِ ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور سارہؓ بھی تھے۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائی۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ میں یہ دلیل ذکر نہیں کی۔ اس دلیل کا مأخذ البدایہ لابن کثیر ہے۔ چنانچہ ابن کثیر بدایہ ج ۱ ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: قالوا فتزوج ابراهيم سارة وكانت عاقرًا لا تلد قالوا وانطلق تارخ بابنه ابراهيم وامرأته سارة وابن اخيه لوط بن هاران فخرج بهم من ارض الكلدانيين الى ارض الكنعانيين فنزلوا حران فمات فيها تارخ وله مائتان وخمسون سنة وهذا يدل على ان ابراهيم عليه السلام لم يولد بحران وانما مولده بارض الكلدانيين وهى ارض بابل وما والاها اھ۔

رابعًا۔ حافظ سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مؤمن تھے قال فى مسالك الحنفا فى والدى المصطفى ص ۲۷ بعد بحث فعرف

من مجموع هذہ الآثار ان اجداد النبی علیہ السلام کانوا مؤمنین بیقین من آدم الی زمن نمرود وفی زمنہ کان ابراھیم علیہ السلام وآزر، اھ۔

وقال الفخر الرازی رحمہ اللہ قیل ان آزر لم یکن والد ابراھیم بل کان عمہ واحتجوا علیہ بوجوہ منھا ان آباء الانبیاء علیھم السلام ماکانوا کفارا ویدل علیہ وجوہ منھا قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔ قیل معناہ انہ کان ینقل نورہ من ساجد الی ساجد ثم قال ومما یدل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ماکانوا مشرکین قولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات وقال تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لایکون احد من اجدادہ مشرکا۔ اھ۔

نیز کئی احادیثِ مرفوعہ سے مذکورہ صدر دعوے کی تائید مستنبط کی جاسکتی ہے۔ مثلاً:۔

اخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماافترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شیء من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔

واخرج ابونعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لاتنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما خامسًا۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عمِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ رضی کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع الی قولہ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیہ وذالک بعد ھلاک عمہ بمدۃ فنستنبط من ھذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار لہ ھو عمہ لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ماوفقنا والھم۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال ھاجر ابراھیم من بابل الی الشام وھو یومئذ ابن سبع وثلاثین سنۃ فاتی حران فاقام بھا زمانا ثم اتی الی الاردن فاقام بھا زمانا ثم خرج الی مصر فاقام بھا زمانا ثم رجع الی الشام فنزل السبع بین ایلیاء وفلسطین ثم ان بعض اھل البلد آذوہ فتحول من عندھم فنزل منزلا بین الرملۃ وایلیاء وروی ابن سعد عن الواقدی قال ولد لابراھیم اسماعیل وھو ابن تسعین سنۃ۔ فعرف من ھذین الاثرین ان

بین هجرته من بابل عقیب واقعة النار وبین الدعوة التی دعا بها بمکة بضعًا وخمسین سنةً۔
سوال۔ جب آزر والدِ ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر اَب کا اطلاق کیوں ہوا؟
جواب۔ عمّ پر لغتِ عرب وعرفِ شرع میں اَب کا اطلاق رائج وشائع ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: اَمْ کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰہک والٰہ اٰبائک ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق۔ فاطلق علی اسمٰعیل لفظ الاب وھو عم یعقوب کما اطلق علی ابراہیم وھو جدہ۔ واخرج عن ابی العالیۃ فی قولہ تعالیٰ والٰہ اٰبائک ابراہیم واسمٰعیل قال سمی العم ابًا۔
بلال رضی اللہ عنہ۔ زُیّن للذین کفروا الحیٰوۃ الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا۔ کے بیان میں مذکور ہیں۔
ھو بلال بن رباح الحبشی المؤذن، رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔
کنیت میں کئی اقوال ہیں۔ عند البعض ابو عبداللہ وعند البعض ابو عبدالکریم وعند البعض ابو عبدالرحمٰن ہے۔
بلالؓ قدیم الاسلام والہجرۃ ہیں۔ بدر واحد وخندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے خادم وخازن تھے۔ کما روی ابو نعیم۔ آپ امیۃ بن خلف کے غلام تھے۔ اصابہ میں ہے فکان امیۃ یخرجہ اذا حمیت الظہیرۃ فیطرحہ علی ظہرہ فی بطحاء مکۃ ثم یأمر بالصخرۃ العظیمۃ علی صدرہ ثم یقول لا یزال علی ذلک حتی یموت او یکفر بمحمد فیقول وھو فی ذلک احدٌ احدٌ فمرّ بہ ابو بکر الصدیق فاشتراہ منہ بعبد لہ اسود جلدٍ اھ
قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگِ بدر میں بلالؓ نے قتل کروایا۔
بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی۔ قال النووی فی تہذیب الاسماء وکان بلالؓ ممن اسلم اول النبوۃ ومن اول من اظہر اسلامہ اشتراہ ابو بکر بخمس اواق وقیل بسبع وقیل بتسع واعتقہ للّٰہ عزوجل اھ
سفر وحضر میں موذن رہے۔ اسلام میں اوّل اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہیں۔ بقول بعض مورخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملکِ شام جاکر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی۔
لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی موذن تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی۔ فتح بیت المقدس کے وقت ایک بار حضرت عمرؓ کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہؓ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا۔
موضع وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مدفون ہیں۔
سنہ وفات ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۱۸ھ ہے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقولِ

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نوویؒ وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے لیے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے تھے۔ اَیِ اللّٰہُ اَحَدٌ اَوْ یَا اَحَدُ اشارۃً الی نفی الاشراک وقال ابن اسحٰق ویُعطِشُہ یومًا ولیلۃً۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبداللہ ابن جدعان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جدعان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسب معمول بلالؓ عذاب میں مبتلا اَحد اَحد پکار رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نعم اَحَدٌ اَحَدٌ واللّٰہ یابلال ثم اتی الی امیۃ وقال واللّٰہ لان قتلتموہ علیٰ ھذا لاتخذنہ حنانًا ای لاتخذن قبرہ منسکًا ومسترحمًا ادعو عندہ۔ کذا فی الحلبیۃ۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر۔ اب آپ ہی اسے چھڑالیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اِس کے بدلے میں لیلے۔ امیہ نے منظور کر لیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی اور مظلوموں کو جنھیں عذاب دیا جا رہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ ام بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابو فُکیھہ و زِنّیرہ اور زنبرہ کی بیٹی اور امِ عُنَیس و نَہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی ولطیفہ واخت عامر بن فہیرہ یا والدۃ عامر۔ رضی اللہ عنہم۔

وعن زید بن ارقم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم المرء بلال وھو سید المؤذنین۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یابلال مُتْ فقیرًا ولا تمت غنیًا قال بلال فقلت فکیف لی بذلک یارسول اللّٰہ قال ما رُزِقتَ فلا تخبأ وما سُئلت فلا تمنع فقلتُ یا رسول اللّٰہ کیف لی بذلک قال ھو ذلک اوالنار۔ کذا فی حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۰

وقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعتُ فی الجنۃ خشخشۃً امامی فقلتُ من ھذا قالوا بلال فاخبرہ وقال بم سبقتنی الی الجنۃ قال یارسول اللّٰہ ما احدثتُ الا توضّأتُ ولا توضّأتُ الا رأیتُ ان للّٰہ تعالیٰ علیّ رکعتین اُصلیھما۔ رواہ ابو حیان عن ابی زرعۃ۔

وعن سعید بن المسیب قال لما کانت خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ تجھّز بلال لیخرج الی الشام فقال ابوبکر لہ

ماكنتُ اراكَ يا بلال تدعُنا على هذا الحال لو اقمت معنا فأعنتنا قال ان كنت انما اعتقتني لله تعالى فدعني اذهب اليه وان كنت انما اعتقتني لنفسك فاحبسني عندك فاذن له فخرج الى الشام فمات بها۔

بشیر بن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا اللّٰہ عُرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا الآیۃ میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید ویقال لہ مقرن بن اوس بن مالک الانصاری الاوسی۔ قال ابن القداح قُتِل یوم الحرّۃ (ای فی خلافۃ یزید ابن معاویۃ رضی اللہ عنہ) وقتل ابوہ یوم الیمامۃ۔ انتھی۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیشِ نظر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہیں۔ لیکن اصابہ میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف یہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکالذی مرّ علیٰ قریۃٍ وھی خاویۃٌ علیٰ عروشھا کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابو بولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات ۶۰۷ھ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلادِ موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سُوریا (ملک شام) چھین لیا۔ اہلِ فلسطین کے حاکم نے اطاعت وجزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خراج ادا کرتا تھا۔ بادشاہِ مصر کا نام نخوس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام یہویاقیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور احبارِ یہود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہٗ فلسطین کے حاکم بخنیو بن یہویاقیم نے قوت حاصل کی اور یہود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر بخنیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے لوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۶ھ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یہود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیخاؤس فرعونِ مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعونِ مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آتے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتلِ عام کیا۔ بہت سارے اموال وقیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر وسرکش بنا۔ بد اخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر وتمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امورِ مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نیتوکریس نے امورِ

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہو گئی تو دوبارہ امور مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۱ق م میں مرگیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت حد سے متجاوز ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء وبرخیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچاتے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بختنصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کردے اور بخت نصر کو یہ بھی بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائلِ عرب تباہ کرڈالے اور بڑا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلادِ عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرۃ المعارف۔

وفی تقویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمٰن الحنبلی ان ابتداء ملک بخت نصر ۴۸۳۱ھ من ھبوط آدم علیہ السلام وان بخت نصر کان امیرًا للھراسپ الفارسی الذی فوض الیہ السلطنۃ کیخسرو وقیل ابتداء ملکہ ۴۸۴۷ھ من الھبوط وتخریب بیت المقدس علی یدہ سنۃ سبع وستین وثمان مائۃ واربعۃ الآف ۴۸۶۷ھ من الھبوط وقال ابو الفداء صاحب حماۃ ان انقضاء ملوک بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنۃ عشرین من ولایتہ تقریبًا وھی السنۃ التاسعۃ والتسعون وتسعمائۃ لوفاۃ موسیٰ واستمر بیت المقدس خرابا سبعین سنۃ۔ کذا فی لقطۃ العجلان ص۳۷۔

وقال المفتی السید احمد زینی دحلانؒ فی السیرۃ ج ۱ ص۱۰ وجاء ان اللہ تعالیٰ لما سلّط بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالیٰ ارمیاء علیہ الصلاۃ والسلام ان یحمل معہ معد بن عدنان علی البراق کی لا تصیبہ النقمۃ وقال فانی ساُخرج من صلبہ نبیًا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلک۔

بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گزرا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے کتبِ اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کر کے پہلے شیر بنادیا پھر بیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کو صورتِ انسانیہ عطا کی۔

قال فی الحلیۃ فی ترجمۃ وھب بن منبّہ وغیرھا عن وھب ابن منبّہ قال ان بخت نصر مُسِخَ اَسَدًا فکان مَلِکَ السباع ثم مُسِخَ نسرًا فکان مَلِکَ الطیر ثم مسخ ثورًا فکان مَلِکَ الدوابّ وکان مَسخہ سبع سنین و قلبہ فی ذلک کلّہ قلب انسان

وھو فی ذلك كلّه يعقل عقل الانسان و كان ملكه قائمًا ثم ردّه الله تعالیٰ الی بشريته و ردّ عليه روحه فدعا الیٰ توحيد الله تعالیٰ و قال كل الٰه باطلٌ الّا الله الٰه السماء فقيل لوهب امات مسلمًا فقال وَجدتُّ اهلَ الكتاب قد اختلفوا فيه فقال بعضهم اٰمَن قبل ان يموتَ و قال بعضهم قتَل الانبياء و خرّب بيتَ الله المقدس و اَحرق كتبَه فغضب الله عليه فلم يَقبل منه التوبةَ۔ انتھیٰ۔

قال السدی ان بخت نصر لما رجع الیٰ صورته و ردّ الله عليه ملكه كان دانيال و اصحابه من اكرم الناس عليه فحسد تهم المجوس و قالوا لبخت نصر ان دانيال اذا شرب لم يملك نفسه ان يبول و كان ذلك فيهم عارًا فجعل لهم طعامًا فاكلوا و شربوا و قال للبوّاب انظر اوّل من يخرج للبول فاضربه بالطبر فان قال انا بخت نصر فقل كذبتَ بخت نصر اَمرنی بقتلك فكان اوّل من قام للبول بخت نصر فلمّا راٰه البوّابُ شدّ عليه فقال انا بخت نصر فقال البوّاب كذبتَ، بخت نصر اَمرنی بقتلك ثم ضربه فقتله۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو الامام العلامۃ عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی البیضاویؒ۔ کنیت ابو الخیر تھی۔ اور لقب ناصر الدین تھا۔ ملک شیراز میں بیضاء کے رہنے والے تھے۔ بیضاء ایک قریہ ہے۔ یہ جامع الفنون، صاحب علوم کثیرہ، محقق و مدقق و اصولی و متکلم و مفسر و ادیب و منطقی و فلسفی تھے۔ مذہباً شافعی تھے۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔

تاج الدین سبکیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کان اماماً مبرزاً نظاراً صالحاً متعبداً زاھداً ولی قضاء القضاۃ بشیراز و دخل تبریز و ناظر بھا۔ کسی بناء پر وہ عہدۂ قضاء سے معزول کر دیے گئے۔ معزول ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقاً وہاں پر ایک علمی مجلس میں شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے کے لیے منعقد کی تھی۔ بیضاویؒ وہاں جا کر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثنائے درس میں مدرّس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرّس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کر کے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سُن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظہ کروں یا اس کا صرف معنی وخلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہوگیا اور کہا کہ بالفاظہ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاوی نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمھارے اشکال کی ترتیب میں بڑا خلل ہے۔ اور پھر وہ خلل بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کر کے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال وجامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضا کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عہدۂ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضا سے معطل کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہو کہ مجھے اپنا سابقہ عہدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عہدۂ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام واکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتبِ تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاوی اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتحانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آکر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاوی بڑا عالم، فاضل محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریکِ جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متأثر ہوئے اور مناصبِ دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سنِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قولِ اول۔ ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سُبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا لیکن شیخ خفاجی نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۷۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ وهذه عبارته والذی اعتمده وصححه المؤرخون فی التواریخ الفارسیة انه توفی فی شهر جمادی الاولی سنة تسع عشرة وسبعمائة تقریبًا ویشهد له ما فی اٰخر تاریخه نظام التواریخ وهو المعتمد انتهی۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شراح نے اس اختلاف کے پیش نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب و خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الایضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوالع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصوی یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصابیح۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیۂ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح۔ منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُوَلِ فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار التنزیل واسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عمومًا کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کرکے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کرکے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کرکے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے ردّ و بدل کرکے۔

بہرحال علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں مقلد ہیں زمخشری کے وانما الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زمخشری حنفی ہیں۔ زمخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیّت و بلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج و عیال ہونگے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاوی کی اس تفسیر کے مآخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت و علم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی و بیان و بلاغت کا مأخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف و اشتقاق و لغت میں اس کا مأخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملة ان هذا الکتاب رزق من عند الله سبحانه وتعالی حسن القبول عند جمهور الافاضل والفحول فعکفوا علیه بالدرس والتحشیة فمنهم من علق تعلیقة علی سورة منه ومنهم من حشی تحشیة

تامّةً ومنهم من كتب على بعض مواضع منه ولى تاليف مفرد فى ذكر شروحه وحواشيه ذكرت فيه مايزيد عددها على مائة ـ قال الجلال السيوطى رحمه الله فى حاشيته على هذا التفسير المسماة بنواهد الابكار وشوارد الافكار مانصّه ـ وان القاضى ناصر الدين البيضاوى لخّص هذا الكتاب فاجاد واتى بكل مستجاد وماز فيه اماكن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرّر مهمات واستدرك تتمات فظهر كأنه سبيكة نضار واشتهر اشتهار الشمس فى رابعة النهار وعكف العاكفون ولهج بذكر محاسنه الواصفون وذاق طعم دقائقه العارفون فاكبّ عليه العلماء تدريسًا ومطالعةً وبادروا الى تلقيه بالقبول رغبة فيه ومسارعة اهـ ـ

وقال صاحب كشف الظنون فى تفسير البيضاوى ـ وتفسيره هذا كتاب عظيم الشان غنى عن البيان لخص فيه من الكشاف مايتعلق بالاعراب والمعانى والبيان ومن التفسير الكبير مايتعلق بالحكمة والكلام ومن تفسير الراغب مايتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم اليه ماورى زناد فكره من الوجوه المعقولة فجلا رين الشكّ عن السريرة وزاد فى العلم بسطةً وبصيرةً كما قال مولانا المنشى ؎

اولو الألباب لم يأتوا ۔۔۔ بكشف قناع مايتلى
ولكن كان للقاضى ۔۔۔ يدٌ بيضاءُ لا تبلى

ولكونه متبحرًا جالًا فى ميدان فرسان الكلام فاظهر مهارته فى العلوم حسبمايليق بالمقام هذا والله اعلم وعلمه اكمل ـ

ثابت رضى الله عنه ـ ولا يحل لكم ان تأخذوا مما آتيتموهن شيئًا کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو ثابت بن قيس بن شماس الانصارى الخزرجى رضى الله عنه ـ

آپ مشہور وعظیم القدر صحابی ہیں۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت وبلاغت سے خوب نوازا تھا۔ خطابت کے تمام لوازم وخوبیاں آپ میں جمع تھیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپؐ ان کو برجستہ تقریر کا حکم دیتے تھے۔ ہجرت کے اوائل میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا نمنعك مما نمنع منه انفسنا واولادنا۔ فما لنا ؟ قال الجنة قالوا رضينا ـ

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ آہستہ بولتے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى تو آپ پریشان ہو گئے جس کا قصہ طویل احادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابت ؓ کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔

مسیلمہ کذّاب کے مقابلہ میں جنگِ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انکشف الناس یوم الیمامۃ قلتُ لثابت بن قیس الا تری یا عمّ ووجد تُہ یتحنّط فقال ما ھکذا کنّا نقاتل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما عوّدتم اقرانکم اللّٰھم انی ابرأ الیک مما جاء بہ ھؤلاء ومما صنع ھؤلاء ثم قاتل حتی قُتِل وکان علیہ دِرعٌ نفیسۃ فمرّ بہ رجل مسلم فاخذ ھا فبینما رجل من المسلمین نائم اتاہ ثابتٌ فی منامہ فقال انی اوصیک بوصیّۃٍ فایاک ان تقول ھذا حُلمٌ فتُضیعہ انی لما قُتلتُ اخذ درعی فلان ومنزلُہ فی اقصی الناس وعند خِبائہ فرسٌ تستنّ وقد کفأ علی الدرع برمۃ وفوقھا رحل فائت خالدًا فمُرہ فلیأخذ ھا ولیقُل لابی بکر انّ علیّ من الدّین کذا وکذا وفلان عتیقٌ فاستیقظ الرجل فأتی خالدًا فاخبرہ فبعثَ الی الدرع فأتی بھا وحدّث ابابکر برؤیاہ فاجاز وصیتہ۔ رواہ البغوی وغیرہ۔

جنگِ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔

استیعاب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے واُنفِذت وصیّتُہ من بعد موتہ ولا یُعلم احدٌ اُنفذت لہ وصیۃ سواہ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یاثابت ترضیٰ ان تعیش حمیدًا وتُقتل شھیدًا وتدخُل الجنۃ۔

ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن یرغب عن ملّۃ ابراھیم الّا من سفِہ نفسہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو احمد بن یحیی بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی اللغوی امام الکوفیین فی النحو واللغۃ رحمہ اللہ۔ تاریخ ولادت ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۲۹۱ھ ہے۔ خلافت مکتفی بن المعتضد میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مأمون اور آخر مکتفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ علی بن سلیمان اخفش ومحمد بن العباس یزیدی وابن الانبار رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب یقول سمعت من القواریریّ مائۃ الف حدیث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب فرا یاد کرنے کے بعد شعر ومعانی وغریب ولغت کی طرف توجہ کی۔

امام ثعلبؒ فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسی بحضرۃ الامیر محمد بن عبد اللہ بن طاھر نحن نُقدّمک لتقدمۃ الامیر فقلت لہ یاشیخ انی لم اتعلّم العلم لتقدِمنی الامراء وانما تعلّمتُہ لتُقدِمنی العلماء۔ مبرّد وثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت ومخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الیّ عبد الله ابن اخت ابی الوزیر رقعةً فیها خط المبرّد۔ ضَرَبتُه بلاسیفٍ۔ قال ایجوز هذا؟ فوجّهتُ الیه لا والله ما سمعتُ بهذا قال ثعلب هذا خطأ البتة لانّ لا التبرئة لا یقع علیها خافض ولا غیره لانّها اَداة وما تقع اَداة علی اَداةٍ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۵ ص ۱۱۳۔

قال احمد بن فارس کان ثعلب لا یتکلّف الاعراب فی کلامه کان یدخل المجلس فنقوم له فیقول اَقعدُوا اَقعدُوا بفتح الالف۔ قال ابن کامل القاضی انشدنی ابن العلاف لما مات المبرّد ؎

ذَهَب المبرِّد وانقضت ایّامُه	ولَیَلحقَنّ مع المبرِّد ثعلبُ
بیتٌ من الآداب اَصبحَ نصفُه	خَرِبًا وباقی بیتِها فسیخربُ
فابکُوا لما سَلَب الزمانُ ووطِّنوا	للدَّهرِ انفُسکم علی ما یُسلَبُ
ذَهَب المبرِّد حیث لا ترجُونه	ابدًا ومن تَرجُونَه فمغیَّبُ
فتزوَّدوا من ثعلب فبکأسِ ما	شَرِب المبرِّدُ عن قلیل یشربُ
واستحِلبوا اَلفاظَه فکأنّکم	بسریره وعلیه جمعٌ ینحبُ
واریٰ لکم ان تکتبوا اَنفاسَه	اِن کانت الاَنفاسُ مما یکتبُ
فلیَلحقَنّ بمن مضیٰ متخلِّفٌ	من بعدِه ولیذهبَنّ ونذهبُ

قال ابو الطیب کان ثعلب ثقةً متقنًا یستغنی بشهرته عن نعته وکان بحثه دیّناو رعًا مشهورًا بالحفظ والصدق واکثار الروایة وحسن الدرایة کان ابن الاعرابی اذاشکّ فی شئٍ یقول لهٗ ما عندک یا ابا العباس فی هذا؟ ثقةً بغزارة حفظه وکان المبرّد اعلم بکتاب سیبویه من ثعلب لانّه قرأه علی العلماء بخلاف ثعلب۔

وکان ابو علی احمد بن جعفر النحوی المعروف بالدینوری ختن ثعلب ای زوج بنته فکان ابو علی یخرج من منزله وثعلب جالس علی باب داره مع اصحابه فیتخطّیٰ ابو علی اصحابه ویمضی ومعه دفتره ومحبرته فیقرأ علی المبرد کتاب سیبویه فیعاتبه ثعلب علی ذلک ویقول له اذا راک الناس واصحابی الی هذا الرجل ای المبرد تقرأ علیه یقولون ما ذا؟ ولم یکن ابو علی یلتفت الی قوله فقیل لابی علی کیف صار المبرد اعلم بکتاب سیبویه من ثعلب؟ قال لان المبرد قرأه علی العلماء وثعلب قرأه علی نفسه ای لیس له فیه استاذ۔ قیل وکان ثعلب ضیّق النفقة مقتِرًا علی نفسه۔

قال ثعلب یومًا الهرم علّة قائمة بنفسها فاذا کان معه علّة فذلک امر عظیم وانشد ؎

ارى بصرى فى كل يوم وليلة — يَكِلُّ وخطوى عن مداهُنّ يقصُر
ومن يصحب الايام تسعين حِجّةً — يغيّرنه والدهر لا يتغيّر
لعمرى لئن اصبحتُ امشى مُقيّدا — لما كنتُ أمشى مطلقاً قبلُ اكثر

وحدّث الخطيب قال قال ثعلب كنت أُحبّ ان ارى الامام احمد بن حنبل رحمه الله فلما دخلت عليه قال لى فيم تنظر؟ قلت فى النحو والعربية فانشد نى الامام احمد رحمه الله تعالى وهو لبعض بنى اسد ؎

اذا ما خلوت الدهر يوماً فلا تقل — خلوتُ ولكن قُل علىّ رقيب
ولا تحسبنّ الله يغفل ساعة — ولا أنّ ما تخفى عليه يغيب
لهونا عن الآثام حين تتابعت — ذنوبٌ على آثارهنّ ذنوب
فياليت ان الله يغفر مامضى — فيأذن فى توباتنا فنتوب

قال ابو محمد الزهرى كان لثعلب عزاء ببعض اهله فتأخّرتُ عنه لانه خفى علىّ ثم قصدته معتذراً فقال لى يا ابا محمد مابك حاجة الى تكلّف عُذر فان الصديق لا يُحاسَب والعدوّ لا يُحتسبُ له اى لا يهتم له وليس بحسبان ۔

امام ابو العباس ثعلب نحاۃ کوفہ کے امام ہیں ۔ تاہم نحو اہل بصرہ کے بھی ماہر تھے ۔ قال الشیخ التاریخی حدّثنی ابو الحسین البجلی قال تقول اهل الكوفة لنا ثلاثة فقهاء فى نسق لم ير الناس مثلهم ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثة نحويّين كذلك وهم ابو الحسن على بن حمزة الكسائى وابو زكريا الفراء وابو العباس ثعلب انتهى ۔ قال ابو عمر كنتُ فى مجلس ابى العباس ثعلب فضجر فقال له شيخ من الظاهريّة لو علمتَ مالكَ من الاجر فى إفادة الناس لصبرتَ على أذاهم فقال لولا ذلك ما تعذّبتُ ۔

وحدّث الخطيب قال كان بين المبرّد وثعلب منافرات كثيرة والناس مختلفون فى تفضيل كل واحد منهما على صاحبه قال وجاء رجل الى ثعلب فقال ان المبرد هجاك بقوله فانشده ؎

أُقسِم بالمبتسِم العذب — ومُشتكى الصَّبِّ الى الصَّبّ
لو اَخَذ النحوَ عن الرّبِّ — ما زاده إلّا عمى القلب

فقال ثعلب ؎

يَشتُمنى عبدُ بنى مِسمَع — فصُنتُ عنه النفسَ والعِرضا
ولم اُجبه لاحتقارى له — مَن ذا يَعَضّ الكلبَ إن عَضّا

وعن بعض العلماء قال كنت يومًا فی مجلس ثعلبٍ فقال له رجل یا سیّدی ما البَعجدةُ؟ قال لا أعرفها فی كلام العرب فقال الرجل فانّی وجدتها فی شعر ابن المعذّل حیث يقول ؎

أعاذِلتی أقصری　　أبعجدّتی بالمِنَن

الجدّة العظمة فاغتاص ثعلب غيظا عظيما وقال یا قوم أجیبوا أُذنیه عركًا او یحلف انه لا يرجع يحضر حلقتی ففعلنا. وقال ابو محمد الزهری جئته يوما اشاور فی الانتقال من محلّة الی محلّة لتأذّی بالجيران فقال يا ابا محمد العرب تقول صبرُك علی اذی من تعرف خير من استحداث ما لا تعرف. قال الصولی كنّا عند ثعلب فقال رجل المسجَد بفتح الجيم هذا المعروف فما المصدر؟ قال السجود قال فعرّفنی ما لا يجوز من ذا؟ قال ثعلب لا يقال مسجَد بفتح الجيم وضحك وقال هذا يطول ان وصفنا ما لا يجوز وانما يوصف الجائز ليدل علی ان غيره لا يجوز.

ونظير هذه القصّة ان ماسويه الطبيب الشهير وصف لانسان دواءً ثم قال له كُلِ الفرّوج وشيئًا من الفواكه قال ذلك الانسان اريد ان تخبرنی بالذی لا آكل فقال ماسويه لا تأكلنی ولا حماری ولا غلامی واجمع كثيرًا من القراطيس وبكّر الیّ فان هذا يكثر ان وصفته لك.

قال ثعلب دخلتُ علی الامير محمد بن عبد الله بن طاهر فاذا عنده المبرّد واصحابه فلما قعدتُ قال محمد بن عبد الله ما تقول فی قول امرئ القيس ؎

لها مَتْنتان خظاتا كما　　اكبّ علی ساعِدَيه النَّمِر

فقلت خظاتا صيغة ماضٍ مثنی المؤنث يقال لحم خظا يخظا اذا كان صلبًا مكتنزًا ووصف فرسًا وقوله علی ساعديه النمر ای فی صلابة ساعد النمر اذا اعتمد علی يده والمتن الطريقة الممتدّة من عين يمين الصُلب وشماله واصل خظا تا خَظَتا فلما تحرّكت التاء اعاد الالف من اجل الحركة والفتحة.

قال فاقبل بوجهه علی المبرد فقال له المبرد انما اراد خظاتا بالاضافة الی ما قال فقلتُ ما قال هذا احد قال المبرد بلی سيبويه يقوله فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سيبويه وهذا كتابه فليحضر ثم اقبلت علی محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الی كتاب سيبويه؟ ايقال مررت بالزيدين ظريفی عمرو فيضاف نعت الشئ الی غيره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما يقال هذا ونظر الی المبرد فامسك ولم يقل شيئًا وقمت ونهض المجلس.

قلت ثعلب على جلالة مقامه اخطأ هنا فی موضعین والحق مع المبرّد فی هذا المجلس۔

الأول۔ ان الالف المحذوفة فی مثنی المؤنث الغائب لا تعود قطّ یقال فی مؤنث دعا ورمی دعت دعتا ورمت رمتا ولا یصح دعاتا ورماتا فکیف اعیدت الالف فی خطاتا والصواب خطتا مثل دعتا۔

والثانی لا ادری لم لا یجوز اضافة نعت الشئ الی غیرہ وما اظنّ احدًا ینکر قول القائل رأیت الفرسین مرکوبی زید ولا الغلامین عبدی عمرو ولا الرجلین حبیبی عمرو ورفیقی زید ومثله مررت بالزیدین طریفی عمرو۔

وقال ابن مجاهد کنت عند ثعلب فقال لی یا ابا بکر اشتغل اصحاب القرآن بالقرآن ففازوا واشتغل اهل الفقه بالفقه ففازوا واشتغل اصحاب الحدیث بالحدیث ففازوا واشتغلت انا بزید وعمرو فلیت شعری ما یکون حالی فی الآخرة؟ فانصرفت من عنده فرأیتُ تلك اللیلة النبی صلی اللہ علیه وسلم فی المنام فقال لی أقرئ ابا العباس (وهو ثعلب) عنّی السلام وقل له انك صاحب العلم المستطیل۔ قال الروذباری اراد ان الکلام به یکمل والخطاب به یجمل وقال مرة اراد ان جمیع العلوم مفتقرة الیه۔

جریر الشاعر   ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

هو جریر بن عطیۃ بن حذیفۃ بن بدر۔ جریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسبًا بنو کلیب بن یربوع سے ہے۔ کنیت ابو حرزہ ہے۔ بصری ہیں۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا۔ یزید بن معاویہؓ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے۔ فرزدق و اخطل جریر کے معاصر تھے۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے وکان جریر اشعرهم وخیرهم قال غیر واحد هو اشعر الثلاثة اھ۔ کذا فی البدایۃ لابن کثیر۔ ج ۹ ص ۲۶۰۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ا ص ۳۷۴ میں لکھتے ہیں: جریر کے دو بھائی تھے ایک کا نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا۔ جریر سات یا چھ ماہ کے حمل میں پیدا ہوئے۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھ یا سات ماہ رہے۔ جریر کی اولاد کی تعداد دس ہے۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔ جریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد بنو ضبّہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے۔

جریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ طبقات ابن سلام، ص ۳۱۵۔ شرح

شواہد مغنی، ص ۱۶۔ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۳۶۔ موشح، ص ۱۱۸۔ عینی ج ۱ ص ۹۱۔ اغانی ج ۷، ص ۳۵۔
جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ عکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر ہجاء و ذم میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ رہتے۔ پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدتمندوں و طرفداروں کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔
ابوالفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مدت مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اتفقتِ العرب علیٰ انّ اشعر اھلِ الاسلام ثلاثۃٌ جریرٌ والفرزدق والاخطل واختلفوا فی تقدیم بعضھم علی بعض وکان ابوعمرو یُشبّہ جریرًا بالاعشی والفرزدق بزھیر والاخطل بالنابغۃ۔ اھ۔ جو لوگ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں انّ جریرًا کان اکثرھم فنونَ شعرٍ و اسھلھم الفاظًا واقلھم تکلّفًا وارقّھم نسیبًا وکان دیّنًا عفیفًا وقال محمد بن سلام رأیتُ اعرابیًا من بنی اسد فقلتُ ایھما عندکم اشعر؟ قال بیوت الشعر اربعۃ فخر وھجاء ونسیب ومدیح وفی کلھا کان جریر غالبًا۔ ثم ذکر الکل وفصّل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۶ اصمعی فرماتے ہیں ۴۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جمے رہے۔
بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والا بخیل و کنجوس تھا مگر اس کے باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کرکے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذہ بیدہ و جاء بہ الی ابیہ عطیۃ وقد اَخذَ عنزًا لہ فاعتقلھا وجعل یَمُصُّ ضرعھا فصاح بہ اُخرج یا ابتِ فخرج شیخٌ دمیمٌ رثُّ الھیئۃِ وقد سالَ اللبنُ علی لحیتِہ فقال جریر للرجل الا تریٰ ھذا؟ قال نعم قال ھذا ابی کان یَشربُ من ضرعِ العنزِ مخافۃَ اَن یُسمع صوتُ الحلبِ فیطلب منہ لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فاخر بمثل ھذا الابِ ثمانین شاعرًا وقارعھم بہ فغلبھم جمیعًا۔
بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عفیف اور پاک دامن تھے۔ خوفِ خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کافر تھا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔
اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابوعمرو بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعار سنا رہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقطع جریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شَیَّبَتْنِی هذه الجنازۃ فقلتُ له فعلامَ تقذِف المحصناتِ منذ کذا وکذا فقال انهم یبدَ أوننی ثم لا أعفو۔ اھ۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ عن عثمان البتّی قال رأیتُ جریرًا وما تضمّ شفتاہ من التسبیح فقلتُ وماینفعُك هذا؟ فقال سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد ان الحسناتِ یُذهِبن السیئات وعد من اللّٰہ حق اھ۔ اسی عفّت کی وجہ سے عمر بن عبد العزیزؒ نے جریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرمادیا۔

جریر کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جریر کی وفات ہوئی۔ بوقتِ وفات جریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذ وا من مقام ابراھیم مصلیًّ۔ وآیت واتموا الحج والعمرۃ للہ میں مذکور ہیں۔

ھو جابر بن عبد اللّٰہ الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللّٰہ عنھما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ متفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کرکے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال اُرِیدُ اَن اَرجع الی الدنیا فاستشھد مرۃً اُخرٰی۔ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے قال دفنتُ ابی یوم اُحُد مع رجل ثم استخرجتہ بعد ستۃ اشھر فاذا ھو کیوم وضعتہ غیر اذنہ۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگِ بدر و احد میں والد صاحب کے منع کردینے کی وجہ سے شریک نہ ہوسکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیعتِ لیلۃ عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوہ بدر میں موجود تھے روی البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امنح اصحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابرؓ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وحیثُ اُطلِق جابر فی ھذہ الکتب فھو جابر بن عبد اللّٰہ واذا اُرید ابن سمرۃ قیّدوہ اھ۔ تھذیب الاسماء ص ۱۴۳۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷۳ھ یا ۷۸ھ

یا ۶۸ھ ہے۔ بناءً علی اختلاف الاقوال فیہ۔ آپ کی کل عمر ۹۴ سال تھی۔

کتاب اصابہ میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ آکر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے۔

وعن قتادۃ قال اٰخر اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم موتاً بالمدینۃ جابر قال البغوی ھو وھو آخرھم موتاً سھل بن سعد۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

ھو ابو خالد جابر بن سمرۃ بن جنادۃ رضی اللّٰہ عنھما۔

آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں۔ ۱۴۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے شعبی و عامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمرۃ قال واللّٰہ لقد صلیتُ مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکثر من الفی صلاۃٍ۔ وروی الطبرانی عن جابر بن سمرۃ قال جالستُ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ۔

کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔

وہ آیت واَن تعفوا اقرب للتقوی کے تحت مذکور ہیں۔

ھو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متاثر ہوا اسلام میرے دل میں داخل ہوگیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا۔

حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے۔ قال البغوی اسلم قبل الفتح ومات فی خلافۃ معاویۃ۔

آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری تین پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ اور بقول ابن قتیبہ ۵۹ھ میں ہوئی۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا۔

وہ آیت ولا یحلّ لکم ان تأخذوا مما اٰتیتموھنّ شیئاً الخ میں متکرر الذکر ہیں۔

وھی جمیلۃ بنت عبد اللّٰہ بن ابیّ ابن سلول۔ وقیل جمیلۃ بنت ابی۔ فنسبھا الی جدّھا۔ آپ صحابیہ ہیں۔ آپ کے بارے میں آیتِ خلع نازل ہوئی ہے۔ استیعاب میں جمیلہ بنت ابیّ لکھا ہے۔ ثم ذکر باسنادہ عن جمیلۃ

بنت ابی ابن سلول انها کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیہ فارسل الیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلۃ ماکرھت من ثابت فقالت واللہ ماکرھت منہ شیئاً الا دمامتہ فقال لها تردین علیہ الحدیقۃ ؟ قالت نعم ففرق بینهما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلۃ بن ابی عامر الغسیل للملائکۃ المقتول یوم احد ثم تزوجها بعد ثابت مالک بن الدخشم ثم تزوجها بعدہ حبیب بن اساف الانصاری انتهی بتصرف۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی وعلمی تحقیق کی ہے۔

جُمل ۔ رضی اللہ عنہا ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں مذکور ہیں۔

ھی جمل بنت یسار المزنیۃ اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنهما۔

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی۔ جمل کے نام میں اختلاف ہے۔ اخرج الطبری من طریق ابن جریج ان اسمها جمیلۃ وقال الکلبی اسمها جُمیل بالتصغیر ویقال اسمها لیلی۔ کذا فی الاصابۃ۔

وقال فی الاستیعاب جُمیل بنت یسار اخت معقل سماھا الکلبی فی تفسیرہ فهی التی عضلها اخوها معقل وکان زوجها ابوالبداح بن عاصم ھکذا قال عبدالغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقها زوجها ثم اراد ان یعیدها فمنعہ معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی ھذہ الآیۃ حدثنی معقل بن یسار انها نزلت فیہ قال کنت زوجت اختاً لی من رجل فطلقها حتی اذا انقضت عدتها جاء یخطبها فقلت لہ زوجتک واکرمتک وافرشتک فطلقتها ثم جئت تخطبها لا واللہ لا تعود الیها ابداً قال وکان رجلاً لا بأس بہ وکانت المرأۃ لا تکرہ ان ترجع الیہ فانزل اللہ الآیۃ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن فقلت الآن افعل یا رسول اللہ فزوجها ایاہ۔

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ ۔ آیت اُحل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم کے تحت مذکور ہیں۔

نابغہ جعدی مشہور شاعر ومعمر صحابی ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض قیس بن عبداللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبداللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض حبان بن قیس۔ کذا فی الاصابہ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۰۸ پر عبداللہ بن قیس لکھا ہے۔ کنیت ابولیلی ہے۔ ان کے احوال طبقات ابن سلام، ص ۱۰۳۔ اغانی ج ۴ ص ۱۲۸۔ معجم مرزبانی ص ۲۳۱۔ کتاب المعمرین ص ۶۶۔ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۵۱۲۔ موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں۔ قال المحشی کان النابغۃ قدیماً شاعراً مفلقاً طویل العمر فی الجاهلیۃ وفی الاسلام وکان اسن من النابغۃ الذبیانی وقال البعض اقام مدۃ لا یقول الشعر ثم قالہ فقیل نبغ فسمی النابغۃ۔

آپ دو سو سال تک زندہ رہے۔ کما قال ابوحاتم فی کتاب المعمرین۔ وعند البعض ۱۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے۔ اور بقول اصمعی ۲۳۰ سال تک۔ اصابہ۔ لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے۔ کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے۔ نابغہ جعدی جاہلیت میں بھی شراب و

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔

نابغہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ؎

بلغنا السماء مجدُنا وجدُودُنا　　　وانا لنرجو فوق ذلك مظهرًا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظہر یا ابا لیلیٰ قلتُ الجنۃَ قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ؎

ولا خیرَ فی حلمٍ اذا لم یکن لہ　　　بوادرُ تحمی صفوہ ان یکدرا

ولا خیر فی جھلٍ اذا لم یکن لہ　　　حلیمٌ اذا ما اَوردَ الامرَ اصدرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضِضِ اللہ فاك مرتین وفی روایۃ فقال لی اجدتَ لا یفضِضِ اللہ فاك فرأیتُ اَسنانہ کالبرد المنہل ما انفصمت لہ سنٌّ ولا انفلتت وفی روایۃ فقال لی صدقتَ لا یفضِضِ اللہ فاك فبقی عمرہ احسنَ الناس ثغرًا کلما سقطت سِنٌّ عادت اُخریٰ۔ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۳۹۔ قال ابن قتیبۃ ومات باصبھان وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃً۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیرؓ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فانجینکم واغرقنا اٰل فرعونَ اور اوکصیّبٍ من السّماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کی باندی تھیں۔ حسنؒ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں اٹھا کر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان دے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہو جاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدثِ کبیر ہونا مسلّم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماع احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابوبکرۃ۔ قیس بن عاصم۔ معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزونا غزوۃً الی خراسان معنا فیھا ثلثمائۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حکم و

ونصائح وترغیب وترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطر الوراق قال کان الحسن کانما کان فی الآخرة فهو یخبر عما رأی وعاین ومن حلم الحسن ماذکره الشافعی فی قوله تعالی وشاورهم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیاً عن مشاورتهم لکن اراد ان یستن به الحکام بعده۔ کذا ذکر النووی فی التهذیب ج ۱ ص ۱۶۲

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے حکم واسرار وعلوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف وفکر آخرت وحزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بکّاء اور تارکِ دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذهبت المعارف وبقیت المناکر ومن بقی من المسلمین فهو مغموم۔ نیز مؤمنِ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ان المؤمن یصبح حزیناً ویمسی حزیناً ولا یسعه غیر ذلك لانه بین مخافتین بین ذنب قد مضی لا یدری ما الله یصنع فیه وبین اجل قد بقی لا یدری ما یصیب فیه من المهالك۔

حکیم بن جحل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محلّ اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی فما صنع الحسن قال رفع فوقی بتسعین درجة فقلت وبم ذلك؟ قال بطول حزنه۔ ابن ابی حزمؒ کہتے ہیں سمعت الحسن یحلف بالله الذی لا اله الا هو ما یسع المؤمن فی دینه الا الحزن وکان الحسن یقول یحق لمن یعلم ان الموت مورده وان الساعة موعده وان القیام بین یدی الله مشهده ان یطول حزنه وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیح العمل الصالح وکان الحسن یقول ویحك یا ابن آدم هل لك بمحاربة الله طاقة؟ انه من عصی الله فقد حاربه والله لقد ادرکت سبعین بدریاً اکثر لباسهم الصوف ولو رأیتموهم قلتم مجانین ولو رأوا اخیارکم لقالوا ما لهؤلاء من خلاق ولو رأوا اشرارکم لقالوا ما یؤمن هؤلاء بیوم الحساب ولقد رأیت اقواماً یمسی احدهم وما یجد عنده الا قوتاً فیقول لا اجعل هذا کله فی بطنی لاجعلن بعضه لله عزوجل فیتصدق ببعضه۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثة ایام یوم مضی لا ترجوه ویوم انت فیه ینبغی لك ان تغتنمه ویوم یأتی لا تدری انت اهله ام لا ولا تدری لعلك تموت قبله۔ فاما امس فحکیم مؤدب واما الیوم فصدیق مودع وغداً فی یدیك منه امله فخذ الثقة بالعمل واترك الغرور بالامل قبل حلول الاجل وانما الیوم ان عقلت ضیف نزل بك وهو مرتحل عنك فان احسنت نزله وقراه شهد لك واثنی علیك بذلك وصدق فیك وان اسأت ضیافته جال فی عینیك۔

ایک موقعہ پر نو علاماتِ تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن آدم عملك عملك فانما هو لحمك ودمك

فانظر علی ایّ حال تلقی عملك ان لاهل التقوی علامات یعرفون بها صدق الحدیث والوفاء بالعهد وصلة الرحم ورحمة الضعفاء وقلة الفخر والخیلاء وبذل المعروف وقلة المباهاة للناس وحسن الخلق وسعة الخلق مما یقرب الی الله عزوجلّ یا ابن اٰدم انك ناظر الی عملك یوزن خیرہ وشرہ فلا تحقرنّ من الخیر شیئا وان هو صغر فانك اذا رأیته سرّك مكانه ولا تحقرن من الشر شیئا فانك اذا رأیته ساءك مكانه۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے من كانت له اربع خلال حرّمه الله علی النار واعاذہ من الشیطان من ملك نفسه عند الرغبة والرهبة وعند الشهوة وعند الغضب ۔ كذا فی الحلیة ج ۲ ص۱۴۳

عمران بن قصیرؒ کہتے ہیں سالت الحسن عن شئ فقلت ان الفقهاء یقولون كذا وكذا فقال وهل رأیت فقیها بعینك ؟ انما الفقیه الزاهد فی الدنیا البصیر بدینه المداوم علی عبادة ربه عزوجلّ ۔ وعن ایوب قال لو رأیت الحسن لقلت انك لم تجالس فقیها قط وكان الحسن اذ ذكر عند ابی جعفر محمد بن علی بن الحسینؒ قال ذاك الذی یشبه كلامه كلام الانبیاء علیهم السلام۔

حسن بصریؒ کا قول ہے مامن رجل یری نعمة الله علیه فیقول الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات الا اغناہ الله تعالی وزادہ ۔ وكان یقول یا ابن اٰدم انما انت ایام كلما ذهب یوم ذهب بعضك وكان یقول فضح الموت الدنیا فلم یترك فیها لذی لب فرحا وكان الحسنؒ یتمثل بهذین البیتین احدهما فی اوّل النهار والاٰخر فی اٰخر النهار ؎

یسرّ الفتی ماكان قدّم من تقی ۔۔۔ اذا عرف الداء الذی هو قاتله

؎ وما الدنیا بباقیة لحیّ ۔۔۔ ولا حیٌّ علی الدنیا بباقٍ

وكان الحسن یحلف بالله ویقول ما اعزّ احدٌ الدراهم الا اذله الله ۔ ویقول بئس الرفیقان الدرهم والدینار لا ینفعانك حتی یفارقانك

وسأل رجل الحسن فقال یا ابا سعید ما الایمان ؟ قال الصبر والسماحة فقال الرجل یا ابا سعید فما الصبر والسماحة قال الصبر عن معصیة الله عزوجلّ والسماحة باداء فرائض الله عزوجلّ وكان یقول فضل الفعال علی المقال مكرمة وفضل المقال علی الفعال منقصة ۔ وكان یقول الخوف والرجاء مطیتا المؤمن وكان یقول لو علم العابدون انهم لا یرون ربهم یوم القیامة لماتوا وكان یقول اری رجالا ولا اری عقولا اسمع اصواتا ولا اری انیسا ۔ اخصب السنة واجدب قلوبا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ ۔ قل ان كانت لكم الدار الاٰخرة الی قوله فتمنوا الموت ان كنتم صادقین کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو ابو عبد الله حذیفة بن الیمان الصحابی رضـ۔

یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حِسْل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حِسْل رضـ انصار بیں بنی عبد الاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب واحوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اوّل یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ مع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النووی فی التھذیب ج ۱ ص۱۵۳ ماحاصلہ اسلم حذیفة وابوہ وھاجرا واسلمت امّ حذیفة وھاجرت اھ۔ وعن سعید بن المسیّب عن حذیفة خیرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الھجرة والنُصرة فاخترت النصرة۔

دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات وفتن کی تفصیلات اور بعض رؤسائے فتن و دجّالین کے نام بتلائے تھے۔ روی مسلم عنہ قال لقد حدّثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان ومایکون حتی تقوم الساعة۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ وفی اثر ان عمر سأله ھل فی عُمّالی احد من المنافقین قال نعم واحدٌ قال من ھو قال لا اذکرہ فعزلہ عمر کأنما دُلّ علیہ۔

وفی صحیح مسلم عنہ واللہ انی لأعلم الناس بکل فتنةٍ کائنةٍ فیما بینی وبین الساعة۔

سوم۔ حذیفہ رضـ کے والد یمان کو جنگِ اُحد میں اپنے رفقاء یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ۴۰ دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

روی ابو نعیم باسنادہ فی الحلیة ج ۱ ص۲۷۶ عن حذیفة قال القلوب اربعة قلب اغلف فذلك قلب الکافر وقلب مصفح فذلك قلب المنافق وقلب اجرد فیه سراج یزھر فذلك قلب المؤمن وقلب فیه نفاق وایمان فمثل الایمان کمثل شجرة یمدّھا ماء طیب ومثل النفاق مثل القرحة یمدّھا قیح ودم فایھما غلب علیه غلب وکان حذیفة رضی اللہ عنه یقول ما من یوم اقرّ لعینی ولا احب لنفسی من یوم اٰتی اھلی فلا اجد عندھم طعاماً ویقولون ما نقدر علی قلیل ولا کثیر وذلك انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان اللہ اشدّ حمیة للمؤمن الدنیا من المریض اھله الطعام واللہ تعالی اشد تعاھداً للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر وکان یقول لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للاٰخرة ولا الذین یترکون الاٰخرة

للدنیا ولکن الذین یتناولون من کلٍّ

حسّان ۔ رضی اللہ عنہ ۔ بیان واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم میں مذکور ہیں۔

ھو حسان بن ثابت المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی ثم النجّاری رضی اللہ عنہ۔

حسان کی والدہ کا نام فُریعہ (بالتصغیر) ہے۔ حسان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے۔ قال ابو عبیدۃ فُضّل حسّان علی الشعراء بثلاث کان شاعر الانصار فی الجاھلیۃ وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ و شاعر الیمن کلّھا فی الاسلام۔

وعن البراء رضی اللہ عنہ ان النبی علیہ السلام قال لحسّان اھجھم وجبریل معک۔ اخرجہ الشیخان۔

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر رکھتے تھے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی علیہ السلام کان یَضع لحسّان المنبر فی المسجد یقوم علیہ قائماً یھجو الذین کانوا یھجون النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رُوح القدس مع حسّان مادام ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ ابوداود۔

سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ ایک روز حسانؓ مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا۔ حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنتُ انشدُ فیہ من ھو خیرٌ منک۔ آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے۔

قال ابن سعد عاش فی الجاھلیۃ ستّین سنۃً وفی الاسلام ستّین سنۃً ومات وھو ابن عشرین ومائۃ۔

آپ کی وفات ۵۴ھ میں اور بقول بعض ۴۰ھ میں اور بقول بعض ۵۰ھ میں ہوئی۔

وقال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۹ وحسّانُ ممن عاش فی الجاھلیۃ ستین سنۃ وفی الاسلام مثلھا وکذا عاش ھذا القدر وھو ۱۲۰ سنۃ ابوہ وجدّہ ووالد جدّہ ولا یعرف اربعۃ تناسلوا وتساوت اعمارھم سواھم وکان حسان یضرب بلسانہ ارنبۃ انفہ وکذا ابنہ وابوہ وجدّہ۔ انتھی۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے۔ آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا۔

حاتم الطائی ۔ وایّدناہ بروح القدس کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو حاتم بن عبد اللہ بن سعد الطائی۔

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے۔ کنیت ابو عدی و ابو سفّانہ ہے قبل مات کافراً ظہورِ اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخرج احمد فی مسندہ عن ابن عدی
قال قلتُ یا رسول اللہ انّ ابی کان یَصِلُ الرحِم ویفعل کذا وکذا قال انّ اباكَ اراد امرًا فادرکہ۔ خزانۃ الادب
ج ۳ ص ۱۱۳ اور ج ا ص ۲۶۱ پر حاتم و عدیؓ کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتمؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ شکار
سے متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری کُتّے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے
تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے وقال
الواقدی قدم سنۃ عشر۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جوّاد تھے۔ ان کا جُود ان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے
قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اُترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب
تھے۔ بخت سدا ان کی یاوری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہوکر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو
کامیاب لوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حسب خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تو سب پر سبقت لیجاتے
جب ماہِ رجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے
ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اوّل اوّل آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی
حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم
کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص و بشر بن ابی حازم و نابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔
یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جارہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے
ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہٗ جب تعارف ہوا
اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کردیں۔ جب باپ
آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوَّقتُكَ مجدَ الدّهرِ تطویقَ
الحمامۃِ اور پھر سارا قصہ سُنا دیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اذا لا اُساكِنُكَ بعدَها ابدًا اولا اُؤوِيكَ فقال
حاتم اذا لا اُبالی۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مؤرخین واہلِ ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے
مرّ نفرٌ من عبد القیس بقبرِ حاتم فنزلوا قریبًا منہ فقام الیہ رجل یقال لہ ابو الخیبریّ وجعل یرکض برجلہ
قبرہ ویقول اِقرِنا فقال بعضهم لہ ویلكَ مایدعوكَ ان تعرض لرجل قد مات قال ابو الخیبری ان طیئًا تزعم
انّہ مانزل بہ احدٌ الّا قراہ ثم اجنّهم اللیلُ فناموا فقام ابو الخیبری فزِعًا وهو یقول وا راحِلتاہ۔ فقالوا لہ مالكَ؟

قال اتانی حاتم فی النوم وعقر ناقتی بالسیف وانا انظر الیها ثم انشد نی شعراً حفظتہ یقول فیہ حاتم ؎

ابا الخیبریّ وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتّامُھا
اتیت بصحبك تبغی القریٰ لدیٰ حفرۃٍ قد صدت ھامُھا
اتبغی لی الذمّ عند المبیت وحولك طیٌّ وانعامُھا
فانا سنشبع اضیافنا ونأتی المطیّ فنعتامُھا

فقاموا واذا ابناقۃ ابی الخیبریّ تکوس عقیراً فانحروھا وبا توا یا کلون وقالوا قرانا حاتم حیّاً ومیتاً وارد فوا صاحبھم وانطلقوا سائرین واذا برجل راکبٍ بعیراً ویقوّد آخر قد لحقھم وھو یقول ایکم ابوالخیبری؟ قال الرجل انا قال فخذ ھذا البعیر انا عدی بن حاتم جاء نی حاتم فی النوم وزعم انہ قراکم بناقتك وامرنی ان احملك فشانك والبعیر ودفعہ الیھم وانصرف۔ راجع کتاب المحاسن للجاحظ ص۶۳ والبیہقی ج۱ ص۱۲۶ والقالی ج۳ ص۱۵۷

حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الامام عمارۃ التیمیّ تیم اللہ ولاءً وقیل نسباً الکوفی المعروف بالزیّات رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قاری حمزہ امام، ثقہ، حافظ، ضابط، ورع، متقی، ثبت، قاری، مُقری وجامع کمالات اور قرّاء سبعہ میں سے ہیں۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیّات کے نام سے مشہور تھے۔ وقیل لہ الزیّات لانہ کان یجلب الزیت من الکوفۃ الی حلوان ویجلب من حلوان الجبن والجوز الی الکوفۃ اھ بہرحال آپ تیل وغیرہ اشیاء کے تاجر تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وھو الامام الحبر شیخ القرّاء واحد السبعۃ الائمۃ ولد سنۃ ثمانین وادرك الصحابۃ بالسنّ فیحتمل ان یکون رأی بعضھم انتھیٰ ما فی الوفیات ج ۲ ص۲۹

حمزہ کوفی رحمہ اللہ تعالےٰ کی قراءت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی وعثمان وابن مسعود وابیّ رضی اللہ عنہم اور ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قراءت کیا ہے۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے سلسلے بھی چار ہیں۔

اوّل یہ ہے قرأ حمزۃ علی جعفر الصادق علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ زین العابد بن علی ابیہ الحسین علی ابیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

دوم یہ ہے قرأ حمزۃ ایضاً علی الاعمش علی یحیی بن وثاب علی علقمۃ علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

سوم وقرأ حمزۃ ایضاً علی محمد بن ابی لیلیٰ علی ابی المنھال علی سعید بن جبیر علی عبد اللہ بن عباس علی ابیّ ابن کعب رضی اللہ عنہم۔

چہارم وقرأ حمزۃ ایضاً علی حمران بن اعین علی ابی الاسود علی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم۔

حمزہ قاری روایت کرتے ہیں ابواسحاق سبیعی واعمش وعدی بن ثابت وحبیب بن ابی ثابت ومنصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک وعبداللہ بن صالح عجلی وسلیم بن عیسیٰ وعیسی بن یونس و ابواحمد زبیری ومحمد بن فضیل و وکیع وقبیصۃ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔

ابوبکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات وکان من خیار عباد اللہ عبادۃً وفضلاً وورعًا ونسکًا۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال العجلی ثقۃ رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلاً صالحًا عندہ احادیث وکان صدوقًا صاحب سنۃ۔ ابن فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان اللہ یدفع البلاء عن اھل الکوفۃ الا بحمزۃ ورأہ الاعمش مقبلاً فقال وبشر المخبتین حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزۃ فلا یستسقی کراھۃ ان یصادف من قرأ علیہ ۔ ساجی کا قول ہے صدوق سیئ الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔

آپ اپنے تلامذۂ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیساکہ حسین جعفی کی حکایتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں یہ خدمت اخذ اجر بالقرآن نہ ہوجائے۔ آپ تعلیم قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجرًا علی الاقراء وامتنع حین عرض علیہ تلمیذ لہ فی یوم حر کوز الماء وقال شعیب بن حرب دخلتُ الکوفۃ فرأیتُ سفیانَ الثوری وشریک بن عبد اللہ قاعدین قدام حمزۃ یقرءان فقلتُ فی نفسی اکون الثالث وقال حمزۃ رویتُ الفَ حدیث باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد تا نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔

حمزہؒ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد و ابن ماجہ ونسائی وترمذی نے اپنی اپنی کتاب سنن میں روایت حدیث کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یلقہ احدٌ الا وھو یقرأ القرآن۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننازعک فیھما القرآن والفرائض وقال سفیان الثوری غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض وقال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدر یعنی قراءۃ حمزۃ اخذ حمزۃ القراءۃ عرضًا عن الاعمش والامام جعفر بن محمد الصادق وابن ابی لیلی وحمران بن اعین و اخذ القراءۃ عنہ ابراھیم بن ادھم وسفیان الثوری وشریک بن عبد اللہ وعلیُّ بن حمزۃ الکسائی وغیرھم والی حمزۃ المنتھی فی الصدق والورع والتقوی والیہ صارت الامۃ فی القراءۃ بعد عاصم والاعمش وکان امامًا حجۃ ثقۃ ثبتًا رضیًا قیمًا بکتاب اللہ بصیرًا بالفرائض خبیرًا بالعربیۃ حافظًا للحدیث عابدًا زاھدًا خاشعًا قانتًا للہ ورعًا عدیم

النظیر۔ کذا فی الوفیات۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت پر اگرچہ بعض ائمہ قدماء معترض تھے لیکن بعدہٗ وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہوگئی۔ لہٰذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قراءت نبی علیہ السلام سے مروی ماخوذ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الآجری عن احمد بن سنان کان یزید یعنی ابن ھارون یکرہ قراءۃ حمزۃ کراھیۃً شدیدۃً قال احمد بن سنان وسمعتُ ابن مھدی یقول لوکان لی سلطانٌ علی من یقرأُ قراءۃ حمزۃ لاوجعتُ ظھرہ وبطنہ وقال الساجی وقد ذمّہ جماعۃٌ من اھل الحدیث فی القراءۃ وابطل بعضھم الصلاۃ باختیارہ من القراءۃ وقال الساجی والازدی یتکلمون فی قراءتہ وینسبونہ الی حالۃ مذمومۃ فیہ قال الساجی سمعتُ سلمۃ بن شبیب یقول کان احمدُ یکرہ أن یُصلّی خلفَ من یقرأ بقراءۃ حمزۃ وقال ابوبکر ابن عیاش قراءۃ حمزۃ عندنا بدعۃٌ وقال ابن درید انی لاشتھی أن یخرج من الکوفۃ قراءۃ حمزۃ یرید مافیھا من المدّ المفرط والسکت وتغییر الھمز فی الوقف والامالۃ وغیر ذلک انتھی۔

ابن خلکان رحمہ اللہ وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ذکر عن احمد بن حنبل وابی بکر بن عیاش ویزید بن ھارون وعبد الرحمٰن بن مھدی وعبد اللہ بن ادریس وحماد بن زید من کراھتھم لقراءۃ حمزۃ لما فیھا من المدّ المفرط والسکت واعتبار الھمزۃ فی الوقف والامالۃ ونحو ذلک من التکلّف فانّ حمزۃ ایضا کان یکرہ ذلک وینھٰی عنہ روی انہ کان یقول لمن یُفرط فی المدّ والھمز لا تفعل اما علمتَ ان مافوق البیاض فھو برصٌ ومافوق الجعودۃ فھو قَطَطٌ وما فوق القراءۃ فھو لیس بقراءۃ۔ وبعد فقد انعقد الاجماع علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول والانکار علی من تکلّم فیھا۔ انتھی۔ قال الحافظ ابن حجر وقد انعقد الاجماع باٰخرہ علی تلقّی قراءۃ حمزۃ بالقبول ویکفی حمزۃ شھادۃ الثوری لہ فانہ قال ما قرأ حمزۃ حرفاً الّا باثر انتھی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قراءت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننازعك فیھما القراٰن والفرائض۔ اگر حمزہؒ کی قراءت قواعد عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایاتِ صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط و متبع آثار زاہد و عابد و خائف من اللہ حمزہؒ کی اور قراءتِ حمزہؒ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانی لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت ۸۰ھ ہے۔ اور سنہ وفات ۱۵۶ھ اور بقول آخر

۱۵۶ھ ہے۔ آپ کا انتقال سوادِ عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجزری جلد اول و کتاب الوافی بالوفیات قسم اول جزء رابع، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

قال الشعرانیؒ فی کتاب الیواقیت لا استحالة فی رؤیة الله تعالی فی المنام وکان حمزة الزیات القاریؒ یقول قرأت سورة یٰس علی الحق تعالی حین آیة فلما قرأت تنزیلُ العزیزِ الرحیم بضم اللام فردّ علی الحق سبحانہ تنزیلَ بفتح اللام وقال انی نزلته تنزیلاً وقال حمزة وقرأتُ علی الله جلّ وعلا سورة طٰہ فلما بلغت الی قوله أنا اخترتك فقال تعالی وإنا اخترناك۔ فھی قراءة برزخیة اھ۔

فائدہ۔ قاری حمزہؒ رحمہ اللہ کے تلامذہ و رواۃ بہت ہیں۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قراء کا اعتماد رہا دو ہیں اول ابو محمد خُلف بن ہشام البزار۔ دوم ابوعیسٰی خلّاد بن خالد کوفی۔ ان دونوں راویوں نے قراءت حضرت سلیم بن عیسٰی کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسٰی کوفیؒ نے حمزہؒ سے پڑھی۔

۵۷۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابوعمر البزاز الکوفی القاری المقریؒ رحمہ اللہ۔

حفص کو غاضری بھی کہتے ہیں وھی نسبة الی غاضرة بن الملك بن ثعلبة کما فی لب اللباب۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے۔ حفصؒ قاری عاصمؒ احد القراء السبعة کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ وکان حفص ابن امرأة عاصم کما فی التھذیب۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود و عاصم احول و عبدالملک بن عمیر ولیث بن ابی سلیم وابی اسحاق سبیعی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوشعیب صالح بن محمد القواس وحفص بن غیاث وعلی بن عیّاش وعلی بن حجر وہشام بن عمار ومحمد بن حرب خولانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصمؒ کی قراءت حسب روایت امام حفصؒ بن سلیمان رائج و معروف ہے۔ حفصؒ بڑے عالم قاری مقری سید القراء والفقہاء، صاحب سنت، عابد و محدّث تھے۔

امام عاصمؒ کے دو راوی ہیں۔ دوسرے راوی کا نام ابوبکر شعبة بن عیاش ہے۔ بعض اوصاف میں ابوبکر اعلیٰ و فائق تھے حفص سے لیکن قراءت کے باب میں حفصؒ برتر و فائق ہیں ابوبکرؒ سے۔

قال یحیی بن معین زعم ایوب بن المتوکل وکان بصریاً من القراء قال ابو عمر یعنی حفصاً اصحّ قراءةً من ابی بکر بن عیّاش وابوبکر اوثق منه۔ روایتِ حدیث میں بعض محدّثین کے نزدیک حفص ضعیف ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اعلم الناس بقراءة عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان کذّاباً وکان ابو بکر صدوقاً۔ قال ابن معین لیس بثقة وقال ابن المدینی ضعیف الحدیث وترکتُه علی عمد وقال البخاری

ترکوہ وقال مسلم متروک وقال النسائی لیس بثقۃ ولا یکتب حدیثہ وقال صالح بن محمد لا یکتب حدیثہ واحادیثہ کلھا مناکیر و قال الساجی یحدث عن سماک وغیرہ احادیث بواطل ۔ وذکر الدانی قال قال وکیع کان ثقۃ اخرج النسائی حدیثہ فی مسند علی متابعۃ واورد البخاری فی الضعفاء حدیثہ عن لیث ابن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن عمر فی الزیارۃ وقال محمد بن سعید العوفی عن ابیہ حدثنا حفص بن سلیمان لو رأیتہ لقرت عیناک فھما وعلما ۔ کذا فی التھذیب ۔

بعمر ۹۰ سال ۱۸۰ھ میں حفصؒ کا انتقال ہوا۔

الحُطَیئۃ ۔ آیت وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لھم جنّٰت الاٰیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

حُطَیئہ مشہور شاعر ہے ۔ یہ اس کا لقب ہے ۔ اور نام اس کا جرول بن اوس بن مالک ہے ۔ وہ فحول شعراء وفصحاء شعراء میں سے ہے ۔ مدح ہجاء ۔ فخر اور نسیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے ۔ شرارت و بیوقوفی اس پر غالب تھی مخضرم ہے جاہلیت و اسلام دونوں پائے ہیں ۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا ۔

اس کا نسب مخلوط ومخفی ہے ۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا ۔ قال ابو الفرج الاصبھانی فی الاغانی کان اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُھل واذا غضب علی بنی ذُھل قال انا من بنی عبس ۔ وقال ابن الکلبی کان الحطیئۃ مغموز النسب وکان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ ما فی الاغانی بخلاصتہ ج۲ ص۱۳۱

اس کی ماں کا نام ضرّاء تھا ۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا تو حطیئہ نے کہا ؎

تقول لی الضرّاء لست لواحد ولا اثنین فانظر کیف شرک اُولئکا

وانت امرؤ تبغی اباً قد ضللتہ ھبلت ألمّا تستفق من ضلالکا

ابن حجرؒ لکھتے ہیں اسلم فی عھد النبی علیہ السلام ثم ارتد ثم اسر ثم عاد الی الاسلام وکان کثیر الھجاء حتی ھجا اباہ وأمّہ واخاہ وزوجتہ ونفسہ وکان یلقب الحطیئۃ لقصرہ وقال حماد الراویۃ سمی بذلک لانہ ضرط ضرطۃ بین قوم فقیل لہ ماھذا ؟ فقال انما ھی حطیئۃ فسمّی الحطیئۃ ۔ راجع الاصابہ ج۱ ص۳۷۵

وہ بڑا فصیح شاعر تھا ۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ اس کے اشعار میں عیب پانا بہت مشکل ہے ۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں لم یقل العرب بیتاً اصدق من قول الحطیئۃ ؎

مَن یفعلِ الخیرَ لا یعدم جوازیہ لا یذھب العُرف بین اللہ و الناس

والجوازي جمع جازية مصدر للجزاء كالعافية فقيل له فقول طرفة۔ ؎

ستبدی لك الايام ما كنت جاهلاً ویأتیك بالاخبار من لم تزود

فقال من يأتيك بها ممن زودت اكثر۔ كذا فی الاغانی۔ ج ۲ ص۱۴۵ قال الحافظ ابن حجرؒ وذكر ابن ابی الدنيا فی اصطناع المعروف عن الشعبیؒ قال كان الحطيئة عند عمرؓ فانشد هذا البيت فقال كعبؓ هی والله فی التوراة لا يذهب العرف بين الله وخلقه اھ

لوگ اس کی ہجاء سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجاء کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں شعر کہے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت باز پرس کی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اِنی اشتریتُ عِرضی منه بها فكتب اليه عمرؓ ان كان هذا هكذا وانما فديت عرضك من لسانه ولم تعطه للمدح والفخر فقد احسنت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو زبرقان بن بدرؓ کی ہجاء کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا اياك وهجاء الناس قال اذن يموت عيالی جوعًا هذا مكسبی ومنه معاشی قال فاياك والمقذع من القول قال وما المقذع؟ قال ان تخاير بين الناس فتقول فلان خيرٌ من فلان وآل فلان خيرٌ من آل فلان قال فانت والله اهجی منی ثم قال عمر والله لولا ان تكون سنة لقطعتُ لسانك۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حطیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علیّ بالكرسی فأتی به فجلس عليه ثم قال اشيروا علیّ فی الشاعر فانه يقول الهجو وينسب بالحرم ويمدح الناس ويذمهم بغير ما فيهم ما أرانی الا قاطعا لسانه ثم قال علیّ بالطست فأتی بها ثم قال علیّ بالمحصف۔ علیّ بالسكين لا بل علیّ بالموسیٰ فهو اوحی فقالوا لا يعود يا امير المؤمنين فاشاروا اليه ان قل لا أعود فقال لا اعود يا امير المؤمنين فقال له النجاء فاطلقه كذا فی الاغانی۔

وروی عن عبد الله بن المبارك رحمه الله ان عمر رضی الله عنه لما اطلق الحطيئة اراد ان يؤكد عليه الحجة فاشتری منه اعراض المسلمين جميعًا بثلاثة الاف درهم۔

حطیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجرؒ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب ویقال هشام بن طالب بن غراب البزار البغدادی المقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ قاری خلف کی کنیت ابو محمد تھی۔
خلف مذکور بہت بڑے قاری۔ زاہد و کثیر العبادۃ۔ صاحب سنت۔ ثقہ۔ امین و متبع سنت تھے۔ دور دور سے علماء آپ سے اخذ قرارت کے لیے آتے تھے۔ آپ قاری حمزہؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت حمزہؒ کی قرارت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔
خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۳۲۲ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۳ ووفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک وحماد بن زید وہشیم وابوعوانہ و دراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم وابوداؤد وابن ابی خیثمہ وابراہیم حربی وعباس دوری وعبداللہ بن احمد ابن حنبل وابوزرعہ وابوحاتم وعبداللہ بن محمد بغوی رحمہم اللہ۔ امام احمدؒ آپ کی توثیق کرتے ہیں وقال انہ واللہ عندنا الثقۃ الامین۔
خلف بڑے محدث تھے اور بڑے محتاط تھے۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سن لیں قال عباس الدوری وجّهنی خلف الی یحیی فقال کانت عندی کتب حماد بن زید فحدثت بها وبقی عندی قاع بعضها دارس فاجتمعت علیه انا واصحابنا فاستخرجناها فهل تری ان احدث بها قال فقال لی یحیی قل له حدث بها یا ابا محمد فانك الصدوق الثقة وقال النسائی بغدادی ثقة وقال الدارقطنی کان عابداً فاضلاً قال اعدت صلاة اربعین سنة کنت اتناول فیها الشراب علی مذهب الکوفیین -کذا فی تهذیب التهذیب ج ۳ ص ۱۵۶۔
آپ صائم الدہر تھے۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں قرأ القرآن عن سلیم واخذ حرف نافع عن اسحاق المسیبی و حرف عاصم عن یحیی بن آدم وهو امام فی القراءات وله اختیار حُمل عنه متقدم فی روایة الحدیث صاحب سنة ثقة مامون اھ وفی الخلاصة قیل کان یصوم الدهر۔
علماء قرارت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہؒ کی قرارت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ کے۔ خلف نے سلیم سے اخذ قرارت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہؒ سے اخذ کیا۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں۔ قال خلف اتیت سلیم بن عیسی لأقرأ علیه وکان بین یدیه قوم واظنهم سبقونی فلما جلست قال بلغنی انك ترید الترفع فی القراءة فلست اخذ علیك شیئاً قال فکنت احضر المجلس اسمع ولا یأخذ علیّ شیئاً فبکرت یوماً فی الغلس وخرج فقال من ههنا یتقدم ویقرأ فتقدمت واستفتحت بسورة یوسف وهی

من اشدّ القرآن إعراباً فقال لی مَن انتَ فما سمعتُ اَقرأمنك ؟ فقلتُ خلف فقال لی فعلتها ما يَحِلُّ لی اَن اَمنعك فکنت اَقرأ علیه حتی بلغتُ یوماً حم المؤمن فلما بلغتُ الی قوله تعالیٰ ويَستغفرون للذين اٰمنوا ۔ غافر ۔ بکی بکاءً شدیداً ثم قال لی یاخلف الا ترٰی ما اَعظمَ حقَّ المؤمنِ تراه نائماً علی فراشِہ و الملائکۃُ یستغفرون له اه ۔

نبیذ جب مُسکر نہ ہو تو وہ باتفاقِ ائمہ جائز ہے ۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے ۔ کما روی البخاری فی صحیحہ وغیرہ ۔ لیکن مُسکر کا پینا باتفاقِ علماء ممنوع ہے ۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکار یا قریب افطار تاویل کرکے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کردیا ۔ ابوجعفر نفیلیؒ کہتے ہیں خلف صاحبِ سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا ۔ عبدالکریم بن حداد کہتے ہیں کان خلف یشرب من الشراب علی التاویل فکان ابن اختہ یوماً یقرأ علیہ سورۃ الانفال حتی بلغ قوله تعالیٰ لیمیزاللہ الخبیثَ من الطیّب ۔ فقال یاخال اذا میّزاللہ الخبیثَ من الطیّبِ این یکونُ الشراب ؟ قال فنکس رأسہ طویلاً ثم قال مع الخبیث قال فترضٰی ان تکون مع اصحاب الخبیث ؟ قال یابنیَّ امض الی المنزل فاصبُبْ کل شئ فیہ فترکہ فاعقبہ اللہ تعالیٰ الصومَ فصام الدهرَ الی ان ماتَ ۔

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحیی بن آدم ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں ۔ براہ راست ابنِ عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھر افسوس کرتے رہے ۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے ۔ قال ابوالعباس سمعتُ خلفاً یقول قدِمت الکوفۃ فصرتُ الی سلیم بن عیسی فقال ما اقدمك ؟ قلت اَقرأ القراٰن علی ابی بکر بن عیاش بحرف عاصم فقال لی الا تریدُ ؟ قلتُ بلیٰ قال فدعا ابنہ و کتب معہ رقعۃً الی ابن عیاش فاستاذن لی علیہ سلیم بن عیسیٰ فدخل علیہ فاعطاہ الرقعۃ وکان لخلف سبع عشرۃ سنۃً قال فلما قرأ قال ادخلِ الرجلَ فدخلتُ فسلّمتُ فصعّد فیّ النظر ثم قال لی انتَ خلف ؟ قلتُ نعم قال لی انتَ لم تخلف ببغداد احداً اقرأمنك ؟ فسکتُّ فقال لی اقعُد هاتِ اقرأ قلت علیك ؟ قال نعم قلتُ لا الہ الا اللہ لا اَقرأ علی رجلٍ یستصغرُ رجلاً من حملۃِ القراٰنِ وترکتہ وخرجتُ فوجّہ الی سلیم فسأله ان یَرُدَّنی الیہ فلم اَرجع قال خلف فندِمتُ واحتجتُ فکتبتُ قراءۃَ عاصم عن یحیی بن اٰدم عن ابی بکر بن عیاش اه ۔ ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں ۔ وروٰی خلف بسندہ الی ابی هریرۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل خلقَ مائۃَ رحمۃٍ فانزل منها رحمۃً علی عبادہ یتراحمون بها وخبأ تسعاً وتسعین عندہ فاذا کان یوم القیامۃ جمع تلك الرحمۃ الی التسع والتسعین وفضّها علی عبادہ فمن رحمۃٍ واحدۃٍ جعلنی مسلماً وعلمنی القراٰن وعرّفنی نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم وفعل بی وفعل بی وانا ارجو من تسع وتسعین الجنۃَ ۔

خلفؒ رواۃ قرا میں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحبِ قراءتِ مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحبِ قرات شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قرا میں سے ہیں۔

خلفؒ کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلفؒ قراءۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دو راوی مشہور ہیں۔ اوّل، اسحٰق بن ابراہیم ورّاق مروزی ثم بغدادی متوفی ۲۸۶ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحٰق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، ادریس بن عبدالکریم بغدادی متوفی ۲۹۲ھ۔

خلّاد بن خالد الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابوعیسٰی ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہؒ سے بواسطہ سلیم بن عیسٰی کوفی حنفیؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی البصری ویقال الفرھودی الازدی الیحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علم نحو و عربیّت کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ علم عروض کو مستنبط کر کے عدم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحور یعنی اوزانِ شعر کا استخراج ہوتا ہے اخفش نے ایک اور بحر کا اضافہ کر کے اس کا نام بحرِ خبب رکھا۔ احمد کا والد عمرو بالواو ہے۔ کما یعلم من وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلا واو درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمدؒ زاہد۔ عابد، منقطع الی اللہ اور تارکِ دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی و عاصم احول و عثمان بن حاضر و عوام بن حوشب و غالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید و نضر بن شمیل و سیبویہ و اصمعی و ہارون بن موسیٰ نحوی و داؤد بن المحبر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان الخلیل یری رای الاباضیۃ حتی منّ اللہ علیہ بمجالسۃ ایّوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارکِ دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاخرج الخلیل الی رسولہ خبزًا یابسًا وقال مادام ھذا عندی لاحاجۃ لی فیہ ولاحاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فماذا ابلغہ عنک فانشأ یقول ؎

أبلغ سلیمان أنّی عنک فی سعۃٍ وفی غنًا غیر أنّی لستُ ذا مال

شُحًّا بنفسي إنّي لا ارى احدًا | يموت هزلًا ولا يبقى على حال
الرزقُ عن قدرٍ لا الضعفُ ينقصه | ولا يزيدك فيه حولُ محتال
والفقرُ في النفسِ لا في المال نعرفه | ومثلُ ذاك الغنيٰ في النفس لا المال

سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا ؎

انّ الذی شقّ فمی ضامنٌ | للرزقِ حتی یتوفّانی
حرمتنی خیرًا قلیلًا فما | زادك في مالك حرمانی

سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری کر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ دُگنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے ؎

وزلّةٍ یکثُر الشیطانُ إن ذکرت | منها التعجب جاءت من سلیمانا
لا تعجبنّ لخیرٍ زلّ عن یدِہٖ | فالکوکبُ النحسُ یسقی الارضَ احیانا

مشہور فصیح وبلیغ ادیب عبد اللہ بن المقفّع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی رہی فلمّا تفرّقا قیل للخلیل کیف رأیت ابن المقفّع؟ فقال رأیتُ رجلًا علمہ اکثر من عقلہ وقیل لابن المقفّع کیف رأیت الخلیل؟ قال رأیتُ رجلًا عقله اکثر من علمہ۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العین فی اللغۃ وکتاب العروض وکتاب الشواہد وکتاب النقط والشکل وکتاب النغم وکتاب فی العوامل۔ کذا فی وفیات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علامہ قفطیؒ کہتے ہیں کتاب العوامل منحول علیہ خلیل کی کتاب عین لغتِ عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویہ وعلمیہ ہیں۔ لہذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔

خلیلؒ اکثر اوقات اخطل کا یہ شعر دہراتے تھے ؎

واذا افتقرت الی الذخائر لم تجد | ذُخرًا یکونُ کصالحِ الاعمال

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفیات میں ہے ان الخلیل قال ارید ان اُقرّب نوعًا من الحسابِ تمضی به الجاریۃ الی البیاع فلا یمکنہ ظلمها ودخل المسجد وھو یعمل فکرہ فی ذلك فصدمتہ ساریۃ وھو غافل عنها بفکرہ فانقلب علی ظهرہ فکانت سبب موتہ وقیل بل کان یُقطّع بحرًا من العروض اھ

خلیل بن احمد کا بیٹا غبی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الی الناس وقال ان ابی قد جُنّ قد خلوا علیہ واخبروہ بما قال ابنہ فقال مخاطبا لابنہ ؎

لوکنتَ تعلم ما اقول عذرتنی اوکنتُ اعلم ما تقول عذلتُکا
لکن جہلتَ مقالتی فعذلتنی وعلمتُ انک جاہلٌ فعذرتُکا

خلیل بن احمدؒ یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

یقولون لی دارُ الاحبۃ قد دنتْ وانت کئیبٌ اِنّ ذا لعجیبُ
فقلتُ وما تغنی الدیارُ وقربُہا اذا لم یکن بین القلوبِ قریبُ

خلیل کے تلمیذ نضر بن شمیل فرماتے ہیں اَقام الخلیل فی خُصّ من اَخصاص البصرۃ لا یقدر علی فلسین واصحابُہ یکسبون بعلمہ الاموال ولقد سمعتُہ یومًا یقول اِنّی لاُغلق علیّ بابی فما یُجاوزہ ھمّی۔

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے اکملُ مایکونُ الانسان عقلاً وذھنًا اذا بلغ اربعین سنۃً وھی السِّنُّ التی بَعَث اللہ فیہا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ثم یتغیّر وینقُص اذابلغ ثلاثًا وستین سنۃً وھی السنّ التی قبض فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصفیٰ مایکون ذھنُ الانسان فی وقتِ السحر اھ

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وکان اٰیۃً فی الذکاء وکان الناس یقولون لم یکن فی العربیّۃ بعد الصحابۃ اذکیٰ منہ وکان یحجُّ سنۃً ویغزُو سنۃ وھواول من جمع حروفَ المعجم فی بیت واحد وھو ؎

صِف خُلُق خودٍ کمثل الشمس اذ بزغتْ یحظی الضّجیعُ بہا نجلاء معطار

خلیلؒ کا سال وفات ۱۷۵ھ ہے۔ کل عمر ۷۴ سال تھی۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقیل لہ ماصنع اللہ بک فقال اراَیتَ ماکنا فیہ لم یکن شیئًا وما وجدتُ افضل من سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔

الدُوری القاری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ امام کسائی وابوعمرو بن العلاء کے راوی ہیں قراءاتِ سبعہ میں

وھوحفص بن عمر بن عبد العزیز بن صُہیب الازدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر۔

دوری مشہور قاری ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی وابوعمرو بن العلاء کی قراءات کے راوی ہیں۔ آپ سامرا کے باشندے ہیں۔ نابینا تھے۔ دُوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف۔ آپ روایت کرتے ہیں ابن عیینہ وابی بکر یراوی واسماعیل بن جعفر واسماعیل بن عیاش وعبد الوہاب خفاف وعلی ابن حمزہ کسائی ویزید بن ہارون ووکیع وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اورآپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ وابوزرعہ وابن ابی الدنیا وابوحاتم رحمہم اللہ۔

قال ابوحاتم هو صدوق وقال ابوداؤد رأیتُ احمد یکتب عنہ وقال الدارقطنی ضعیف وقال العقیلی ثقة۔ قراءت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالماً بالقرآن وتفسیرہ دوری نے علم قراءت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی وسلیم بن عیسیٰ وشجاع بن ابی نصر الخراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یُقرِئ بقراءة الکسائی واشتهر بها۔ کذا فی التهذیب ج ۲ ص۴۰۸
سال وفات ۲۴۶ھ ہے۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ دوری کی کنیت ابو عمر ہے بلا واو نہ کہ ابو عمرو بالواو۔

فائدہ۔ دوری کو ابو عمر الضریر الاصغر اس لیے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام وکنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں۔ علماء ان کو ابو عمر الضریر الاکبر کہتے ہیں۔ ابو عمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ھو حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جریر بن حازم وصالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوداؤد وامام احمد وابوحاتم وابوزرعہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ بڑے محدّث تھے۔ قال ابوزرعة هو صدوق صالح الحدیث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد وھو اعمی۔

سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی۔ کذا فی التهذیب۔

رفاعة رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ میں مذکور ہیں۔

هو رفاعة بن سموأل القرظی رضی اللہ عنہ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی۔ پھر اس نے عبدالرحمٰن بن الزَّبیر (بفتح الزاء وکسر الباء) سے نکاح کیا۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لا حتّی تذوقی عُسیلته ویذوق عُسیلتك روی مالك باسنادہ عن الزُّبیر بن عبد الرحمٰن بن الزَّبیر ان رفاعة بن سموأل طلق امرأته تمیمة بنت وهب فذکر القصة بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک النضری ہے۔

روی ابن شاهین من طریق تفسیر مقاتل بن حبان فی قوله تعالیٰ فان طلّقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ نزلت فی عائشة بنت عبد الرحمٰن بن عتیك النضری کانت تحت رفاعة بن وهب بن عتیك و هو ابن عمها فطلّقها طلاقاً بائناً فتزوّجت بعدہ عبد الرحمٰن بن الزبیر۔ کذا فی الاصابة وغیرہ۔

بعض روایات میں اس کا نام تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خاوند کا نام رفاعہ اور رافع بالشک لکھا ہے۔
روی قتادة ان تمیمة بنت ابی عبید القرظیة کانت تحت رفاعة او رافع القرظی فطلقها۔ مگر محمد بن اسحٰق نے بالکل

برعکس روایت کی ہے حیث روی محمد بن اسحٰق عن هشام بن عروة عن ابیه قال کانت امرأة من بنی قریظة یقال لها تمیمة تحت عبد الرحمٰن بن الزبیر فطلقها فتزوجها رفاعة ثم طلقها رفاعة فارادت أن ترجع الی عبد الرحمٰن فذکر الحدیث اخرجه ابونعیم وقیل اسمها سهیمة۔

رؤبة شاعر رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر آیت ذلك بانّهم کانوا یکفرون بآیٰت الله ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیة میں اور تفسیر یُضِلّ به کثیرًا ویهدی به کثیرًا وما یُضِلّ به الا الفٰسقین میں مذکور ہیں۔

هو ابوالجحّاف رؤبة بن العجاج عبد الله بن رؤبة بن لبید من بنی مالك

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں۔ ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے۔ رؤبہ اپنے باپ سے افصح واعلیٰ ہے۔ روی انه قال لابیه انا اشعر منك لانّی شاعر وابن شاعر وانت شاعر فقط۔ دونوں راجز ہیں۔ یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقیل لیونس النحویّ من اشعر الناس؟ قال العجاج ورؤبة فقیل له لم نعنِ الرجّاز قال هما اشعر اهل القصید انّما الشعر کلام فاجوده اشعره کذا فی خزانة الادب ج ۱ ص ۹۲۔

یونس نحویؒ رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار ولغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے۔ یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو رؤبہ نے مجھ سے کہا حتی متّی تسألنی عن هذه الاباطیل وأزوّقها لك اما تری الشیب قد بلغ فی راسك ولحیتك وذکر ابن قتیبة فی کتاب الشعر والشعراء ج ۲ ص ۴۹۵ قال ابو عبیدة دخلت علی رؤبة وهو یملّ جُرذانًا فی النار فقلت له اتأکلها قال نعم انها خیر من دجاجکم انها تأکل البرّ والتمر اھ

خزانۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولتِ عباسی کا زمانہ پایا۔ منصور وابومسلم کی مدح کی۔ بصرہ میں مقیم تھے زمانہ فتنہ میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا۔

فائدہ۔ مسمّٰی بہ رؤبہ تین اشخاص ہیں۔ ایک رؤبة بن العجاج بن رؤبة بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں۔

دوسرا رؤبة بن العجاج بن شدقم الباہلی۔

تیسرا رؤبة بن عمرو بن ظہیر ثعلبی۔ کذا قال الآمدی فی المؤتلف والمختلف۔

۶۵۔ رَوح رحمہ اللہ۔ بفتح الراء وسکون الواو۔ آپ قاری ثامن یعنی یعقوب حضرمیؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

هو روح بن عبد المؤمن الهذلی مولاهم البصری المقری رحمہ اللہ۔
آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عظیم قاری و محدّث تھے۔ آپ روایتِ حدیث کرتے ہیں یزید بن زریع وحماد بن زید و عبد الواحد بن زیاد و ابوعوانہ و جعفر بن سلیمان ضبعی و معاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری و عثمان دارمی و ابوزرعہ و عبداللہ بن احمد و ابوخلیفہ و ابویعلی موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
روحؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں۔
ابوعمر دانیؒ طبقات میں لکھتے ہیں قرأ علی یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدوق۔ سال وفات ۲۳۳ یا ۲۳۵ ہے۔

رُوَیس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رُویس متکرر الذکر ہیں۔

هو محمد بن المتوکل اللؤلؤی البصری القاری المقرئ الثقۃ الضابط الورع المواظب علی العلم والقراءۃ المعروف برُویسؒ۔
رُویس بضم راء و فتح واو صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحٰق حضرمی کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔
دوسرے راوی روح بن عبد المؤمن ہیں۔ رویسؒ بنومازن میں رہائش پذیر تھے۔
رویسؒ اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصاً علم قراءت کے حامل و امین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قراءۃ یعقوب پھیلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ھاتِ یالالُ۔ اَحسنتَ یالالُ۔ ھاتِ یالالئُ۔ اَحسنتَ یالالئُ۔
لال لآلی کا مخفف و مرخّم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حُسنِ قراءت و جودتِ تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکرِ جمع سے مقصد مزید تعظیم و تکریم ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لآّل بروزن علّام و ضرّاب ہو۔ لآّل موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔
باقی تلقیب بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔
اوّل یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمت قرأت و مواظبت تلاوت اور علم سے چمٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔
دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوک ہو۔ اور اصل میں لائک بصیغہ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہو کر لاک ہوا۔ خلیل بن احمدؒ وغیرہ ائمہ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائر میں جار کہنا جائز ہے تو بنا بریں قول لائک لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جودت قرأت اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے رویس کو لاک کہا ہو۔ رویس کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زُہَیر شاعر۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

ھو زھیر بن ربیعۃ بن قرط

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر تھے۔ کعبؓ صحابی ہیں اور صاحبِ قصیدۂ بانت سعاد ہیں۔ اصابہ میں ہے کان زھیر وولداہ بجیر و کعب وولدا کعبٍ عقبۃ والعوام شعراء اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ یروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال اَنشِدنی لاشعر شعرائکم قیل ومن ھو؟ قال زھیر قیل وبم صار کذلک؟ قال کان لا یُعاظِل بین القول ولا یتبع حوشِیَّ الکلام ولا یمدح الرجل الّا بما ھو فیہ اھ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریر سے پوچھا مَن اَشعر النّاس؟ قال فی الجاھلیۃ زھیر وفی الاسلام الفرزدق قلت لہ فانت؟ قال انا نَحرتُ الشعرَ نحرًا۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ایّ بیتٍ اَمدح؟ فاتفقوا علی بیت زھیر ؎

تراہ اِذا ما جئتہ متھلّلاً کانّک تُعطیہ الذی انتَ سائلہ

کتاب الشعر والشعراء ج ص ۷۹ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کان زھیر جاھلیا لم یدرک الاسلام وادرکہ ابناہ کعب و بجیر وکان لکعبؓ ابن یسمّی عقبۃ بن کعب و ھو شاعر و ولد لعقبۃ العوّام و ھو شاعر فھولاء خمسۃ شعراء فی نسق العوّام ابن عقبۃ بن کعب بن زھیر بن ابی سلمی وکان ابو سلمی ایضا شاعرًا اھ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہرم مری کی مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۶ھ مطابق ۶۲۷ء میں ہوئی۔

وفی الاغانی ج ۱۰ ص ۳۰۱ وجدتُ فی بعضِ الکتبُ انّ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی زھیر بن ابی سلمی ولہ مائۃ سنۃ فقال اللّٰھم اَعِذنی من شیطانہ فما لاک بیتا حتی مات اھ

زید بن عمرو بن نُفَیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا للّٰہ اندادًا میں مذکور ہیں۔

ھو زید بن عمرو بن نُفیل بن عبد العزی القرشی العدوی۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد خطاب زید کا چچا اور اخیافی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلک لانّ عمرو بن نفیل قد خلف علی امرأۃ ابیہ

بعد ابیه وکان لها من نفیل اخوه الخطاب - کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۷

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن و موحّد تھے۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اللہ شریف سے تکیہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یا معشر قریش والذی نفسُ زیدٍ بیدہٖ ما اصبح اَحدٌ منکم علیٰ دین ابراھیم غیری ثم یقول اللھم انی لو اَعلم احبَّ الوجوہ الیك عبدتّك بہ ولکنّی لا اعلم ثم یسجُد علیٰ راحلته - وعن ھشام انه کان یصلّی الی الکعبۃ ویقول الٰھی اِلٰہُ ابراھیم ودینی دین ابراھیم - زید موؤدہ لڑکیوں کو جنھیں کفار زندہ دفن کردیا کرتے تھے بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلھا ادفعھا اِلیَّ اکفُلُھا فاذا ترعرعت فان شئتَ فخذھا وان شئتَ فادفعھا۔

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل و ورقہ بن نوفل و عثمان بن الحویرث وعبداللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادتِ اصنام سے بچنے اور دینِ حق کی تلاش میں ملکِ شام گئی۔ وہاں پر یہود و نصاریٰ سے ملے۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کرلی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا۔ اور زید دینِ حنیف دینِ ابراہیم پر ہی قائم رہے۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیت دیتا تھا۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا۔ شام میں ایک راہب نے زید کو بتایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا ھو اُمّۃٌ وحدہٗ یوم القیامۃ۔

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ان اَبی کما رأیتَ وکما بلغك فاستغفر له قال نعم فانّه یُبعث یوم القیامۃ امّۃ واحدۃ۔

واقدی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زید سے سُنا کہ میں اولادِ اسمٰعیل یعنی اولادِ عبدالمطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اَرانی اُدرکه واَنا اُومن به واُصدّقه واَشھد انّه نبیّ فان طالت بك مدۃ فرأیتَه فاقرئه منّی السلام وسأخبرك ما نعتُه حتی لا یخفیٰ علیك قلتُ ھلمّ قال ھو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیله ولیست تُفارق عینه حمرۃٌ وخاتم النبوّۃ بین کتفیه واسمه احمدُ وھذا البلد مولدہ ومبعثُه ثم یُخرجه قومه منھا ویکرھون ماجاء به حتی یُھاجر الی یثرب فیظھر امرُہ فایّاك ان تُخدع عنه ثم قال عامر فلما اسلمتُ اَخبرتُ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قول زید بن

عمرو واقرأنه منه السلام فرد علیہ السلام وترحم علیہ وقال قد أیتہ فی الجنة یسحب ذیولا۔

وعن اسماء قالت سمعت زید بن عمرو یقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانہ یورث الفقر۔

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو اس وقت وفات پاگئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول واقدیؒ مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حراء کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بلقاء کے قریب بنولخم نے انہیں قتل کیا۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنة فرأیت لزید بن عمرو ابن نفیل دوحتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایت عروہ یہ ہیں ؎

أربٌّ واحدٌ أم ألف ربٍّ	أدینُ اذا تقسّمتِ الامور
عزلتُ اللاتَ والعزّیٰ جمیعًا	کذلك یفعل الجلد الصبور
فلا العزّیٰ أدینُ ولا ابنتیها	ولا صنمَیْ بنی عمرو ازور
ولا غُنمًا ادینُ وکان ربًّا	لنا فی الدھر اِذ حِلمی یسیر
عجبتُ وفی اللیالی مُعجباتٌ	وفی الایّام یعرِفُھا البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت یسئلونك عن الخمر والمیسر الخ میں مذکور ہیں۔

ھو سعد بن مالك بن أُھیب القرشی رضی اللہ عنہ۔

آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنتِ عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال واوصافِ شریفہ یہ ہیں۔

اوّلاً آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں وآخرہم موتًا۔ اور ان چھے اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اِن أصابته الِامرةُ فذاك والّا فلیستَعِن به الوالی۔

ثانیًا۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلادِ فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگِ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دار الخلافہ مدائن فتح کیا۔

ثالثًا۔ عن ابن اسحٰق قال کان اشدّ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعة عمرو الزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعلی رضی اللہ عنہم۔

رابعًا۔ جنگِ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع ابویہ لاحدٍ الا لسعد بن ابی وقاص فانی سمعتہ یوم اُحدٍ یقول ارم فداك ابی وامی رواہ الشیخان۔ قال الزہری رمی سعد یوم احد الف سہم۔

خامسًا۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف رہے۔

سادسًا۔ ھو اوّلُ مَن رمی فی سبیل اللہ۔

سابعًا۔ ھو اوّل مَن اَراقَ دمًا فی سبیل اللہ۔

ثامنًا۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔ صحابہؓ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے روی الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللھم استجب لسعد اذا دعاك فکان لا یدعو الا استجیب لہ۔

تاسعًا۔ قال النووی واسلم قدیمًا بعد اربعۃ وقیل بعد ستۃٍ وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثتُ سبعۃَ ایّام وانی لثالثُ الاسلام۔

عاشرًا۔ روی الترمذی من حدیث جابر قال اَقبل سعد فقال النبی علیہ السلام ھذا خالی فلیُرِنی امرؤٌ خالہ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سال وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے۔

سیبویہ رحمہ اللہ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

ھو عمرو بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سیبویہ نُحاۃ بصرہ کے امام ہیں۔ کنیت ابو بشر ہے۔ کان مولی بنی الحارث بن کعب۔ تلقیب سیبویہ کی متعدد وجوہ علماء نے ذکر کی ہیں۔ سیوطیؒ بغیہ میں فرماتے ہیں ولُقِّب سیبویہ ومعناہ رائحۃُ التفّاح فقیل کانت اُمُّہ ترقصہ بذلك فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لا یزال یشمّ منہ رائحۃَ الطیبِ فسمّی بذلك وقیل کان یعتاد شمّ التفاح وقیل لقب بذلك للطافتہ لان التفاح من اَطیب الفواکِ اھ۔

آپ فارسی الاصل ہیں۔ فارس کے شہر بیضاء سے آپ کی اصل والبستہ ہے۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل ویونس وابو الخطاب اخفش وعیسی بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ابن کثیر بدایہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یصحب اھل الحدیثِ والفقھاء وکان یستملی علی حماد بن سلمۃ فلحن یومًا فردَّ علیہ قولہ فأنِفَ من ذلك فلزم الخلیل بن احمد فبرع فی النحو اھ۔

بغداد گئے تو وزیر یحیی برمکی سے ملے یحیی کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد کنتُ اظنّ انّ الزنبورَ اشدّ لسعۃً من العقرب فاذا ھو ھی او ھو ایّاھا سیبویہ نے کہا کہ
صرف رفع جائز ہے یعنی فاذا ھو ھی اور ھو ایّاھا جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔
سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا۔

کسائی نے یحیی سے سفارش کرتے ہوئے کہا أصلح اللہ الوزیر انّہ قد وفدَ الیکَ من بلدہ مؤمّلاً فان
رأیتَ أن لا تردّہ خائباً فأمر لہ بعشرۃ آلاف درہم۔ اس کے بعد سیبویہ خراسان وفارس کی طرف روانہ
ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحۃ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بیضاء میں اور عند البعض شیراز میں اور
عند البعض بصرہ میں وفات پاگئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علماء آپ کی عمر ۴۰ سال سے
زیادہ تھی۔

سالِ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی ۱۸۰ھ یا ۱۶۱ھ یا ۱۸۸ھ یا ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کان سیبویہ شابّاً حسناً جمیلاً نظیفاً وقد تعلّق من کل علم بسببٍ وضرب مع کلّ اھلِ
ادب بسھم مع حداثۃ سنّہ اھ۔

علم نحو میں سیبویہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلق۔ بحر حقائق ومنبع دقائق وکنزِ علوم
نحو وعربیت ہے۔ ثعلبؒ فرماتے ہیں انہ لم ینفرد بتصنیفہ بل ساعدہ جماعۃٌ فی تصنیفہ نحواً من اربعین
نفساً ھو احدھم وھو اصول الخلیل فادّعاہ سیبویہ الی نفسہ اھ۔ لیکن سیرافیؒ وغیرہ نے ثعلبؒ کے اس دعوی کو
غلط کہا ہے۔

سیبویہ کی زبان میں کچھ بندش ولکنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ وافصح تھا۔ سیبویہ علم خلیل کے حامل
ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنیؒ فرماتے ہیں من اراد ان یعمل کتاباً کبیراً فی النحو بعد کتاب
سیبویہ فلیستحیِ ممّا اقدم علیہ وقال ایضاً ما اخلو فی کل زمنٍ من اعجوبۃٍ فی کتاب سیبویہ ولھذا سمّاہ الناس
قرآنَ النحو وقال ابن کیسان نظرنا فی کتاب سیبویہ فوجدناہ فی الموضع الذی یستحقّہ اھ۔ کذا فی الخزانۃ ج ۱ ص ۳۳۵
خزانۃ الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ مبرّد سے جب کوئی شخص اس کتاب کے
پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے ھل رکبتَ البحر؟ تعظیماً لما فیہ واستصعاباً لالفاظہ ومعانیہ۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔
سلمان فارسیؓ مشہور صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انہیں سلمان بن اسلام وسلمان الخیر بھی کہتے ہیں۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔
آپ نے نبی آخر الزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا تو ان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہو کر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے اور آزاد ہو گئے۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ اول مشاہد سلمان فارسیؓ غزوہ خندق ہے۔ اور آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ فقال ابوسفیان واصحابہ اذ رأوہ ھذہ مکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا بعدہ جمیع مشاہد میں شریک رہے۔ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں ویقال انہ شھد بدرًا۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحاتِ عراق وغیرہ میں شریک تھے۔
واذا قیل لہ ابن مَن انتَ؟ قال انا سلمانُ بن الاسلام من بنی آدم ویقول کنتُ من اَبناء اساورۃ فارس۔ دینِ حق کی تلاش میں دربدر پھرتے رہے۔ بڑی تکالیف جھیلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے۔ کتبِ سابقہ بھی پڑھی تھیں۔ وکان یقول انہ تداولتہ فی ذلک بضعۃ عشر ربًّا من ربٍّ الی ربٍّ حتی افضی الی النبی علیہ السلام ومَنَّ اللہ علیہ بالاسلام۔ فتح مدائن کے بعد مدائن کے امیر وگورنر مقرر ہوئے۔
وذکر معمر عن رجل من اصحابہ قال انہ دخل علی سلمان وھو امیر علی المدائن وھو یَعمل الخُوص (ٹوکریاں) فقیل لہ تعمل ھذا وانت امیر یجری علیک رزقٌ فقال انی اُحِبُّ اَن آکل من عمل یدی وذکر انہ تعلم عمل الخوصِ بالمدینۃ من الانصار۔
وعن مالکؒ کان سلمان یعمل الخوص بیدہٖ فیعیش منہ ولا یَقبل من احدٍ شیئًا ولم یکن لہ بیتٌ وانما کان یستظلُّ بالجدر والشجر وان رجلًا قال لہ الا اَبنی بیتًا فیہ تسکن فقال مالی بہ من حاجۃ فما زال بہ الرجل حتی قال انی اَعرف البیتَ الذی یوافقک قال فصِفہ لی قال ابنی لک بیتًا اذا انت قُمتَ فیہ اَصاب رأسُکَ سقفہ وان انت مددتَ فیہ رجلیک اصابھما الجدار قال نعم فبنی لہ بیتًا کذلک۔
وعن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اَمرنی ربّی بحُبِّ اربعۃٍ واخبرنی انہ سبحانہ یحبّھم علیٌ وابوذر والمقداد وسلمان۔ رضی اللہ عنھم۔
وعن کعب الاحبار سلمان حُشِی علمًا وحکمۃً۔ نبی علیہ السلام نے سلمان وابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مؤاخاۃ قائم فرمائی تھی۔
آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں۔ (١) مابہ بن بوذ قالہ ابن مندہ (٢) وقیل اسمہ بھبود۔

بقول بعض آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصیِ عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں سلمان رضؓ کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵۰ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیہ میں سلمان فارسیؓ کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ روی ابوعبدالرحمٰن السلمی عن سلمان انہ تزوّج امرأة من کندة فبنیٰ بها فی بیتها فلما کان لیلةُ البناءِ مشیٰ معه اصحابُه حتی اتی بیتَ امرأتِه فلما بلغ البیتَ قال ارجعوا أجرکم الله ولم یُدخِلهم علیها کما فعل السفهاء فلما نظر الی البیت والبیت منجد قال أمحموم بیتکم ام تحوّلت الکعبة فی کندة قالوا لا هذا ولا ذاك فلم یدخل البیت حتی نزع کل ستر فی البیت غیر ستر الباب فلما دخل رأی متاعًا کثیرًا فقال لمن هذا قالوا متاعُك ومتاعُ امرأتك قال ما بهذا اوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم اوصانی خلیلی ان لا یکون متاعی من الدنیا الّا کزاد الراکب ورأی خدمًا فقال لمن هذا الخدم ؟ فقالوا خدمك وخدم امرأتك فقال ما بهذا اوصانی خلیلی اوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم الّا امسك اِلّا ما أنکح او انکح۔ ثم قال للنسوة التی عند امرأته هل انتم مخرجات عنّی مُخلیات بینی وبین امرأتی قلن نعم فخرجن فذهب الی الباب حتی أجافه وارخی الستر ثم جاء حتی جلس عند امرأته فمسح بناصیتها ودعا بالبرکة فقال لها هل انت مطیعتی فی شئ آمرك به قالت جلست مجلس من یطاع قال فان خلیلی صلی الله علیه وسلم اوصانی اذا اجتمعتُ الی اهلی اَن اَجتمع علی طاعة الله تعالی فقام وقامت الی المسجد فصلیا ما بدا لهما ثم خرجا فقضی منها ما یقضی الرجل من امرأته فلما اصبح غدا علیه اصحابُه فقالوا کیف وجدتَ اهلك فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم قال انما جعل الستور والخدور والابواب لتواری ما فیها حسب امرئ منکم ان یسال عما ظهر له فاما ما غاب عنه فلا یسألنّ عن ذلك سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول المتحدّث عن ذلك کالحمارین یتسافدان فی الطریق۔ کذا فی حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۱۸۶۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جُوِّع لابراهیم علیه السلام اسدانِ ثم اُرسِلا علیه فجعلا یلحسانه ویسجدانِ له۔ وعن میمون بن مهران قال نزل حذیفة وسلمان رضی الله عنهما علی نبطیة فقالا لها هل ههنا مکان طاهر نصلّی فیه ؟ فقالت طهّر قلبك وصلّ حیث شئتَ فقال احدُهما للآخر خذها حکمةً

من قلب كافر ۔ وعن جعفر بن برقان قال بلغنا انّ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کان یقول اضحکنی ثلاثٌ وابکانی ثلاثٌ ضحکتُ من مؤمّل الدنیا والموت یطلبہ وغافل لایُغفل عنہ وضاحكٍ ملأ فیہ لایدری اُمسخط ربّہ ام مرضیہ وابکانی ثلاثٌ فراق الاحبّۃ محمدٌ وحزبہ وھول المطلع عند غمرات الموت و الوقوفُ بین یدی اللہ رب العالمین حین لاادری الی النار انصرا فی ام الی الجنۃ ۔ وعن سعید بن سوقۃ قال دخلنا علی سلمان الفارسی فی مرض موتہ نعودہ وھو مبطونٌ فاطلنا الجلوس عندہ فشق علیہ فقال لامرأتہ ما فعلتِ بالمسك الذی جئنا بہ من بلنجر ؟ فقالت ھو ذا ۔ قال القیہ فی الماء ثم اضربی بعضہ ببعض ثم انضحی حول فراشی فانہ الاٰن یأتینا قومٌ لیسوا بانسٍ ولاجنٍّ ففعلتُ وخرجنا عنہ ثم اتیناہ فوجدناہ قد قُبِض رضی اللہ عنہ ۔ وعن ابی البختری قال بینا ابوالدرداء یوقدُ تحت قدرٍ لہ وسلمان رضی اللہ عنہ عندہ اذ سمع ابوالدرداء فی القدر صوتا ثم ارتفع الصوتُ بتسبیحٍ کھیئۃ صوتِ الصبیّ قال ثم بدرتُ فانکفأتْ ثم رجعتْ الی مکانہا لم ینصبّ منہا شیءٌ فجعل ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ینادی یاسلمان انظر الی العجب انظر الی مالم تنظر الی مثلہ انت ولا ابوك فقال سلمان اما انك لو سکتّ لسمعتَ من اٰیات اللہ الکبری ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۲۲۳ ۔

وعن المغیرۃ بن عبد الرحمٰن قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام قال ان متّ قبلی فاخبرنی ماتلقی وان متُّ قبلك اُخبرك قال فمات سلمان فراٰہ عبد اللہ بن سلام فی المنام فقال کیف انت یا ابا عبد اللہ ؟ قال بخیر قال ایّ الاعمال وجدتّ افضل ؟ قال وجدت التوکل شیئا عجیبا وفی روایۃ قال سلمان علیك بالتوکل نعم الشیٔ التوکل ۔

شماخ رضی اللہ عنہ ۔ آیت اوکصیّب من السماء فیہ ظلمٰتٌ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں ۔

ھو معقل بن ضرار رضی اللہ عنہ قالہ ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۳۳ وفی دیوان اخیہ مزرّد منہ اسم الشماخ ھیثم ۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمہ معقل بن ضرار الغطفانی وھو مخضرم ادرك الجاھلیۃ والاسلام ولہ صحبۃ اھ ۔ شماخ رضی اللہ عنہ کا دیوان مطبوع ہے ۔ حُطیئہ شاعر نے اپنی وصیت میں کہا ابلغوا الشماخ انہ اشعر غطفان ۔ اھ

شماخ کے احوال اغانی ساسی ج ۸ ص ۹۷ ۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰ ۔ مؤتلف ص ۱۳۸ ۔ سمط ص ۵۸ و اصابہ ج ۲ ص ۱۵۴ میں بالتفصیل مذکور ہیں ۔

شماخ جاہلی اسلامی ہیں صحابی ہیں ۔ حماسہ ابوتمام میں شماخ کا ذکر موجود ہے ۔ اصابہ میں ہے ھوی الشماخ امرأۃ اسمہا کلبۃ بنت جوال اخت جبل بن جوال الشاعر التغلبی وغاب فتزوجہا اخوہ جزء بن ضرار فلم

یکلمہ الشماخ بعدہ ومانا متهاجرین۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوۂ موقان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنگِ قادسیہ میں شماخؓ شریک تھے۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابوبکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شعبہؒ قاری امام عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے۔ شعبہؒ نے امام عاصمؒ سے بڑے ضبط ومحنت سے پڑھا۔ اور امام عاصمؒ بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مورخین لکھتے ہیں کہ امام عاصمؒ سے ہر روز صرف پانچ آیات با قرات پڑھتے تھے۔ تعلّم من عاصم خمسًا خمسًا کما یتعلّم الصبیّ من المعلّم وذلك فی نحو ثلاثین سنۃ۔ کذا فی سراج القاری۔ وقیل فی ثلاث سنین۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

حکی القاری انہ کان یأتی عاصمًا فی الحرّ والقرّ وربّما خاض ماءَ المطر فبلغ حقوَیہ اواکثر وکان عالمًا عاملاً فاضلاً کاملاً فقیل ختم اربعًا وعشرین الف ختمۃ منہا ما روی انہ قال لولدہ یا بنیّ ایاك ان تعصی اللہ تعالی فی ہذہ الغرفۃ فانی ختمتُ فیہا القرآنَ ثمانیۃَ عشر الف ختمۃ اھ۔

قاری شعبہؒ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس میں علماء کے لیے عبرت ونصیحت کا بڑا سامان ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام وشریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفۂ اوّل ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ کُل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفۂ اوّل ہونے پر اتفاق واجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہؓ کے بارے میں ہے اولئك هم الصّٰدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے۔

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا۔ عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے۔

آپ بہت بڑے عابد وقائم اللیل تھے۔ کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے۔ بس ساری رات عبادت وتلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کا سالِ ولادت ۹۴ھ ہے۔ اور آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

شعبہؒ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثّق وصدق وضبطِ روایت میں اعلیٰ ہیں۔ عن ابن معین کان حفص وابوبکر من أعلم الناس بقراءۃِ عاصم وکان حفص أقرأ من ابی بکر وکان حفص کذّابًا وکان ابوبکر صدوقًا۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص۴۰۱۔

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

ھو ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعیؒ کے مناقب میں بہت سے ائمہ وعلماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلۂ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلّم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الائمۃ من قریش۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر مرفوعاً الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جو دن وفاتِ ابوحنیفہؒ کا ہے وہی دن ولادتِ شافعیؒ کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غزہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عسقلان میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بعمر ۵۴ سال ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ نے شبِ جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد العصر دفنائے گئے۔ اور یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہلِ ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لانّ اللہ تعالیٰ علّم آدم الاسماء کلھا فما کان الا یسیراً فمات الشافعیؒ۔

امام شافعیؒ بچپن میں یتیم ہوگئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جاکر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی مٹکے بھر گئے۔

ابتداء میں امام شافعیؒ شعر و ایام عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالب علم تھے۔ بعدہٗ مسلم بن خالد زنجیؒ مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعیؒ یوں کرتے ہیں کنتُ انظر فی الشعر فارتقیتُ عُقبۃً بمنیٰ فاذا صوت من خلفی علیك بالفقہ۔ پھر مسلم بن خالدؒ وغیرہ علماء مکہ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی اور امام مالکؒ سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالکؒ نے انہیں ایک دن یہ نصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے اتّق اللہ فانہ سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القیٰ علی قلبك نوراً فلا تطفہ بالمعصیۃ۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالکؒ کے پاس آئے۔ پھر

یمن گئے نیز عراق وبغداد گئے اور امام محمدؒ سے علمی مباحثے ومذاکرے کرتے رہے۔
امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسنؒ کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث وفقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ در مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؒ نے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؒ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقاہت میں قوت و وسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب حجت لکھی، پھر ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔
ربیع کا قول ہے کہ آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں مثل کتاب اصول فقہ وکتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا مأخذ بھی کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس ہے۔
امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی میں ہی جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالد مکی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔
ایک حدیث مرفوع ہے انّ عالمًا من قریش یملأ طباق الارض علمًا او کما قال علیہ السلام علماء متقدمین ومتاخرین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعی ہیں۔
امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت ومقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت ومقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔
قال الربیع سمعت الشافعی یقول وددتُ انّ الخلق تعلّموا ھذا العلم علی ان لا یُنسب الیّ منہ حرف ذکرہ الساجی فی اوّل کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احدًا آن یُظھر اللہ الحقّ علی یدیہ۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلٰوۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ما تقرّب الی اللہ تعالیٰ بشئ بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما افلح فی العلم الّا من طلبہ فی القِلّۃ ولقد کنت اَطلبُ القرطاس فیعسر علیّ۔ اور فرماتے تھے من طلبَ علمًا فلیدقِّق لان لا یضیع دقیق العلم۔ اور فرماتے تھے۔ زینۃ العلماء التوفیق وحلیتھم حسنُ الخُلق وجمالھم کرمُ النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃُ العلم الورعُ والحلم۔ وقال لیس العلم ما حُفِظَ العلم ما نفع۔ وقال المراء فی العلم یُقسی القلب ویورث الضغائن۔
آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمع اللہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ماکذبتُ قط ولا حلفتُ باللہ صادقاً ولا کاذباً۔ وما ترکتُ غسل الجمعۃ فی برد ولا سفر ولا غیرہ وما شبعتُ منذ ست عشر سنۃ الّا شبعۃ طرحتہا من ساعتہ۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وھی غنی النفس وکفُّ الاذیٰ وکسب الحلال ولبس التقوی والثقۃ باللہ عزوجل علی کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروت کے چار ارکان ہیں حسن خلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال اقمتُ اربعین سنۃً اسألُ اِخوانی الذین تزوّجوا عن احوالہم فی تزوّجہم فما منہم احد قال انہ رأی خیراً۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخاہ سرّاً فقد نصحہ وزانہ ومن وعظہ علانیۃً فقد فضحہ وشانہ۔

وقال من کان فیہ ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف وأتمر بہ ونہی عن المنکر وانتھی عنہ وحافظ علی حدود اللہ۔ وقال ارجیٰ حدیث للمسلمین حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ دفع الی کل مسلم یہودیّ او نصرانی وقیل یا مسلم ھذا فداؤک من النار۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعاء سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خیمہ کھڑا کر کے اس میں بیٹھ گئے اہلِ مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بُویطیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بنڈل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

امام شافعیؒ کی عظمتِ علمی فقاہت و تقویٰ و تبحر کل ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔

شالخ ۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّھا میں مذکور ہے۔

شالخ حسب قول ابن ہشام مؤرخ ابراہیم علیہ السلام کے جدّ سادس ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے
ابراھیم علیہ السلام بن تارح وھو آزر بن ناحور بن سارو ح بن راعو بن فالغ بالغین وقیل بالخاء ای
فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامك بن متو شلخ بن اخنوخ
واخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون وادریس ھو ابن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن
شیث بن آدم علیہما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شالخ کے معنی ہیں رسول یا
وکیل۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۹ ومابعد ابراھیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فسّر
اکثرھا بالعربیۃ ابن ھشام فی غیرھذا الکتاب وذکر ان فالغ معناہ القسّام وشالخ معناہ الرسول او
الوکیل وذکر ان اسمٰعیل تفسیرہ مطیع اللہ انتہٰی۔

فائدہ مہمّہ۔ مذکورہ سلسلہ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح
نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا صحیح علم عنداللہ ہے۔

عدنان سے آگے تعدادِ آباء واجدادِ نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علم صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں
ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مجہول ہے تو
ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلہ آباء بطریقِ اولیٰ مجہول ہوگا۔

ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلہ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں
یوں بیان کیا ہے:۔

محمدؐ بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّۃ بن
کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن
مُضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت
ابن اسمٰعیل بن ابراھیم بن تارح وھو آزر الخ بقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔

ابن قتیبہ معارف، ص ۵۱ پر لکھتے ہیں واختلف النسّابون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلك فی
کتاب النسب اھ

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ پر عدنان تک سلسلہ نسب
بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:۔

ھذا ھو النسب المجمع علیہ فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ومن ثَمّ لما قال فقھاؤنا

شرط الامام الاعظم ای الخليفة ان يكون قرشياً فان لم يوجد قرشي جامعاً للشروط التی ذکرها فکنانی قال بعضهم وقياس ذلك ان يقال فان لم يوجد كنانی فخزيمي فان لم يوجد خزيمي فمدركی فان لم يوجد مدركی فالياسی فان لم يوجد الياسی فمضری فان لم يوجد مضری فنزاری فان لم يوجد نزاری فمعدی فان لم يوجد معدی فعدنانی فان لم يوجد عدنانی فمن ولد اسمٰعيل لان من فوق عدنان لا يصح فيه شئ ولا يمكن حفظ النسب فيه منه الی اسمٰعيل اھ

عدنان سے اوپر عدد آباء میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس آباء ہیں اور عند البعض تیس آباء اور عند البعض بیس آباء اور عند البعض پندرہ آباء اور عند البعض چار آباء ہیں۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث و آثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آباء کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال بين عدنان واسمٰعيل ثلاثون اباً لا يعرفون وروی عن ابن عباس رضی الله عنهما ايضاً انه كان اذا بلغ عدنان يقول كذب النسابون مرتين او ثلاثاً والاصح عن ابن مسعود مثله وقال عمر بن الخطاب رضی الله عنه انما ننتسب الی عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر فی کتابه الانباه فی معرفة قبائل الرواة روی ابن لهيعة عن ابی الاسود انه سمع عروة بن الزبير يقول ما وجدنا احداً يعرف ما وراء عدنان ولا ما وراء قحطان الا تخرصاً۔

وقال ابو الاسود سمعت ابا بكر بن سليمان بن ابی خيثمة وكان من اعلم قريش باشعارهم وانسابهم يقول ما وجدنا احداً يعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمرو كان قوم من السلف منهم ابن مسعود وعمرو بن ميمون الازدی وهو محمد بن كعب اذا تلوا قوله تعالیٰ والذين من بعدهم لا يعلمهم الا الله قالوا كذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمه الله والمعنی عندنا فی هذا غير ما ذهبوا اليه والمراد ان من ادعی احصاء بنی آدم فانهم لا يعلمهم الا الله الذی خلقهم واما انساب العرب فان اهل العلم بايامها وانسابها قد وعوا وحفظوا جماهيرها وامهات قبائلها واختلفوا فی بعض فروع ذلك۔

قال ابو عمرو الذی عليه ائمة هذا الشان فی نسب عدنان قالوا عدنان بن أدد بن مقوم بن ناحور بن تيرح بن يعرب بن يشجب بن نابت بن اسمٰعيل بن ابراهيم الخليل عليهما الصلاة والسلام قال ابن هشام و يقال عدنان بن أد بن أدد۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فيه فالذی صح عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم

انه إنتسب الی عدنان لم یتجاوزه بل قد روی من طریق ابن عباس انه لما بلغ عدنان قال کذب النسّابون مرتین او ثلاثاً والاصح فی هذا الحدیث انه من قول ابن مسعود وروی عن عمر رضی اللہ عنه انه قال انما ننتسب الی عدنان ومافوق ذلك لاندری ما هو۔

واصح شئ روی فیما بعد عدنان ماذکره الدولابی ابو بشر من طریق موسی بن یعقوب عن عبداللہ بن وهب ابن زمعة الزمعی عن عمته عن ام سلمة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیری بن اعراق الثری قالت ام سلمة فزند هو الهمیسع والیری هو نبت واعراق الثری هو اسمٰعیل علیه السلام لانه ابن ابراهیم وابراهیم لم تأکله النار کما ان النار لا تأکل الثری وقد قال الدارقطنی لانعرف زنداً الا فی هذا الحدیث۔

قال السهیلی وهذا الحدیث عندی لیس بمعارض لما تقدم من قوله کذب النسّابون ولا لقول عمر رضی اللہ عنه لأنه حدیث متأول یحتمل ان یکون قوله ابن الیری بن اعراق الثری کما قال کلکم بنو آدم وآدم من تراب لا یرید ان الهمیسع ومن دونه ابن لاسمٰعیل لصلبه ولابد من هذا التاویل او غیره لان اصحاب الاخبار لا یختلفون فی بُعدِ المدة ما بین عدنان وابراهیم ویستحیل فی العادة ان یکون بینهما اربعة اٰباء او سبعة کما ذکروا بن اسحٰق او عشرة او عشرون فان المدة اطول من ذلك کله اھ۔

وقال السهیلی انما تکلمنا فی رفع هذا النسب علی مذهب من رأی ذلك من العلماء ولم یکرهه کابن اسحٰق والطبری والبخاری والزبیر وغیرهم من العلماء واما مالك رحمه اللہ فقد سُئل عن الرجل یرفع نسبه الی آدم فکره ذلك قیل له فالی اسمٰعیل فانکر ذلك ایضاً وقال ومَن یُخبِرُ به وکره ایضاً ان یرفع فی نسب الانبیاء مثل ان یقال ابراهیم بن فلان بن فلان قال ومَن یُخبِرُ به ذکره المعیطی فی کتابه الکبیر۔

صُہیب رضی اللہ عنه۔ وہ تفسیر ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ میں اور تفسیر زیّن للذین کفروا الحیٰوة الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا میں مذکور ہیں۔

هو صُهیب بن سنان بن مالك رضی اللہ عنه۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سُمّی بذلك لان الروم سبوه صغیراً وکان ابوه وعمه علی الابلة من جهة کسریٰ وکانت منازلهم علی دجلة من جهة الموصل فنشأ صهیبٌ بالروم فصار ألکن ثم اشتراه رجل من کلب فباعه بمکة فاشتراه عبداللہ بن جدعان فاعتقه ویُقال بل هرب من الروم فقدِم مکة فحالف ابن جدعان۔ کذا فی الاصابة۔

آپ کی زبان میں اہلِ مکہ جیسی فصاحت وبلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحنس نامی کو لکنت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں اراك تنتسب عربیًا ولسانك أعجمي وتكنى باسم نبي وتبذر مالك قال اما تبذیری مالی فما انفق الا فی حق واما کنیتی فکنانیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما انتمائی الی العرب فان الروم سبتنی صغیرًا فاخذت لسانهم۔ کذا فی الاصابۃ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وھو ما روی ابو امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السباق اربعۃ انا سابق العرب وصہیب سابق الروم وبلال سابق الحبشۃ و سلمان سابق الفرس۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیب رض روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک رومی نسبت سے معروف رہے پس اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا وصہیب سابق الروم بہر حال صہیب رض خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ و عن صہیب قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ وخرج معہ ابو بکر وکنت قد هممت بالخروج معہ وصدنی فتیان من قریش فجعلت لیلتی تلك اقوم لا اقعد وقالوا قد شغله اللہ عنكم ببطنه ولم اكن شاكیًا فناموا فخرجت فلحقنی منهم ناس فقلت لهم هل لكم ان اعطیكم اواقی من ذهب وحلتین لی بمكۃ و تخلون سبیلی وتوثقون لی ففعلوا فتبعتهم الی مكۃ فقلت لهم احفروا تحت اسكفۃ الباب فان تحتها الاواقی واذهبوا الی فلانۃ بایۃ كذا وكذا فخذوا الحلتین فخرجت حتی قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء قبل ان یتحول منها فلما رانی قال یا ابا یحیی ربح البیع ثلاثًا فقلت یا رسول اللہ ما سبقنی الیك احد وما اخبرك الا جبریل علیہ السلام وفی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذكره فی الغار وقال واصهیباه ولا صهیب لی وحین اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخروج للهجرۃ بعث ابا بكر مرتین او ثلاثًا الی صہیب فوجده یصلی فقال ابو بكر للنبی علیہ السلام وجدته یصلی وكرهت ان اقطع علیه صلاته فقال اصبت۔

صہیب رض سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی میں نبی علیہ السلام کا رفیق و مصاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام کے راستہ میں بلال رض و عمار رض وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی والذین هاجروا من بعد ما فتنوا۔

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یا معشر قریش انی من ارماکم ولا تصلون الیّ حتّی ارمیکم بکل سہم معی ثم اضربکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دللتکم علیہ فرضوا فعاھدھم ودلّھم فرجعوا فاخذ واماله فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الجارود ابو شعیب المقری المشہور بالسوسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ کی کنیت ابو شعیب ہے۔ شہر رقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوسی بضمِ سین نسبت ہے سوس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوس اہواز میں ایک جگہ ہے۔

سوسیؒ بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ ومحدّث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نُمیر ومحمد بن عبید وابن عُیینہ ویحیی بن المبارک یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی وابن عاصم وابو حاتم وغیرہ۔ ابن حجرؒ روایتِ نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقة۔

آپ کی وفات ماہ محرم ۲۶۱ھ میں شہر رقہ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ قاری سوسیؒ امام ابو عمروؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ ابو عمرو کے دوسرے راوی حفص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان اُحصرتم فما استیسر من الھدی کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھی ضباعة بنت الزبیر بن عبد المطلب الھاشمیة۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ نبی علیہ السلام کی چچا زاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

اشتراط فی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابوداؤد ونسائی وترمذی میں موجود ہے۔ نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن ام عطیّة عن اختھا ضباعة انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتفاً ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضّأ۔ کذا فی الاصابة۔

الضحاک ۔ تفسیر آیت وان کنتم علیٰ سفرٍ ولم تجدوا کاتباً فرھانٌ مقبوضۃٌ
ھو الضحّاک بن مزاحم الھلالی ابوالقاسم الخراسانی رحمہ اللہ ۔
آپ مشہور تابعی مفسر و امام ہیں ۔ بلخ و سمرقند و نیسا بور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے ۔
انس و ابن عمر و ابوہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں ۔
آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں ۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں خذوا التفسیر عن اربعۃٍ مجاھدٍ عکرمۃ وسعید بن جبیر والضحاک امام احمدؒ فرماتے ہیں ھو ثقۃ وانکر شعبۃ سماعہ من ابن عباس وقال انما اخذ عن سعید عنہ وقال ابن سعید القطان کان ضعیفاً ۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے ۔ آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے ۔ ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے ۔
آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی ۔ قالہ ابن کثیر فی البدایۃ ۔

طالوت رحمہ اللہ ۔ قرآن مجید میں طالوت مذکور ہیں ۔
طالوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے ۔ آپ کا سلسلہ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام تک پہنچتا ہے ۔ آپ کے زمانے میں نبی شمویل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے ۔ طالوت بہت نیک اور صالح تھے ۔ آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے ۔ وہ تابوت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقیاتِ صالحات میں سے تھا ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ وقال لھم نبیّھم انّ اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیّۃ ممّا ترک اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملٰئکۃ ۔ قیل السکینۃ طست من ذھب کان یغسل فیہ صدور الانبیاء علیھم السلام ۔ یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا ۔
بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا ۔ پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے ہو کر لڑیں ۔ قرآن مجید میں ہے قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الّا تقاتلوا قالوا وما لنا الّا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا وابنائنا ۔ قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے ۔ وقال لھم نبیّھم انّ اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک الآیۃ ۔

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امور سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدان جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امورِ مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو گئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کر کے خود جہاد وغزا پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہو گئے کذا ذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص۶ قال عکرمۃ کان طالوت اوّلاً قبل صیرورتہٖ ملکاً سقّاءً وقال وھب بن منبہ کان دبّاغاً۔

وفی کتاب محاضرۃ الاوائل ص۱۳۲ اوّل من عمل الدبّاغۃ من انواع الادم وکان شہیراً بحرفتھا طالوت الملک لبنی اسرائیل کان دبّاغاً اوّلاً قبل الملک ثم اصطفاہ اللہ تعالیٰ ملکاً فی زمنِ داؤد علیہ السلام اھ معارف لابن قتیبۃ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاووس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیانِ آیت ذٰلک لمن لم یکن اھلہٗ حاضری المسجد الحرام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو طاووس بن کیسان الیمانی الحمیری مولاھم۔ رحمہ اللہ۔ طاوس کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ شہر جَنَد کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبارِ تابعین فضلاء صالحین، محدثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس وابن عمر وجابر وابو ہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ ومجاہد وعمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔

آپ کے تثبت وجلالت وامامت وصلاح وحفظ ووفور علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں ما رأیتُ مثلَ طاووس۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص۲۵۱۔ عبد الرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاووس یصلّی فی غداۃ باردۃ مغیمۃ فمرّ بہ محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف و ایّوب وھو ساجد فی موکبہ فامر بساجٍ وطیلسان مرتفع فطُرح علیہ فلم یرفع رأسہ حتی فرغ من حاجتہ فلما سلّم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضیٰ الی منزلہ۔

عطاء بن ابی رباحؒ ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنھما انی لاظنّ طاووساً من اھل الجنّۃ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳ تا ۲۲ میں آپ کے اقوال واحوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاووسؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ما اجد فی قلبی خشیۃً فادعو لک۔ سفیان ثوریؒ نے ابن طاووسؒ سے پوچھا کہ تمہارے والد طاووس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم لک الحمدُ ھذا من فضلک ونعمتک علینا فلک الحمدُ ربّنا سبحان الذی سخّر لنا ھذا وما کنّا لہ مقرنین۔ اور رعد کی آواز سن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبّحت لہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۴ ص ۵

طاووسؒ بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ماکنتُ اریٰ انّ احداً ینام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لا یتمّ نسکُ الشابّ حتّٰی یتزوّج۔ وعن ابراھیم بن میسرۃ قال قال لی طاووس لتنکحنّ اولأقولنّ ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما یمنعک من النکاح الّا عجزٌ او فجور۔

عمران بن خالد خزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؒ سے کہا یا ابا محمد انّ طاووساً یزعم انّ من صلّی العشاء ثم صلّی بعدھا رکعتین یقرأ فی الاولیٰ تنزیل السجدۃ و فی الثانیۃ تبارک الذی بیدہ الملک کُتب لہ مثل وُقوف لیلۃ القدر۔ فقال عطاء صدق طاووس ما ترکتُھا۔ طاووسؒ اکثر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم احرمنی کثرۃ المال والولد وارزقنی الایمان والعمل۔

طاووسؒ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا اقبرتنی فانظر فی قبری فان لم تجد نی فاحمد اللہ تعالیٰ وان وجدتّنی فانّا للہ وانا الیہ راجعون قال الراوی فاخبرنی بعض وُلدہ انہ نظر فلم یجد شیئاً ورأی فی وجھہ السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبداللہ بن صالح مکیؒ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو طاووس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا ابا عبد الرحمٰن ادعُ اللہ لی فقال اُدعُ لنفسک فانہ یجیب المضطر اذا دعاہ۔ طاووس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا تُرید أن أجمع لک فی مجلسی ھذا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان۔ قال نعم۔ قال خفِ اللہ تعالیٰ مخافۃً لا یکون عندک شئ اخوف منہ وارجُہ رجاءً ھو اشدّ من خوفک ایاہ واَحِبّ للناس ما تُحبّ لنفسک۔ سفیان ثوریؒ طاووسؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعاً فکانوا یستحبّون ان یُطعم عنھم تلک الایام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یا بُنیّ صاحِبِ العقلاءَ تُنسب الیھم وان لم تکن منھم ولا تُصاحِب الجُھّال فتُنسب الیھم وان لم تکن منھم واعلم انّ لکل شئ غایۃً وغایۃ المرء حسنُ خلقِہ۔

طاووسؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفر حج میں ہوئی۔ وفات کے وقت لوگوں کے ازدحام سے نظام درہم برہم ہوگیا اور انتظام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب حلیہ میں ہے تُوفّی طاووس بالمزدلفۃ او بمنیٰ فلما حُمل اخذ عبد اللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بقائمۃ السریر فما زایل حتی

بلغَ القبر واضعاً السریر علی کاھله قال الراوی فلقد رأیتُ سقطت قلنسوۃ کانت علیه ومُزِّق رداؤہ من خلفه
تاریخ وفات ۷، ذوالحجہ ۱۶۰ھ ہے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التھذیب للنووی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃً لایمانکم ان تبرّوا وتتّقوا و تُصلِحوا الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن رواحۃ بن ثعلبۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو رواحہ یا ابو عمرو ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ بے اولاد تھے۔ سابقین اوّلین انصار اور نقباء لیلۃ العقبہ میں سے ہیں۔ بدری ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگِ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو دینے والے آپ ہی ہیں۔ روی احمد ان النبی علیه السلام قال رحم اللہ عبد اللہ بن رواحۃ انه یحبّ المجالس التی تتباھی بھا الملائکۃُ۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا اِجلِسُوا۔ فجلس مکانه خارجاً من المسجد فلمّا فرغ قال له زادك اللہ حرصاً علی طواعیۃِ اللہ وطواعیۃ رسوله آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے بہ عافیت واپس آنے کی دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے ؎

لٰکنّنی اسألُ الرحمٰنَ مغفرۃً　　وضربۃً ذاتَ فرغٍ تقذفُ الزبدا

اوطعنۃً بیدی حرّانَ مجھزۃً　　بحربۃٍ تنفذ الاحشاءَ والکبدا

حتی یقولوا اذا مرّوا علی جدثی　　یا ارشدَ اللہُ من غازٍ وقد رشدا

جنگِ موتہ میں آپ زید و جعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیرِ لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اُترے تو آپ کے ابنِ عم نے گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شُدّ بھذا ظھرك فانك قد لقیتَ فی ایّامِك ھذہ ما لقیت فاخذہ من یدہ فانتھش منه نھشۃً ثم سمع الحطمۃَ فی الناس فقال وانتَ فی الدنیا فالقاہ من یدہ ثم اخذ بسیفه فتقدّم فقاتل حتی قُتِل۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے انه مشی لیلۃً الی اَمَۃٍ له فنالھا وفطنت له امرأته فلامته فجحدھا وکانت قد رأت جماعه لھا فقالت له ان کنت صادقاً فاقرأ

القرآن فالجنب لا يقرأ القرآن فقال عبد الله ۔

شهدت بأنّ وعد الله حقٌ ۔ وانّ النار مثوی الکافرینا
وانّ العرش فوق الماء حقٌ ۔ وفوق العرش ربّ العالمینا
وتحمله ملائکة غلاظٌ ۔ ملائکة الاله مسوّمینا

فقالت امرأته صدق الله وکذبت عینی وکانت لا تحفظ القرآن ولا تقرؤه ۔

عمرو بن قرّہ رضی اللہ عنہ ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں ۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعۂ معاش گانا طبل ودف بجانا تھا ۔ اصابہ میں ہے اخرج حدیثه عبد الرزاق فی مصنّفه من روایة مکحول قال حدّثنا یزید بن عبد ربّه عن صفوان بن امیة قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاءه عمرو بن قرّة فقال یا رسول الله انّ الله قد کتب علیّ الشقوة وما ارانی أُرزق الا من دفّی بکفّی فائذن لی بالغناء من غیر فاحشة فقال لا آذن لك ولا کرامة ولا نعمة ابتغ علی نفسك وعیالك حلالاً فانّ ذلك جهادٌ فی سبیل الله واعلم ان عون الله تعالیٰ مع صالحی التجار ۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ۔

عائشہ رضی اللہ عنہا ۔ آیت ولا تجعلوا الله عرضة لایمانکم ان تبرّوا الخ و کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترك خیراً الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں ۔ ھی عائشة ام المؤمنین بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم را یا بفتح را ۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی ۔ قاله الواقدی ۔ حضرت عائشہؓ نے بچپن میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے ۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھ سال تھی یا سات سال کما قیل ۔ اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگِ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی ۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی ۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اوّل یہ جس کا بیان ابھی ہوا ۔

دوم یہ کہ آپ اُن صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیث کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھ ہیں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں ۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں بخاری ومسلم کے مابین اور ۵۴ پر بخاری اور ۶۸ پر امام مسلم منفرد ہیں ۔

سوم ۔ آپ کی وسعت علمی صحابہ میں مسلّم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے ۔

چہارم ۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ مبارک آپ کی گود میں تھا ۔
پنجم اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا ۔
ششم ۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپؐ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا ۔
ہفتم ۔ آپ کی برات کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی ۔
ہشتم ۔ آپ حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔
نہم ۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں ۔
دہم ۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اس اثنا میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جوازِ تیمم کے بارے میں آیتیں نازل فرمائیں تو تیمم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امتِ محمدیہ کے لیے ۔
یازدہم ۔ شریعتِ محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقلّ مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ نو سال کی عمر میں بالغہ ہوئی تھیں ۔
دوازدہم ۔ حنفی مذہب میں اکثر مدتِ حمل دو سال ہے ۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ ہرگز نہیں رہ سکتا ۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۵۷ھ میں ہوئی وقیل سنۃ ثمانی وخمسین ۔ نماز جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں ۔
عباس رضی اللہ عنہ ۔ آپ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین سال زیادہ تھی ۔ آپ کی والدہ کا نام نُتَیلہ ہے ۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا غلاف چڑھایا ۔ کیونکہ بچپن میں عباسؓ گم ہوگئے تھے تو ماں نے یہ نذر مانی تھی ۔ عباسؓ قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل شمار ہوتے تھے ۔

عمارتِ مسجدِ حرم اور سقایتِ آبِ زمزم آپ کے سپرد تھی ۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ آپ بادلِ ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہوگئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی ۔ بعد میں آپ مسلمان ہوئے ۔
بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے ۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جاسکتی تھیں۔ ذکر الحازمی فی کتاب المؤتلف عن الضحاک قال کان عباس رضی اللہ عنہ یقف علی سلع فینادی غلمانہ فی آخر اللیل وھم فی الغابۃ فیسمعھم قال وبین السلع والغابۃ ثمانیۃ امیال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں اور بقول بعض ۳۴ھ ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقٰی بالعباس فقال اناکنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک الیوم بعم نبینا فاسقنا فیسقون۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذًی کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن الحارث القرشی رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبدعمرو یا عبدالکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ کئی اوصاف و احوال میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔

ثانیاً، آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنھوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔

ثالثاً۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً۔ آپ ان چھے اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنادیا۔

خامساً۔ آپ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدر واُحد وغیرہ میں آپ شریک رہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً۔ آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً۔ فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اٰنّ عبدالرحمٰن بن عوف امین فی السماء امینٌ فی الارض

امام زہری کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار درہم دیے پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔
تاسعًا۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولتمند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔
وفی الترمذی اوصی لامّھات المؤمنین بحدیقۃٍ بیعت باربع مائۃ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہلِ بدر میں سے ۱۰۰ صحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیم وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانونِ وراثت کے پیشِ نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر اکتفا کیا۔
عاشرًا۔ حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فقرائے مہاجرین سے ۵۰۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونك عن الشھر الحرام قتال فیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبدالمطلب ہے۔ ابنِ جحش قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت جحش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الہجرۃ ایک سریہ یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اوّل امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اوّل غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان من دعائہ یوم احد ان یقاتِل ویُستشھد ویُقطع انفُہ واُذنُہ ویُمثّل بہ فی اللہ تعالیٰ۔ فاستجاب اللہ دعائہ واستُشھد وعمل الکفارُ بہ ذلك۔ وکان یقال لہ المجدّع فی اللہ تعالیٰ بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علیؓ رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو علیؓ بن ابی طالب عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ کما ھو المشھور۔ علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلّی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرھا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن و ابوتراب تھی۔ آپ عشرۂ مبشرہ اور خلفائے اربعۂ راشدین و علمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے شجاع و زاہدؒ احد السابقین الی الاسلام تھے۔

اوّلِ مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہؓ ہیں اور عند البعض ابوبکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابوبکر پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اوّل مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اوّل میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اوّل مسلم رجالِ احرار میں ابوبکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۱۵ سال تھی۔ ابوالاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تاکہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام مغازی میں شریک تھے۔ غزوۂ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلّم و مشہور ہے اسی طرح آپ کا بحر علم ہونا بھی مسلّم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیثِ مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولادِ نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ امرنی بحُبّ اربعۃ واخبرنی انہ یحبّھم قیل یارسول اللہ سمّھم لنا قال علیٌّ منھم یقول ذلک ثلثا وابوذر والمقداد وسلمان رضی اللہ عنھم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۷ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہر کوفہ میں وفات پا گئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر متکرر ہے ھو ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حَنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ۱۳ سال مؤخر ہے۔ اشرافِ قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپ کے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے بارے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال اسلم عمر بعد اربعین رجلاً وعشرة نسوة فما هو الا ان اسلم فظهر الاسلام بمكة اه۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت وقوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تاآنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت وخلافت وامامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی الله عنه قال كان اسلام عمر فتحا وكانت هجرته نصرا وكانت امامته رحمة ولقد رأيتنا وما نستطيع ان نصلى فى البيت حتى اسلم عمر فلما اسلم قاتلهم حتى تركونا فصلينا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔

حدیث مرفوع ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسنادہ یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشة رضی الله عنها قالت كان بيني وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم كلام فقال بمن ترضين ان يكون بيني وبينك؟ اترضين بابى عبيدة بن الجراح؟ قلت ذاك رجل لين يقضى لك علىّ قال اترضين بعمر بن الخطاب؟ قلت لا انى لأفرق من عمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والشيطان يفرق منه فقال اترضين بابى بكر؟ قلت نعم فبعث اليه فجاء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقض بيني وبين هذه قال انا يا رسول الله؟ قال نعم فتكلم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت له اقصد يا رسول الله قالت فرفع ابو بكر يده فلطم وجهى لطمة بدر منها انفى ومنخراى دما وقال لا أم لك فمن يقصد اذا لم يقصد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلى الله عليه وسلم ما اردنا هذا وقام فغسل الدم عن وجهى ثوبى بيده۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۱ ص ۲۴ قال عليه السلام ان الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه وهو الفاروق فرق الله به بين الحق والباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین کہا گیا۔

آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مروی احادیث ۵۳۹ ہیں۔ ۲۶ متفق علیہ ہیں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حين توفى عمر ذهب بتسعة اعشار العلم۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جاکر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ او

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آکے میرا راستہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا آپ کا زہد و تقویٰ مشہور ہے۔ فعن طلحة بن عبد الله كان عمر أزهدنا فی الدنیا۔ وعن انس قال رأیتُ فی قمیص عمر اربع رقاع بین کتفیه وعن غیرہ ان قمیص عمر کان فیه اربع عشرة رقعة إحداها من ادم۔ عموماً آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اللّٰھم أعز الاسلام باحب هذین الرجلین الیك بابی جهل او بعمر بن الخطاب وکان احبهما الیه عمر۔ رواه الترمذی۔ وعن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔ رواه الترمذی۔

وعن عمر رضی الله عنه قال استأذنتُ النبیّ صلی الله علیه وسلم فی العمرة فاذن لی وقال لا تنسانا یا اخی من دعائك فقال کلمةً ما یسرنی ان لی بها الدنیا وفی روایة قال أشرکنا یا اخی فی دعائك رواه ابو داؤد والترمذی۔ آپ شہادت کے طالب رہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابو لؤلؤ فیروز نے جو مغیرۃ بن شعبہ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھ ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابو لؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخابِ خلیفہ کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمٰن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرہ مبشرہ میں سے یہی چھ اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پا گئے اور بروز اتوار یکم محرم ۲۴ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدتِ خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقبِ امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اولیّت کا شرف عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنھیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سریّہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علماء محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اولیتِ لقبِ امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفی السیرة الحلبیة ج ۳ ص۱۵۴ عند بعث عبد الله بن جحش علی سریّة قبل بدر بشهرین او ثلاثة قال فیها فبعث علیهم عبد الله بن جحش وسماه رسول الله صلی الله علیه وسلم امیر المؤمنین فهو اول من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین

ثم بعدہ عمر رضی اللہ عنہ ولا یناف ذلك قول بعضهم اوّل من تسمّی فی الاسلام با میر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ لانّ المراد اوّل من تسمّی بذلك من الخلفاء او انّ هذا امیر جمیع المؤمنین وذاك امیر من معہ من المؤمنین خاصّۃً فقد جاء انّ عمرؓ کان یکتب اوّلًا من خلیفۃ ابی بکر فاتفق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الی عامل العراق اَن یَبعث الیہ برجلین جلدین یسألہما عن اهل العراق فبعث الیہ بعبد بن ربیعۃ و عدی بن حاتم فقدِما المدینۃ ودخلا المسجد فوجدا عمرو بن العاصؓ فقالا استأذِن لنا علی امیر المؤمنین فقال عمرو انتما واللہ اَصبتُما اسمہ فدخل علیہ عمرو وقال السلام علیك یا امیر المؤمنین فقال ما بدا لك فی هذا الاسم فأخبرہ الخبر وقال انتَ الامیر ونحن المؤمنون فاوّلُ من سمّاہ بذلك عبد بن ربیعۃ وعدیّ ابن حاتم وقیل اوّل من سماہ بذلك المغیرۃ بن شعبۃؓ وحینئذٍ صار یکتب من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین اھ

عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ یسئلونك عن الخمر والمیسر کے بیان میں مذکور ہیں۔ عتبان ابن مالکؓ صحابی ہیں۔ انصار میں قبیلہ خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق نے آپکو شرکاء جنگِ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے۔ صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذافی الاصابہ۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ۔ آیت ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ هو عمرو بن الجموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ جَموح بفتح جیم ہے۔ بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ ساداتِ انصار میں سے ہیں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام والدِ جابرؓ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد رأیتہ فی الجنۃ۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمرو بن الجموح آخر الانصار اسلامًا۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ سلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جدّ بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت بخیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناراضگی ہاتھ لمبا کرتے ہوئے فرمایا واَیّ داءٍ ادوأ من البخل بل سیّدکم عمرو بن الجموح۔ وفی روایۃ بل سیدکم الابیض الجعد عمرو بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا ؎

وقال رسولُ اللہ والقول قولُہ	لمن قال منّا من تُسمُّون سیّدًا
فقالوا الجدّ بن قیس علی التی	نبخّلہ منها وان کان اسودا

فسوّد عمرو بن الجموح لجوده　　وحقّ لعمرو بالندیٰ ان یسوّدا

آپ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃ اتی عمرو بن الجموح الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یارسول اللہ ارایت ان قاتلت حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برجلی ھذہ فی الجنۃ قال نعم وکانت عرجاء فقُتل یوم احد ھو وابن اخیہ فمرّ النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراک تمشی برجلک ھذہ صحیحۃ فی الجنۃ۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو ومعاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جموحؓ کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لاتے اسے دھو کر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمروؓ نے اپنی تلوار بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت وقدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر۔ لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتّے کو اس بت کے گلے میں باندھ کر لٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمروؓ نے اپنے بت کی یہ دُرگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھُل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بت خدا ہوتا تو ایسا ذلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

تاللہ لو کنت الٰھاً لم تکن　　انت وکلبٌ وسط بئرٍ فی قرن

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا ننفق من اموالنا واین نضعھا تو یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو

عمّار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ھو عمار بن یاسر بن عامر بن مالک الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپکے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمارؓ وصہیبؓ ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اوّل من اظہر اسلامہ ابوبکر وبلال وخباب وصہیب وعمار وامّہ سمیّۃ رضی اللہ عنہم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر مشرکین مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمار متعدد اوصاف و

خصائص میں ممتاز ہیں۔

اولاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیاً۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالت عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبرًا آل یاسر فانّ موعدکم الجنّۃ۔

ثالثاً۔ آپ کی والدہ سمیہ رضؓ کو ابوجہل نے قتل کیا فھی اوّل شھیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الاصل ہیں لیکن والدہ سمیہ رضؓ ابوحذیفہ رضؓ کی باندی تھیں جن سے یاسر رضؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابوحذیفہ رضؓ نے عمار رضؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعاً۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائذنوا لہ مرحبًا بالطیّب المطیّب۔ وعن علیؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمارًا مُلِئَ ایمانًا الی مشاشہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عمارًا دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی ما بین اخمص قدمیہ الی شحمۃ اذنہ ایمانًا وفی روایۃ ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۳۔

خامساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولید رضؓ اور عمار رضؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالد رضؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمار رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادیٰ عمارًا عاداہ اللہ ومن ابغض عمارًا ابغضہ اللہ وفی روایۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادساً۔ عن عائشۃ رضؓ مرفوعًا ماخُیّر عمار بین امرین الا اختار اَیسرھما۔ رواہ الترمذی۔

سابعاً۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی مخاصمت ونزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر وواجب التعظیم صحابی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا وحکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوالِ ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت وتصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہ رضؓ کی فوج نے عمار رضؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوع ہے

ان عماراً تقتله الفئة الباغیة ۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویح عمار تقتله الفئة الباغیة ۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا ۔ چنانچہ دوران جنگِ صفّین میدانِ حرب میں عمارؓ کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہو جائے تو عمارؓ خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہوگئے ۔ کتب سیرت میں ہے ان عمار المابرز للقتال قال اللّٰھم لو اعلم رضاك عنی ان اوقد ناراً فارمی نفسی فیها لفعلتُ او اُغرق نفسی لفعلتُ وانی لا اُرید قتال ھٰؤلاء الّا لوجهك الكريم وانا ارجوان لا تُخیّبنی وجعلت ید عمار ترتعش علی الحربة لانّ عمره یومئذ كان ثلاثا وسبعین سنة وقد كان جئ بلبن فضحك فقیل له ما یُضحِكك قال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لی اٰخر شرابٍ تشربه حین تموت لبن وفی روایة اٰخر زادك من الدنیا مذیق من اللبن ثم نادی عمار (ای من شدة سرور الموت) الیوم زُخرفت الجنانُ وزُیّنت الحورُ الحسانُ الیوم نلقی الاحبّة محمداً وحزبه وعن ابی العالیة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول قاتل عمار فی النار ۔

ولما قُتل عمارُ جرّد خزیمة بن ثابت رضی الله عنه سیفه وقاتل مع علی ای صار رفیقه فی الحرب كان خزیمة قبل ذلك اعتزل عن الفریقین وقال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول تقتل عماراً الفئة الباغیة وكان ذوالكلاع رضی الله عنه مع معاویة وقال له یوماً ولعمرو بن العاص كیف نقاتل علیاً وعمار بن یاسر فقالا له ان عماراً یعود الینا ویقتل معنا فقتل ذوالكلاع رضی الله عنه قبل قتل عمار ولما قُتل عمار قال معاویة لو كان ذوالكلاع حیاً مال بنصف الناس الی علیؓ لانّ ذا الكلاع كان ذووه عشرة الاف اهل بیت ۔ ولما قُتل عمارؓ ندم ابن عمرؓ علی عدم نصرة علیؓ والمقاتلة معه وقال عند موته ما اسفی علی شئ ما اسفی علی ترك قتال الباغیة

ولما قتل عمار دخل عمرو بن العاص علی معاویة فزعاً وقال قُتِل عمار وسمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول تقتل عماراً الفئة الباغیة فقال له معاویة دحضت ای زلفت فی بولك انحن قتلناه انما قتله من اخرجه وفی روایة انما قتله علیؓ واصحابه جاؤا به حتی القوه بیننا وذكر ان علیاً رضی الله عنه لما احتج علی معاویة رضی الله عنه بهذا الحدیث ولم یسع معاویة انكاره قال انما قتل من اخرجه من داره یعنی بذلك علیاً فقال علی رضی الله عنه فرسول الله صلی الله علیه وسلم اذن قتل حمزة حین اخرجه كذا فی كتب السیرة ۔

قال فی السیرة الحلبیة ج ۲ ص ۲ فی حدیث ویح عمار تقتله الفئة الباغیة یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار ۔ الی الجنة ای الی سببها وهو اتباع الامام الحق لانّه كان یدعوا الی اتباع علیؓ وطاعته وهو الامام الواجب طاعته ۔ وقوله الی النار ای الی سببها وهو عدم اتباع علیؓ وطاعته واتباع معاویة وطاعته وفیه

ان تلك الفئة التی کان فیھا قاتل۔ کان فیھا جمع من الصحابة وھم معذورون بالتأویل الذی ظھر لھم وقال بعضھم وفئة معاویة وان کانت باغیة لکنه بغی لا فسق فیه لانه انما صدر عن تأویل یعذر به اصحابه انتھی۔

ثامنًا۔ وعن حذیفة مرفوعًا، اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار۔ اخرجه الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں بماہِ ربیع الاول ۳۷ھ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ وقیل عمرہ ۷۳ سنة۔

تاسعًا۔ آپ نے سب سے اوّل اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنی مسجدًا للہ تعالیٰ فی الاسلام بنی مسجد قبا۔ جنگِ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاخر آیت قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو علقمة بن عُلاثة بن عوف بن الاحوص العامری رضی اللہ عنہ۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور مکارم اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالاتِ مناقبِ حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حَکَم وثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حَکَم بننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سُنایا لقد تحاکمتما الیّ وانتما کرکبتی البعیر تقعان معًا وکلاکما سیّد کریم ولم یُفضّل احدھما۔ اعشی ولبید عامر کے طرفدار تھے اور حطیئہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر ملکِ شام چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابو عبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہو کر مرتد ہوئے اور ملکِ شام چلے گئے۔ شاہِ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انت ابن عم عامر بن الطفیل فغضب علقمة وقال لا ارانی اُعرف الا بعامر فرجع واسلم۔

علقمہ تابعیؒ، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم کے تحت مذکور ہیں۔ ھو ابو شبل علقمة بن قیس بن عبد اللہ بن مالک النخعی الکوفی رحمه اللہ۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عم ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم نخعی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر و عثمان و علی و ابن مسعود

وسلمان فارسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی وابن سیرین وشعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراهيم النخعي كان علقمة يشبه بابن مسعود وقال ابو اسحٰق السبيعي كان علقمة من الربانيين وقال ابو سعد السلماني كان علقمة اكبر اصحاب ابن مسعود واشبههم هديا ودلا لة۔ وفات ۶۲ھ وعند البعض ۷۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذکر باسناده عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلتُ لأبي لأي شيءٍ كنتَ تأتي علقمةَ وتدَعُ اصحابَ النبيّ صلى الله عليه وسلم قال رأيتُ اصحابَ النبي صلى الله عليه وسلم يسألون علقمة ويستفتونه۔ وعن عبد الرحمٰن بن عبد الرحمٰن بن يزيد قال قال ابن مسعود رضي الله عنه ما اقرأ شيئاً ولا اعلم شيئاً الّا علقمة يقرؤه ويعلمه قيل يا ابا عبد الرحمٰن والله ما علقمة بأقرئنا قال بلى إنه والله لأقرؤكم۔ وكان علقمة بن قيس يقول كنتُ رجلاً قد اعطاني الله حسنَ الصوتِ بالقرآن وكان عبد الله بن مسعود يرسل اليّ فاقرأ عليه القرآن قال فكنتُ اذا فرغتُ من قراءتي قال زدنا من هذا وعن ابراهيم انّ علقمة قرأ على ابن مسعود وكان حسن الصوت فقال له رجل رتّل فداك ابي وامّي فانه زينُ القرآنِ۔ كذا في الحلية ج ۲ ص ۹۹۔ وكان علقمة يختِمُ القرآنَ كل خميسٍ وعن المسيب بن رافع قال كانوا يدخلون على علقمة وهو يفرع غنمه ويحلب ويعلف وعن ابن يزيد قال قيل لعلقمة الا تدخل المسجد فيجتمع اليك ونسئل فنجلس معك فانه يُسئل من هو دونك ؟ قال اني اكرهُ ان يُوطأ عقبي فيقال هذا علقمة ولما مات علقمة لم يترك الّا داره وبرذوناً ومصحفاً واوصى به لمولىً له كان يقوم عليه في مرضه۔ وكان علقمة يتزوّج الى اهل بيتٍ دون اهل بيته يريد بذلك التواضع وعن ابراهيم عن علقمة انه قال لامرأته في مرضه تزيّني واقعدي عند رأسي لعلّ الله يرزقُك بعض عُوّادي وعن عابسٍ قال قال علقمة احياءُ العلم المذاكرة وعن ابراهيم عن علقمة قال تذاكروا الحديث فان حياته ذكره وعن علي بن مدرك قال قال علقمة للاسود إن أنا متُّ فلقّني لا اله الّا الله فاذا انا متُّ فلا تنعَني لاحدٍ فاني اخافُ ان يكون نعياً كنعي الجاهلية فاذا خرجتم بجنازتي من الدار فاغلقوا الباب حين يخرج آخر الرجال وعلى اوّل النساء فانه لا أرب لي فيهنّ وكان علقمة يقول في قوة حفظه ما حفظتُ وانا شابٌّ كأني انظر اليه في ورقة اوقرطاس وروى علقمة عن ابن مسعود رضـ مرفوعاً انّ الله يحب ان تقبل رخصه كما يحب ان تؤتى عزائمه وايضاً روى عنه مرفوعاً الخلق كلهم عيال الله واحبّكم الى الله من احسن الى عياله۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منّاً ولا اذیً کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام وصاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذو النورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ قال النووی ولا یعرف احدٌ تزوّج بنتی نبیٍّ غیرہ۔ اوّلاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوۂ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ٢ھ میں وفات پاگئیں۔ اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنتِ نبی علیہ السلام سے عقدِ نکاح ہوا۔ ام کلثوم کا ٩ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ١٤٦ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ١٩ ذوالحجہ ٣٥ھ کو شہید ہوئے۔ کل عمر ٩٠ سال تھی۔ اور عند البعض ٨٨ سال تھی۔ محرم کی ابتداء ٢٤ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ١٢ سال ہے۔ بقیع میں مدفون ہیں آپکے چند خصوصی احوال ومناقب یہ ہیں۔

اوّلاً۔ ذو النورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ وتلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ یہ شرف اولادِ آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ ففی البخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحداً ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن فلیس علیک الا نبیّ وصدّیق وشھیدین۔

رابعاً۔ جیشِ عسرۃ یعنی جنگِ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپنے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمٰن بن حباب فانا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ رواہ الترمذی۔ وفی روایۃ قال ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیشِ عسرۃ کے لیے ٩٥٠ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعتِ رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دستِ مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمانؓ اہلِ مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدے یدیہ علی الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیراً من ایدیھم لانفسھم رواہ الترمذی۔

سادساً۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عثمان انہ لعل اللہ یقمصک قمیصاً فان ارادوک علی خلعہ فلا تخلعہ حتی یخلعوہ رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃً فقال یقتل فیھا ھذا مظلوماً لعثمان۔ رواہ الترمذی۔

سابعاً۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالٰی کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور رحم دل تھے۔

ثامناً۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔

تاسعاً۔ عن طلحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیقٌ ورفیقی فی الجنۃ عثمان رواہ الترمذی۔

عاشراً۔ بہت زیادہ حیادار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکۃ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنھا فی الحدیث الطویل ان النبی علیہ السلام جمع ثیابہ حین دخل عثمان وقال الا استحیی من رجلٍ تستحیی منہ الملائکۃُ۔

عبدان الحضرمی۔ وہ تفسیر ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔ شارح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے عبدان بالباء الموحدہ سمجھتے ہوئے بروزن عطشان لکھا ہے۔ قال الشیخ المحقق الشھاب الخفاجی فی شرح ھذا التفسیر ج ۲ ص ۲۸۳ وعبدان بوزن عطشان علم اھ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعۃ زمین میں امرؤ القیس کا خصم ربیعۃ بن عیدان تھا نہ کہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان بن ربیعہ کما ذکرہ البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق و مرثد کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

قاری **عثمان** بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالٰی۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھا ہے وکان یقول لہ نافع ھاتِ یا ورشان اقرأ یا ورشان۔ قیل لقبہ بہ لشدۃ بیاض

آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن با قراءۃ پڑھتے رہے تاآں کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافع کی قراءت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۱۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قراءت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجراء قراءت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنھما الھاشمی المدنی۔ عکرمہؒ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین۔ مفسر کبیر۔ فقیہ۔ متقی۔ ورع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس و ابو قتادہ و ابن عمر و ابن عمرو و ابوہریرہ و معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی۔ نخعی۔ ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معین عکرمۃ ثقۃ قال واذا رأیت من یتکلم فی عکرمۃ فاتھمہ علی الاسلام وقال ابو حاتم ھو ثقۃ وانما انکر علیہ مالك ویحیی بن سعید لرأیہ وقال محمد ابن سعد کان کثیر العلم بحرًا من البحور ولیس یحتج بحدیثہ ویتکلم الناس فیہ قال البیھقی روی لہ البخاری دون مسلم۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء واللغات۔ ج ا ص ۲۴۱ عکرمہؒ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کان ابن عباس یجعل فی رجلی الکبل ویعلمنی القرآن والسنن۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندی خمسۃ لا یجتمع عندی مثلھم ابدًا عطاءؒ و طاوسؒ و مجاھدؒ و سعید بن جبیرؒ و عکرمۃؒ فاقبل مجاھد و سعید یلقیان علی عکرمۃ التفسیر فلم یسألاہ عن آیۃ الا فسرھا لھما فلما نفد ما عندھما جعل عکرمۃ یقول انزلت آیۃ کذا فی کذا و انزلت آیۃ کذا فی کذا قال ثم دخلوا الحمام لیلاً۔ جابر بن زید کہتے تھے ھذا عکرمۃ مولی ابن عباس ھذا اعلم الناس۔

وعن الشعبیؒ انہ کان یقول ما بقی احدٌ اعلم بکتاب اللہ تعالی من عکرمۃ وقال قتادۃ اعلمھم بالتفسیر عکرمۃ۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علینا عکرمۃ فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق ظھر بیت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طاوس کے پاس حیرہ میں تشریف لائے فحملہ طاوس علی نجیب ثمنہ ستین دینارًا وقال الا نشتری علم ھذا العالم بستین دینارًا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تاکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا ازدحام کچھ کم ہو جائے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذ والتفسیر عن اربع عن سعید بن جبیر و مجاھد و عکرمۃ والضحاك وفی روایۃ عطاء بدل

الضحاك كذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۲۹۔ وفیھا عن عبد العزیز بن ابی رواد قال قلت لعکرمۃ بنیسابور الرجل یدخل الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ اسم اللہ قال یجعل فصّہ فی باطن کفہ ثم یقبض علیہ وعن سعید بن مسروق عن عکرمۃ قال کانت الخیلُ التی شغلت سلیمان بن داؤد علیھما السلام عشرین الفاً فعقرھا۔

وعن ابی یزید المدنی ان عکرمۃ حدثھم قال لما زوّج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنھا کان ما جھزھا بہ سریرًا مشروطًا ووسادۃ من ادم حشوھا لیفٌ وثورًا من اقط قال فجاؤا ببطحاء فنثروھا فی البیت۔ وعن عکرمۃ قال قال لقمان لابنہ قد ذقتُ المرارۃ فلیس شئ امرّ من الفقر وحملتُ الحمل الثقیل فلیس شئ اثقل من جار السوء ولو ان الکلام من فضۃ لکان الصمتُ من ذھب۔ وکان یقول من قرأ یٰس والقراٰن الحکیم لم یزل ذلک الیوم فی سرورٍ حتی یمسی ویقول لکل شئ اساس واساس الاسلام الخلق الحسن۔ عکرمہؒ اور شاعر کثیرؒ عزۃ کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی فاخرجت جنازتھما فقال الناس مات افقہُ الناس واشعرُ الناس۔ عکرمہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوئی۔

عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عطاء بن ابی رباح المکی القرشی مولی ابن خثیم الفھری۔ ابو رباح کا نام اسلم تھا۔ عطاء تابعین کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمر وابن عمرو وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنھم سے سماع کیا۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما۔ حضرت عطاء امام تفسیر۔ محدث۔ فقیہ۔ عابد۔ کثیر العبادۃ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنھما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کر دیے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۱۱۔

ابن عباس رضی اللہ عنھما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذکرھم فی زمان بنی امیۃ یأمرون فی الحاج صائحاً یصیح لا یفتی الناس الا عطاء بن ابی رباح۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۳۳۴۔ سلمۃ بن کہیلؒ فرماتے ہیں ما رأیتُ احدًا یطلبُ بعلمہ ما عند اللہ تعالیٰ الا ثلاثۃً عطاء وطاووسًا ومجاھدًا۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ مات عطاءٌ وھو ارضی اھل الارض۔ حلیہ میں ہے کان عطاءٌ یُطیل الصمت فاذا تکلّم یُخیّل الینا انہ یؤیَّد۔ وکان عطاءٌ یقول من جلس مجلس ذکر کفر اللہ عنہ بذلک المجلس عشرۃ مجالس من مجالس الباطل وان کان فی سبیل اللہ کفر اللہ بذلک المجلس سبعمائۃ مجلس من مجالس الباطل قال ابو ھزان الراوی عنہ قلتُ لعطاء ما مجلس الذکر؟ قال مجلس الحلال والحرام وکیف تُصلّی وکیف تصومُ وکیف تنکح وکیف تُطلّق وتبیع وتشتری۔

وکان یقول ماقال عبدٌ قط یارب یارب یاربّ ثلاث مرات الا نظر الله الیه قال الراوی عن فذکرتُ ذلك للحسنؒ فقال اما تقرؤن القرآن ؟ ربّنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربّنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفّر عنّا سیّاٰتنا وتوفّنا مع الابرار ربّنا و اٰتنا ما وعدتّنا علیٰ رسلك ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انك لا تخلف المیعاد فاستجاب لهم ربهم ۔ ابن جریجؒ عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں النظر الی العابد عبادۃ ۔ عمر بن الوردؒ نقل کرتے ہیں قال لی عطاء ان استطعت ان تخلو بنفسك عشیّۃ عرفۃ فافعل ۔ عطاءؒ سے کسی نے پوچھا ما افضلُ ما اُعطی العباد ؟ قال العقلُ عن الله عزوجل وهو المعرفۃ بالدین ۔ وکان یقول اذا انتاهقت الحُمُر من اللیل فقولوا بسم الله الرحمٰن الرحیم اعوذ بالله من الشیطان الرجیم ۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاءؒ سے ملا فقال لی من این انت قلتُ من اهل الکوفۃ قال انت من اهل القریۃ الذین فرّقوا دینهم وکانوا شیعاً ؟ قلتُ نعم قال فمن ای الاصناف انتَ ؟ قلتُ ممن لا یسبُّ السلفَ ویؤمن بالقدر ولا یکفر احداً بذنب فقال لی عطاء عرفتَ فالزم ۔ حضرت عطاءؒ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وخوارج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں ۔ عطاءؒ نے ستّر حج کیے ۔ امام شافعیؒ کا قول ہے لیس فی التابعین احد اکثر اتباعاً للحدیث من عطاء ۔ عطاءؒ کی توثیق وجلالت وامامت پر محدثین کا اتفاق ہے ۔ وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۵ھ میں ہوئی ۔

ومن غرائب عطاء انه قال اذا اراد الانسان سفراً فله القصر قبل خروجه من البلد وخالف الجمهور ۔ ومن غرائبه ما حُکی عنه کما فی تهذیب الاسماء للنووی انه قال اذا کان یوم العید یوم الجمعۃ وجبت صلاۃ العید ولا یجب بعدها الجمعۃ ولا ظهر ولا صلاۃ بعد العید الا العصر ۔

عبداللہ بن مغفّل رضی اللہ عنہ ۔ بحث آمین میں مذکور ہیں ۔ هو عبد الله بن مغفل بن عبد غنم بن عفیف المزنی المدنی ۔ آپ مشہور صحابی ہیں ۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن وابوزیاد وابوسعید تھی ۔ اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں وکان یقول انی لممّن رفع اغصان الشجرۃ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔ مدنی ہیں ۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہائش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا ۔ آپ ان بکّائین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا علی الذین اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملکم علیه تولّوا وّ اَعینُهم تفیض من الدمع حزناً الّا یجدوا ما ینفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا ۔ جب مشہور شہر تستر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے ۔ آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں ۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر مسلم وبخاری منفرد ہیں ۔ کذا قال النووی فی تهذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱ ۔ بصرہ میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی ۔

آپ کی وصیت کے مطابق ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۲۷۲۔

قاری عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابو بکر عاصم بن ابی النجود بھدلۃ مولی بنی جذیمۃ بن مالک بن نصر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمہ اللہ قاری و مُقری ہیں۔ سید القراء متقی۔ ورع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ و نور اسلام ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قراءت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قراءت سہل ہے۔ اس میں تصرفاتِ مشکلہ مثلِ امالہ و اشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والنادر کالمعدوم۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قراءت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما حکی عنہ ابنہ عبد اللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹ پر ابن خلکان لکھتے ہیں۔ اخذ القراءۃ عن ابی عبد الرحمن السلمی و زر بن حُبیش واخذ عنہ ابو بکر بن عیاش و ابو عمر البزار واختلفوا اختلافاً شدیداً فی حروف کثیرۃ والنجود بفتح النون وضم الجیم وسکون الواو وبعد ھا دال مھملۃ وھی الحمارۃ الوحشیۃ التی لا تحمل وقیل ھی المشرفۃ انتھی۔ نجود کا معنی الحمارۃ الوحشیۃ الخ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما فی الاجناس ان النجود الطویلۃ من الحمر وقیل ھی الناقۃ التی لا تبرک الا علی مکان مرتفع اھ و بھدلۃ بفتح باء موحدہ وسکون ھا وفتح دال مھملہ۔ یہ ابو النجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں بھدلۃ ھو ابو النجود وقال عمرو بن علی وغیرہ ھو اسم امہ وخطأہ ابو بکر بن داؤد۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۳۸۔ آپ نے علم القراءۃ زر ابن حبیشؒ و ابی عبد الرحمن سلمیؒ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابو وائل و ابو صالح السمان و ابو رزین و مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعمش و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) و شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و سعید بن ابی عروبہ و زائدہ و شریک و ابو عوانہ و حفص بن سلیمان و ابو بکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں۔

اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقۃ الا انہ کثیر الخطأ فی حدیثہ۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلاً صالحاً قارئاً للقرآن واھل الکوفۃ یختارون قراءتہ وانا اختارھا وکان خیراً ثقۃ والاعمش احفظ منہ وکان شعبۃ یختار الاعمش علیہ فی تثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقہ وعاصم احب الینا وقال ابن معین لا بأس بہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ وقراءۃ وکان ثقۃ رأساً فی القراءۃ وعن ابی زرعۃ انہ ثقۃ۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابو حاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ابی ابو حاتم ان عاصما صالح ومحلّہ عندی محلّ الصدق صالح الحدیث ولیس محلّہ ان یقال ھو ثقۃ ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیہ ابن عُلَیّۃ فقال کل من اسمہ عاصم سیئ الحفظ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال ابن خراش فی حدیثہ نکرۃ وقال العقیلی لم یکن فیہ الا سوء الحفظ قال ابو بکر بن عیاش سمعتُ ابا اسحٰق یقول ما رأیت اقرأ من عاصم۔

وقال ابن عیاش دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلت أسمعہ یردد ھذہ الآیۃ یُحقّقھا کانہ فی المحراب ثم ردّوا الی اللہ مولاھم الحق الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین۔ آپ کی وفات عند البعض ۱۲۷ھ میں اور عند ابن سعد ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ کذا قال ابن حجر فی التھذیب وقال فیہ اخرج لہ الشیخان مقرونا بغیرہ۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے۔ حماد بن سلمہ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہو گیا تھا۔

فائدہ۔ امام عاصمؒ کے قرارت میں معروف دو راوی ہیں اوّل ابو بکر شعبۃ بن ابی عیاش کوفی۔ دوم، ابو عمر حفص بن سلیمان کوفی۔ دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ قرارت کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضاوی میں کثیر الدوران وکثیر الذکر ہے اور ان قراء کے نام مکرر الذکر ہیں لہذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخ قرارت کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ اوّل ابو عبد الرحمٰن سلمی ہیں وھو عبد اللہ بن حبیب بن ربیّعۃ بتشدید الیاء وبالتصغیر ابو عبد الرحمٰن السلمی الکوفی القاریؒ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر۔ حبیب بن ربیعہؓ صحابی ہیں۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی روایت کرتے ہیں عمر وعثمان وعلی وسعد وخالد بن الولید وابن مسعود وحذیفہ وابو موسیٰ الاشعری وابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی وعلقمۃ بن مرثد وسعید بن جبیر وعاصم بن بہدلہ وغیرہم رحمہم اللہ۔ قال ابو اسحاق أقرأ ابو عبد الرحمٰن القرآن فی المسجد اربعین سنۃ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ وکان اعمٰی۔ واقدیؒ فرماتے ہیں شھد مع علیّ صفّین ثم صار عثمانیّا اھ آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں بہ عمر ۹۰ سال ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ کذا فی التھذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

شیخ دوم زِرّ بن حُبیش بن حُباشۃ بن اوس الاسدی الکوفی۔ زِرّ بکسر زا، وتشدید را ہے۔ آپ کی کنیت ابو مریم وابو مطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم ہے۔ عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابو ذر وعبد الرحمٰن بن عوف وعباس وحذیفہ وابی بن کعب وصفوان بن عسّال وعائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم نخعی وعاصم بن بہدلہ ومنہال بن عمرو وعیسیٰ بن عاصم وعدی بن ثابت وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ زر بن حبیش ثقہ۔ کثیر الحدیث وعظیم محدث وحافظ ہیں۔ آپ علقمہ واسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زرؒ سے عربیت ولغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرات کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ میں ہے عن عاصم عن زرؒ قال خرجت فی وفد من اھل الکوفۃ وایم اللہ ان حرضنی علی الوفادۃ الا لقاء اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم المھاجرین والانصار فلما قدمت المدینۃ اتیت ابیّ بن کعب وعبد الرحمن بن عوف فکانا جلیسیّ وصاحبیّ فقال ابیّ یا زرّ ما ترید ان تدع اٰیۃ من القراٰن الا سألتنی عنھا قال فقلت فی ای شئ اٰیتہ فقلت یا ابا المنذر رحمک اللہ اخفض لی جناحک فانما اتمتع منک تمتعاً انتھی بزیادۃ من تھذیب الکمال۔ حرص قرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بار آور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنھوں نے کل دنیا تک قرات پہنچائی اور احد القراء السبعۃ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرؒ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرات حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوے واحادیث اس کے مآخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرات کا مأخذ بھی قرات ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کوفی ہیں اور ابن مسعودؓ بھی کوفی ہیں اور قرات میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زر بن حبیش وابو عبد الرحمن سلمی علقمہ واسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور دائماً آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔

قال العجلی کان زرؒ من اصحاب علیؓ وعبد اللہؓ ثقۃ وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث وقال ابن البرکان زرؒ عالماً بالقراٰن قارئاً فاضلاً۔ زر کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۷ سال تھی۔

عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ ھو عبد اللہ بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاری المقری مولی عمرو بن علقمۃ الکنانی۔ ابن کثیر احد القراء السبعہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبت داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ تمیم داریؓ کے قبیلہ یعنی دار بن ہانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولی یعنی عتیق ہیں۔

ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر ومجاہد وابو المنہال عبد الرحمن بن مطعم وعکرمہ مولی ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب وجریر بن حازم وابن جریج وحماد بن سلمۃ وابن عیینہ وغیرہ

رحمہم اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ھو ثقة وله احادیث صالحة۔ ابوعمرو بن العلاء جو قراء سبعہ میں سے ہیں آپ سے قرات پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحا بالقرآن۔ ابوعمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قرات مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر سے اخذ قرات کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے ہیں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انه قال ابن کثیر القاری ثقة۔ اہل مکہ نے آپ کی قرات اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ سے امام شافعیؒ و خلیل بن احمدؒ بھی نقل و روایت کرتے ہیں۔ ابن کثیرؒ تابعی ہیں۔ ابوایوب انصاری و انسؓ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملاعلی قاریؒ وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیرؒ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں یمن بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سال وفات ۱۲۰ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن البازش متوفی ۵۴۶ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبد اللہ بن ادریس الاودی قرأ علیہ ومولد ابن ادریس سنة ۱۱۵ھ فکیف تصح قراءته علیه لو لا ان ابن کثیر تجاوز سنة ۱۲۰ھ وانما الذی مات فیھا عبد اللہ ابن کثیر القرشی وھو غیر القاری واصل الغلط فی ھذا من ابی بکر بن مجاھد انتھی ما حکاہ ابن خلکان فی الوفیات ج ۳ ص ۴۱۔ علامہ جزری ابن البازش کی یہ رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں وھو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلك ان ابن ادریس الاودی لم یقرأ علی ابن کثیر ھذا واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۴ غایة النہایة ص ۴۴۳ وفیات الاعیان، ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷

فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اول ابوالحسن احمد بن محمد البزی۔ دوم ابوعمر محمد قنبل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قرات کا زیادہ تر ماخذ قراءات ابیّ بن کعب و زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قرات عبداللہ السائب مخزومی صحابیؓ و مجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابت و ابیّ رضی اللہ عنہما سے علم قرات حاصل کیا ہے۔ ابن السائبؓ وہ شخص ہیں جنھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ تو

عبداللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعة الیحصبی الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابن عامر تابعی و قراء سبعہ میں سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کنیتیں ہیں ابوعمران۔ ابوعبیداللہ۔ ابوعامر۔ ابونعیم۔ ابوعثمان۔ ابوسعید۔ ابومحمد۔ ابوموسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور آپ سے متعدد علماء نے علم قراءت حاصل کیا مثل اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر۔ و ابوعبیداللہ مسلم بن مشکم و یحییٰ بن الحارث الذماری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ و ابوامامہ و فضالۃ بن عبید و واثلۃ بن الاسقع و ابوادریس خولانی و قیس بن الحارث رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ربیعۃ بن یزید و عبداللہ بن العلاء و عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر و جعفر بن ربیعہ و محمد بن الولید الزبیدی وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں قاضی و خطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابوالدرداء نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الھیثم بن عمران کان عبداللہ بن عامر رئیس اھل المسجد زمان الولید بن عبدالملک وکان یزعم انہ من حمیر وکان یغمز فی نسبہ وقال النسائی ھو ثقۃ۔ قراء سبعہ میں باعتبار زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات ۱۱۸ھ وکان قلیل الحدیث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل قریۂ رحاب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشوراء ۱۱۸ھ محرم کو ہوئی۔

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عتبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبدالرزاق الورّاق وغیرہ۔ مگر مشہور دو ہیں۔ ابوالولید ہشام بن عمار سلمی دمشقیؒ اور ابوعمرو عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوانؒ۔

عیسیٰ بن مینا ابوموسیٰ المدنی النحوی ربیب نافع القاری الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون عجمی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جید یعنی اچھا۔ جودتِ قراءت کی وجہ سے آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالکؒ نے رکھا۔ قالون سبی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت و عجمہ کی کی وجہ سے۔ قالون اصمّ یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب کرکے تحصیلِ علم کرتے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سُن سکتے تھے لیکن قرآن مجید بلاتکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت و سعادت ہے قیل لم یکن یسمع البوق واذا قرئ القراٰن علیہ یسمعہ

آپ امام نافعؒ جو قراءِ سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سالِ ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم و قراءت کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البھرانی الدمشقی المقرئی رحمہ اللہ۔ عبداللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامیؒ کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جدّ کے والد ہیں۔ عبداللہ بن احمد کی کنیت ابو عمرو وعند البعض ابو محمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قراءت کے راوی ہیں کیونکہ عبداللہ بن احمد نے ایوب بن تمیم مقرئی سے اور ایوب نے یحییٰ سے اور یحییٰ نے ابن عامر شامی سے قراءت پڑھی۔

عبداللہ بن احمدؒ ایوب بن تمیم مقری و بقیۃ وضمرۃ بن ربیعہ و مروان بن محمد و ولید بن مسلم و مروان بن معاویہؒ و وکیع وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابوداؤد و ابن ماجہ و ابوزرعہ رازیؒ یعقوب ابن سفیان و ابوحاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبداللہ وغیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بہ بأس وقال ابوحاتم صدوق وقال الولید بن عتیبۃ ما بالعراقِ اقرأ منہ وقال ابوزرعۃ الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنہ عندی اقرأ منہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۱۴۰ آپ روز عاشوراء ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسب قول ابوزرعہ وغیرہ ۲۴۲ھ اور بقول ابن حبان ۲۴۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا انؤمن کما آمن السفہاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر و مشہور صحابی ہیں۔ اوّلاً یہودی تھے پھر ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقولِ عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقولِ بعض علماء ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن الحارث ابو یوسف من ذرّیّۃ یوسف النبی علیہ السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپؐ کے نبی ہونے کا یقین ہوگیا۔ فعلمتُ انہ لیس بوجہ کذاب وکان اول شئ سمعتُہ منہ ایہا الناس افشُوا السلام واطعِمُوا الطعام وصِلوا الارحام وصلّوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعتُ النبی علیہ السلام یقول لعبد اللہ بن سلام انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن واستکبرتم سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عندہ علم الکتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبد اللہ بن معقل قال نھی عبداللہ بن سلام علیًا رضی اللہ عنھما عن خروجہ الی العراق وقال الزم منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکتہ لا تراہ ابدًا فقال علیؓ انہ رجل صالح منا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمرو بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا۔ صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ رجب ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحشؓ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مؤرخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریّہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف و مکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحشؓ کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریّۃ و بعث علینا عبد اللہ بن جحش وسماہ امیر المؤمنین قال اھل التاریخ فھو اوّل من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین ولا ینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمّی بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابًا وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یسیر یومین فلما سار یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃ فترصد بھا قریشًا وتعلم لنا من اخبارھم وکان معہ ثمانیۃ من المھاجرین وقیل اثنا عشر وکان یعتقب کل اثنین منھم بعیرًا۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبۃ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزرا جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ و حکم بن کیسان وغیرہ تھے۔ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کرنا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے پہلے تو تردد کیا کہ اشہر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انہوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان و حکم کو گرفتار کر کے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوہ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا وقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام و تکلمت قریش فقالوا ان محمدًا سفک

الدماء واخذ المال فی الشهر الحرام وقالت الیهود تتفاءل بذلك علیه صلی اللہ علیہ وسلم عمرو قتلہ واقد بن عبد اللہ عمر وعمرت الحرب والحضرمی حضرت الحرب وواقد وقدت الحرب فكان ذلك علیهم لا علی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه الآیة وبعث قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فداء الاسیرین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نفدیکموهما حتی یقدم صاحبانا یعنی سعد بن ابی وقاص وعتبة بن غزوان فان تقتلوهما نقتل صاحبیکم فقدم سعد و عتبة بعدها بایام۔

بعض مؤرخین نے اس کا نام عیینة بن غزوان لکھا ہے کما فی الحلبیة ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبة بن غزوان لکھا ہے کما فی سیرة احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سالِ وفات ۱۷ھ ہے یا ۱۵ھ۔ حلیة الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۱ میں بھی اس کا نام عتبة بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمرو بن الحضرمی جنگِ بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے آئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس کرنے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوجہل نے جنگ کرنے کی ضد کی اور حکیم بن حزام وغیرہ جنگ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبة بن ربیعة یا ابا الولید انك کبیر قریش وسیدها هل لك ان تذکر بخیر الی آخر الدهر بان تحمل دم حلیفك عمرو بن الحضرمی وتحمل ما اصاب محمد من تلك العیر فانهم لا یطلبون من محمد الا ذلك فقال عتبة نعم قد فعلتُ هو حلیفی فعلیّ عقله وما اُصیب من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت الیه ورکب عتبة جملاً له وصار یجیله فی صفوف قریش یقول یا قوم اَطیعونی فانکم لا تَطلُبون غیر دم ابن الحضرمی وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلك وهذا یضعف قول من زعم انه علیه السلام عقل ابن الحضرمی ای اعطی دیته وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی قریشاً اَقبلتْ وعتبة علی جمل احمر ان یکن فی احد من القوم خیر فعند صاحب الجمل الاحمر اِن یُطیعوه یرشدوا وکذا فی کتب السیرة۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوجہل کو سمجھایا اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوجہل اپنی ضد پر اَڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہوگئی۔

ابوجہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمرو بن عبد اللہ حضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی سے کہا هذا حلیفك عتبة یرجع بالناس وقد تَحمَّل دیة اخیك من ماله یزعم انك قابلها الا تستحی ان تقبل الدیة من مال عتبة وقد رَأیت ثارك بعینك فقُم فاذکر مقتل اَخیك فقام عامر بن الحضرمی فکشف استه وحثا علیه التراب وحثا علی رأسه ایضاً التراب ثم صرخ واعمراه واعمراه فثارت النفوس وحمیت الحرب وتهیّؤا للقتال والشیطان معهم فی صورة سراقة ثم کان ما کان وفی الاستیعاب ان عامر بن الحضرمی قتل یوم بدر کافراً۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عمرو بن الحضرمی کے قتل کی وجہ سے رؤساء کفارِ مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر اُبھارا اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو جائے اور عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ کا سببِ ظاہری بنا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقاوت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی وصاحبِ کراماتِ مشہورہ ہیں۔

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوھما العلاء فمن فضلاء الصحابة رضی اللہ عنہم وقد کان یقال إنہ مُجاب الدعوة وانہ خاضَ البحر ھو وسریّتہ التی کان امیرًا علیھا وذلك فی زمن خلافة عمر رضی اللہ عنہ یقال یَبِس حتی رُئِیَ الغبار من حوافر الخیل بکلمات قالھا ودعا بھا وھی یا علیّ یا حکیم یا علیّ یا عظیم انا عَبِیدُكَ وفی سبیلِكَ نُقاتِلُ عدوّكَ اللھم فاجعل لنا الیھم سبیلا۔

وقد وقع نظیر ذلك ای دخول البحر لابی مسلم الخولانی التابعی فانہ لما غزا الروم مع جیشہ مرّوا بنھرٍ عظیم بینھم وبین العدوّ فقال ابو مسلم اللھم اَجزتَ بنی اسرائیل البحرَ وإنّا عبادُكَ وفی سبیلك فاَجِزنا ھذا النھر الیوم ثم قال اعبُرُوا بسم اللہ فعبروا فلم یبلغ الماء بطونَ الخیل۔

وکذا وقع نظیر ذلك لابی عبید الثقفی التابعی امیر الجیوش فی ایام سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فانّ دجلةَ حالت بینہ وبین العدوّ فتلا قولہ تعالیٰ وما کان لنفسٍ ان تموتَ الّا باذن اللہ کتٰبًا مؤجّلا ثم سمّی اللہ تعالیٰ واقتحم بفرسہ الماء واقتحم الجیش وراءہ ولما نظر الیھم اعاجم صاروا یقولون دیوانا دیوانا ای مجانین ثم ولّوا مدبرین فقتلھم المسلمون وغنموا اموالھم، انتھی ما فی السیرة۔

وفی کتاب الدعاء للعلامة ابی بکر محمد بن الولید الفھری الطرطوشی المتوفی بالاسکندریة سنة ٥٠٢ھ عن مطرف بن عبد اللہ بن ابی مصعب المدنی انہ قال دخلتُ علی الخلیفة المنصور فوجدتہ مغمومًا حزینًا قد امتنع من الکلام لفقد بعض اَحِبّتہ فقال لی یا مطرف طرقنی من الھم ما لا یکشِفُہ الا اللہ الذی بلابہ فھل من دعاءٍ اَدعُو بہ عسی یکشفہ اللہ عنّی فقلتُ یا امیر المؤمنین حدّثنی محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصری قال دَخلتْ فی اذن رجل من اھل البصرة بعوضةٌ حتی وصلت الی صماخہ فانصبتہ واسھرتہ لیلہ ونھارہ فقال لہ رجل من اصحاب الحسن البصری یا ھذا اُدعُ بدعاء العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی دعا بہ فی المفازة وفی البحر فخلّصہ اللہ تعالیٰ۔

فقال لہ الرجل وما ھو؟ فقال قال ابو ھریرة رضی اللہ عنہ بُعِثَ العلاء بن الحضرمی فی جیش کنتُ فیھم الی البحرین فسلکنا مفازةً فعطشنا عطشًا شدیدًا حتی خِفنا الھلاكَ فنزل العلاء بن الحضرمی وصلی رکعتین ثم قال یا حلیم یا علیم یا علیّ یا عظیم اسقِنا فجاءت سحابةٌ کأنّھا جناح طائرٍ فقعقعت علینا وامطرتنا حتی ملأنا الآنیة وسَقَینا الرکاب ثم انطلقنا حتی اَتینا علی خلیجٍ من البحر ما خیض قبل ذلك

الیوم ولاخیض بعدہ فلم نجد سُفُناً فصلی العلاء بن الحضرمی رکعتین ثم قال یاحلیم یاعلیم یاعلیّ یاعظیم اجزنا ثم اخذ بعنانِ فرسہ ثم قال بسم اللہ جوزوا قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماءِ فواللہ ما ابتلّ لنا قدمٌ ولاخفٌ ولاحافرٌ وکان الجیش اربعۃ الاف قال فدعا الرجل بھا فواللہ ما برحنا حتی خرجت من اذنہ لھاطنینٌ حتی صکّت الحائط وبرأ الرجل قال فاستقبل المنصوصُ القبلۃ ودعا بھذا الدعاءِ ساعۃ ثم اقبل بوجھہ الیّ فقال یامطرف قد کشف اللہ عنّی ماکنتُ اجدہٗ من الھم ودعا بالطعام فاجلسنی فاکلت معہ۔

علاء بن الحضرمیؓ کی وفات خلافتِ عمرؓ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمانؓ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دمامیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ا ص ۱۹۱ پر بحث بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ویقرب من ھذا ماحکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسی الکاظم بن جعفر الصادق ان ھارون الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطتہ ذات یوم فقال رأیتُ فی منامی حبشیًا أتانی ومعہ حربۃٌ وقال ان لم تُخلّ عن موسی بن جعفر والّا نحرتُک بھذہ الحربۃ فاذھب فخلّ عنہ واعطہ ثلاثین الف درھم وقل لہ اِن اَحببتَ المقام عندنا فلک عندی ماتحبُّ وان احببتَ المضی الی المدینۃ فامضِ قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلتُ لموسی لقد رأیتُ من امرک عجبًا فقال انا اُخبرک بینما انا نائم اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاموسی حُبستَ مظلومًا فقل ھذہ الکلمات فانک لاتبیتُ ھذہ اللیلۃ فی السجن قل "یاسامعَ کلّ صوتٍ ویاسابقَ کل فوتٍ ویاکاسی العظامِ لحمًا ومُنشرھا بعدَ الموتِ اَسألک باَسمائک العظامِ وباسمِک الاعظمِ الاکبرِ المخزونِ المکنونِ الذی لم یطّلع علیہ احدٌ من المخلوقین یاحلیمًا ذااَناۃٍ لایقدِرُ علی اَناتِہ یاذاالمعروف الذی لاینقطع معروفہ ابدًا ولاتحصی لہ عددًا فرّج" فکان ماتری۔ توفی موسی الکاظم فی رجب ۱۸۷ھ ببغداد مسمومًا اھ

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ہم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا وقضاء حاجات وشفاء امراض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ماروی عن عون بن عبداللہ بن عتبۃ قال بینما عبداللہ بن مسعود یدعو بدعاءِ اذمرّ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما فلماجازبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع دعاءہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایعرفہ فقال من ھذا؟ سل تعطہ فرجع ابوبکر الی عبداللہ فقال الدعاء الذی کنت تدعو بہ انفًا اَعدہٗ علیّ فقال حمدتُ اللہ ومجّدتہ ثم قلتُ لا الٰہ الّا انت وعدک حق ولقاؤک حق

الجنة حق والنار حق ورسلك حق وكتابك حق والنبيون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق. كذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۱۲۸۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذکر الحافظ ابو نعیم باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اذا اتیت سلطانا مهيبا تخاف ان يسطو عليك فقل "الله اكبر الله اعز من خلقه جميعا الله اعز مما اخاف واحذر اعوذ بالله الذی لا اله الا هو الممسك للسماوات السبع ان تقع على الارض الا باذنه من شر عبدك فلان وجنده واتباعه واشياعه من الجن والانس اللهم كن لی جارا من شرهم جل ثناؤك وعز جارك وتبارك اسمك ولا اله غيرك۔ ثلاث مرات. كذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۳۲۲

ومن ذلك ما نقل عن الشيخ الاجل ابی القاسم القشيری رحمه الله تعالى ان ولده مرض مرضا شديدا حتى اشرف منه على الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت النبی عليه السلام فی المنام فشكوت اليه ما بولدی فقال اين انت من آيات الشفاء فانتبهت ففكرت فيها فاذا هی فی ستة مواضع من كتاب الله وهی قوله تعالى (۱) ويشف صدور قوم مؤمنين (۲) وشفاء لما فی الصدور (۳) يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (۵) واذا مرضت فهو يشفين (۶) قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء قال فكتبتها ثم حللتها بالماء وسقيته اياها فكأنما نشط من عقال۔

ومن ذلك ما روى الترمذی وغيره ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لصاحب الوجع ضع يدك على موضع الوجع وقل بسم الله ثلاثا واعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر سبع مرات ففعل فاذهب الله تعالى عنه ما كان۔

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلیؒ مکفوف متوفی ۵۸۱ھ۔ کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھنا قضاء حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور درد ہے۔ قال ابو الخطاب بن دحية انشدنی السهيلی ابياتا وقال ما سأل الله تعالى بها احد حاجة الا قضاها واعطاه الله تعالى اياها وكذلك من استعمل انشادها وهی ؎

يا من يرى ما فی الضمير ويسمع	انت المعد لكل ما يتوقع
يا من يرجى للشدائد كلها	يا من اليه المشتكى والمفزع
يا من خزائن رزقه فی قول كن	امنن فان الخير عندك اجمع
مالی سوى فقری اليك وسيلة	فبالافتقار اليك فقری ادفع
مالی سوى قرعی لبابك حيلة	فلئن رددت فای باب اقرع
ومن الذی ادعو واهتف باسمه	ان كان فضلك عن فقيرك يمنع

حاشا لجودك أن تُقنّط عاصيًا　　فالفضلُ أجزلُ والمواهبُ أوسع

اسی طرح درج ذیل قصیدے کا پڑھنا قضائے حاجات کے لیے مجرب و معروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمۂ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر وشام معاصر امام ابن تیمیہ بوقتِ مشکلات و حوادث و آفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء یہ قصیدہ اسم اعظم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قُرشی اندلسی عارف باللہ و ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحبِ کراماتِ شہیرہ کا ہے۔ یہ ابو عبداللہ قرشی استاد و شیخ ہیں محمد بن حسین ابو الطاہر مصری زاہد و ولی اللہ عارفِ کبیر متوفی ۶۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام "الفرج بعد الشدۃ" ہے۔ مشہور فقیہ محدث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے "الأضواء البهجة فی إبراز دقائق المنفرجة" بقول بعض علماء یہ قصیدہ ابو الفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدینؒ اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدۂ ہذا کی ایک برکتِ عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذلك ان بعض المتغلبين عدا على أموال ابى الفضل التوزرى الافريقى المذكور واخذها فبلغه ذلك وكان بغير مدينة توزر فانشأها فرأى ذلك الرجل الظالم فى نومه تلك الليلة رجلاً فى يده حربة وقال له إن لم تردّ على فلان أمواله والا قتلتك بهذه الحربة فاستيقظ مذعورًا وأعاد عليه أمواله ثم قال الشيخ العلامة تاج الدين السبكى۔

وكثير من الناس يعتقد انّ هذه القصيدة مشتملة على الاسم الاعظم وانه ما دعا بها احدٌ الّا استجيب له وكنتُ اسمع الشيخ الوالد رحمه الله اذا اصابته ازمة ينشدها۔ طبقات ج ۸ ص ۶۰

قصیدۂ مبارکہ مجربہ لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ منتظم اور معانی سوز و گداز اور عشق و محبت کے حامل ہیں۔ اہلِ ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روح شوق و محبت اور ایمان کو خاص کیف و حال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ اِشتدّی أزمةُ تنفرجی　　قد آذن لیلُك بالبلجِ

۲۔ وظلامُ اللیلِ له سُرُجٌ　　حتی یغشاه ابو السُّرُجِ[۱]

۳۔ وسحابُ الخیرِ لها مطرٌ　　فاذا جاء الإبانُ تجی

[۱] یعنی بأبی السرج الشمس۔

۴-	وفوائد مولانا جمل	لسروح الأنفس بالمهج
۵-	ولها أرج محيي أبدا	فاقصد محيا ذاك الأرج
۶-	ولربتما فاض المحيا	ببحور الموج من اللجج
۷-	والخلق جميعا في يده	فذوو سعة وذوو حرج
۸-	ونزولهم وطلوعهم	فإلى درك وعلى درج
۹-	ومعايشهم وعواقبهم	ليست في المشي على عوج
۱۰-	حكم نسجت بيد حكمت	ثم انتسجت بالمنتسج
۱۱-	فإذا اقتصدت ثم انعرجت	فبمقتصد وبمنعرج
۱۲-	شهدت بعجائبها حجج	قامت بالأمر على الحجج
۱۳-	ورضا بقضاء الله حجى[1]	فعلى مركوزته فعج
۱۴-	وإذا انفتحت أبواب هدى	فاعجل لخزائنها ولج
۱۵-	وإذا حاولت نهايتها	فاحذر إذ ذاك من العرج
۱۶-	لتكون من السباق إذا	ما سرت إلى تلك الفرج
۱۷-	فهناك العيش وبهجته	فلمبتهج ولمنتهج
۱۸-	فهج الأعمال إذا ركدت	فإذا ما هجت إذا تهج
۱۹-	ومعاصي الله سماجتها	تزدان لذي الخلق السمج[2]
۲۰-	ولطاعته وصباحتها	أنوار صباح منبلج
۲۱-	من يخطب حور الخلد بها	يظفر بالحور وبالغنج
۲۲-	فكن المرضي لها بتقى	ترضاه غدا وتكون نجي[3]
۲۳-	واتل القرآن بقلب ذي	حزن وبصوت فيه شجي
۲۴-	وصلاة الليل مسافتها	فاذهب فيها بالفهم وجي
۲۵-	وتأملها ومعانيها	تأتي الفردوس وتنفرج
۲۶-	واشرب تسنيم مفجرها	لا ممتزجا وبممتزج
۲۷-	مدح العقل الآتيه هدى	وهوى متول عنه هجي[4]

[1] قال الشيخ زكريا الانصاری حجی بفتح الحاء مع فتح الجیم وکسرها، ای حقیق علی کل مؤمن۔ [2] من سمج ای قبح۔ [3] قال الانصاری نجی بالوقف بحذف الحرکة والالف علی لغة ربیعة ای نجیاً من المکروهات۔ [4] قال الانصاری مدح العقل الآتیه هدی، ای الذی اتی ما امر من الطاعة وغیرها من المقامات۔

٢٨- وكتابُ اللهِ رياضتُه لعقولِ الخلقِ بمُندرِجٍ
٢٩- وخيارُ الخلقِ هداتُهمُ وسواهُم مِن همجِ الهمجِ
٣٠- فإذا كنتَ المقدامَ فلا تجزعْ في الحربِ من الرّهجِ[1]
٣١- وإذا أبصرتَ منارَ هدًى فاظهرْ فردًا فوقَ الثّبجِ[2]
٣٢- وإذا اشتاقت نفسٌ وجدت ألمًا بالشوقِ المعتلجِ
٣٣- وثنايا الحسنا ضاحكةً وتمامُ الضّحكِ على الفلجِ[3]
٣٤- وعيابُ الأسرارِ اجتمعت بأمانتِها تحتَ الشّرجِ[4]
٣٥- والرِّفقُ يدومُ لصاحبِه والخُرقُ يصيرُ إلى الهرجِ[5]
٣٦- صلواتُ اللهِ على المهدِي الهادِي الناسَ إلى النّهجِ
٣٧- وأبي بكرٍ في سيرتِه ولسانِ مقالتِه اللّهجِ
٣٨- وأبي حفصٍ وكرامتِه في قصّةِ ساريةَ الخُلُجِ[6]
٣٩- وأبي عمرٍو ذي النّورَينِ المُستحيِي المُستحيَى البهجِ[7]
٤٠- وأبي حسنٍ في العلمِ إذا وافى بسحائبِه الخُلُجِ[8]

[1] الرهج: الغبار. [2] قال الانصاری الثبج: ای الوسط او المعظم من منار الهدی. [3] الفلج: تباعد منابت الأسنان، وهو حسن فيها.

[4] قال الانصاری: وعياب: جمع عيبة وهي وعاء من جلد تصان فيه الامتعة كالثياب. والشرج: ای عری العياب. [5] قال الانصاری، والخرق: بفتح الخاء مصدر خرق بضم الراء ويقال بكسرها: ضد الرفق، وبضم الخاء اسم للحاصل بالفعل.

[6] قال الانصاری: في قصة سارية بن حصن او الحصين او زنيم الديلمي، من انه كان يوم الجمعة يخطب بالمدينة، فرأى العسكر بنهاوند، وجعل يصيح: ياسارية، الجبلَ الجبلَ، فصعد سارية وجنده الجبل وقاتلوا الكفار فهزموهم، وكتبوا بذلك الى عمر، و جاءه البشير بعد شهر. وأضاف سارية الى الخلج، بضم الخاء واللام: قوم من العرب من عدوان.

[7] قال الانصاری: المستحيي المستحيى، بكسر ياء احدهما وفتح ياء الاخرى، لان النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسًا بحافة بئر وهو مكشوف الفخذ، فدخل ابوبكر فلم يغط فخذه، ودخل عمر فلم يغطه، ودخل عثمان فغطاه، وقال: الا نستحي ممن استحيت منه الملائكة.... وفي نسخة: المستهدي المستحيي. وفي اخرى: المستحيي المحيي. بكسر ياء الاول اوفتحه وفتح ياء الثاني، اشارة الى انه شهيد فهو حي بنص القرآن.

[8] قال الانصاری: الخلج، بضم الخاء واللام: جمع خلوج. بفتح الخاء: السحاب المتفرق، ويقال السحابة المنفردة الكثيرة الماء.

فرعون ۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہے ۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا ۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے ۔ اس کی عمر و زمانہ حکومت بہت طویل تھا بحرِ قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا ۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے ۔ قرآن و حدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے ۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے ۔ ابو جہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ، هٰذا فرعونُ هٰذهِ الامّۃِ ۔ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مؤمن کہتے ہیں اور فتوحاتِ مکیہ میں ایمانِ فرعون کی تصریح موجود ہے ۔ لیکن امام شعرانیؒ یواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں ۔ فتوحاتِ مکیہ وغیرہ متعدّد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے ۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مؤمن ہونے کا ذکر ہے ۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحاتِ کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں ۔

قنبل بن عبد الرحمٰن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قُنبل قراءِ سبعہ میں ابن کثیرؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابو عمر ہے ۔ ابن کثیرؒ کی قراءت آپ کے ذریعہ پھیلی قنبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں ۔ آپ کی سند قراءت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاخریط وھب بن واضح علی اسمٰعیل علی شبل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر ۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقُنبل لقب غلب علیہ وانما سمی بذلک لانہ کان یستعمل دواءً یقال لہ قنبیل یُسقی للبقر معروف عند العطارین لمرض کان بہ فسُمّی بذلک وقیل بل ھو من قوم یقال لھم القنابلۃ من اھل مکۃ ولو کان کذلک لقیل لہ قُنبلیّ اھ معجم الادباء ج ۱۷، ص ۱۰ وقیل القنبل الشدید الغلیظ ۔

قنبلؒ بہت بڑے قاری ہیں ۔ آپ کا قراءت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے ۔ وفات سے دس سال قبل تدریسِ قراءت ترک کر دی تھی ۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمہ پولیس کے سربراہ تھے ۔ اُس زمانے میں اِس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہو تاکہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جا سکے ۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قراءت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا ۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراء قراءت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا ۔ ابن شنبوذ نے بھی آپ سے اخذ قراءت کیا ۔ یاقوت لکھتے ہیں ۔ واما ابن شنبوذ فانہ جاور سنتین بمکۃ وقرأ علیہ ختمتین اھ ابن شنبوذ اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو ۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القرآن علیہ ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا ۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ۔

قطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث الٓمّٓ وحروفِ مقطعات کے وسط میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی اللغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امام نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدّت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرصِ علم وشوقِ نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاد کی خدمت کی غرض سے فجر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انہیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الّا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہو گیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائدِ مذہب لیے۔ ابولف عجلی کی اولاد کے مؤدّب ومعلم تھے۔ عیسیٰ بن عمر سے بھی سے اخذِ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایۃ تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کتبت عنہ قمطرًا ثم تبیّنت انہ یکذب فی اللغۃ فلم اذکر عنہ شیئًا، کذا فی البغیۃ ص۱۰۴۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الھمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنّف الغریب فی اللغۃ۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں ؎

ان کنتَ لستَ معی فالذکر منک معی — یراک قلبی وان غُیّبتَ عن بصری

فالعینُ تبصِرُ مَن تھوٰی وتفقِدہ — وناظرُ القلبِ لا یخلو مِنَ النظر

سال وفات ۲۰۶ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۴ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۴۷۱۔ انباہ الرواۃ ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان حریصًا علی الاشتغال والتعلّم وکان یبکِّر الی سیبویہ قبل حضور احد من التلامذۃ فقال لہ یومًا ما انت الّا قُطربُ لیلٍ فبقی علیہ ھذا اللقب وقطرب اسم دویبۃ لا تزال تدِبُّ ولا تفترّ انتھی۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تُباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ابو الخطاب السدوسی البصری رحمہ اللہ عزّوجلّ ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن وامام عظیم الشان وکثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں انس بن مالک وعبد اللہ بن سرجس وابو الطفیل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعکرمہ وحسن بصری وابن سیرین وعطاء بن ابی رباح وابو عثمان نہدی وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وسلیمان

تیمی وشعبہ ومسعر وہشام دستوائی ومعمر وسعید بن ابی عروبہ وامام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر عن قتادة انه اقام عند سعيد ابن المسيب ثمانية ايام فقال له فى اليوم الثامن ارتحل يا اعمى فقد انزفتنى۔ وعن عمرو بن عبد الله قال لما قدم قتادة على سعيد بن المسيب فجعل يسأله اياما واكثر فقال له سعيد كل ما سألتنى عنه تحفظه؟ قال نعم سألتك عن كذا فقلت فيه كذا وسألتك عن كذا فقلت فيه كذا وقال فيه الحسن كذا حتى ردّ عليه حديثا كثيرا فقال سعيد ماكنت اظنّ ان الله خلق مثلك۔ كذا فى تهذيب التهذيب ج ۸ ص ۳۵۲۔

حافظ ابونعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بكر بن عبد الله المزنى من اراد ان ينظر الى احفظ اهل زمانه فلينظر الى قتادة فما ادركنا الذى هو احفظ منه وعن ابى عوانة عن قتادة قال لزمت سعيد بن المسيب اربعة ايام يحدّثنى فقال يوما الست تكتب فهل يصير فى يدك شئ مما احدّثك به؟ قلت له ان شئت حدّثتك بما حدّثتنى به قال فاعدتها عليه قال فبقى ينظر الىّ ويقول انت اهل ان تحدّث فسل فاقبلت اسأله وكان قتادة يقول ما سمعت اذناى شيئا قط الا وعاه قلبى وعن معمر جاء رجل الى ابن سيرين فقال رأيت فى المنام كانّ حمامة التقمت لؤلؤة فقذفتها سواء فقال ذاك قتادة ما رأيت احفظ من قتادة وعن مطر قال كان قتادة فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسر عام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلست الى قتادة فذكر عمرو بن عبيد فوقع فيه ونال منه فقلت له يا ابا الخطاب الا ارى العلماء يقع بعضهم فى بعض فقال يا احيول الا تدرى ان الرجل اذا ابتدع بدعة فينبغى لها ان تذكر حتى يحذر۔ وقال مطر كان قتادة عبد العلم ومازال قتادة متعلما حتى مات وكان قتادة يقول يستحب ان لا تقرأ احاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم الا على طهارة ويقول فى قوله تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء۔ كان يقال كفى بالرهبة علما وكان يقول يا ابن آدم لا تعتبر الناس باموالهم ولا اولادهم ولكن اعتبرهم بالايمان والعمل الصالح اذا رأيت عبدا صالحا يعمل فيما بينه وبين الله خيرا ففى ذلك فسارع وفى ذلك فنافس ما استطعت اليه قوة ولا قوة الا بالله ان الذنب الصغير يجتمع الى مثله على صاحبه حتى يهلكه ولعمرى انا لنعلم ان اهيبكم للصغير من الذنب اورعكم للكبير۔

وكان قتادة يقول عليكم بالوفاء بالعهد ولا تنقضوا هذه المواثيق فان الله قد نهى عنه ذلك وقدّم فيه اشدّ التقدمة وذكره فى بضع وعشرين آية نصيحة لكم وتقدمة اليكم وحجة عليكم قال الله ولنسكننكم الارض من بعدهم۔ وعدهم الله النصر فى الدنيا والجنة فى الآخرة فبين الله من يسكنها من عباده فقال۔ ذلك لمن خاف مقامى وخاف وعيد۔ وقال ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ وكان قتادة يقول قلما ساهر الليل (اى فى العبادة) منافق۔

وعن سلام بن ابی مطیع عن قتادۃ انہ کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرۃ فاذا جاء رمضان ختم فی کل ثلاث لیال مرۃً فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلۃٍ مرۃ۔ ویقول قتادۃ وکان یقال فی الحکمۃ ان العمل الصالح یرفع صاحبہ اذا ما عثر واذا صرع وجد متکأ وعن قتادۃ فی قولہ تعالٰی والباقیات الصالحات قال کل ما ارید بہ وجہ اللہ وعن قتادۃ قال لم یتمنّ الموتَ احدٌ قط لا نبی ولا غیرہ الا یوسف علیہ السلام حین تکاملت علیہ النعم وجمع لہ الشمل اشتاق الی لقاء اللہ عز وجل ربّ قد اٰتیتنی من الملک وعلّمتنی من تأویل الاحادیث الاٰیۃ وعن قتادۃ انہ قال من یتقی اللہ یکن معہ ومن یکن اللہ معہ فمعہ الفئۃ التی لا تُغلب والحارس الذی لا ینام والھادی الذی لا یضلّ ویقول من اطاع اللہ فی الدنیا خلصت لہ کرامۃ اللہ فی الاٰخرۃ۔

وعن معمر قال صکّ رجلٌ ابناً لقتادۃ فاستعدٰی علیہ بلال بن ابی بردۃ فلم یلتفت الیہ فشکاہ الی القسری فکتب الیہ انک لم تنصف ابا الخطاب قتادۃ فدعاہ ودعا وجوہ اھل البصرۃ یتشفّعون فابی ان یشفّعھم فقال لہ صکہ کما صکّک فقال لابنہ یا بنیّ احسر عن ذراعیک وارفع یدیک وشدّ قال فحسر عن ذراعیہ رفع یدیہ فأمسک قتادۃ یدہ وقال قد ھبناہ للہ فانہ کان یقال لا عفو الا بعد قدرۃ وقال قتادۃ ان فی الجنۃ کُوًی الی النار فیطلع اھل الجنۃ من تلک الکُوی الی النار فیقولون ما بال الاشقیاء وانما دخلنا الجنۃ بفضل تادیبکم قالوا انّا کنّا نأمرکم ولا نأتمر وننھاکم ولا ننتھی۔

وکان قتادۃ یقول فی قولہ تعالٰی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب قال مخرجا من شبھات الدنیا ومن الکرب عند الموت وفی مواقف یوم القیامۃ ویرزقہ من حیث یرجو ومن حیث لا یرجو وکان قتادۃ یقول باب من العلم یحفظہ الرجل یطلب بہ صلاح نفسہ وصلاح الناس افضل من عبادۃ حولٍ کامل وکان یقول المؤمن لا یعرف الا فی ثلاثۃ مواضع بیت یسترہ او مسجد یعمرہ او حاجۃ من الدنیا لیس بھا بأس۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۳۴۱

وکان طاؤس یفرّ من قتادۃ وکان قتادۃ یرمی بالقدر۔ قتادہ کی وفات شہر واسط ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ فصل حیوانات میں بیان نملہ میں ایک حکایت ہم نے ذکر کی ہے جس میں امام ابو حنیفہؒ نے قتادہؒ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کیا کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ فراجع ذلک الفصل۔

کعب احبار۔ کان الناس اُمّۃً واحدۃً فبعث اللہ النبیّین مبشّرین ومنذرین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو اسحاق کعب بن ماتع بن ھینوع الحمیری۔ معروف بہ کعب احبار ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا لیکن رؤیت حاصل نہیں ہے۔ خلافتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور بقولِ بعض خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زیادہ رہے آپ سے کئی صحابہ مثل ابن عمر وابن عباس وابن زبیر وابوہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ کتبِ الٰہیہ متقدمہ کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۳ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اتفقوا علی کثرۃ علمہ وتوثیقہ اسلام سے قبل دین یہود پر تھے۔ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ علوم وحکم کثیرہ

آپ سے مروی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعبؓ فرماتے ہیں اذا اشتکی الی اللہ عبادہ الفقراءُ الحاجۃَ قیل لھم ابشروا ولاتحزنوا فانکم سادۃُ الاغنیاءِ والسابقون الی الجنۃ یوم القیامۃ۔ کعبؓ فرمایا کرتے تھے کانتِ الانبیاءُ علیھم السلام بالفقرِ والبلاءِ اشدَّ فرحًا منھم بالرّخاءِ وکان البلاءُ علیھم مضعّفًا حتی ان کان احدُھم لیقتلُہ القملُ فاذا رای رخاءً ظنّ انہ قد اصابَ ذنبًا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امورِ آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیرالمؤمنین غصنٌ کثیرُ الشوکِ یدخل فی جوفِ الرجل فتأخذ کلُّ شوکۃٍ بعرقٍ یجذبہ رجلٌ شدیدُ الجذب فاخذ ما اخذ وابقی ما ابقی۔ کعبؓ فرمایا کرتے تھے ما استقرّ لعبدٍ ثناءٌ فی الارضِ حتی یستقرّ فی السماء۔ ویقول کعبؓ لوددتُ انی کبشُ اھلی فاخذُونی فذبحونی فاکلُوا واطعموا اضیافھم۔ کعبؓ فرماتے ہیں انیروا بیوتکم بذکراللہ واجعلوا فی بیوتکم حظًّا من صلاتکم فوالذی نفسُ کعب بیدہ انھم لمسمّون علی افواہ وانھم لمعروفون فی اھل السماء فلان بن فلان یعمر بیتہ بذکر اللہ۔ نیز فرماتے تھے قلۃُ النطقِ حکمۃٌ فعلیکم بالصمتِ فانہ رِعۃٌ حسنۃٌ وقِلّۃُ وِزرٍ وخِفّۃٌ من الذنوب فاحسِنوا بابَ الحلمِ فانّ بابَہ الصمتُ والصبرُ فان اللہ تعالی یُبغِضُ الضّحاکَ من غیرِ عجب والمشّاءَ الی غیرِ ارب نیز فرماتے تھے وجدت فی التوراۃ من خرج من عینہ مثل الذباب من الدمع من خشیۃ اللہ امنہ اللہ من عذاب جھنم۔

نیز فرماتے ہیں طلبُ العلمِ معَ السمتِ الحسن والعمل الصالح جزءٌ من النبوۃ۔ وقال ایضًا طالبُ العلم کالغادی والرائح فی سبیل اللہ۔ وکان یقول من حسّن صوتہ بالقراٰن فی دار الدنیا اعطاہ اللہ فی الجنۃ قُبّۃً من لؤلؤۃ فیُعطِیہ اللہ من حسن الصوتِ فی الجنۃ ما یزورُ اھلُ الجنۃ فیستمعون الیہ۔ وکان یقول ما من اربعینَ رجلاً یمدّون ایدیھم الی اللہ یسألونہ لایسألونہ ظلمًا ولاقطیعۃَ رحمٍ الا اعطاھم اللہ ما سألوہ۔ وکان یقول فاتحۃُ التوراۃ فاتحۃ الانعام وخاتمۃُ التوراۃ خاتمۃ سورۃ ھود وکان یقول اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ توکّلتُ علی اللہ قیل لہ ھُدِیتَ وحُفِظتَ وکُفِیتَ قال اذا خرج استقبلہ الشیطان قال فیقول لاسبیل لکم علی ھذا وقد ھُدِی وحُفِظ وکُفی فالتمسوا غیرہ فیصدعون عنہ۔ وکان یقول قبرُ اسماعیل علیہ السلام بین المقام والرکنِ وزمزم وکان یقول ما خرج رجل فی طلب العلم الا ضمن اللہ السموات والارض رزقہ۔ کعبؓ نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۲ھ میں وفات پائی شہر حمص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ۔ وہ آیت فمن کان منکم مریضًا او بہ اذًی من رأسہ الآیۃ کے تحت مذکور ہیں۔ ھو کعب بن عجرۃ بن امیۃ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی لہ صحبۃ۔ آپ

متاخر الاسلام ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷، احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو پر مسلم منفرد ہیں۔ بعض مغازی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت فَفِدیۃٌ من صیامٍ او صدقۃٍ او نُسُكٍ نازل ہوئی۔ کما ذکرہ البیضاوی روی الطبرانی عن کعب بن عجرۃ قال اَتَیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فرأیتہ مُتغیِّراً فذھبتُ فاذا بجوحی یسقی ابلاً لہ فسقیتُ علی کل دلو بتمرۃ فجمعتُ تمراً فاتیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو علی بن حمزۃ بن عبد اللہ الامام ابو الحسن الکسائیؒ امام کسائی لغت ونحو وعربیت میں کوفیین کے امام اور سبعہ قراء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انہ دخل الکوفۃ وجاء الی حمزۃ بن حبیب الزیات وھو ملتف بکساء فقال حمزۃ من یقرأ؟ فقیل لہ صاحبُ الکساءِ فبقی علیہ وقیل بل اَحرم فی کساء فنُسِبَ الیہ۔ وقیل سبب ذلک انہ کان یحضرُ مجلس حمزۃ باللیل ملتفاً فی کساءٍ۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قرارت حمزہ زیاتؒ سے حاصل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجراء قرارت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قرارت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی وعیسی بن عمر و اعمش وابو بکر بن عیاش سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقمؒ وجعفر صادقؒ وابن عیینہؒ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور خلیلؒ سے اخذ کیا۔ خلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء وبوادی نجد وتہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی دیہات میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتی حصل ماذکرانہ اَفنی علیہ خمس عشرۃ قنینۃ من الحبر غیر ما حفظہ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن جبیب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسہ قراءۃ حُمِلَت عنہ وعُرِفَت بہ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ وذو مقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نحو میں آپ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان اَعلم الناس بالنحو العربیۃ والقراءات وکانوا یکثرون علیہ فی القراءات فجمعھم وجلس علی کرسی وتلا القرآن من اولہ الی آخرہ وھم یستمعون ویضبطون عنہ حتی الوقف والابتداء وقال اسحاق بن ابراھیم سمعتہ یقرأ القرآن مرتین وقال خلف بن ھشام کنت احضر قراءتہ والناس ینقطون مصاحفھم علی قراءتہ۔ امام کسائی کے ترجمہ واحوال کے لیے دیکھیے کتاب انباہ الرواۃ ج۲ ص ۲۵۶ وکتاب نور القبس، ص ۲۸۳ وبغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلّم النحو علی کبر وسببہ انہ جاء الی قوم وقد اَعیی فقال قد عییت

فقالوا له تجالسنا وانت تلحن قال وکیف لحنتُ قالوا ان کنت اردت من انقطاع الحیلة فقل عییتُ وان اردتَ من التعب فقل اَعییتُ فاَنِفَ من هذہ الکلمة وقام من فورہ وسأل عمّن یعلم النحوفأرشد الی معاذ الهراء فلزمه حتی اَنفَدَ ما عندہ ثم خرج الی البصرة فلقی الخلیل وجلس فی حلقته فقال له رجل من الاعراب ترکت اسد الکوفة وتمیمًا وعندها الفصاحة وجئتَ الی البصرة فقال للخلیل من این اخذتَ علمك هذا فقال من بوادی الحجاز ونجد و تهامة فخرج ثم ذکر ما قد مناذکرہ قال فقدم البصرة فوجد الخلیل قد مات وفی موضعه یونس فجرت بینهما مسائل اقرّله فیها یونس وصدّرہ فی موضعه اھ بتصرف ۔ امام کسائی اوّلاً حضرت حمزۃؒ کی قراءت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قراءت اپنے لیے منتخب کی ۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلّم ومؤدّب تھے ۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی وامام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الکسائی من تبحّر فی علم تَهَدّی الی جمیع العلوم فقال له محمد ما تقول فیمن سہا فی سجود السهو هل یسجد مرةً اُخری ؟ قال الکسائی لا قال لماذا ؟ قال لانّ النحاة تقول التصغیر لا یُصَغَّر فقال محمد فما تقول فی تعلیق الطلاق بالملك قال لا یصحّ قال لم ؟ قال لانّ السیل لا یسبق المطر اھ ۔ قال العبد الضعیف محمد موسیٰ اَصاب الکسائی فی الجواب الاول واخطأ فی الثانی وما ذکر من المثال ایضًا خطأ لانه مثال لایقاع الطلاق قبل الملك فصحّ ان یقال لا یصحّ هذا الایقاع قبل الملك لانّ السیل لا یسبق المطر واما تعلیق الطلاق بالملك فیصحّ عندنا کما یصحّ ان یسبق تعلیق السیل بالمطر بان یقال لوجاء المطر جاء السیل ولهذا فی النحو غیر واحد من الامثال هذا ۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی وفراء نحوی کے مابین واقع ہوا تھا ۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے ۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۵۱ ۔

امام یزید مؤدبِ مأمون وکسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے ۔ سیبویہ وکسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمۂ سیبویہ میں مذکور ہے ۔ کسائی وامام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہر رَے گئے ۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی ۔ سالِ وفات میں متعدد اقوال ہیں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ ہے ۔ ویقال ان الرشید کان یقول دفنتُ الفقهَ والعربیّة بالریّ وقال ابن الجوزی فی شذور العقود توفی الکسائی بِرَنْبَوَیه قریة من قُری الریّ اھ وقال السمعانی وقیل مات بطوس فی ۱۸۲ھ او ۱۸۳ھ وقال سلمة بن عاصم ۱۸۰ھ وقیل ۱۸۵ھ کذا فی التهذیب ج ۷ ص ۳۱۴ ۔ کسائی فارسی الاصل ہیں اور تبع تابعی ہیں ۔

فائدہ ۔ کسائی کی قراءت کا مأخذ زیادہ تر قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے ۔ لانّه قرأ علی عیسی بن عمر وعلی طلحة بن مصرف علی النخعی علی علقمة علی ابن مسعود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

فائدہ ۔ قراءۃ کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں ۔ قال ابن جزری روی عنه القراءات ابوعمر الدوری و

ابو الحارث اللیث بن خالد و نصیر بن یوسف و قتیبۃ بن مہران و احمد بن سریج و ابو عبید و یحیی الفراء
وخلف بن هشام وغیرهم رحمهم الله تعالی وروا عنه الحدیث اھ مگر مشہور و معروف عند القراء والعلماء دو
راوی ہیں اوّل ابو الحارث اللیث بن خالد۔ دوم ابو عمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ۔ حفص دوری قاری
ابو عمرو بن العلاءؒ کے راوی بھی ہیں۔

لیث بن خالد المروزی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت لیث قاری امام ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی
احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی ابو عمر حفص دوری ہیں۔ لیث بہت بڑے
قاری عابد ورع متقی و شیخ القراء تھے۔ لیث موصوف کی کنیت ابو الحارث ہے۔ حدّث اللیث عن یحیی بن
المبارك الیزیدی عن ابی عمرو عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القراٰن غِنًی لا فقر بعدہ و
ولا غنی دونہ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ کذا فی التہذیب لابن حجر وغیرہ۔

مرثد رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو مرثد بن ابی
مرثد الغنوی رضی اللہ عنہما۔ مرثد و ابو مرثد دونوں صحابی ہیں۔ ابو مرثد کا نام کناز بن حصن ہے۔ مہاجرین میں سے
ہیں اور دونوں بدری ہیں۔ مرثدؓ اور اوس بن صامتؓ کے مابین نبی علیہ السلام نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ اوسؓ
مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ استیعاب میں ہے قُتِل مرثد یوم الرجیع
شهیدًا أمّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریّۃ التی وجّهها معه الی مکۃ و ذلك فی صفر علی رأس ستۃ و
ثلاثین شهرًا من الهجرۃ و زعم ابن اسحٰق ان مرثد بن ابی مرثد أمّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تلك
السریّۃ التی بعث فیها عاصم بن ثابت الی عضل و القارۃ و بنی لحیان و ذلك فی اٰخر سنۃ ثلاث من الهجرۃ
وکانوا سبعۃ منهم مرثد هذا و هو کان الامیر علیهم فیما ذکر ابن اسحٰق و ذکر معمر عن ابن شهاب انّ امیرهم
کان عاصم بن ثابت فقُتِل مرثد و عاصم و غیرهما من الرفقاء بعد ما قاتلوا و اُسِر خُبیبُ عبد اللہ و زید۔

وروی انّ مرثد بن ابی مرثد کان یحمل الاَسرٰی من مکۃ حتی یأتی بهم المدینۃ وکان بمکۃ بَغیٌ
اسمها عناق وکانت صدیقۃ له قبل الاسلام وکان وعد رجلا ان یحمل من اَسارٰی مکۃ قال فجئتُ حتی
انتهیتُ الی حائطٍ من حیطان مکۃ فی لیلۃ قمراء قال فجاءت عناق فابصرت سوادَ ظلّی بجانب الحائط فلمّا
انتهت الیّ عرفتنی فقالت مرثد؟ قلتُ مرثد قالت مرحبًا و اهلاً هلم فبِت عندنا اللیلۃ قال قلتُ یا عناق
انّ اللہ حرّم الزنا قالت یا اهل الخباء هذا الذی یحمل الاسرٰی قال فاتبعنی ثمانیۃ رجال و سلکتُ الخندمۃ
حتی انتهیتُ الی کهفٍ فدخلته وجاءوا حتی قاموا علی رأسی واعماهم اللہ عنّی ثم رجعوا ورجعتُ الی صاحبی
فحملته حتی قدمت المدینۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسول اللہ انکح عناق فامسك رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت هذہ الاٰیۃ الزانی لاینکح الّا زانیۃ او مشرکۃ الاٰیۃ فقرأها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیّ وقال لا انکحہا۔

محمدؒ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی۔ آپ کا خاندان دراصل ملکِ شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابوحنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابوحنیفہؒ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمانِ فقہ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابوحفص کبیر احمد بن حفص و ابوسلیمان جوزجانی و موسیٰ رازی و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم و عیسیٰ بن ابان وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔

امام صیمری متوفی ۴۳۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ میں ص۱۲۰ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفۃ مولی لبنی شیبان وکان موصوفاً بالکمال وکانت منزلتہ فی کثرۃ الروایۃ والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلۃ رفیعۃ یعظمہ اصحابہ جداً۔ قدم بغداد فسمع۔ واخرجہ ھارون الرشید فولاہ القضاء بالرقۃ ثم عزلہ وقدم ونزل فی ناحیۃ باب الشام۔

ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمد کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے لیے امام محمد کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ امام محمد بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمد کے چند مخالفین بھی تھے۔ مثل امام حسن بن زیاد تلمیذ امام ابوحنیفہ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمد کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمد کو اندر بلایا تو امام محمد کے تلامذہ و معتقدین غمگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش و خرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہوجاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کرھت ان اخرج عن طبقۃ الذین جعلتنی فیھم انک اھلتنی للعلم وکرھت ان اُخرج منہ الی طبقۃ الخدمۃ التی ھی خارجۃ منہ وان ابن عمک صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یتمثل لہ قیاماً فلیتبوأ مقعدہ من النار وانما اراد بذلک العلماء ممن قام بحق الخدمۃ واعزاز الملک فھو ھیبۃ للعدو ومن قعد فلاتباع السنۃ التی منکم اُخذت وھو زین لکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتہیٰ۔

اہل دنیا و متکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علماء و صالحین و والدین و شیوخِ علم کے لیے قیام کرنا مندوب و سنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سیدسعد بن معاذؓ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا لسیّد کم او الی سیّد کم۔ امام نووی ؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ وصالحین کے لیے قیام کا ہے۔ جو طالب علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمدؒ اعلم بکتاب اللہ۔ عربیّت ونحو ولغت وحساب وفقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علمِ ابوحنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ وعلوم حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدۂ شافعی کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقہ ابوحنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص۳۷ میں ہے وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انّہ صنّف فی العلوم الدینیّۃ تسع مائۃ وتسعۃ وتسعین کتابًا ومن تلامذتہ الشافعی وتزوّج بأمّ الشافعی وفوّض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہًا ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فانّ المعانی قد تیسّرت لہم واللہ ما صرتُ فقیہًا الّا بکتب محمد بن الحسن۔ انتہٰی۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت واستخراجِ مسائلِ دقیقہ میں اضافہ ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ نفسِ فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ ومجتہد ہو چکے تھے۔

شامی میں ہے ورُوی عن الشافعی انّہ قال ایضًا حملتُ من علم محمد بن الحسن وِقْر بعیر کتبًا وقال امنّ الناس علیّ فی الفقہ محمد بن الحسن۔ امام صیمری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملۃ قال سمعت الشافعیؒ یقول ما رأیتُ احدًا قطّ اذا تکلم رأیتُ القرآن نزل بلغتہ الّا محمد بن الحسن فانّہ کان اذا تکلم رأیتُ القرآن نزل بلغتہ ولقد کتبتُ عنہ حمل بعیر ذکر۔ قال الشافعی وانما قلت ذکر لانّہ بلغنی انہ یحمل اکثر مما تحمل الانثی وقال الشافعی ما رأیتُ رجلاً اعلم بالحلال والحرام والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن۔ وکان الشافعی یقول لو انصف الفقہاء لعلموا انہم لم یروا مثل محمد بن الحسن۔ ماجالست فقیہًا قط افقہ منہ ولا فتق لسان بالفقہ مثلہ لقد کان یحسن من الفقہ واسبابہ شیئا یعجز عنہ الاکابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمد کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعی آپ کے علوم پر اعتماد نہ کرتے۔ امام احمدؒ ویحیی بن معین بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمری اپنی کتاب کے ص۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدوری قال سمعت یحیی بن معین یقول کتبتُ

الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراهیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت هذہ المسائل الدقاق من این لك قال من کتب محمد بن الحسن۔

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علومِ عربیت، نحو وشعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث وفقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔

ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر رَیّ کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا لو شہر رَیّ میں امام محمدؒ اور امام کسائیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال هارون الرشید دفنت الفقه والنحو بالری فی یوم واحد۔

ابو رجاء قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرما دیا۔ وقال لی لم اُصیّرك وعاء للعلم وانا ارید ان اعذّبك۔ قال قلتُ فابو یوسف؟ قال ذاك فوقی او فوقنا بدرجة۔ قال قلتُ فابو حنیفة قال ذاك فی اعلی علیین۔ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تهذیب الاسماء للنووی وغیرہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ آیت فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن میں آپ مذکور ہیں

هو معقل بن یسار بن عبد الله بن معبر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ معقل کی کنیت ابو علی تھی وقیل کنیته ابو عبد الله وقیل ابو یسار۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا قول ہے ما کان بالبصرة احد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم اهنأ من معقل بن یسار۔ مرضِ وفات میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابو علی نہیں تھی، مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابو علی تھی۔ اسی طرح حاکم نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؓ سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ روی معقل بن یسار مرفوعًا اقرؤا علی موتاکم یٰس رواه ابو داؤد وابن ماجه وعنه قال لقد رأیتُنی یوم الشجرة والنبیّ صلی الله علیه وسلم یُبایع الناسَ وانا رافعٌ غصنًا من اغصانها من رأسه ونحن اربع عشر مائة ولم نُبایعه علی الموت ولکن بایعناه علی ان لا نفرّ۔ رواه مسلم۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافتِ یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ ۔ آیت یسئلونك عن الاھلۃ قل ھی مواقیت میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبد الرحمٰن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیہ و فاضلِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ صحابۂ انصار کے ساتھ تھے۔ بدری ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۷۵ حدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگِ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل، حسین، عاقل، صاحبِ علم و حلم و حیا و سخا تھے مستجاب الدعا تھے۔ فعن ابن کعب بن مالك کان معاذ شابا جمیلا سمحا لا یسأل اللہ شیئا الا اعطاہ۔

وعن انس قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابوزید۔ رواہ البخاری ومسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا أعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وأفرضھم زید بن ثابت۔ وروی ابوداؤد والنسائی عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ وقال یا معاذ واللہ انی لاحبك وقال أوصیك یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلاۃ تقول اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اُن چھے صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر و عثمان و علی اور تین انصار ہیں یعنی اُبی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی معاذ یوم القیامۃ امام الناس برتوۃ کذا فی الاصابۃ وفی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۰۰ امام العلماء یوم القیامۃ برتوۃ اور نوتین۔ الرتوۃ رمیۃ الحجر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملکِ شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر ۱۸ھ میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللھم ادخل علی آل معاذ نصیبھم من ھذا فطعنت لہ امرأتان فماتتا ثم طعن ابنہ عبد الرحمٰن فمات ثم طعن معاذ فجعل یغشی علیہ فاذا افاق قال رب غمنی غمك فوعزتك انك لتعلم انی احبك ثم یغشی علیہ فاذا افاق قال مثلہ ولما حضرتہ الوفاۃ قال مرحبا بالموت مرحبا زائر حبیب جاء علی فاقۃ اللھم انك تعلم انی کنت اخافك و انا الیوم ارجوك انی لم اکن احب الدنیا وطول البقاء فیھا لکری الانھار ولا لغرس الاشجار لکن لظمأ الھواجر و مکابدۃ الساعات ومزاحمۃ العلماء بالرکب عند حلق الذکر۔

مجاهد رحمہ اللہ تعالیٰ - آیت فقلنا لھم کونوا قردۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مجاھد بن جبر ویقال ابن جبیر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی المخزومی ۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام جلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت وجلالت متفق علیہ ہے ۔ امام نووی رحمہ اللہ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں واتفق العلماء علی امامتہ وجلالتہ وتوثیقہ وھو امام فی الفقہ والتفسیر والحدیث اھ ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر وجابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عمرو وابو ہریرہ و عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاووس وعکرمہ واعمش ومنصور وحماد بن ابی سلیمان وایوب سختیانی وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں کان اعلمھم بالتفسیر مجاھد وقال ابو حاتم لم یسمع من عائشۃ وقال مجاھد عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرۃ ۔ کذا ذکر النووی ۔ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے اقوال واحوال بسط سے ذکر کیے ہیں ۔ وعن ابان بن صالح عن مجاھد قال عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاث عرضات اقفہ علی کل آیۃ اسألہ فیما نزلت وکیف کانت ؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۰ مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے الفقیہ من یخاف اللہ تعالیٰ ۔ نیز فرماتے تھے ان العبد اذا اقبل علی اللہ بقلبہ اقبل اللہ عزّ و جلّ بقلوب المؤمنین الیہ ۔ آیت سیماھم فی وجوھھم کے معنی مجاہد کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے ۔ نیز فرمایا کرتے تھے ما من میتٍ یموتُ الا عُرِض علیہ اھلُ مجلسہ ان کان من اھل الذکر فمن اھل الذکر وان کان من اھل اللھو فمن اھل اللھو ۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن آدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم اخاہ بخیر قالت الملائکۃ ولک مثلہ واذا ذکرہ بسوء قالت الملائکۃ یا ابن آدم المستورُ عورتُہ اربَعْ علی نفسک واحمَدِ اللہ الذی ستر علیک ۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس اِن یُعجِزنی ابن آدم فلن یُعجِزَنی من ثلاث خصال اخذِ مال بغیر حقِّہ واضاعتِہ انفاقہ فی غیر حقہ ومنعِہ عن حقہ ۔ نیز فرماتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو گرج وکڑک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد و اولادِ اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں ۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں ۔ آپ کے علم وتقویٰ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کنتُ اصحب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفر فان اردتُ ان ارکب یأتینی فیمسک رکابی واذا رکبتُ سوی ثیابی فجاءنی مرۃ فکأنی کرھتُ ذلک فقال یا مجاھد انک ضیّق الخُلق ۔ وقال ایضاً ربما اخذ لی ابن عمر بالرکاب وربما اَدخل ابن عباس اصابعہ فی ابطی ۔ وقال ایضاً صحبتُ ابن عمر وانی ارید ان اخدِمہ فکان ھو یخدِمنی ۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اجڑے ہوئے گھر پر گزرا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خربۃ ما فعل اھلک

این اھلك ؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذھبوا و بقیت اعمالھم۔ ہلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گزرتے وقت مجاہد یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اھل الدیار المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منکم وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۶ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم و حیا کرنے والا اور دوسرا متکبر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یؤتی بثلاثۃ نفر یوم القیامۃ بالغنیّ و بالمریض والعبدِ فیقول للغنی ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول اکثرتَ لی من المال فطغیت فیؤتی بسلیمان بن داؤد علیھما السلام فی ملکہ فیقال لہ انت کنت اشدّ شغلاً ام ھذا؟ قال بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ شغلہ عن عبادتی۔ قال فیؤتی بالمریض فیقول ما منعك عن عبادتی ؟ قال یا ربِّ اشغلتَ علیّ جسدی قال فیؤتی بایّوب علیہ السلام فی ضُرِّہٖ فیقول لہ انت کنت اشدّ ضُرًّا ام ھذا ؟ قال فیقول لا بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ ذلك ان یعبُدنی قال ثم یؤتی بالمملوك فیقال لہ ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول جعلتَ علیّ اربابًا یملکوننی قال فیؤتی بیوسف الصدیق علیہ السلام فی عبودیتہ فیقال انت اشدّ عبودیّۃً ام ھذا ؟ قال بل ھذا قال فانّ ھذا لم یشغلہ شیٔ عن عبادتی۔ مجاہدؒ کا قول ہے انّ الروح خلق علی صورۃ ابن آدم۔ وعن مجاھد قال ما من مؤمن یموت الا تبکی علیہ الارض اربعین صباحًا۔ وقال مجاھد کان یحجّ من بنی اسرائیل مائۃ الف فاذا بلغوا انصاب الحرم قلعوا نعالھم ثم دخلوا الحرم حفاۃً۔ کذا فی الحلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؒ نے ۱۰۱ھ میں وعند بعض العلماء ۱۰۲ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔

مبرِد رحمہ اللہ۔ آپ آیت انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن یزید ابن عبد الاکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مبرد نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی و ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نفطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول سیرافی آپ قبیلۂ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ ازد میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاعر مبرد کی مذمت میں کہتا ہے ؎

سألنا عن ثمالۃ کلّ حیٍّ   فقال القائلون ومَن ثمالہ

فقلتُ محمد بن یزید منھم   فقالوا زدتَنا بھم جھالہ

مبرد حسین وجمیل صوت والے اور بلیغ و ثقہ۔ علامہ۔ صاحبِ نوادر و ظرائف۔ وسیع العلم لغوی تھے۔ اہلِ بصرہ کہتے تھے مبرد نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمبرد کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الف ولام تصنیف کی تو مبرد سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مبرد نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا قم فانت المبرِدُ بکسر الراء

ای المثبت للحق۔ مبرد بکسرِ را ہے لیکن اہلِ کوفہ نے عداوت سے را کو فتحہ دیا۔ نفطویہ فرماتے ہیں ما رأیتُ احفظ للاخبار بغیر اسانید منہ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل۔ المقتضب۔ الروضۃ المقصور و الممدود۔ الاشتقاق۔ القوافی۔ اعراب القرآن۔ نسب عدنان وقحطان۔ الرد علی سیبویہ۔ شرح شواہد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض۔ ما اتفق لفظہ واختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین وغیرہ وغیرہ۔

مبرد و ثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علماء مبرد کو ثعلب سے افضل سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو وعربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نَرُوحُ ونغدُو لا تزاوُر بیننا ۔۔۔ ولیس بمضروب لنا عند موعد

فابدانُنا فی بلدۃ والتقاؤنا ۔۔۔ عسیر کأنّا ثعلبٌ والمبرّد

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

ایا طالبَ العلمِ لا تجہلَنْ ۔۔۔ وعُذْ بالمبرّد او ثعلب

تجدْ عند ھٰذین علمَ الوریٰ ۔۔۔ فلاتكُ كالجملِ الاجرب

علومُ الخلائق مقرونۃ ۔۔۔ بھٰذین بالشرق والمغرب

مبرد کی ولادت ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر المدنی امام دار الہجرۃ واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاہبؒ۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علمِ حدیث کا سماع نافع مولی ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؒ و زہریؒ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ سے ابن جریجؒ واوزاعیؒ و ثوریؒ وابن عیینہؒ وشعبہؒ وابن المبارکؒ وشافعیؒ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی جلالت و امامت وحفظ وتثبت وتعظیمِ حدیثِ نبی علیہ السلام معروف ومسلّم ہیں۔ انتقادِ رجالِ حدیث میں آپ کا قول مسلّم ہے۔ قال ابو حاتم مالک ثقۃ وھو امام اھل الحجاز وھو اثبت اصحاب الزھری وقال الشافعی اذا جاء الاثر فمالک النجم ولولا مالک وسفیان بن عیینۃ لذھب علم الحجاز۔ وقال مالک معلّمی وعنہ اخذنا العلم۔ بشر بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال رأیتہ فی کُتُبِی؟ قلتُ لا قال لو کان ثقۃ لرأیتہ فی کتبی۔

خلف بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؒ کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؒ نے وہ مصلّے کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؒ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا رأیتُ اللیلۃ فی منامی کانہ یقال لی ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس

والناس حوله يقولون له يا رسول الله أعطنا يا رسول الله مُر لنا فقال لهم انی قد کنزت تحت المنبر کنزاً کبیراً وقد امرت المالك ان يقسمه فيكم فاذهبوا الى مالك فانصرف الناس وبعضهم يقول لبعض ما ترون ما الك فاعلاً؟ فقال بعضهم ينفذ ما امره به رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فرق مالك وبكى۔

ایک حدیث میں امام مالکؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يوشك ان يضرب الناس اباط المطی فی طلب العلم فلا يجدون عالماً اعلم من عالم المدينة رواه الترمذی وقال حدیث حسن۔ علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ ہیں۔ کتاب تزیین الممالک بمناقب مالک ص۶ پر حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال اسحٰق بن موسى فبلغنی عن ابن جريج انه كان يقول انه مالك بن انسؒ انتهى۔ امام نوویؒ تهذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفیان بن عيينة قال هو مالك بن انسؒ۔ امام مالکؒ درسِ حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابو سلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درسِ حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا اُوقّر به حدیث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ درسِ حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخور وخوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درسِ حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یا ايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبیّ۔ قال مالك فمن رفع صوته عند حديث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فكانما رفع صوته فوق صوت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔

تزیین الممالک میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل کبھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی وسمعت غير واحد يقول حُمل بمالك بن انس ثلث سنين۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض ربیع الاول ۹۴ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مسہر ۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لاادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الهيثم بن جميل قال شهدت مالكاً سئل عن ثمان واربعين مسئلة فقال فی اثنتين وثلاثين منها لا ادری۔ وعن ابن مهدی قال سفيان الثوری امام فی الحديث وليس بامام فی السنة والاوزاعی امام فی السنة وليس بامام فی الحديث ومالك بن انس امام فيهما جميعاً۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تتعلم العلم۔ زبیر بن حبیب

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا احیاء کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا احیاء کرتے تھے۔

ابن وہب کہتے ہیں لوشئتُ ان املأ الواحًا من قول مالك لا ادری فعلت۔ ابن وہب کی روایت ہے قال مالك العلم نور یجعله الله حیث شاء لیس بکثرة الروایة۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فلما کان الرجل صادقًا لایکذب الا مُتّع بعقله ولم یُصبه ما اصاب غیرہ من الهرم والخرف۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھتے تھے روی ابونعیم باسناده عن المثنّی بن سعد قال سمعتُ مالکًا یقول ما بِتُّ لیلةً الا رأیتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

وکان مالك یأتی المسجد ویشهد الصلوات والجمعة والجنائز ویعود المرضی ویقضی الحقوق ویجلس فی المسجد ویجتمع له اصحابه ثم ترك الجلوس فی المسجد وکان یُصلّی ثم ینصرف الی منزله وترك شهود الجنائز وکان یأتی اصحابه فیُعزّیهم ثم ترك ذلك کله فلم یکن یشهد الصلوات فی المسجد ولا یأتی احدًا یُعزّیه ولا یقضی له حقًّا واحتمل الناس ذلك کله له وکانوا ارغب ما کانوا فیه واشدّه له تعظیمًا حتی مات علی ذلك وکان ربّما کُلّم فی ذلك فقال لیس کل الناس یقدر ان یتکلم بعذره۔ محمد بن رمح کہتے ہیں: رأیت النبیّ علیه السلام من اربعین سنة فی المنام فقلت له یا رسول الله مالك واللیث یختلفان فی مسئلة فقال النبی علیه السلام مالك مالك ورث جدّی یعنی ابراهیم علیه السلام۔

امام مالکؒ نے موطا میں ۱۰ ہزار احادیث درج کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد رہ گئی جواب ہمارے سامنے موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَن سبّ ابابکر جُلِد ومَن سبّ عائشة قُتِل قیل لم؟ قال من رماها فقد خالف القرآن۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح اثباتِ روایت ہے۔ اور کبھی کبار بھی صغار سے روایت کرتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکتة صنّف الدارقطنی جزءً فی الاحادیث التی رواها ابوحنیفة وقال ابوحنیفة اجلّ من روی عن مالك۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۴ ربیع الاول کو بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔

مسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا الله عُرضةً لأیمانکم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بین الناس کی شرح میں مذکور ہیں۔ هو مسطح بن اثاثة بن عباد القرشی۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت ابی رہم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمٰیؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمٰی کی والدہ رائطہ بنت صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے۔ سلمٰیؓ کا ذکر احادیثِ واقعۂ افکِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برات نازل ہونے کے بعد

انھیں حد قذف کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیۃ بن عبد اللہ بن مرۃ الھمدانی الوداعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشان رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاحادیث۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایتِ حدیث کرتے ہیں ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و علی و معاذ بن جبل و ابن مسعود و عائشہ و ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل شعبی و ابراہیم نخعی و ابو اسحاق سبیعی و ابو الشعثاء محاربی و مکحول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمن۔ قال الشعبی ما رأیتُ أطلبَ للعلم منہ وقال ابو السفر ما ولدت ھمدانیۃٌ مثل مسروق وذکرہ ابراھیم فی اصحاب ابن مسعود الذین کانوا یعلّمون الناس السنّۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح و کان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الّا ساجدًا وقال انس بن سیرین عن امرأۃ مسروق انہ کان یصلّی حتی تورّم قدماہ۔ کذا فی التھذیب لابن حجر۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔ کفی بالمرء علمًا ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جھلًا ان یعجب بعملہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خرج مسروق الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن اٰیۃ فلم یجد عندہ فیھا علمًا فاخبر عن رجل من اھل الشام فقدم علینا ھھنا ثم خرج الی الشام الی ذلک الرجل فی طلبھا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرّہ ان یعلم علم الاولین وعلم الاٰخرین وعلم الدنیا والاٰخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعۃ۔

وعن العلاء بن ھارون قال حج مسروق فما افترش الّا جبھتہ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شئٌ یرغب فیہ اِلّا ان نُعفِّر وجوھنا فی التراب وکان مسروق یقول لاھلہ ھاتوا کلّ حاجۃٍ لکم فاذکروھا لی قبل ان اقوم الی الصلاۃ وکان مسروق یُرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویُقبِل علی صلاتہ ویخلیھم و دنیاھم۔

وعن ابراهيم بن محمد قال كان مسروق يركب كل جمعة بغلةً ويحملنى خلفه ثم يأتى كناسةً بالحيرة قديمة فيحمل عليها بغلته ويقول الدنيا تحتنا ويقول هذه الدنيا اكلوها فافنوها. لبسوها فابلوها. ركبوها فانضوها سفكوا فيها دماءهم واستحلّوا فيها محارمهم وقطعوا فيها ارحامهم وكان مسروق يقول ما من شئ خير للمومنين من لحد قد استراح من هموم الدنيا و اٰمن من عذاب الله۔

وكان يقول انّى أحسن ما اكون ظنًّا حين يقول لى الخادم ليس فى البيت قفيز ولا درهم و كان مسروق يتمثل بقول الشاعر ؎

ويكفيك مما اغلق الباب دونه ۔۔۔ وأرضى عليه الستر ملح وجردق

وماءُ فراتٍ باردٍ ثم تغتدى ۔۔۔ تُعارض اصحابَ الثّريد الملبّق

تجشّأ اذا ما هم تجشّو اكانّما ۔۔۔ غُذِيت بالوان الطعامِ المفتّق

الثّريد الملبّق الملين بالدسم والطعام المفتّق الكثير الخصب كذا فى الحلية ج ۲ ص ۹۷

سفیان بن عیینہ سے امام احمد روایت کرتے ہیں کہ اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں علقمہ کے بعد مسروق سے کوئی افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدّم على مسروق من اصحاب ابن مسعود رضى الله عنه احدًا. صلّى خلف ابى بكر ولقى عمر وعليًّا ولم يرو عن عثمان شيئًا. اسحاق بن منصور کا قول ہے لا يسئل عن مثله قال العجلى كوفى ثقة وكان احد اصحاب ابن مسعود الذين يُقرءُون ويُفتون قال ابن سعد كان ثقة وله احاديث صالحة۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلّت يدُ مسروقٍ يوم القادسيّة واصابته اٰمة وقال ابو الضحى عن مسروق انه كان يقول ما احبّ انها يعنى الاٰمة ليست لى لعلّها لولم تكن لى كنت فى بعض هذه الفتن۔ وکیع وغیرہ کہتے ہیں لم يتخلّف مسروق عن حروب علىّ رضى الله عنه ذكره ابن حبّان فى الثقات وقال كان من عُبّاد اهلِ الكوفة۔

وَلّاه زياد على السلسلة ومات بها سنہ ۶۲ھ وقيل مات سنہ ۶۳ھ وقال الفضل بن عمرو مات مسروق وله ثلاث وستون سنة وقال ابو الضحى سٔل مسروق عن بيت شعر فقال اكره ان ارى فى صحيفتى شعرًا. وكان مسروق لا يأخذ على القضاء اجرًا وينأوّل هذه الاٰية ان الله اشترٰى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة. وكان مسروق يقول اقرب ما يكون العبد الى الله تعالى وهو ساجد۔

قال النووى فى تهذيب الاسماء ج ۲ ص ۸۸ قال ابوداؤد كان ابو مسروق افرس فارس

فی الیمن وھو ابن اخت عمرو بن معد یکرب وسألہ عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن قال الشعبی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمٰن ۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرہ فغلب علیہ ذٰلک یعنی بچپن میں انھیں کسی نے اغوا کرلیا تھا ۔ اسی وجہ سے انھیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں ۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلی ھذا یکون حدیثہ عنہ مرسلاً لکن تعقب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجود فی کلامہ ان الحدیث الذی من روایۃ مسروق عن معاذ متصل ۔

محمود الزمخشری ۔ تفسیر بیضاوی میں کشاف سے اخذ کیا گیا ہے ۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے ۔ اس واسطے ترجمۂ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

فھو محمود بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشری ابو القاسم جار اللہ ۔ زمخشری وسیع العلم ، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے ۔ آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے ۔ اعتقاداً معتزلی تھے ۔ اور فروع میں حنفی تھے ۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہر تھے ۔ بغداد کئی بار گئے ۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیسابوری وابو مضر اصبہانی وشیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم وادب کی ۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے ۔ آپ کا لقب جار اللہ وفخرِ خوارزم ہے ۔ زمخشر اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے ۔ یہ زمخشری کا مولد ہے ۔

قال ابن اختہ ولد خالی بزمخشر من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرین من رجب سنۃ سبع وستین واربع مائۃ کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ ص ۱۲۷ فما فی البغیۃ للسیوطی انہ ولد سنۃ سبع وتسعین واربع مائۃ خطأ ولعلہ من اغلاط الکاتب ۔

قریۂ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکی انہ اجتاز اعرابی بزمخشر فسأل عن اسمھا واسم کبیرھا فقیل زمخشر والرداد فقال لا خیر فی شرٍّ ورَدٍّ ولم یُلِم بھا اخذ شرا من زمخشر وردًا من الرداد ۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی ۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوادی ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ ساقط ہوگئی تھی ۔

فقیہ دامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدۃ وذلک انی امسکت عصفوراً وانا صبیٌّ صغیرٌ وربطت برجلہ خیطاً فافلت من یدی ودخل خرقاً فجذبتہ فانقطعت رجلہ فتألّمت لہ والدتی وقالت قطع اللہ رجلک کما قطعت فلمّا رحلتُ الی بخاری فی طلب العلم سقطت عن الدابّۃ فی اثناء الطریق فانکسرت رجلی واصابنی من الألم ما اوجب قطعہا۔ وکان اذا مشیٰ القی علی رجلہ من الخشب ثیابہ الطوال فیظنّ من یراہ انہ اعرج۔

ایک بار زمخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھیرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ ابن شجریؒ آپ سے ملے اور یہ شعر پڑھے زمخشری کی مدح میں ؎

کانت مُساءلۃ الرکبان تخبرنی
عن احمد بن داودٍ اطیب الخبر
حتی التقینا فلا واللہ ما سمعت
اذنی باحسن مما قد رأی بصری

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

واستکبر الاخبار قبل لقائہ
فلمّا التقینا صغّر الخَبَرَ الخُبْرُ

زمخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما بصر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع صوتہ بالشہادتین فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا زید الخیل کل رجل وصف لی دون الصفۃ الّا انت فانک فوق ما وُصفت وکذلک سیدنا الشریف ثم دعا لہ واثنی علیہ۔

زمخشری کی تفسیر کشاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی درحقیقت تفسیر کشّاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زمخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس عیال فی التفسیر علی الکشاف۔ زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

اِنّ التفاسیر فی الدنیا بلا عددٍ
ولیس فیہا لعمری مثل کشّافی

ان كنت تبغى الهدى فالزم قراءته　　فالجهل كالداء والكشاف كالشافى

زمخشری نے کشاف کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

الفائق فى غريب الحديث۔ نكت الاعراب فى غريب الاعراب۔ فى غريب اعراب القرآن۔ كتاب متشابه اسماء الرواة۔ مختصر الموافقة بين اهل البيت والصحابة۔ الاثر لابى سعيد الرازى اسماعيل۔ الكلم النوابغ فى المواعظ۔ اطواق الذهب فى المواعظ۔ نصائح الكبار۔ نصائح الصغار۔ مقامات فى المواعظ۔ نزهة المستأنس۔ الرسالة الناصحة۔ رسالة المسامة۔ الرائض فى الفرائض۔ معجم الحدود۔ المنهاج فى الاصول۔ ضالة الناشد۔ كتاب عقل الكل۔ النموذج فى النحو۔ المفصل۔ شرح المفصل۔ المفرد والمؤلف فى النحو۔ صميم العربية۔ الامالى فى النحو۔ اساس البلاغة فى اللغة۔ جواهر اللغة۔ كتاب الاجناس۔ مقدمة الادب فى اللغة۔ كتاب الاسماء فى اللغة۔ القسطاس فى العروض۔ حاشية المفصل۔ شرح مقاماته۔ شرح المسائل۔ سوائر الامثال۔ المستقصى فى الامثال۔ ربيع الابرار فى الادب والمحاضرات۔ تسلية الضرير۔ رسالة الاسرار۔ اعجب العجب فى شرح لامية العرب۔ ديوان التمثيل۔ ديوان الخطب۔ ديوان رسائل۔ ديوان شعر۔ شرح كتاب سيبويه۔ كتاب الجبال والامكنة۔ شافى العى من كلام الشافعیؒ۔ شقائق النعمان فى حقائق النعمان فى مناقب الامام ابى حنيفةؒ۔ المحاجاة فى الاحاجى والالغاز۔

زمخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۵۳۸ھ کذا فی معجم الادباء۔ زمخشری کے چند اشعار سن لیجیے۔

العلم للرحمن جل جلاله　　وسواه فى جهلاته يتغمغم

ما للتراب وللعلوم وانما　　يسعى ليعلم انه لا يعلم

نیز کہتے ہیں

كثر الشك والخلاف وكلٌّ　　يدعى الفوز بالصراط السوى

فاعتصامى بلا اله سواه　　ثم حبى لاحمد وعلى

فاز كلب بحب اصحاب كهف　　كيف اشقى بحب آل نبى

شیخ ابو حفص عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زمخشری کے معاصر تھے۔ زمخشری اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ حكى ان النسفى دق باب الزمخشرى فقال الزمخشرى من بالباب؟ قال النسفى عمر۔ قال الزمخشرى انصرف۔ قال عمر لا ينصرف۔ قال الزمخشرى

اذا انکر صرف۔ ھذا واللہ اعلم۔

نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم القاری المدنی مولی بنی لیث وقیل مولی جعونة رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نافعؒ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ امامِ جلیل، ثقہ۔ عابد۔ قاری مقری، سید القراء والفقہاء تھے۔ کنیت ابورویم یا ابوعبدالرحمٰن ہے۔ کبھی جد کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وابوالزناد وعامر بن عبداللہ بن الزبیر ومحمد بن یحییٰ ونافع مولی ابن عمر واعرج وصفوان ابن سلیم وربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر واصمعی وخالد بن مخلد و سعید بن ابی مریم ومحمد بن مسلم وابوقرہ موسیٰ بن طارق وعیسیٰ بن مینا قالون وقعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ۔

نافع اصفہانی الاصل تھے۔ تابعی ہیں۔ سیاہ رنگ والے تھے۔ طبیعت مزاحی تھی۔ صحابہ میں سے ابوالطفیلؓ وابن ابی انیسؓ کو دیکھا ہے۔ قاری نافع کے ترجمہ واحوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ کتاب المعارف، ص ۵۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷۔ مرآۃ الجنان۔ ج ۱ ص ۳۶۸۔ شذرات، ج ۱ ص ۲۷۰ میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۲۔ عبرالذہبی ج ۱ ص ۲۵۷ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰۔ نافع جلیل القدر وخاشع وکثیر العبادۃ والتلاوۃ تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اھل المدینة والذی صاروا الی قراءته و رجعوا الی اختیارہ وھو من الطبقة الثالثة بعد الصحابة رضوان اللہ علیھم وکان محتسباً فیه دعابة وکان اسود شدید السواد قال ابن ابی اویس قال لی مالک رضی اللہ عنه قرأت علی نافع۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص ۳۶۸۔

آپ نے قراءت ابومیمونہ مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قراءت پڑھی۔ منھم ابوجعفر یزید بن القعقاع مولی عبداللہ بن عباس قال نافع کنتُ اقرأعلیه وانا ابن تسع ومنھم شیبة بن نصاح وعبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج وھم قرؤا علی ابن عباس وابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان یؤخذ عنه القرآن ولیس فی الحدیث بشیء وقال ابن معین ثقة وقال النسائی لیس به بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی لم ار فی احادیثه شیئا منکراً وارجو انه لا بأس به کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۱۰ ص ۴۰۷ حضرت نافعؒ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت ونصیحت کی درخواست کی قال له ابناہ اوصنا قال اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسوله ان کنتم مؤمنین۔

حضرت نافعؒ کے منہ سے بوقتِ گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل له اتطیّبُ کلما قعدتَ تُقرِئ الناسَ قال لا اَمَسّ طیباً ولکنی رأیتُ النبیّ صلی اللہ علیه وسلم فی المنام یقرأ فی فیّ فمن ذلک الوقتِ یُوجد ھذہ الرائحة وقال رجل لنافع ما اَصبح وجھک واحسن خلقک قال کیف وقد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ سلم ای فی المنام۔ نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ وقال ابن سعد عن شہاب بن عباد مات بمکۃ سنہ ۱۶۹ھ۔

فائدہ ۔ قاری نافعؒ کے رواۃ ثقات بہت ہیں مثل امام مالکؒ واصمعی واسماعیل والمسیبی وابن حبان وغیرہ۔ لیکن علماء وقراء کے نزدیک مشہور دو ہیں۔ اول قالون ابوموسیٰ عیسی بن مینا المدنیؒ۔ دوم ابوسعید عثمان ابن سعید ضبطی مصری معروف بہ ورشؒ۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۔ آمین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو ھُنیدۃ وائل بن حجر بن ربیعۃ الحضرمی رضی اللہ عنہ۔ آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے یمن میں حمیر کے۔ اصابہ میں ہے قال ابن حبان کان بقیۃ اولاد الملوک بحضرموت اھ نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوک حمیر ویقال للملک منھم قیل بفتح القاف وسکون الیاء وجمعہ اقیال وکان ابوہ من ملوکھم مدینہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا یأتیکم وائل بن حجر من ارض بعیدۃ من حضرموت طائعا راغبا فی اللہ تعالی وفی رسول اللہ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرحبا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا وقال اللھم بارک فی وائل وولدہ وولد ولدہ واصعدہ معہ علی المنبر واثنی علیہ واستعملہ علی بلادہ واقطعہ ارضا۔ اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا۔

ابتدا میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرتِ خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنیے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیق سفر تھے۔ وہ اُس وقت ابتدا میں بڑے غریب و مسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کرلیں۔ وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے ردیف بن کران کے ساتھ سوار ہوجاؤ۔ البتہ میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو۔

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسب منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور سفر کا وہ پرانا قصہ یاد دلایا۔ اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فوددت لوکنت حملتہ بین یدیّ۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۲۹۔ ابن عبدالبرؒ مذکورہ صدر قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخرج معاویۃ راجلا ووائل بن حجر علی ناقتہ راکبا فشکا الیہ معاویۃ حرّ الرمضاء فقال لہ انتعل ظلّ الناقۃ فقال لہ معاویۃ وما یغنی ذلک لو جعلتنی ردفک فقال وائل سکت

فلبث من أرداف الملوك وعاش وائل رضی اللہ عنہ حتی ولی معاویۃ الخلافۃ فدخل علیہ وائل بن حجر فعرفہ معاویۃ وأذکرہ بذلك ورحّب بہ وأجازہ لو فودہ علیہ فأبی من قبول جائزتہ وجبائہ وأراد أن یرزقہ فأبی من ذلك وقال یأخذہ من ہو أولی بہ منّی فانی فی غنیً عنہ۔ کذا فی الاستیعاب ج ۳ ص۶۴۲ علی ہامش الاصابۃ

وائل رضی اللہ عنہ سے ۷۱ حدیثیں مروی ہیں۔ مسلم نے ان میں سے چھ کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافت معاویہؓ تک زندہ رہے جنگ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تہذیب النووی۔

ولید بن مغیرہ ۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیهم ءانذرتھم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

ولید بن مغیرہ قریش مکہ کے رؤساء واہل ثروت میں سے تھا۔ وھو الولید بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفاء میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف ومشہور تھا۔ وانما عرف بالعدل لانہ کان یعدل قریش کلھا فکانت قریش تکسو الکعبۃ جمیعھا ویکسوھا الولید وحدہ وذلك لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر وفخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مالدار شخص مسکین و غریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید اُن کفار میں سے تھا جو مستہزئین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستہزئین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں ہے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریباً ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مرگیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔

ابن حبیب محبر ص۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے خاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابۃ الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابوسفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط واُبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونبیہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل وولید بن مغیرہ۔ قال تعلّموا الزندقۃ من نصاری الحیرۃ فلم یسلم منھم غیر ابی سفیان اھ المحبر ص۱۶۱

ہشام بن عمار بن نُصیر بن میسرۃ بن ابان السلمی ویقال الظفری ابو الولید الدمشقی رحمہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی ومحدث ومفتی ومقری ومشہور بالحدیث والقراءۃ ہیں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایت حدیث کرتے ہیں معروف الخیاط ابوالخطاب دمشقی وصدقۃ بن خالد وربیع بن عطیہ وحاتم بن اسمٰعیل وعبدالرحمٰن بن زید ومسلم بن خالد زنجی ومالک بن انس وابن عیینہ وعیسی بن یونس ومسلمۃ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالی۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ویحیی بن معین وابو عبید قاسم بن سلام وابوحاتم وابوزرعہ ومحمد بن عوف وزکریا ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالی۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث حجۃ وضابط وثبت ہیں قال ابن معین والعجلی ثقۃ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلہ۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہوگیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آگیا تھا۔ ہشام گاہے گاہے عندالضرورۃ تحدیث احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث وروایت سے انکار کر دیتے تھے۔ قال ابن وارۃ عزمت زمانا ان اُمسِك عن حدیث ہشام لانہ کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولا یحدّث مالم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درہمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہر وقت سر خوف خدا وشرم وحیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابوالمستضیئ رایتُ ہشام ابن عمار اذامشی اطرق فی الارض حیاءً من اللہ تعالی۔ ابوعلی مقری کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات ۱۹۰ھ سے چند سال بعد ہوئی تو علم کی جلالت وامامت دو شخصوں کے حصے میں آئی احدُھما مشتھر بالقران والضبط وھو عبداللہ بن ذکوان والاٰخر مشتھر بالعقل والفصاحۃ والروایۃ والعلم والدرایۃ وھو ھشام بن عمار وقد رُزِق کبر السن وصحۃ العقل والرأی فاخذ الناس عنہ قدیماً منھم ابوعبید القاسم بن سلام وکان عبداللہ بن ذکوان یفضلہ ویری مکانہ فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی ھشام۔

ہشام اپنی ولادت ۱۵۳ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قراءت کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قراءت عراک مروزی وایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحیی زماری سے اور یحیی نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الھذلی الشاعر رحمہ اللہ تعالی اولئك علی ھدًی من ربھم کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خویلد بن مرۃ ہذلی ہے۔ وھو احد بنی قرد بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن ھذیل۔ خویلد قبیلہ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابوخراش تھی۔ قال الخفاجی وابوخراش کان من فرسان العرب وفصحاء شعرائھا وکان یعدُو علی قدمیہ فیسبق الخیلَ ثم اَسلم وحَسن اسلامہ ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنہ من نھش حیّۃ انتہی مافی عنایۃ القاضی ۱۷ ص ۲۴۹۔

ابوخراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخاً کبیراً ووفد علی عمر رضی اللہ وقد اسلم وقُتِل اخوہ عروۃ قتلتہ ثمالۃ من الازد واَسِر وابنہ خراشاً فدعا الذی اَسرہ رجلاً للمنادمۃ فرأی خراشاً موثّقاً فی القید فالقی علیہ رداءہ فاجارہ فلما اُطلق قدم علی ابیہ فقال لہ مَن اَجارك قال لا ادری

واللہ۔ فقال ابوخراش يمدح صاحب الرداء ؎

حمدتُ الٰهی بعد عروۃَ اِذ نجا ۔۔۔ خراشٌ وبعضُ الشرِّ اَهونُ من بعض

ولم ادرِ من اَلقیٰ علیه رداءَه ۔۔۔ ولکنه قد سلّ عن ماجدٍ محض

ويقال انه لا يُعرف مَن مَدح مَن لا يعرف غيرُ ابی خراش۔

ابو الفرج اصبہانی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوخراش ہذلی زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں آئے، ولید بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان دونوں کو مقابلے میں شریک کروانے والے تھے فقال ابوخراش له ما تجعل لی ان سبقتهما عدوا قال ان فعلت فهما لك فسبقهما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کراتا۔ فتح مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب عُزّیٰ کو گرا کر اس کے خادم و نگران دبیہ سلمی کو قتل کر دیا تو ابوخراش نے جو اُس وقت کافر تھے عزیٰ پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے

ابوخراش کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروت مہمانوں کی آمد اور ابوخراش کی مروت و اخلاص ہے۔ چنانچہ اصمعیؒ و ابن کلبیؒ لکھتے ہیں مرّ علی ابی خراش نفرٌ من اليمن وكانوا حُجّاجاً فنزلوا عليه فقال ابوخراش ما اَمسیٰ عندی ماءٌ ولكن هذه بُرمةٌ وشاةٌ وقِربةٌ فرِدُوا فانه غيرُ بعيد ثم اطبخوا الشاة وذروا البرمة والقربة عند الماء حتى ناخذها فامتنعوا وقالوا لا نبرح فاخذ ابوخراش القِربة وسعیٰ نحو الماء تحت الليل فاستقى ثم اقبل فنهشته حيّةٌ فاقبل مسرعاً حتى اعطاهم الماء ولم يُعلمهم ما اصابه فباتوا ياكلون فلما اصبحوا وجدوه فی الموت فاقاموا حتى دفنوه فبلغ عمر خبرُه فقال والله لولا ان يكون سنةٌ لاهرتُ ان لا يضاف يمانیٌ بعدها ثم كتب الى عامله ان ياخذ النفر الذين نزلوا بابی خراش فيغرمهم ديته۔

خراش بن ابی خرش بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد و غازی ہیں۔

ابوعبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنو فہم نے ابوخراش کے بھائی عروۃ بن مرہ کو گرفتار کر لیا تو ابوخراش نے اپنے بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑا لیا پھر مال دے کر اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لیا۔ وقال الاصمعی هاجر خراش بن ابی خراش فی عهد عمرؓ وغزا واوغل فی بلاد العدو فقدم ابوخراش المدينة فجلس بين يدی عمرؓ شكا اليه شوقه الى خراش وانه انقرض اليه وقتل اخوته ولم يبق له غيره قال فكتب عمرؓ بان يقفل خراش وان لا يغزو من كان له اب شيخ الا بعد ان ياذن له اھ

ابوخراش کے ترجمہ و احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصابہ ج ۱ ص ۴۶۲ و ۴۶۵ - وکتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ج ۲ ص ۵۵۴ وسمط ۲۱۶ وخزانہ ج ۱ ص ۲۱۱ و اغانی ج ۲۱ ص ۳۸ - اوران کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان الهذليين ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث الحاء کے آخر میں مذکور ہیں۔ هو هابيل بن آدم عليه السلام۔ ہابیل و قابیل دونوں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوعِ انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو ظلماً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ واتل عليهم نبأ ابنى آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم يتقبل من الآخر قال لاقتلنك قال انما يتقبل الله من المتقين لئن بسطت الى يدك لتقتلنى ما انا بباسط يدى اليك لاقتلك انى اخاف الله رب العالمين انى اريد ان تبوء باثمى واثمك فتكون من اصحب النار وذلك جزاء الظالمين فطوعت له نفسه قتل اخيه فقتله فاصبح من الخاسرين۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضى الله عنه ان آدم كان يزوج ذكر كل بطن بانثى الاخرى وان هابيل اراد ان يتزوج باخت قابيل وكان اكبر من هابيل واخت قابيل احسن فاراد قابيل ان يستأثرها على اخيه وامره آدم عليه السلام ان يزوجه اياها فابى فامرهما ان يقربا قربانا وذهب آدم ليحج الى مكة واستحفظ السموات على بنيه فابين والارضين والجبال فابين فتقبل قابيل بحفظ ذلك فلما ذهب قربا قربانهما فقرب هابيل جذعة سمينة وكان صاحب غنم وقرب قابيل حزمة من زرع من ردئ زرعه فنزلت نار فاكلت قربان هابيل وتركت قربان قابيل فغضب وقال لاقتلنك حتى لاتنكح اختى فقال انما يتقبل الله من المتقين۔

وعن عبد الله بن عمرو وايم الله ان كان المقتول لاشد الرجلين ولكن منعه التحرج ان يبسط اليه يده۔ وقيل فى قتله انه ضربه بحديدة كانت معه فقتله وقيل انه انما قتله بصخرة رماها على رأسه وهو نائم فشدخته وقيل بل خنقه خنقاً شديداً وعضاً كما تفعل السباع فمات والله اعلم كذا فى البداية لابن كثير ج ۱ ص۹۳۔ وعن ابن مسعود رضى الله عنه مرفوعاً لاتقتل نفس ظلماً الا كان على ابن آدم الاول كفل من دمها لانه كان اول من سن القتل رواه احمد وغيره۔ ذكر ابن كثير وبجبل قاسيون شمالى دمشق مغارة يقال لها مغارة الدم مشهورة بانها المكان الذى قتل قابيل اخاه هابيل عندها ثم آدم عليه السلام حزن على هابيل حزناً شديداً وانه قال فى ذلك شعراً وهو قوله فيما ذكره ابن جرير ؎

تغيّرتِ البلادُ ومَن عليها ... فوجهُ الارض مغبرّ قبيح
تغيّر كلُّ ذى لونٍ وطعمٍ ... وقلّ بشاشةُ الوجهِ المليح

فاجيبَ آدم عليه السلام۔

اباهابيل قد قُتِلا جميعاً ... وصار الحىّ كالميتِ الذبيح
وجاء بشرّةٍ قد كان منها ... على خوف فجاء بها يصيح

هذا الشعر فيه نظر لعله الّف بعض الناس فنسبه اليه۔ والله اعلم۔

قال الامام ابو اسحق الثعلبی فی کتابہ العرائس ص۲۹ عن الضحاک عن ابن عباس قال لما قُتِل ھابیل و ادم بمکۃ اشتاک الشجر و تغیّرت الاطعمۃ و تحمّضت الفواکہ و مرّ الماء و اغبرّت الارض فقال ادم قد حدث فی الارض حدث وکان لھابیل یوم قُتِل عشرون سنۃ واختلفوا فی مصرعہ فقیل علی جبل نود بالھند وقال بعضھم علی عقبۃ حراء وحکی ابن جریر قال جعفر الصادق رحمہ اللہ بالبصرۃ فی موضع المسجد الاعظم اھ

یعقوب بن اسحق

بن زید بن عبد اللہ الحضرمی بالولاء البصری المقرئ المشھور رحمہ اللہ وھو احد القراء العشرۃ وھو المقرئ الثامن کذا فی الوفیات لابن خلکان. ج ۶ ص۳۹ یعقوب موصوف امام قراءت، زاہد، صالح، ورع، امام نحو و عربیت و فقہ و قراءت ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس فی زمانہ بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ والفقہ فاضلاً تقیا ورعاً زاھداً سرق رداءہ وھو فی الصلاۃ ورُدّ الیہ ولم یشعر لشغلہ بالصلاۃ وبلغ من جاھہ بالبصرۃ انہ کان یحبس ویطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے جد زید بن عبد اللہ و اسود بن شیبان و سلیمان بن معاذ الضبی و سلیم بن حیان و عبد الرحمن بن میمون و ابو عقیل دورقی و شعبہ و حماد بن سلمہ و ہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس و ابو الربیع الزہرانی و عبد اللہ بن محمد بن یحیی طرسوسی و عقبۃ ابن مکرم و حسین بن علی الصدائی و احمد بن ثابت جحدری رحمہم اللہ۔

امام احمدؒ و ابو حاتمؒ فرماتے ہیں ہو صدوق۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کذا فی التہذیب لابن حجر۔ ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عن یعقوب الحضرمی فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازی عنہ فقال صدوق وقال ابو حاتم کان یعقوب الحضرمی اعلم من ادرکنا و رأینا بالحروف والاختلاف فی القرآن الکریم وتعلیلہ ومذاھب النحو فی القرآن الکریم۔ ابو عمرو بن العلاءؒ کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قراءت کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد المنعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوبؒ کی قراءت پڑھتے تھے۔ یعقوبؒ نے ایک کتاب مسمی بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قراءات اور ان کا اختلاف ذکر کرکے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں وھو من اھل بیتِ العلم بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ الکثیرۃ للحروف والفقہ وکان من اقرأ القراء واخذ عنہ عامۃ حروف القرآن مسنداً وغیر مسند من قراء الحرمین والعراقین و اھل الشام وغیرھم اھ

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جدِ اعلیٰ عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی ائمہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدہ لکھتے ہیں اول من وضع العربیۃ ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسۃ الفیل ثم عبد اللہ بن ابی اسحق

الحضرمی آہ ابن ابی اسحاق حضرمی عیسی بن عمر ثقفی وابو عمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری نے عبداللہ موصوف وقاری ابو عمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلاکر مناظرہ کرایا تو عبداللہ غالب ہوئے قال ابو عمرو فغلبنی ابنُ ابی اسحاق بالھمز فنظرتُ فیہ بعد ذلك وبالغتُ فیہ۔ یہ عبداللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور ہوا ؎

فلوکان عبد اللہ مولیً ھجوتُہ ولکن عبدَ اللہ مولیٰ موالیا

جب عبداللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا تو فرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کہنا غلط ہے صحیح مولی موال ہے۔ مبرّد فرماتے ہیں أجمعتِ العلماء باللغۃ أنّ اوّل مَن وضعَ العربیّۃ ابوالاسود الدؤلی وانہ لقّن ذلك عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اخذ النحوعن ابی الاسود عنبسۃ بن معدان المھری واخذ عن عنبسۃ میمون الاقرن واخذ عن میمون عبد اللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی واخذہٗ عنہ عیسی بن عمر واخذ عن عیسی الخلیل واخذ عنہ سیبویہ واخذ عن سیبویہ الاخفش اھ بہرحال قاری ثامن یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم وقاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

ابوہ من القراء کان وجدّہٗ ویعقوب فی القرّاء کالکوکب الدّری

تفرّدہ محض الصواب ووجھہ فمن مثلہ فی وقتہ والی الحشر

ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوبُ القراءۃَ عرضاً عن سلام بن سلیمان الطویل ومھدی بن میمون وابی الاشھب العطاردی وغیرھم وروی عن حمزۃ حروفاً وسمع الحروف من الکسائی وسمع من جدّہٖ زید بن عبد اللہ وشعبۃ واما اسنادُہ فی القراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور وقرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود وقرأ عاصم علی ابی عبد الرحمٰن السلمی وقرأ ابوعبد الرحمٰن علی علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقرأ علیّ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی القراءۃ عن یعقوب المذکور عرضاً جماعۃٌ منھم روح بن عبد المؤمن ومحمد بن المتوکل وابوحاتم السجستانی وغیرھم وسمع منہ الزعفرانی انتھی وفیات ج ۶ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوبؒ کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادباء ج ۲۰ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی ص ۵۱ وغیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوبؒ کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولیٰ ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بعمر ۸۸ سال انتقال کر گئے تھے اور جدّ زیدی کی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔

فائدہ۔ قاری یعقوبؒ کے رواۃ بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں۔ اول رویسؒ۔ دوم ابوالحسن رَوحؒ۔

یحیی بن المبارک بن المغیرة العدوی المعروف بالیزیدی المقرئ النحوی اللغوی مولی بنی عدی بن مناة البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یحیی بن المبارک یزیدیؒ قراءِ سبعہ میں سے قاری ابوعمرو بن العلاءؒ کے قرات میں تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ دراصل بصرہ کے ہیں۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی۔ بغداد میں ابن العلاء وابن جریج سے تحدیث کی۔ قاری ابوعمرو بن العلاء کی قرات کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء وقراء کے نزدیک قاری ابوعمرو کے دو راوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی۔ اور دونوں نے بلاواسطہ ابوعمرو سے اخذ قراءت نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحیی یزیدی مذکور سے اخذ قراءت کیا اور یحیی یزیدی نے ابوعمرو سے اخذ کیا ہے۔

یحیی یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحیی بن المبارک وابوعبید قاسم بن سلام واسحاق بن ابراہیم موصلی وابوعمرو دوری وابو حمدون الطیب بن اسماعیل وابوشعیب سوسی صالح ابن محمد وعامر بن عمر موصلی وابوخلاد وسلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ وخالف الیزیدی اباعمرو فی حروف یسیرة من القراءة اختارها لنفسه۔

یحیی مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ ومعجم مرزبانی ص ۴۸۷ وشرح المرزوقی للحماسۃ ومعجم الادباء ج ۲۰ ص ۳۰ ونور القبس ص ۸۰ ونزہۃ الالباء ص ۵۳ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۳۳۸ والشذرات ج ۲ ص ۴ وغایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۷۵ ومرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ وبغیۃ الوعاۃ، ص ۴۱۴ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۴۲۶ وغیرہ۔

یحیی یزیدیؒ یزید بن منصور خال مہدی کی اولاد کے معلّم و مؤدّب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعدہٗ ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدّب مقرر ہوئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قراءتِ حمزہ سکھایئے اور یحیی یزیدی کو کہا کہ مامون کو قراءتِ ابوعمرو بن العلاء پڑھایئے۔ کذا فی وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحیی یزیدی کی کنیت ابو محمد ہے۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے نحوی ولغوی وماہر قراءت حبر الامۃ تھے۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراءِ سبعہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراءِ سبعہ میں سے ایک قاری ابوعمرو بن العلاء کے۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں ہر قسم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل و حسین ترین و خوش آواز باندی نُعم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے

وزعمتِ انّی ظالم فھجرتِنی	ورمیتِ فی قلبی بسھم نافذٖ
فنعم ھجرتُكِ فاغفری وتجاوزی	ھذا مقام المستجیر العائذٖ
ھذا مقام فتیً اضرّبہ الھوٰے	قرح الجفون بحسن جھك لائذٖ
ولقد اخذتم من فؤادی اُنسہ	لاشلّ ربّی كف ذاك الاٰخذٖ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی أیکون شئ احسنَ مما نحن فیہ ؟ قلتُ نعم یا امیرَ المؤمنین قال وماھو ؟ قلتُ الشکر لمن خولك ھذا الانعامَ العظیم الجلیل۔ فقال احسنتَ وصدقتَ و وصلنی وامر بمائۃ الف درھم یتصدق بھا فكانّی انظر الی البدرِ وقد اخرجت والمال یُفرّق۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادباء شعراء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابو عبداللہ محمد و ابراہیم و ابو القاسم اسمٰعیل و ابو عبدالرحمٰن عبداللہ و ابو یعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب نے لغت و عربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصور والممدود وکتاب مختصر نحو میں وکتاب النقط والشکل وکتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۰۲ھ میں بعمر ۷۴ سال انتقال ہوا۔ ابو عمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ یزیدیؒ کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔



اس فصل میں ہم اُن حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اول یعنی تا آخر سورۃ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ **الاسد** شیر۔ آیت الذین ینقضون عھد اللہ کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اُسود۔ اُسُد و آسُد و آساد اسد کی جموع ہیں۔ مؤنث اسدۃٌ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء و صفات ہیں۔ کما قال ابن خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۳۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اُسامہ۔ جخدب۔ بیہس۔ حارث۔ حیدرۃ۔ دواس۔ رئبال۔ زفر۔ سبعہ۔ صعب۔ ضرغام۔ ضیغم۔ طیثار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرافصہ۔ قسورۃ۔ کہمس۔ لیث متانس۔ قہیب۔ ہرماس۔ ورد۔ لحم۔ قشعم۔ اقدم۔ رعضام۔ عرزم۔ عرہم۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادبا، وعلماء کے نزدیک تقریباً مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغتِ عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی وادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دو سو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب وآفات کے نام بھی لغتِ عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرتِ اسما بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ اِحدی المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی صحیح نہیں ہے اور اس کا کلّی وعام ہونا محلِ نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرۃ الاسماء تدُلّ علی عظمۃ المسمّٰی وکونہ مما یخاف منہ اور بعد ازیں اِس قانون کی کلّیت وصحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلّم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت وخوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ورسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے کُتّے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور بزدلی دونوں سے متّصف ہے۔ اس کی بزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلّی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پیتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائماً محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ کیف نطمئن او نطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلّط اللہ علیہ الحمّٰی فکانت اول الحمّٰی نزلت فی الارض فھو لا یزال محموماً۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبتُ سفینۃً فی البحر فانکسرت فرکبت لوحاً فاخرجنی الی اجمۃٍ فیھا اسدٌ فاقبل الیّ فقلتُ

انا سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تائہ فجعل یغمزنی بمنکبہ حتی اقامنی علی الطریق ثم ھمھم نظننت انہ السلام۔ وفی دلائل النبوۃ للبیہقی عن ابن المنکدر ایضاً ان سفینۃ مولی رسول اللہ اخطأ الجیش بارض الروم واسر فی ارض الروم فانطلق ھارباً یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال لہ یا ابا الحارث انا سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد یبصبص حتی قام الی جنبہ وکلما سمع صوتاً اھوی الیہ ثم یمشی الی جنبہ فلم یزل کذلک حتی بلغ الجیش فرجع الاسد۔

۲۔ **الابل**۔ بکسر ہمزہ وبا۔ اونٹ۔ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ کے تحت ابل مذکور ہے۔ ابل اسم جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ۔ بعیر کا اطلاق بھی ابل کی طرح مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ابل کی جمع آبال ہے سمی بذلک لانہا تبول علی افخاذھا. کذا فی کتب الفقہ۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر متفرع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ابل مھموز الفاء اور بول معتل العین ہے۔

ابل عجیب وغریب خصائص لفظیہ وشرعیہ وخلقیہ وتکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرتِ رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) یہ حیوان عظیم الجثۃ وطویل العنق ہے۔ (۲) سریع الانقیاد ہے۔ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت و معاونت سے وہ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے۔

(۳) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھر بنایا جا سکتا ہے کما کانت عادۃ العرب فی الاسفار (۴) بغیر آرام کے طویل سفر کر سکتا ہے (۵) سخت پیاس اور بھوک کی قوتِ برداشت رکھتا ہے حتی کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیھا وعلی الفلک تحملون سفینۃ برّ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(۶) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظرِ بد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعیذوا باللہ من العین فان العین حق فانھا تدخل الرجلَ القبرَ والجملَ القِدرَ (۷) اس کا رحمتِ خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لا تسبّوا الابل فانھا من نَفَسِ اللہ تعالیٰ۔ حکاہ ابن سیدہ۔ ولا ادری حال سندہ۔

(۸) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے وھذا من عجائب قدرۃ اللہ تعالیٰ فعن عبد اللہ بن مغفل مرفوعاً ان الابل خُلقت من الشیاطین۔ اخرجہ ابن حبان والنسائی۔ ایک اور حدیث ہے علی سنام کل بعیر شیطان۔

(۹) اونٹوں کے ٹھیرانے کی جگہ یعنی مبارک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الائمۃ۔ وفی الحدیث

لا تصلّوا فی مبارک الابل فانہا مأوی الشیاطین۔

(۱۰) سُہیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلوعِ سہیل کے بعد اونٹ سہیل کی طرف رات کو منہ نہیں کرتے۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ کما قال الاطباء۔

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحٰق والشافعی فی قولہ القدیم۔

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شقشقہ ظاہر ہوتا ہے وھی الجلدۃ الحمراء التی یخرجھا من جوفہ وینفخ فیھا فتظھر من شدقہ۔

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بُختی کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن اِبِل یعنی فِعِل بکسر فا و عین پر لغتِ عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظِ ابل ثابت ہے۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ وعن سعید بن جبیر قال لقیتُ شریحًا القاضی ذاھبًا فقلتُ این تُرید فقال اُرید الکناسۃَ فقلت وما تصنع بالکناسۃ قال انظر الی الابل کیف خلقت

۳۔ **ابنِ دایہ**۔ یہ کنیت ہے کوّے کی۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰنُ کے بیان میں ابن دایہ مذکور ہے۔ کوے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الحیوان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابن دایہ کے علاوہ ابن الابرص۔ ابن بریح۔ ابو حاتم۔ ابو جحادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ ابو زیدان۔ ابو زاجر۔ ابو الشوم۔ ابو غیاث۔ ابو القعقاع۔ ابو المرقال بھی کوے کی کنیتیں ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

انّ الغراب وکان یمشی مشیۃ فیما مضیٰ من سالف الاجیال
حسدَ القطاۃ ورام یمشی مِشیھا فاصابہ ضرب من العقال
فاَضلّ مشیتہ و اَخطأ مشیھا فلذاك سمّوہ ابا المرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں۔ کوّا چونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

۴۔ **بَعُوضَۃٌ**۔ مچھر۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلاً ما بعوضۃً۔ بعوضۃ مفرد ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ عربی میں مچھر کو بَقّ بھی کہتے ہیں۔ مچھر کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے۔ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود مچھر کی شکل و صورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے۔ کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دُم اور خرطوم یعنی سُونڈ ہیں۔ اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زائد ہیں۔ اسی طرح اس کے چار پَر ہوتے ہیں۔ نیز ہاتھی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوّف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلہ حلقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم و نازک ہے وہ اسے حیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ مچھر اور مچھر کا پَر حقارت میں ضرب المثل ہے یقال اضعف من بعوضۃ قرآن واحادیث میں اس کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے۔

مچھر کا جُثّہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن یہ دستِ قدرت کی صنّاعی کا عجیب و بدیع مظہر ہے۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کی عظمت و قدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان و حیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون چُوستا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی خرطوم نرم و نازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے۔ نیز ماہرینِ حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ خرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے۔ کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم دماغ میں قوتِ حفظ اور وسط میں قوتِ فکر اور مؤخر میں قوتِ ذکر ہے۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسۂ لمس و حاسۂ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتڑیاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثۂ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں۔

بہر حال مچھر کے اس جثۂ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار و رموز کا حامل ہے اس لیے زمخشری نے کہا ہے ؎

یا مَن یَریٰ مدَّ البعوض جناحَھا	فی ظلمۃِ اللیل البھیم الألیل
ویَریٰ مناطَ عروقِھا فی نحرِھا	والمخَّ فی تلک العظام النُّحَّل
اُمنُن علیَّ بتوبۃٍ تمحو بھا	ماکان مِنّی فی الزمان الأوّل

ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں۔

۵۔ **البقرۃ** ۔ بیل۔ گائے۔ سورۂ بقرہ میں بیل۔ گائے کا قصہ مذکور ہے۔ بقرہ کے معنی صرف گائے یعنی صرف اُنثیٰ پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لغۃً بقرۃ کا اطلاق ذکر و انثیٰ یعنی نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرہ میں تاء تانیثِ معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرہ کے معنی ہیں ایک بیل یا گائے۔ اور بقر بحذفِ تاء اسمِ جنس ہے۔ اسمِ جنس کا اطلاق قلیل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل تمرۃ و تمر و بعوضۃ و بعوض قال المبرد اذا اردت التمییز قلت ھذا بقرۃ للذکر و ھذہ بقرۃ للانثیٰ کما تقول ھذا بطّۃٌ للذکر و ھذہ بطّۃٌ للانثیٰ۔ بقرہ کی جمع بقرات ہے قال اللہ تعالیٰ سبع بقراتٍ سمانٍ بقیر و بقران و باقر کا اطلاق جماعتِ بقر چرواہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقر کو باقورۃ بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ۔ بقر کے معنی شق (چیرنا) ہے۔ یقال بقر اذا شقّ سمی بذلک لانہ یبقر الارض و یشقّھا بالحراثۃ۔ محمد بن علی بن العابدین ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانہ بقر العلم ای شقّہ و دخل فیہ مدخلاً بلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لحمِ بقر کھایا ہے یا کہ نہیں کسی حدیث میں صراحۃً اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضحیۂ بقر ثابت و مروی ہے۔ ففی الصحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّٰی عن نسائہ بالبقر۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقر کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانھا شفاءٌ و سمنھا دواءٌ و لحمھا داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ **الجراد**۔ ٹڈی۔ ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما حرّم علیکم المیتۃ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسمِ جنس ہے واحد جرادۃ ہے۔ مذکر و مؤنث اس میں برابر ہیں۔ یہ مشتق ہے جرد سے یقال ثوب جرد ای املس قال اللہ تعالیٰ یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ای فی کل مکان وقیل وجہ الشبہ انھم حیاری فوضون لا یھتدون والجراد لا جھۃ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الجثہ و مختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہ بہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔

وروی الطبرانی والبیہقی مرفوعاً لا تقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ فسادِ زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؓ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدۃ نأکل انا واخی محمد بن الحنفیۃ و بنو عمّی عبد اللہ و قثم والفضل اولاد العباس فوقعت جرادۃ علی المائدۃ فاخذھا عبد اللہ وقال لی ما مکتوب علی ھذہ فقلت سالتُ ابی عن ذلک فقال سالتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیھا انا اللہ لا الہ الا انا ربّ الجراد ورازقھا ان شئتُ بعثتھا رزقاً لقوم وان شئتُ بعثتھا بلاءً علی قومٍ

فقال عبد الله هذا من العلم المكنون۔ قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت سے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہو گی۔

۷۔ **الحمار**۔ گدھا۔ آیت فقلنا لھم کونوا قردۃ کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حُمُر و أحمِرۃ ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص أتان و حمارۃ کہتے ہیں۔ زیادہ تر حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے۔ کنیت ابو صابر۔ ابو زیاد اور مادہ کی کنیت اُم محمود و ام تولب وام جحش وام نافع وام وہب ہے۔ قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکر الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی و غباوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یجعل اللہ صوتہ صورۃ حمار او یحوّل راسہ رأس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصدًا و عمدًا امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انہ رحل الی دمشق لاخذ الحدیث عن شیخ مشھور بھا فقرأ علیہ جملۃ لکنہ کان یجعل بینہ وبینہ حجابًا ولم یر وجھہ فلما طالت ملازمتہ لہ و رأی حرصہ علی الحدیث کشف الستر فرأی وجھہ وجہ حمار فقال لہ احذر یا بنیّ ان تسبق الامام فانی لما مرّ بی ھذا الحدیث استبعدت وقوعہ فسبقت الامام فصار وجھی کما تری۔ حاشیہ ترمذی ج۱ ص۱۰۳

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا واذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکًا۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر رینگنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیثِ مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاریخ نیسابور وکامل ابن عدیّ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعًا قال شرّ الحمیر الاسود القصیر۔ گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعًا ممنوع ہے۔

رسالہ قشیریہ باب الکرامات میں ہے سمعتُ اباحاتم السجستانی یقول سمعت ابانصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت اباسلیمان الخواص یقول کنتُ راکبًا حمارًا یومًا وکان الذباب یؤذیہ فیُطأطئُ راسہ وکنت أضرِبُ رأسہ بخشبۃ فی یدی فرفع الحمار راسہ الیّ وقال اضرِبْ فانک ھکذا علی راسِک تُضرب قال الحسین فقلت لابی سلیمان لک وقع ھذا قال نعم کما تسمعُنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیھم السلام یرکبون الحمر ویلبسون الصوف و یحلبون الشاۃ۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوہنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاذ و مفتی جو اس وقت (۱۴۱۳ھ میں) زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہیں سے گدھا تلاش کرو اور اس کے مالک سے اجازت لو تاکہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تاکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہرحال متکبّر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبّر کے ازالہ وحصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلّت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عہدِ قدیم میں اُمراء و متکبّرین گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عرفِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غرباء و مساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قالہ ابن عبد البر وانما رویت الرخصۃ فیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے صحیح احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ **الثّور**۔ بیل۔ تابوتِ بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی ان آیۃ "ملکہ ان یاتیکم التابوتُ الآیۃ" کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثور کا معنی ہے بیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران وثیرۃ ہے۔ سمّی بذلك لانّہ یثیر الارض کما سمّیت البقرۃ بقرۃ لانہا تبقرھا۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی وصحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اھل الجنّۃ حین ید خلونہا ینحر لہم ثور الجنۃ الذی کان یاکل من اطرافہا ویاکلون من زیادۃ کبد الحوت۔ وعن ابی ھریرۃؓ مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران فی النار یوم القیامۃ رواہ البزار وفی روایۃ ثوران عقیران فی النار۔

۹۔ **الحمامۃ**۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعۃً من الطیر کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر و اُنثیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام وحمائم وحمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کان الکسائی یقول الحمام ھو البری والیمام الذی یألف البیوت۔ وقال الاصمعی ان الیمام ھو الحمام البری والواحدۃ یمامۃٌ۔ بعض کتبِ اُدباء واہلِ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ پرندہ حمام کہلاتا ہے جو ذوطوق ہو والطوق الحمرۃ او الخضرۃ او السواد المحیط بعنق الحمامۃ۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے انّ کلّ ما عبّ وھدر فھو حمام وان تفرّقت اسمائہ وما شرب قطرۃً قطرۃً کالدجاج فلیس بحمامۃ۔ عبّ کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اھل اللغۃ ان الحمام یقع علی الذی

يألف البيوت ويستفرخ فيها وعلى اليمام والقمري والفواخت والدبسي والقطا والوراشين والزاغ وغير ذلك من الطيور۔

وروى ابو داؤد عن ابی ھریرۃ ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یتبع حمامۃً فقال شیطان یتبع شیطانۃً۔ وروی الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یُعجبہ النظر الی الاترج والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی خصلتیں موجود ہیں منہا انہ لیس من الحیوان ما یستعمل التقبیل عند السفاد الا الانسان والحمام وھو عفیف فی السفاد یجرّ ذنبہ لیعفی اثر الانثیٰ کانہ قد علم ما فعلت فیجتہد فی اخفائہ۔ ومنہا ما قال المثنّی بن ھیر انہ قال لم ار شیئاً قط من رجل وامرأۃ الا وقد رأیتہ فی الحمام رأیت حمامۃً لا ترید الا ذکرھا وذکراً لا یرید الا انثاہ الا ان یہلک احدھما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور مشغلہ ان کا اڑانا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے روی البیھقی فی الشعب عن سفیان الثوری انہ قال کان اللعب بالحمام من عمل قوم لوطٍ وقال ابراھیم النخعی من لعب بالحمام الطیّارۃ لم یمت حتی یذوق الم الفقر۔

مسند بزار میں قصہ غار ثور وہجرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فنسجت علی وجہ الغار وارسل حمامتین وحشیّتین فوقفتا علی فم الغار وان ذلک مما صدّ المشرکین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الحرمین من نسل تینک الحمامتین۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضر درس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب منہ حمامۃٌ ترتعِد وقد طردھا بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنھا ولم تقدر الحمامۃ علی الطیران من خوفہ وشدۃ البرد فلما قام الامام الرازی من الدرس وقف علیھا ورقّ لھا واخذھا بیدہ فانشدہ ابن عنین بدیھًا منھا۔ ے

مَن نَبّأ الورقاءَ أنّ محلّکُم	حَرَمٌ وأنکَ ملجأٌ للخائفِ
وَفدت علیکَ وقد تدانی حتفُھا	فحبوتَھا ببقائِھا المستأنفِ
لَو أنھا تُحبی بمالٍ لانثنت	من راحتیکَ بنائلٍ متضاعفِ

١٠۔ **الدّجاجۃ**۔ مُرغی۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجۃ کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قالہ ابن مالکؒ۔ دجاجۃ کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں تاء للوحدۃ ہے مثل حمامۃ۔ اس لیے دجاجۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ سُمیت دجاجۃً لکثرۃ إقبالھا وادبارھا وحرکتھا یقال دجّ القومُ اذا اقبلوا وادبروا۔ دجاجہ کی کنیت اُمّ الولید وام حفصہ وام جعفر وام عقبہ وام احدی وعشرین ام نافع ہے۔ مشہور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سو جانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدارِ خروجِ نفس ورجوعِ نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر انڈا طویل اور نرم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈہ گندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ ویعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرۃ ایام بان یعلق بمنقارہ فان تحرک فذکر وان سکن فانثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یأذن اللہ بھلاک القری۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع الحدیث۔ حدیثِ شیخین و ترمذی ہے عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال رأیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دُجاجۃً قال ذلک فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یأکل دجاجۃً امر بھا فرُبطت ایامًا ثم یأکلھا بعد ذلک۔ قال ابن وحشیۃ ودماغ الدجاجۃ اذا وضع علی لسعۃ الحیۃ خاصۃً ابرأھا۔

١١- **الدیک**۔ مرغ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدجاج۔ اس کی کنیت ہے ابو حسان و ابو حماد و ابو سلیمان و ابو مدلج و ابو نبہان و ابو یقظان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اوّلاً یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کر کے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلّا نادرًا۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوعِ فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدیک الابیض الافرق حبیبی وحبیب حبیبی جبرائیل یحرس بیتہ وستۃ عشر بیتا من جیرانہ۔ طبریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان لہ دیک ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابۃؓ یسافرون بالدیکۃ لتعرفھم اوقات الصلوات۔

رُوی انہ کان لسعید بن جبیرؒ دیک یقوم فی اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃً حتی اَصبح فلم یصلّ سعیدٌ تلک اللیلۃ فشق ذلک علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فلم یسمع لہ صوت بعد ذلک۔

ثانیًا عن ابی ھریرۃ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صِیاحَ الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکًا واذا سمعتم نھاقَ الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا۔ قال القاضی العیاض سببہ رجاء تأمین الملائکۃ علی الدعاء وشھادتھم لہ بالاخلاص والتضرع وفیہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرک بھم۔

ثالثًا روی الثعلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یُحبھا اللہ صوت الدیک وصوت قارئ القراٰن

وصوت المستغفرین بالاسحار۔ وروی احمد وابوداؤد عن زید بن خالد الجهنیؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تسبّوا الدیك فانه یوقظ للصلوٰة وفی روایة فانّه یدعو الی الصلوٰة وفیه دلیل علی انّ کل من استفید منه الخیر لا ینبغی ان یُسبّ ویُستهان بل حقّه ان یکرم ویُشکر ویتلقی بالاحسان۔ وروی الحاکم فی المستدرك والطبرانی و رجاله رجال الصحیح عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان الله اَذِن لی ان اُحدِّث عن دیكٍ رجلاه فی الارض وعنقه منثنیة تحت العرش وهو یقول سبحانك ما اعظم شانك قال فیردّ علیه ما یعلم ذلك من حلف بی کاذباً۔ وروی الحاکم عن معدان بن ابی طلحة عن عمرؓ انه قال علی المنبر رایت فی المنام کان دیکاً نقرنی ثلث نقرات فقلتُ اعجمیّ یقتلنی وانی جعلتُ امری الی هؤلاء الستة الذین توفّیِ رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو عنهم راضٍ عثمان وعلیّ وطلحة والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی الله عنهم۔

١٢۔ **الذُّباب** ۔ مکھی۔ ذباب اَن یضرب مثلاً ما بعوضة" کی شرح میں مذکور ہے۔ ذباب کا واحد ذُبابۃٌ ہے۔ ذُباب اسم جنس ہے۔ جمع قلت اذِبّۃ ہے مثل اہلّۃ جمع ہلال۔ اور جمع کثرت ذِبّان بکسر ذال و تشدید باء ہے۔ کہتے ہیں اَرضٌ مَذِبۃ بفتح المیم والذال۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں۔ لیکن فرا کہتے ہیں کہ یوں کہنا چاہیے ارض مذبوبۃ ای ذات ذُباب۔ کما یقال ارض موحوشۃ۔ ای ذات الوحوش۔ ذباب کی کنیت ابوحفص وابوحکیم وابو الحدرس ہے۔ ذباب کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرۃ حرکتہ واضطرابہ۔ وقیل لانّہ کلّما ذُبّ اٰب۔ اولانّہ یُذَبُّ ای یُدفع۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ حریص ہے۔ مکھی کے اجفان یعنی اَبرو نہیں ہیں اور اَبرو ہی آنکھ کو گرد و غبار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ مچھر کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آلہ ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بیٹھتی یا بہت کم بیٹھتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرمادیا جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ شاعر ابو العلاء کہتا ہے ؎

یا طالب الرزقِ الهنیئ بقوّةٍ ۔۔۔ هیهات انتَ بباطل مشغوفُ

رعتِ الاُسود بقوّةٍ جیفَ الفلا ۔۔۔ ورعی الذبابُ الشهدَ وهو ضعیفُ

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار ہیں کما حدث یحیی بن معاذ ان ابا جعفر المنصور کان جالساً فالحّ علی وجهه ذبابٌ حتی اضجره فقال انظروا من فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علیّ به فلما دخل علیه قال له هل تعلم لماذا خلق الله الذباب۔ قال نعم لیُذِلّ به الجبابرة۔ فسکت المنصور۔ مقاتل موصوف مشهور محدث مفسر

گزرے ہیں۔ تاریخ ابن نجار میں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایقع علی جسدہ ولا ثیابہ ذباب اصلا۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیمقلہ فان فی احد جناحیہ داءً وفی الآخر دواءً وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء رواہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بڑے تامل وتجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مکھی بائیں جانب کے پر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور یہی جانب مناسبِ داء ہے اور دائیں جانب مناسبِ دواء ہے۔ عربی زبان میں مکھی کا بہت ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اَجرأُ من ذُبابۃ واھون من ذبابۃ واخطأ من ذبابۃ۔

۱۳۔ **الزنبور**۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنابیر ہے۔ زنبور آیت ان اللہ لایستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ کے تحت شرح میں مذکور رہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابو علی ہے زنبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبد الرحمٰن ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبد الرحمٰن چھوٹا بچہ تھا فقال لہ حسان ما یُبکیک فقال لسعنی طائرٌ کانّہ مُلتفٌّ فی بُردَی حِبَر فقال حسّان یا بُنی قلتَ الشعر وربِّ الکعبۃ ای ستقولہ ۔ وما احسن ما قیل ؎

وللزنبور والبازی جمیعا — لدی الطیران اجنحۃ وخفقُ
ولکن بینَ ما یصطادُ بازٌ — وما یصطادہ الزنبور فرقُ

وعن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَن قتل زنبوراً اکتسبَ ثلث حسناتٍ ولکن یُکرہ اِحراقُ بیوتہ بالنار قالہ الخطابی فی معالم السنن۔ وسُئل امام احمد عن تدخینِ بیوتِ الزنابیر فقال اذا خشی اذاھا فلا باس بہ وھو احبُّ الیّ من تحریقھا۔

۱۴۔ **السُّمانی**۔ بضم السین وفتح النون بروزن حباری۔ بٹیر۔ مَنّ وسلویٰ کی تفسیر علامہ بیضاویؒ ترنجبین و سُمانی سے کرتے ہیں۔ سمانی یعنی بٹیر مشہور پرندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی فی الفور اڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسم ربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور شور کرتا ہے۔

بٹیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر مالح سے نکل کر آتے ہیں۔ بٹیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت درد گردہ کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔ اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانی وہی سلویٰ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ **السمك**۔ مچھلی۔ اس کا واحد سمکۃٌ ہے۔ جمع اَسماک وسُموک ہے۔ انما حُرم علیکم المیتۃ کی شرح میں سمک مذکور ہے۔ حدیث شریف میں ہے اُحلّت لنا میتتان ودمان الکبد والطحال والسمك والجراد۔ رواہ الدار قطنی والبیھقی۔ بحری حیوانات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیواناتِ بحری حلال ہیں۔ بعض نے کلب وخنزیرِ بحری کا استثنا کیا ہے۔ والتفصیل فی شروح الاحادیث۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلّت کا ذکر ہے۔ حالانکہ سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبیّ علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل خلق الف اُمّۃٍ منھا ستمائۃ فی البحر واربعمائۃ فی البرّ۔

قزوینی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمن بن ھارون المغربی قال رکبتُ بحر المغرب فوصلت الی موضع یقال لہ البرطون وکان معنا غلامٌ صقلیٌّ معہ صنارۃ فالقاھا فی البحر فصاد بھا سمکۃً نحو الشبرِ فنظرنا فاذا خلف اُذنھا الیمنیٰ مکتوبٌ لا الٰہ الّا اللہ۔ وفی قفاھا محمدٌ وخلف اُذنھا الیُسریٰ رسول اللہ۔

۱۶۔ **رُخال**۔ بضم الرا۔ جمع رَخِل ککتِف وھو ولد الضّان۔ ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ الآیۃ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے۔ بعض ماہرینِ علم عربیّت کہتے ہیں کہ فُعال وزن اوزانِ جمع میں معروف نہیں ہے۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رَخِل کے لیے نہ کہ جمع۔ اسی طرح اُناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

۱۷۔ **الشاۃ**۔ بکرا۔ بھیڑ۔ آیت ففدیۃ من صیامٍ اوصدقۃ اونُسُک کے بیان میں مذکور ہے۔ شاۃ میں تاء تانیث نہیں بلکہ یہ تاء وحدت ہے۔ لہذا ضأن ومعز کے ذکر وانثی دونوں پر شاۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظِ شاۃ اصل میں شاھۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شویھۃ اور جمع شیاہ بالھاء ہے۔

فی سنن ابن ماجہ وکامل ابن عدی فی ترجمۃ ابی رزین بن عبد اللہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعًا الشاۃ من دوابّ الجنّۃ وفی البیھقی وغیرہ ان النبی علیہ السلام کان یکرہ من الشاۃ اذا ذُبحت سبعًا الذکر والاُنثیین والدّم والمرارۃ والحیا والغدۃ والمثانۃ وروی مسلم انہ کان بین مصلی رسول اللہ و بین الحائط ممر الشاۃ۔

وفی کتاب ربیع الابرار للزمخشری اختلطت غنم البادیۃ بغنم اھل الکوفۃ فسأل ابوحنیفۃ رحمہ اللہ کم تعیش الشاۃ قالوا سبع سنین فترك اکل لحم الغنم سبع سنین۔ شاۃ سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے۔ وہ حکایت یہ ہے ان سیدہ اعطاہ شاۃً وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باطیب ما فیھا فذبحھا واتاہ بقلبھا ولسانھا ثم اعطاہ فی یوم اٰخر شاۃً اُخری وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باخبث ما فیھا فذبحھا واتاہ

بقلبها ولسانها فسأله عن ذلك فقال هما أطيب فيها إن طابا وأخبث ما فيها إن خبثا۔

ابن عدی نے ایک اور عجیب وغریب حکایت ذکر کی ہے ان اباجعفر البصری وکان من اهل الخیر والصلاح قال أضجعت شاة لأذبحها فمر ایوب السختیانی فالقیت الشفرة وقمت معه أتحدث فوثبت الشاة فحفرت فی اصل الحائط ودحرجت الشفرة فالقتها فی الحفرة والقت علیها التراب فقال لی ایوب أما تری أما تری فجعلت علی نفسی ان لا اذبح شیئا بعد ذلك الیوم۔

۱۸۔ **طاووس** ۔ آیت فخذ اربعة من الطیر کے بیان میں مذکور ہے۔ طاووس حسین تزین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن وابوالوشی ہے۔ طاووس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں۔ یہ گھوڑے کی طرح صاحب عجب وفخر وخودپسند ہے فی طبعه العفة وحب الزهو بنفسه والخیلاء والاعجاب بریشه وعقده لذنبه كالطاق لاسیما اذا كانت الانثی ناظرة الیه واعجب الامور انه مع حسنه یتشاءم به وفی امثال العرب ازهی من طاووس۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے۔

۱۹۔ **عنقاء** ۔ ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم الآیة کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عنقاء ایک پرندہ ہے پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا۔ یہ ان کی اصطلاح ہے۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقاء زمانہ قدیم میں موجود تھا۔ ابوالعلاء معری کہتا ہے

الجود والخل والعنقاء ثالثة ۔۔۔ أسماء اشیاء لم توجد ولم تكن

اسے عنقاء مُغرب وعنقاء مغربة بھی کہتے ہیں۔ سُمیت بذلك لطول عنقها۔

وقیل هو طائر یكون عند مغرب الشمس قال القزوینی انها اعظم الطیر جثة واكبرها خلقة تخطف الفیل كما تخطف الحدأة الفأر وكانت فی قدیم الزمان بین الناس فتأذوا منها الی ان سلبت یوما عروسا بحلیها فدعا علیه حنظلة النبی علیه السلام فذهب الله بها الی بعض جزائر البحر المحیط وراء خط الاستواء وعند طیران عنقاء مغرب یسمع لاجنحتها دوی كدوی الرعد القاصف وتعیش الفی سنة وذكرها ارسطو فی بعض الكتب وذكر طریق اصطیاد الناس لها وقال ان لها بطنا كبطن الثور وعظام كعظام السبع وهی من اعظم سباع الطیر اه

وذكر العكبری فی شرح المقامات كان بارض الرس جبل عال فیه عنقاء وهی عظیمة لها وجه كوجه الانسان وفیها من كل حیوان شبه وهی من احسن الطیر فذهبت یوما بصبی ثم ذهبت بجاریة فشكوا ذلك الی نبیهم حنظلة بن صفوان علیه السلام فدعا بها فاصابتها صاعقة فاحترقت وكان حنظلة علیه السلام فی زمن الفترة بین عیسی ومحمد علیهما السلام اه

وذكر ابن خلكان وغیره ان العزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عنده من غرائب الحیوان ما لم یجتمع عند غیره فمن ذلك العنقاء وهو طائر جاءه من صعید مصر فی طول البلنشون لكنه اعظم جسما منه له لحیة وعلی

رأسه وقاية وفيه عدة الوان ومشابهة من طيور كثيرة۔

وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۱ ذکرحنظلۃ النبی علیہ السلام وذکران قومہ ابتلاھم اللہ تعالی بطیرعظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان ینقض علی صبیانھم یخطفھم اذا اعوزہ الصید وکان اذا خطف احدًا منھم اغرب بہ ای ذھب بہ الی جھۃ المغرب فقیل لہ لطول عنقہ ولذھابہ الی جھۃ المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلۃ علیہ السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل اللہ علیھا صاعقۃ فاھلکتھا ولم تعقب اھ حنظلہ علیہ السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علما مثل بیضاوی وزمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی وعیسیٰ علیہما السلام کے مابین زمانہ فترۃ میں مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن قولِ حق یہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے مقدم ہیں۔

عنقاء ونسناس وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب داستانیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ نسناس کے بارے میں قزوینی لکھتے ہیں انہ امۃ من الامم لکل واحد منھم نصف بدن ونصف رأس ویدو رجل کانہ شقّ انسان نصفین یقفز علی رجل واحدۃ قفزًا شدیدًا ویعدو عدوًا شدیدًا منکرًا وقال المیدانی فی کتاب الامثال ان الناس یأکلون النسناس یقال انھم من نسل ارم بن سام اخی عاد وثمود لیست لھم عقول وھم یتکلمون بالعربیۃ ویتسمون باسامی العرب ویقولون الاشعار اھ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ وروی ابونعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس انہ قال ذھب الناس وبقی النسناس قیل ما النسناس قال الذین یتشبھون بالناس ولیسوا منھم۔

بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس ونسناس ونسانس۔ اور جن کی دو نوعیں ہیں۔ اول جن جو قوی، واعلیٰ ہیں۔ دوم حن اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم واہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم کثیر من الناس ان الحیوان الناطق ثلاثۃ اجناس ناس ونسناس ونسانس وھذا محال من القول لان النسناس انما وقع ھذا الاسم علی السفلۃ من الناس والرذال وقد قال الحسن ذھب الناس وبقی النسناس قال الشاعر ؎

ذھب الناس فاستقلوا وصرنا   خلفا فی اراذل النسناس

اراد بہ ما وصفنا ای ذھب الناس وبقی من لاخیر فیہ (وقد ذھب) کثیر من الناس الی ان الجن نوعان اعلاھم واشدھم الجن واضعفھم الحن وانشد الراجز

مختلف سحرھم جن وحن

وھذا التفصیل بین الجنسین من الجن لم یرد بہ خبر ولا صح بہ اثر وانما ذلک من توھم الاعراب علی ما بینا آنفا وقد غلب علی کثیر من العوام الاخبار عن معرفۃ النسناس وصحۃ وجودہ فی العالم کالاخبار عن وجود الصین وغیرھا

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يخبر عن وجودهم فى المشرق وبعضهم فى المغرب فاهل الشرق يذكرون كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يشير سلطانه الى ان النسناس فيما بعد عنهم من البلاد ونأى عن الديار وقد رووا فى ذلك خبرا مخرجه من طريق الاحاد ان ذلك فى بلاد حضرموت من الشحر وهو ما ذكرناه عن عبد الله بن كثير بن عفير المصرى عن ابيه يعقوب بن الحرث بن نخيم عن شبيب بن الحرث التميمى قال قدمت الشحر فنزلت على راسها فتذاكرنا النسناس فقلت صيد والنامنها فلما ان رجعت اليه اذا بنسناس منها مع بعض اعوانه المهرة فقال لى النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فحلوه فلما حضر الغداء قال هل اصطدتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا خارجون فى قنصه فلما خرجنا الى ذلك السرح خرج منها واحد يعدو وله وجه كوجه الانسان وشعرات فى ذقنه ومثل الثدى فى صدره ومثل رجلى انسان رجلاه وقد الظ به كلبان وهو يقول ؎

الويل لى مما به دهانى	دهرى من الهموم والاحزان
قفا قليلا ايها الركبان	واستمعا قولى وصدقانى
انكما حين تحار بانى	الفيتمانى حضر ايمانى
لولا سباقى مالكتمانى	حتى تموتا او تفارقانى
لست بخوار ولا جبان	ولا بنكس رعش الجنان
لكن قضاء الملك الرحمن	يذل ذا القوة والسلطان

قال فالتقيا به كلبان فاخذاه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال آخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا نسناس اخرخذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت فاخذوه فذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يا لسان احفظ الرأس قالوا نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها فى بلادها وتأكلها قال المسعودى ووجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهى تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الاحقاف وهى ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة يستظرفون اخبار النسناس اذا ما حدثوها ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه ببعض بقاع الارض مما قد نأى عنهم وبعد كسماع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه فى العالم وانما ذلك من هوس العامة واختلاطها كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه فى العالم ورووا فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغير ذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر فى العالم من طريق العقل فان ذلك غير ممتنع فى القدرة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعذر لم يرد بصحة وجود ذلك فى العالم و

هذا باب هو داخل فى حيز الممكن الجائز خارج عن باب الممتنع والواجب ويحتمل هذه الانواع من الحيوان النادر ذكرها كالنسناس والعنقاء والعربد وما تصل بهذا المعنى ان تكون انواعا من الحيوان اخرجتها الطبيعة من القدرة الى الفعل ولم تحكمه ولم يتأت فيه الطبع كتأتيه فى غيره من الحيوان فبقى شاذا فريدا متوحشا نادرا فى العالم طالبا للبقاع النائية من البر مباينا لسائر انواع الحيوان من الناطقين وغيرهم للضدية التى فيه لغيره مما قد احكمته الطبيعة وعدم تشاكله والمناسبة التى بينه وبين غيره من اجناس الحيوان وانواعه والله تعالى اعلم بصحة هذا الخبر وليس لنا فى ذلك الا النقل وان نعزوه الى راويه وهو المقلد بعلم ذلك فيما حكاه ورواه فينظمه على حسب ما يأتى نظمه فى ذلك الموضع المستحق له والله ولى التوفيق برحمته (واما ما ذكره) عن ابن عباس فهو خبر يتصل بخبر خالد بن سنان العبسى وقد قدمنا فيما سلف من هذا الكتاب خبر خالد بن سنان العبسى وانه ذكر انه كان فى الفترة بين عيسى ومحمد عليهما الصلاة والسلام وذكرنا خبره مع النار واطفائه لها (فلنذكر الان خبر العنقاء) على حسب ما رووه فلابد من اعادة خبر خالد لذكر العنقاء واتساع الخبرين ومخرج هذه الاخبار كلها عن ابن عفير حدثنا الحسن بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزى قال حدثنا اسد بن سعيد بن كثير عن ابن عفير عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق طائرا فى الزمان الاول من احسن الطير وجعل فيه من كل جنس قسطا وخلق وجهه على مثال وجوه الناس وكان فى اجنحته كل لون حسن من الريش وخلق له اربعة اجنحة من كل جانب منه وخلق له يدين فيهما مخالب وله منقار على صفة منقار العقاب غليظ الاصل وجعل له ابناء على مثاله وسماها بالعنقاء واوحى الله تعالى الى موسى ابن عمران انى خلقت طائرا عجيبا خلقته ذكرا وانثى وجعلت رزقه فى وحش بيت المقدس وانستك بهما ليكونا مما فضلت به بنى اسرائيل فلم يزالا يتناسلان حتى كثر نسلهما وادخل الله موسى وبنى اسرائيل فى التيه فمكثوا فيه اربعين سنة حتى مات موسى وهارون فى التيه وجميع من كان مع موسى من بنى اسرائيل وكانوا ستمائة الف وخلفهم نسلهم فى التيه ثم اخرجهم الله تعالى من التيه مع يوشع بن نون تلميذ موسى ووصيه فانتقل ذلك الطائر فوقع بنجد والحجاز فى بلاد قيس عيلان ولم يزل هنالك ياكل من الوحوش ويأكل الصبيان وغير ذلك من البهائم الى ان ظهر نبى من بنى عبس بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم يقال له خالد بن سنان فشكا اليه الناس ما كانت العنقاء تفعل بالصبيان فدعا الله عليها فقطع نسلها فبقيت صورتها تحكى فى البسط وغير ذلك (وقد ذهب جماعة) من ذوى الدراية الى ان اقوال الناس فى امثالهم عنقاء مغرب انما هو للامر العجيب النادر وقوعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب يريدون انه جاء بامر عجيب قال شاعرهم

وصبحهم بالجيش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وكان خالد بن سنان نبى بنى عبس بشر برسول الله صلى الله عليه وسلم فلما حضرته

الوفاۃ قال لقومہ اذا انامتّ فادفنونی فی حقف من ھذہ الاحقاف وھی تلول عظام من الرمل واحرسوا قبری ایاما فاذا رأیتم حمارا اشھب ابتر یدور حول الحقف الذی فیہ قبری ایاما فاجتمعوا ثم انبشوا قبری واخرجونی الی شفیر القبر واحضروا لی کاتبا ومعہ مایکتب فیہ حتی املی علیکم مایکون ومایحدث الی یوم القیامۃ قال فرصدوا قبرہ واجتمعوا علیہ لینبشوہ کما امرھم فحضر ولدہ وشھروا اسیوفھم وقالوا واللہ لاترکنا احدا ینبشہ اتریدون ان نعیر بذلک غدا وتقول لنا العرب ھؤلاء ولد المنبوش فانصرفوا عنہ وترکوہ قال ابن عباس وورد ت ابنۃ لہ عجوز قد عمرت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاھا بخیر واکرمھا واسلمت وقال لھا مرحبا بابنۃ نبی ضیعہ اھلہ انتھی کلام المسعودی بحذف۔

۲۰۔ **العجل**۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصہ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ثم اتخذتم العجل من بعدہ۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد میں عجّول بکسر عین وتشدید جیم بھی مستعمل ہے جمع عجاجیل ہے۔ مادہ کو عجلۃ کہتے ہیں۔ سمی عجلا لاستعجال بنی اسرائیل عبادتہ وکانت مدۃ عبادتہم لہ اربعین یوما فعوقبوا فی التیہ اربعین سنۃ سنۃ فی مقابلۃ یوم۔ وعن حذیفۃ بن الیمان ان النبی علیہ السلام قال لکل امۃ عجلٌ وعجل ھذہ الامۃ الدینار والدرھم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولادِ حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولدبقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولدحمار کو جحش۔ ولدفرس کو مُہر۔ ولدناقہ کو حُوار۔ ولدفیل کو دَغفل۔ ولدشاۃ کو حمل۔ خصوصًا بکری کے ولد کو جدی۔ ولداسد کو شبل۔ ولدظبی کو خشف۔ ولدضبع کو فُرعُل۔ ولددُبّ کو دَیسم۔ ولدخنزیر کو خنّاص۔ ولدثعلب کو ہجرس۔ ولدکلب کو جروٌ۔ ولدفارہ کو درص۔ ولدضبّ کو حسل۔ ولدقرد کو قشۃ۔ ولدارنب کو خرنق۔ ولدحیۃ کو حربش۔ ولد دجاج کو فرّوج کہتے ہیں۔ ولدنعام کو رَأل۔ ولدعصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الثعلبی فی فقہ اللغۃ۔ ص ۹۳۔

۲۱۔ **العنکبوت**۔ مکڑی۔ آیت اَن یضرب مثلاً ما بعوضۃ" کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عناکب ہے۔ کنیت ابوخیثمہ وابوقشعم اور انثی کی ام قشعم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ افلاطون لکھتا ہے اشیاء میں حریص تر مکھی ہے اور قانع وصابرتر مکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حریص تر کو قانع کا رزق مقرر فرمادیا ہے۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔ مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقروافلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطیۃ وغیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال طھّروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکہ فی البیت یورث الفقر۔ وفی مراسیل ابی داؤد عن یزید بن مرثد ان النبیّ علیہ السلام قال انّ العنکبوت شیطانٌ فاقتلوہ۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غارِ ثور پر فورًا بڑا جالا بنادیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفی الحلیۃ للحافظ ابی نعیم عن عطاء بن میسرۃ قال نسجت

العنکبوت مرتین علی نبیین علی داؤد حین کان جالوت یطلبه وعلی النبی علیه الصلاۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر ان العنکبوت نسجت ایضاً علی عورۃ زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنهم لما صُلِب عُریاناً فی ۱۲۱ھ فاقام مصلوباً اربع سنین۔ قرآن میں ہے وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون۔

۲۲۔ **الغُراب**۔ کوا۔ آیت شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادہ غ ر ب سیاہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ وروی راشد بن سعد ان النبی علیه السلام قال ان اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغربیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں ؎

بالغُرْبِ اِجمع غراباً ثم اَغْرِبة ۔۔۔ واَغْرُبٍ وغرابینٍ وغِربان

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو جحادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں گزر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل غُداف وزاغ واَکحل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے اَعزّ من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیه وسلم مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ قیل یا رسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدی رجلیه بیضاء۔ وعن عمرو بن العاصؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بمرّ الظهران فاذا بغربان کثیرۃ فیها غراب اعصم احمر المنقار والرجلین فقال صلی اللہ علیه وسلم لا یدخل الجنۃ من النساء الا مثل هذا الغراب فی هذہ الغربان۔ واسنادہ صحیح اخرجه احمد والحاکم۔

کوّوں کی ان اقسام کی حلّت وحرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوّے کو بدشگون سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کوّا ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لیتے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوّے کے نام سے غربت واغتراب وغریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوّے کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب اَبْقع ہے جس میں سواد وبیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب البقع غرابِ بَین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسۃ سُمّی غراب البَین لانه بان عن نوح علی نبینا وعلیه افضل الصلاۃ والسلام لما وجّهه لینظر الی الماء فذهب ولم یرجع ولذلك تشاءموا به۔

حدیث میں کوّے کو فاسق کہا ہے اور یہ ان اجناس فواسق میں سے ہے جن کا قتل حِل وحرم میں جائز ہے

غرابِ بین اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا۔ بین کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کوا فراق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ خراب وغیر آباد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائد اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوّا واعظ ہے اور لوگوں کو فراق وفنا۔ اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہو جائیں گے کسی نے کوّے کی لسانِ حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

اَنوحُ علی ذهابِ العُمرِ مِنّی	وحقَّ ان اَنوحَ واَن اُنادِی
واَندبُ کلما عاینتُ رَکبًا	حدا بهمِ لوشكِ البین حادی
یُعنّفنی الجهولُ اِذا رانی	وقد اُلبستُ اَثوابَ الحدادِ
فقلتُ له اتّعظ بلسانِ حالی	فانی قد نصحتُك باجتهادِ
وهاانا کالخطیبِ ولیس بِدعًا	علی الخُطباءِ اَثوابُ السوادِ
اَنوحُ علی الطلولِ فلم یُجبنی	بِساحتِها سوی خُرسِ الجمادِ
فاکثر فی نواحیها نواحی	من البینِ المفتّتِ للفؤادِ
تیقّظ یا ثقیلَ السمعِ وافهم	اشارةَ من تسیرُ به الغوادی
فما من شاهدٍ فی الکونِ اِلّا	علیه من شهودِ الغیبِ بادی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوّا خوش خبری سناتا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔

ابوالہیثم کہتا ہے ان الغراب یُبصِر من تحت الارض بقدر منقارہ۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا ماخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب ونادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب ومستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ کما صرح به القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزهری عن ابی واقد عن روح بن حبیب قال بینما انا عند ابی بکرؓ اذ اُتی بغراب وفیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما صِیدَ قط صیدٌ الا بنقص من تسبیح ولا اَنبتَ الله نابتة اِلا وُکِّل بها ملکًا یُحصِی تسبیحها حتی یأتی به یوم القیامة ولا عضت شجرة ولا قطعت الا بنقص من تسبیح ولا دخل علی امرئٍ مکروہ الا بذنب وما عفا الله عنه اکثر یا غراب اعبد الله ثم خلّی سبیله۔

۲۳- **الفرس**۔ گھوڑا۔ آیت واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل

والسائلین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع افراس ہے۔ ذکر و انثیٰ دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی وفراء کے نزدیک مادہ کو فرسۃ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابوشجاع و ابوطالب و وابومُدرِک و ابو مضی و ابو الضمار و ابو المنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا متعدد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علوِّ ہمت و شرفِ نفس و کرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کر کے اس پر سواری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لا یُخبِّلُ احدًا فی دار فیھا فرس عتیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خریدا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فاقبل النبیّ علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشھد؟ قال بتصدیقك یا رسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھادۃ خزیمۃ شھادۃ رجلین۔ اخرجہ ابوداؤد والنسائی۔ ایک روایت میں ہے ھل حضرتنا یا خزیمۃ قال لا قال فکیف تشھد بذلك فقال خزیمۃ بأبی انت وامّی یا رسول اللہ أصدقك علی اخبار السماء وما یکون فی غد ولا اصدقك فی ابتیاعك ھذا الفرس فقال علیہ الصلاۃ والسلام انك لذو الشھادتین یا خزیمۃ۔ وفی مسند الحارث ان النبی علیہ السلام رد الفرس علی ذلك الاعرابی وقال لا بارك اللہ لك فیھا۔ فاصبحت من الغد شائلۃ برجلیھا ای ماتت۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمر مرفوعًا ان یکن الخیر فی شئ ففی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ وفی روایۃ الشؤم فی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ رواہ ابن ماجۃ۔ وعن سالم عن ابیہ ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأۃ والدار۔ علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں بیس اعضاء ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے مسمّیٰ ہے۔

۲۴۔ **فراشۃ**۔ اس کی جمع فراش ہے۔ آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلًا ما بعوضۃً کے ذیل میں فراشہ مذکور ہے۔ فراش ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر آ کر گرتی ہیں۔ چراغ پر آ کر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی دیکھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک دریچہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اڑ کر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گزر جاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین دریچہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہٰذا وہ پھر واپس آتی ہیں تا آنکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہوات نفسانیہ اور خواہشات شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہو کر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کر کے اپنے آپ کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنا لیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیت جهل الآدمی کان كجهلِ الفراش فانها باغترارها بظاهر الضوء ان احترقت تخلصت فی الحال والآدمی یبقی فی النار ابد الآباد او مدة مديدة فلذلك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انكم تتهافتون فى النار تهافت الفراش وانا اخذ بحجزكم۔

قال الله تعالى يوم يكون الناس كالفراش المبثوث۔ هذا التشبيه بالفراش فی الكثرة والانتشار والضعف والذلة۔ وروى مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مثلى ومثلكم كمثل رجل اوقد نارًا فجعل الجنادب والفراش يقعن فيها وهو يذبّهن عنها وانا اخذ بحجزكم عن النار وانتم تتفلتون من يدى۔ وروى البيهقى عن النواس بن سمعانؓ ان النبى عليه السلام قال مالى اراكم تتهافتون فى الكذب تهافت الفراش فى النار۔ كل الكذب مكتوبٌ الا الكذب فى الحرب والكذب فى اصلاح ذات البين وكذب الرجل على امرأته ليرضيها۔

۲۵۔ **القُراد**۔ چچڑی۔ فراشہ و قُراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قُراد کی جمع قردان ہے۔ قُراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے جوں انسان کے لیے ہے یقال قرِّد بعيرك تقريدًا اى انزع منه القراد ويقال اسمع من قرادٍ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سُن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ ویقال اعمر من قُراد۔

عرب کا یہ خیال تھا کہ قراد سات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشيخ حمزة وهذا من اكاذيبهم وانما الضجر منهم به دعاهم الى هذا القول فيه۔

۲۶۔ **القِردة**۔ بندر۔ قال الله تعالى فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابو خالد۔ ابو حبیب۔ ابو خلف۔ ابو ربّہ۔ ابو قشّہ ہے۔ قردٌ کی جمع قرودٌ اور قردةٌ ہے۔ بندر ذکی، سریع الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت سکھانے پر سیکھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطانِ نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صائغ یعنی زرگری کا کام کر سکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت سکھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندریا کے پیٹ سے بہ یک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندر انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور نقلیں اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم امتوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا۔ روی الطبرانی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اٰخر الزمان تأتی المرأۃ فتجد زوجھا قد مسخ قردا فانہ لا یؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ ممسوخ امتیں تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ لہٰذا موجودہ بندروں کی نوع ان ممسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا ففی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہما قالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بضب فابی ان یاکلہ وقال لا ادری لعلہ من القرون التی مسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہتِ کثیرہ کے پیشِ نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کر کے انسان بن گیا۔ یہ نظریہ ارتقاء کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت و صورت دفعۃً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقہ ارتقاء یعنی بطریقہ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کر کے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجبِ کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعۃً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریہ ارتقاء صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے نظریہ ارتقاء باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں　　جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اچھلتا ہے

یہ بندۂ عاجز و خاطی اس قسم کے جدید انکشافات و نظریات و علوم جدیدہ سے بخوبی واقف ہے اور نظریاتِ جدیدہ و انکشافاتِ حدیثہ کے مکمل پس منظر و تہ منظر و تفصیلات و جرح و تعدیل، صحیح و خطاء سے باخبر ہے۔ وللہ الحمد ولا فخر۔ لیکن اکثر طلبہ و اہلِ علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علوم جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافہ معلوماتِ طلبہ و علماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریہ ارتقاء کے بارے میں کتب متعلقہ سے چیدہ چیدہ حوالے و عبارات من و عن ذکر کرتے ہیں نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہلِ یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب و مبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء و طلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہو جائے گی۔ کتبِ متعلقہ کے چند حوالوں کے پیشِ نظر نظریۂ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرینِ نظریۂ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

مسئلہ ارتقاء (۱)

"اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے۔ کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیا فی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطۂ نظر سے تخلیقِ عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغازِ عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اُسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آگئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔

علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادّہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام سیارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسبِ قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعد ازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہو گیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟۔ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی یہ کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔

اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "باپ کے خطوط بیٹی کے نام" کا مندرجۂ ذیل حوالہ کافی ہوگا:

"خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کواکب،

ریگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پنجر اور اسی قبیل کی دیگر اشیا۔ ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغازِ آفرینش کی کیفیت واضح ہوجاتی ہے۔ کائنات کی کہانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے..... "سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہوسکتی ہیں..... اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ہر ٹکڑا کھُردرا اور بے ڈول ہوگا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہوگا۔ فرض کرو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا۔ برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا، جہاں سے دھکے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھُردرا پن مٹ گیا۔ اب وہ چکنا اور چمک دار ہوگیا اس طرح وہ چکنا چمک دار گول مول بن گیا۔ کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہوجاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرّہ بن کر اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھروندے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دل کش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیاء سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہوسکتی ہے صرف وسعتِ نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری محرک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور محرک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دوگے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جمانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم خول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کہنے سننے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھاتا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبا پھٹ کر دو ہوجاتے ہیں دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرین نظریۂ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبدا ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلۃً اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقاء کا مطلب زمانہ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیائے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گرو گھنٹال تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بفن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقاء کی توضیح وصراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد ماجد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آغاز آفرینش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی نام وری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دھن سوار ہو گئی تھی قسم قسم کے کیڑے مکوڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زریں موقع ہاتھ آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جا رہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقاء کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ میتھل نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جاندار وں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہو گی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہو گی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے اس طرح کسی زمانہ بعید میں اس کش مکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رونما ہو جائے گی۔

ملکی آب وہوا کے لحاظ سے جان داروں کے روپ رنگ میں تبدیلی لابدی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتدا ہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتوں کی صدہا اقسام پیدا ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ چوہے، الو، چمگادڑ

اس کی بیّن مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے

بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت سینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہو گئے؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو لبھانے میں ممد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریۂ ارتقاء کے مطابق، ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لو۔ ان میں ہاتھی، گھوڑا، مچھلی، پرند، انسان، بندر وغیرہ صدہا اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام ٹٹو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے۔ ان کی ساخت، بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائل ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہو گی کہ نظریۂ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ مچ یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد، لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہو چکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہٰذا جب گھوڑا، زیبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہکسلے نے ۱۸۶۳ء میں" کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کرکے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد ڈارون نے" انسان کا زوال" نامی کتاب شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علماء نے بھی بندر کے لیے لفظ"وانر" نہایت مناسب استعمال کیا تھا مطلب یہ کہ بندر اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انھیں کو ارتقا کا مورثِ اعلیٰ تصور کرتے ہیں۔ لیکن بات در اصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ اُتانگ، چمپانزی اور گوریلا ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۶، ۴۰، ۴۴ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں تھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلۃً کچھ بڑے ہوتے ہیں حتی کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو حسبِ خواہش ہلا ڈلا سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائر جاوا، بورنیو اور ملاکا، سیام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فیٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی ذرا سی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دور تک سُنائی دیتی ہے۔ ان کے چلّانے کی آواز بہت کچھ" کوایک کوایک ہاہا" کی ایسی ہوتی ہے۔

مسطح زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ ادھر اُدھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انھیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چباڈالتا ہے۔

درختوں کی کونپلیں، پھل، پھول اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر پانی کو زبان یا ہونٹوں سے چاٹتا ہے اس کو پالتو بنانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہوگی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو ادھر اُدھر کر دینے کی اس کو بہت بُری عادت پڑ گئی تھی کاغذوں اور کتابوں کے تو وہ پرخچے اڑا دیتا تھا غسل خانے سے صابن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کھُلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے لکھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چُپ چُپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور ایک قصوروار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اُتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سماترا اور بورنیو میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر میدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتّیاں بچھا کر سوتا ہے۔ کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑ رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا تکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتّوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی چھلانگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر سیدھے دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرچوں کی دُھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اُتر آتے ہیں۔

پروفیسر ڈیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اُتانگ کی کہانی لکھی ہے۔ اس کا نام اینی تھا۔ اینی کی قوتِ حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ مُنہ دھوتے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے اخیر تک سب کام کیے۔ بُرش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر ملازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریلا صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے۔ گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی بندوق کا شکار ہو جائے

تو یہ شکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے ٹل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں نر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا دُکیلا آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی نالی کو دانتوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندروں کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں تین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے ہمیں انسان اور اُن بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت اُن پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندر سے انسان بننے تک مختلف زمینوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولھوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے دماغ، دورانِ خون کی نالیاں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندر کے بھی ہیں۔ جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین اُنگل نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی اِن بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ ہکسلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندر جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اُتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلا وجہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آگیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریۂ ارتقا کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضہ فتق اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اوراس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو کولھے کے پٹھے برداشت نہیں کرسکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوسکے۔ تم نے علم الصحت اور علم الابدان کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اُتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہوتا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوتِ متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلباء مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اوّل ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضروری ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہذا یہ بڑا اور مضبوط ہوگیا ہے۔ لہذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ ہے نامناسب نہ ہوگا۔

دورانِ حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ ہر جاندار کی ابتداء حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{12}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لوتھڑا سی ہوجاتی ہے۔ اس لوتھڑے کے وسط میں ایک خلاء پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور یہیں حمل کی نشوونما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{5}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دُگنی ہوجاتی ہے۔ اور پھر ہڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بننا شروع ہوکر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دُم کے متعلق دورانِ حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دُم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دُم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑ کے وسط میں دُم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دُگنی ہوتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکا کسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دُمچی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکا ہماری قدیم زمانے کی دُم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہوگئی۔

دُم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلا ڈلا سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ہلتے۔ بات یہ ہے کہ کانوں سے مکھی وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہٰذا یہ بے کار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو ہلا ڈلا نہیں سکتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی۔ آج بھی بہتیرے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصاً دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جا سکتا۔ لیکن جیسے جیسے مدّت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتّوں کے حمل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ لیکن گبّن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل یکساں رہتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی ناسمجھی کے باعث اس کو باندھنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہو جاتا ہے اور وہ نڈھال ہو جاتی ہے۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکل نے "انسان کی ترقی" کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دورانِ حمل میں یکساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جس طرح حمل ایک چھوٹے سے مدوّر لوتھڑے سے بتدریج بڑھتا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک چھوٹے سے خلاء دار جان دار امیبا سے پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں کر بن گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہو جائے گی۔ مینڈک کے متعلق تم نے پڑھا ہوگا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلّی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ پھر جھلّی کے الگ الگ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پچھلے دو پیر نکل آتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پیر نکلنے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مر جائے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانۂ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گزرتا ہے۔

تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریۂ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے' وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کہانی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو پُرانے پنجر دستیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریۂ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔

نظریۂ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جُوں کے تُوں رہیں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساختِ بدن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہٰذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عائد نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز اسی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطۂ نظر سے نہیں ہوئی۔

اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلۃً ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں تنزّل کا بھی اُتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جان دار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہو گا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہو گا۔ لیکن اگر اس کے تنزّل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقئ معکوس کرے گا۔ بلندی اور پستی کا معیار ہمارے تخیّل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔"

◎ ← نظریۂ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے ◎

یہ ہے نظریۂ ارتقاء والوں کی تقریر جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندروں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنا دینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض ہڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیقِ نوعِ انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقۂ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹّی سے تخلیق کر کے اسے یہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۲۷۔ **النَّمْلَة**۔ یہ واحد نمل ہے۔ جمع نمال ہے۔ مثلاً مابعوضۃً فما فوقھا کے تحت نملۃ مذکور ہے۔ یقال

طعام مَنمول اذا اصابه النمل۔ نمل کی کنیت ابومشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نَوبہ و ام مازن ہے۔ نمل انسان کی طرح طلبِ رزق کے لیے بڑے حیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بارے میں انھیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انھیں دو حصے کر لیتی ہیں۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں۔ اور جب تعفّن کا خطرہ ہو جائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاند کی روشنی میں کرتی ہیں۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں ۱۔ انسان ۲۔ عقعق ۳۔ چیونٹی اور ۴۔ چوہا۔ چیونٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیاں بھی زمین کے اندر منظّم طریقے سے اپنے بل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دہلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں نملۂ سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے۔ حکایت ہے کہ قتادہ تابعیؒ مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سلوا عمّا شئتم۔ ابوحنیفہؒ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے۔ تو ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہو گئے۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا۔ فقال ابوحنیفۃ کانت انثیٰ۔ فقیل له کیف عرفت ذلك۔ فقال من قوله تعالیٰ "قالت" ولو کانت ذکرًا لقال قال نملة۔ لانّ النملة مثل الحمامة والشاة فی وقوعها علی الذکر والانثیٰ۔ انتھیٰ کذا فی کتب التاریخ۔

دارقطنی میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیه السلام قال لا تقتلوا النملة فانّ سلیمان علیه السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا ھو بنملة مستلقیة علی قفاھا رافعة قوائمھا تقول اللھم انّا خلق من خلقك لا غنی لنا عن فضلك اللھم لا تؤاخذنا بذنوب عبادك الخاطئین واسقنا مطرًا تنبت لنا به شجرًا وتطعمنا به ثمرًا فقال سلیمان علیه السلام لقوله ارجعوا فقد کُفیتُم وسُقیتم بغیرکم۔

۲۸۔ **النّاقة**۔ اونٹنی۔ لفظ ناقة دراصل نَوَقة بروزن فعلة تھا۔ پھر واو الف ہو کر ناقة ہوا۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلت اَوْنُق ہے۔ اونق دراصل انوق تھا۔ ثقلِ ضمہ واو کی وجہ سے قلب مکانی کرنے کے بعد اَوْنُق ہوا پھر ثقلِ واو کی وجہ سے اینق بنایا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے۔ ناقہ کی کنیت امّ بوّ و امّ حائل و امّ حوار وام السقب وام مسعود ہے۔ امثالِ عرب میں کئی امثال ناقہ سے متعلق ہیں۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیھا ولا جملی۔ یضرب عند التبرّی من الظلم والاساءة وقالوا استنوق الجملُ ای صار ناقةً یضرب المثل لرجل یکون فی حدیث او امر ثم یخلط بغیرہ۔

ناقہ احادیث میں متکرر الذکر ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال جاء رجل بناقة مخطومة

فقال هذه فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لك بها یوم القیامۃ سبعمائۃ ناقۃ مخطومۃ اخرجہ مسلم۔
ناقۂ صالح علیہ السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ هذه ناقة الله۔ اضافتِ ناقہ الی اللہ للتشریف و التکریم ہے۔ یہ ناقہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی جوان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے بدبخت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام قدار بن سالف تھا۔ کتاب مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتلِ ناقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

روی الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنهما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشقی الناس ثلاثۃ عاقر ناقۃ ثمود وابن آدم الاول الذی قتل اخاه ماسفك علی وجہ الارض دم الا لحق منه اثم لانه اول من سن القتل وقاتل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه۔ وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل الحجر فی غزوۃ تبوك امرهم ان لا یشربوا من بئرها ولا یستقوا منها فقالوا قد عجنا منها واستقینا فامرهم علیہ السلام ان یطرحوا ذلك العجین ویهریقوا ذلك الماء وامرهم ان یستقوا من البئر التی کانت تردها الناقۃ۔

۲۹۔ **النَّسر۔** گدھ۔ عقاب۔ فمر بحث تجار تھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے اَنسُر و نُسور۔ اور کنیت ابومالک وابو المنہال وابویحیٰی و ابو الابرد ہے۔ مادہ کو ام قشعم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں:۔

اوّلاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل ہے وہ کہتے ہیں فلان اعمر من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اذا اشمّ الطیب مات لوقتہ۔

ثالثاً، هو اشدّ الطیر طیرانًا واقواها جناحًا۔

رابعًا، وہ بڑا حریص پرندہ ہے اور اپنی طاقتِ برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت اتنا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک کمزور آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامسًا۔ وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے الیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم والم سے مر جاتا ہے۔

سادسًا، لیس فی سباع الطیر اکبر جثۃ منہ ویقال للنسر ابو الطیر ایضًا قال الشاعر ؎

فلا وابی الطیرِ المربۃ فی الضحیٰ　　علی خالدٍ لقد وقعت علی لحم

سابعًا، نسر سیّد الطیر ہے۔ امام یافعیؒ اپنی کتاب نفحات الازہار ولمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علیؓ بن

ابی طالب رضؓ قال سمعت حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لکل شئ سیدًا وسید البشر آدم وسید ولد آدم انت وسید الروم صھیبؓ وسید فارس سلمانؓ وسید الحبش بلالؓ وسید الشجر السدر وسید الطیر النسر وسید الشھور رمضان وسید الایام یوم الجمعۃ وسید الکلام العربیۃ وسید العربیۃ القرآن وسید القرآن سورۃ البقرۃ ۔ ھذا واللہ اعلم بحال سند ھذا الحدیث ۔

۳۰۔ **النعامۃ** ۔ شترمرغ ۔ صُمٌّ بُکمٌ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے ۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض وام ثلاثین ہے ۔ ظلیم صرف نر شترمرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوص کہتے ہیں ۔ حکایاتِ عرب میں ہے ان النعامۃ ذھبت تطلب قرنین فقطعوا اُذنیھا فلذلک سمیت بالظلیم کانھم ظلموھا حیث قطعوا اذنیھا ۔ نعام کو شترمرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ پرندہ ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے ۔ امثالِ عرب میں ہے ان النعام استُطیر فاستبعر واستُحِل فاستطار ۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوتِ سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوتِ شامّہ عطا فرمائی ہے ۔ فھو یدرک بانفہ ما یحتاج فیہ الی السمع فربما شمّ رائحۃ الصائد من بُعد ۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اَشمّ مِن نعامۃ ۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لا یسمع و لا یشرب الماء ابدًا الا النعام ولا مُخّ لہ ۔ شترمرغ بزدلی میں مشہور ہے ۔ شترمرغ کا گوشت کھانا حلال ہے ۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے ۔

کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے زمانہ ادریسؑ تک گندم کا دانہ شترمرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا ۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہو کر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے ۔ بہرحال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی ۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما اھبط اللہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام جاءہ میکائیل بشئ من حبّ الحنطۃ وقال ھذا رزقک ورزقُ اولادک من بعدک قُم فاحرث الارض وابذُر الحبّ قال ولم یزل الحبُّ من عھد آدم علیہ السلام الی زمن ادریس علیہ السلام کبیضۃ النعامۃ فلما کفر الناسُ نقص الی بیضۃ الدجاجۃ ثم الی بیضۃ الحمامۃ ثم الی قدر البندقۃ وکان فی زمن العزیز علی قدر الحمصۃ ۔

۳۱۔ **الھِرّۃ** ۔ بلّی ۔ بلّی کو عربی میں سنّور بھی کہتے ہیں ۔ بلی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ اُنس و محبت کرنے والا حیوان ہے ۔ اسی اُنس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے ۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیشِ نظر وہ حرام ہونا چاہیے ۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انها من الطوافين عليكم والطوافات۔ صحابہؓ میں مشہور صحابی ابو ہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انھوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً ان کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابو هريرة۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صورت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسناده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لما حمل نوح عليه السلام في السفينة من كل زوجين اثنين قال له اصحابه وكيف نطمئن او تطمئن مواشينا ومعنا الاسد فسلط الله عليه الحمى فكانت اول حمى نزلت في الارض فهو لا يزال محموما ثم شكوا الفارة فقالوا الفويسقة تفسد علينا طعامنا وشرابنا ومتاعنا فاوحى الله تعالى الى الاسد فعطس فخرجت الهرة منه فتخبات الفارة منها۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابر ہے ان النبی علیہ السلام نهى عن ثمن الهر اخرجه ابن ماجة۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابو ہریرہؓ قال ان الشيطان عرض للنبي صلى الله عليه وسلم في صلاته قال عبد الرزاق في صورة هر قال عليه السلام فشد على يقطع على صلاتي۔ الحديث۔ و عن سلمان الفارسیؓ ان النبي صلى الله عليه وسلم اوصى بالهر وقال ان امراة عذبت في هرة ربطتها۔ الحديث

وفی تاریخ ابن النجار فی ترجمة محمد بن عمر الحنبلیؒ عن انسؓ قال كنت جالسا عند عائشةؓ ابشرها بالبراءة فقالت والله لقد هجرني القريب والبعيد حتى هجرتني الهرة وما عرض على طعام ولا شراب فكنت ارقد وانا جائعة فرأيت الليلة في منامي فتى فقال مالك حزينة فقلت مما ذكر الناس فقال ادعي بهذه الكلمات يفرج عنك فقلت وما هي فقال قولي دعاء الفرج "يا سابغ النعم ويا دافع النقم و يا فارج الغمم ويا كاشف الظلم ويا اعدل من حكم ويا حسيب من ظلم ويا ولي من ظلم ويا اول بلا بداية ويا اخر بلا نهاية ويا من له اسم بلا كنية اجعل لي من امري فرجا ومخرجا قالت فانتبهت وانا ريانة شبعانة وقد انزل الله براءتي وجاء في الفرج۔ یہ حدیث فائدہ دعا کی وجہ سے ہم نے ذکر کر دی لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ تہمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۲۔ **الضَّبّ**۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین امنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بری جانور ہے اور معروف و مشہور ہے۔ اس کی کنیت ابو حسل ہے۔ ضباب و اضب اس کی جمع ہیں۔ انثی کو ضبة کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعله حتى يرد الضبُّ۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لا يشرب الماء ويعيش سبع مائة سنة فصاعدا ويقال انه يبول في كل اربعين يوما قطرة۔ مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کہتے ہیں

جمع بین الضبّ والنون اور کہتے ہیں لا افعل حتی یجتمع الضبُّ والحوت چنانچہ حاتم اصمؒ اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وکیف أخافُ الفقرَ واللہ رازقی ۔ ورازقُ ھذا الخلقِ فی العُسرِ والیُسرِ

تکفّلَ بالارزاقِ للخلقِ کلّھم ۔ وللضبّ فی البیدا وللحوتِ فی البحرِ

حدیث شریف ہے عن انسؓ قال ان الضبّ لیموت فی جحرہ ھزلاً من ظلم بنی آدم۔

ضب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو محافظِ ضب ہے۔ گوہ پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے أضلّ مِن ضبّ و أحیرُ من ضبّ۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعقّ من ضب اور طولِ عمر کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے أحییٰ من ضب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدے ہیں حکی انّ بعض الحاضرۃ کسا اعرابیاً ثوباً فقال لہ الاعرابی لأکافئنّك علی فِعلك بما أُعلمك. کم فی ذنب الضب من عقدۃ؟ قال لا ادری قال فیہ احدیٰ وعشرون عقدۃً۔ جنگل کے بعض حصوں میں ضب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببۃ "ومَضبّۃ" ای کثیرۃ الضباب ۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کر کے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظار کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے أخدع من ضبّ. ایک شاعر کہتا ہے ؎

واخدع من ضبّ اذا جاء حارش ۔ أعدّ لہ عند الذنابۃِ عقربا

امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی و بیہقی میں ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صاد ضبّاً وجعلہ فی کُمّہ لیذھب بہ الی رحلہ فاتاہ فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجۃ اکذب منك فلولا ان تُسمّینی العرب عجولاً لقتلتك وسررتُ الناس بقتلك اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ دعنی اقتلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اما علمت انّ الحلیم کاد ان یکون نبیاً ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللات والعزّیٰ لا أُمنتُ بك حتی یؤمن ھذا الضبّ واخرج الضب من کمّہ وطرحہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان أٰمن بك أٰمنتُ بك۔

فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا ضب فکلمه الضب بلسان فصیح عربی لبیك وسعدیك یا رسول رب العلمین فقال صلی اللہ علیہ وسلم من تعبد قال الذی فی السماء عرشه وفی الارض سلطانه وفی البحر سبیله وفی الجنة رحمته وفی النار عذابه فقال صلی اللہ علیہ وسلم فمن انا یا ضب؟ قال انت رسول رب العالمین وخاتم النبیین قد افلح من صدقك وقد خاب من کذبك فقال الاعرابی اشهد ان لا اله الا اللہ وانك رسول اللہ حقا واللہ لقد اتیتك وما علی وجه الارض احد ابغض الی منك وواللہ لانت الساعة احب الی من نفسی ومن ولدی لقد امن بك شعری وبشری وداخلی وخارجی وسری وعلانیتی۔

فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی هداك الی هذا الدین الذی یعلو ولا یعلی علیه ولا یقبله اللہ الا بصلوة ولا یقبل الصلوة الا بقران۔ قال فعلمنی فعلمه قل هو اللہ احد قال زدنی فما سمعت فی البسیط ولا فی الوجیز احسن من هذا قال یا اعرابی ان هذا کلام اللہ لیس بشعر انك ان قرأت قل هو اللہ احد مرة کان لك کاجر من قرأ ثلث القران وان قرأتها مرتین کان لك کاجر ثلثی القران واذا قرأتها ثلاث مرات کان لك کاجر من قرأ القران کله قال الاعرابی نعم الاله الهنا یقبل الیسیر ویعطی الجزیل۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الك مال؟ قال ما فی بنی سلیم قاطبة رجل هو افقر منی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابه اعطوه فاعطوه حتی ابطروه قال فقام عبد الرحمن بن عوف فقال یا رسول اللہ ان عندی ناقة عشراء دون البختیة وفوق الاعری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفت ناقتك فاصف مالك عند اللہ یوم القیامة؟ قال نعم قال لك ناقة من درة جوفاء قوائمها من زبرجد اخضر وعنقها من زبرجد اصفر علیها هودج وعلی الهودج السندس والاستبرق وتمر بك علی الصراط کالبرق الخاطف یغبطك بها کل من رآك یوم القیامة فقال عبد الرحمن قد رضیت فخرج الاعرابی فلقیه الف اعرابی من بنی سلیم علی الف دابة معهم الف سیف والف رمح فقال لهم این تریدون؟ قالوا نذهب الی هذا الذی سفه الهتنا فنقتله قال لا تفعلوا انا اشهد ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وحدثهم الحدیث۔

فقالوا باجمعهم نشهد ان لا اله الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ثم دخلوا فقیل لرسول اللہ فتلقاهم بلا رداء ونزلوا عن رکبهم یقبلون حیث ولوا عنه وهم یقولون لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ ثم قالوا یا رسول اللہ مرنا بامرك قالوا کونوا تحت رایة خالد بن الولید فلم یؤمن من العرب ولا من غیرهم الف غیرهم۔ قال البیهقی اخرجه شیخنا ابو عبد اللہ الحافظ فی المعجزات قال ابن کثیر فی البدایة ج ۶ ص ۱۵۰ ورواه الحافظ ابو نعیم فی الدلائل وقال البیهقی وما ذکرناه اجود الاسانید فیه وهو ایضا ضعیف۔

۲۳۳۔ الفصیل۔ شرح بسملہ میں بیان اسم اللہ میں مذکور ہے۔ فصیل کا معنی ہے اونٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو۔ تو یہ فعیل بمعنی مفعول ہے مثل جریح بمعنی مجروح۔ اس کی جمع فصلان وفصال ہے۔ عربی میں مثل ہے

استنتت الفصال حتی القرعی۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے۔ قرعی جمع قریع ہے وھو الذی بہ قرع وھو بثر ابیض یطلع فی الفصال۔

۳۴۔ **الحوت**۔ مچھلی۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالٰی اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم الآیہ سعید بن جبیر سے روایت ہے انہ قال لما اھبط اللہ آدم الی الارض لم یکن فیھا غیر النسر فی البر والحوت فی البحر وکان النسر یأوی الی الحوت فیبیت عندہ فلما رأی النسر آدم علیہ السلام اتی الحوت وقال یا حوت لقد اُھبط الیوم الی الارض من یمشی علی رجلیہ ویبطش بیدیہ فقال الحوت لئن کنت صادقاً فمالی منجاً منہ فی البحر ومالک مخلص منہ فی البر۔
حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ وعاء و مسکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ بقول مقاتل بن حیانؒ تین دن رہے اور بقول عطاء رحمہ اللہ سات دن اور بقول ضحاکؒ بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن۔ وقال الشعبیؒ التقمہ ضحیً ولفظہ عشیۃً۔

۳۵۔ **الحیۃ**۔ سانپ۔ آیت فازلھما الشیطن عنھا کی شرح میں مذکور ہے۔ سانپ انسان کا دشمن ہے۔ سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں۔ بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابو الربیع و ابو عثمان و ابو العاصی و ابو مذعور و ابو وثاب و ابو یقظان و اُم طبق و ام عافیہ و اُم الفتح وغیرہ۔ بعض نے لکھا ہے ان الحیۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلخ جلدھا وتبیض ثلثین بیضۃ علی عدد اضلاعھا۔

اعراب عرب کا خیال تھا کہ سانپ شترمرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سن سکتا۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جزء سانپ کا زہر ہے۔ نیز سانپ کے زہر سے اطباء بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے ہیں۔
بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا من ای جنس انت قال انا آدمی مثلک قالت کیف تکون آدمیا وقد اطعمتک السم اربعین یوما فما اضرک فقال لھا اما علمت ان الذاکرین اللہ تعالٰی لایضرھم شئ وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما ھو؟ قال باسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثم قال ما الذی حملک علی ذلک قالت بغضک قال انت حرۃ لوجہ اللہ وانت فی حل مما صنعت۔ جنات عموماً سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے۔ روی البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رض مرفوعاً ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ وفی صحیح مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعاً بدء الاسلام

غریبا وسیعود غریبا کمابدا وھو یأرز بین المسجدین کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ ھذا واللہ أعلم وعلمہ اتم ؞ ؞ ؞



فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل و اقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں یعنی تا نہایتِ سورۂ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم ۔ آیت ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبیّ والمھٰجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ الآیۃ انہیں لقب انصار ہے اللہ تعالیٰ نے ملقب فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے عن غیلان بن جریر قال قلتُ لانس بن مالک رضی اللہ عنہ ارأیتَ اسم الانصاری اکنتم تسمّون بہ أم سمّاکم اللہ تعاقال بل سمانا اللہ تعالیٰ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں مثل اعراب واعرابی۔ اعراب جمع ہے اور اعرابی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اوس وخزرج۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جد اعلیٰ یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں حارثہ کے اور حارثہ کا نسب یہ ہے۔ حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک ابن زید بن کھلان بن سبأ۔ اوس وخزرج کی والدہ کا نام قیلہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ تھے۔ خزرج بن حارثہ کے پانچ بیٹے تھے جشم وعوف وحارث وعمرو وکعب۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو الحبلی رہط رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ کا جد اعلیٰ کعب بن الخزرج ہے اور اوس ابن حارثہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلہ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے۔

انصار کا قبولِ اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسمِ حج میں آئے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغِ اسلام کر سکوں۔ لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار کر دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک سال جمرۂ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے جمرۂ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی دعوت پیش کردی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سُنے ہوئے تھے اس لیے وہ آپؐ کی دعوت سے بہت متأثر ہوئے فقال بعضهم لبعض بادروا الاتباعه لا تسبقنا اليهود اليه انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمنعون ظهري حتى أبلغ رسالة ربي قالوا يا رسول الله انا تركنا قومنا يعنون الأوس والخزرج بينهم من العداوة والشر فدعنا حتى نرجع الى عشائرنا لعل الله ان يصلح بيننا وندعوهم الى ما دعوتنا فعسى ان يجمعهم عليك فان اجتمعت كلمتهم عليك واتبعوك فلا احدٌ أعزُّ منك وموعدك الموسم العام المقبل۔ یہ چھ آدمی تھے یا آٹھ یعنی ابواُمامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن رفاعة ويعرف بابن عفراء ورافع بن مالک بن عجلان وقطبة بن عامر بن حديدة وعقبة بن عامر وجابر بن عبداللہ بن رئاب وعبادة بن الصائب وابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم بعض مؤرخین نے عبادہ وابوالہیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبۂ اُولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کر دیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسم حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اُسی جگہ پر اُن کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلۂ خزرج کے تھے یعنی ابوالہیثم بن تیہان وعویم بن ساعدة۔ یہ عقبۂ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیمِ اسلام وقرآن کے معلّم کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ واسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آیندہ سال موسمِ حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقا سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أبايعكم على ان تمنعوني ما تمنعون منه نساءكم وابناءكم وانفسكم ولكم الجنة۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امرا منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقباء میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ثم قال علیه السلام للنقباء انتم کفلاء علی غیرکم ککفالة الحواریین لعیسی علیه السلام وانا کفیل علی قومی یعنی المهاجرین۔

ثم قالوا یا رسول الله مالنا ان نحن وفینا قال رضوان الله والجنة قالوا رضینا ابسط یدك فبایعوه واول من بایعه البراء بن معرور وقیل اسعد بن زرارة وقیل ابو الهیثم بن التیهان وبایع المرأتان من غیر مصافحة یہ بیعت عقبہ ثالثہ ہے۔

اس کے بعد مکہ سے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مہاجرین کو حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔

الاوس۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس وخزرج۔ اوس وخزرج دو بھائی تھے جو سیل عرم یا اس سے کچھ قبل مآرب یعنی یمن سے نکل کر یہاں پر آباد ہو گئے تھے۔ اوس وخزرج عمرو بن عامر بن حارثة بن ثعلبة کی اولاد ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس وقبیلہ خزرج کہتے ہیں۔

کتب تاریخ میں ہے کہ جب مآرب یمن میں سیل عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا۔ اس کی اولاد واہل خاندان متفرق ہو گئے۔ چنانچہ اوس وخزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھیر گئے۔ غسان ملک شام چلا گیا ازد عمّان میں آباد ہوا اور خزاعہ تہامہ میں رہائش پذیر ہوا۔ اور پھر مدت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا۔

اوس وخزرج کو ابنا قیلہ بھی کہتے ہیں۔ قیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثة بن ثعلبة بن عمرو بن عامر بن حارثة۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۳۵۔ وکذا فی سیرة ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴ علی ہامش الروض۔ بعض مورخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمرًا رای جرذًا یحفر فی سد مارب الذی کان یحبس علیهم الماء فیصرفونه حیث شاءوا فعلم انه لابقاء للسد فاعتزم علی النقلة عن الیمن فکاد قومه فامر اصغر ولده اذا اغلظ علیه ولطمه ان یقوم الیه فیلطمه ففعل ابنه ما امره به فقال عمرو لا اقیم ببلدة لطم وجهی فیها اصغر ولدی وعرض امواله فقال اشراف الیمن اغتنموا غضبة عمرو فاشتروا منه امواله وانتقل فی ولده وولد ولده وقالت الازد لا نتخلف عن عمرو بن عامر فباعوا اموالهم وخرجوا معه فساروا حتی نزلوا بلاد عك مجتازین فتفرقوا فی البلدان۔ انتهی ما فی سیرة ابن هشام۔ ج ۱ ص ۱۷۔

اُحُد ۔ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ احد بضم اول وثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفار مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳ھ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یاقوت فی المعجم ج ۱ ص ۱۰۹ وقیل سمّی بذلك لتوحّده وانفراده عن غيره من الجبال التي هناك۔ كذا في السيرة الحلبية ج ۲ ص ۲۱۶ اس پہاڑ میں بقول بعض مؤرخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ و ہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن دحية انّ هذا باطل وان نصّ التوراة انه دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقيل لا مخالفة فان المدينة شاميّة وقيل دفن بالتيه هو واخوه موسى عليه السلام اھ

وفي الحديث ان النبي عليه السلام قال احد جبل يُحِبُّنا ونُحِبُّه وهو على باب من ابواب الجنّة و عَيرِ جبل يُبغِضُنا ونُبغِضُه وهو على باب من ابواب النار وعن ابي هريرة رضي الله عنه انه قال خير الجبال احد والاشعر وورقان كذا في المعجم وقال الحلبي في سيرته ج ۲ ص ۲۱۶ قال صلى الله عليه وسلم ان احدًا هذا جبل يحبّنا ونحبّه اذا مررتم به فكلوا من شجره ولو من عضاهه وقال صلى الله عليه وسلم احد رُكنٌ من اركان الجنّة واُخِذ من هذا انه افضل الجبال وقيل افضلها عرفة وقيل ابو قبيس وقيل الذي كلم الله عليه موسى عليه السلام وقيل قاف اھ

اَیلَہ ۔ بفتح ہمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منتہیٰ اور شام کا مبدأ ہے۔ آباد و سرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں مچھلی کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے کی پاداش میں ممسوخ کر کے بندر و خنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایلہ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپؐ نے یہود کے رئیس یوحنہ بن رؤبہ کو ہدیۃً دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنہ بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدِم يوحنّة بن رؤبة على النبي صلى الله عليه وسلم من ايلة وهو في تبوك فصالحه

على الجزية وقرّر على كل حالم بأرضه فى السنة ديناراً فبلغ ذلك ثلاثمائة دينار واشترط عليهم قرى من مرّ بهم من المسلمين وكتب لهم كتاباً أن يحفظوا ويمنعوا ۔ ایلہ اقلیم ثالث میں ہے ۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں یہود ممسوخ ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ ۔ قرآن مجید میں ہے واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية

روى الحاكم فى المستدرك باسناده عن عكرمة قال دخلت على ابن عباس رضى الله عنهما وهو يقرأ فى المصحف قبل ان يذهب بصره وىبكى فقلت له ما يبكيك جعلنى الله فداك فقال هذه الآية ۔ و اسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية ۔ ثم قال أتعرف ايلة قلت وما ايلة ؟ قال قرية كان بها أناس من اليهود حرم الله تعالى عليهم صيد الحيتان يوم السبت فكانت الحيتان تاتيهم فى يوم سبتهم شرعاً بيضاً سماناً كامثال المخاض فاذا كان غير يوم السبت لا يجدونها ولا يدركونها الا بمشقة ومؤنة ثم ان رجلاً منهم اخذ حوتاً يوم السبت فربطه الى وتد فى الساحل وتركه فى الماء حتى اذا كان الغد اخذه فاكله ففعل ذلك اهل بيت منهم فاخذوا وشووا فوجد جيرانهم ريح الشواء ففعلوا كفعلهم وكثر ذلك فيهم ۔

فافترقوا فرقاً فرقة اكلت وفرقة نهت وفرقة قالت لم تعظون قوما الله مهلكهم فقالت الفرقة التى نهت انا نحذركم غضب الله وعقابه ان يصيبكم بخسف اوقذف اوببعض ما عنده من العذاب و الله ما نساكنكم فى مكان انتم فيه وخرجوا من السور ثم غدوا عليه من الغد فضربوا باب السور فلم يجبهم احد فتسوّر انسان منهم السور فقال قردة والله لها اذناب تتعاوى ثم نزل ففتح الباب ودخل الناس عليهم فعرفت القردة أنسابها من الانس ولم تعرف الانس أنسابها من القرد قال فيأتى القرد الى نسيبه وقريبه فيحتك به ويلصق اليه فيقول الانسى انت فلان فيشير براسه أن نعم ويبكي ۔

قال ابن عباس رضى الله عنهما فاسمع الله يقول فانجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون ۔ فلا ادرى ما فعلت الفرقة الثالثة فكم قد رأينا من منكر ولم ننه عنه قال عكرمة فقلت ما ترى جعلنى الله فداك انهم قد انكروا وكرهوا حين قالوا لم تعظون قوما الله مهلكهم او معذبهم عذاباً شديداً فاعجبه قولى ذلك وامر لى ببردين غليظين فكسانيهما ۔ شہر ایلہ کا ذکر احادیث میں متکرر ہے ۔ فروى ابو ذر مرفوعاً حديث الحوض الكوثر وهو طويل وفيه ۔ عرضه مثل طوله ما بين عمان الى ايلة ماؤه اشد بياضاً من اللبن واحلى من العسل ۔ اخرجه الترمذى فى جامعه ج ۲ ص ۸ ابواب صفة القيامة ۔

بیت المقدس ۔ وادخلوا الباب سجدًا وغیرہ کئی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے ۔ مَقدِس بفتح میم وکسرِ دالِ مخفف کا معنی ہے پاک وطاہر ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک ومبارک جگہ ہے ۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ۔ یہ ہمارا قبلۂ اوّل تھا ۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے ۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ یہ شہر ایلیاء کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں ۔

(أ) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرتِ اسماء شرفِ مسمی پر دال ہے ۔ (١) المسجد الاقصیٰ ۔ اقصیٰ کا معنی ہے ابعد یعنی بعید تر ۔ سُمِّیَ به لبُعدہٖ عن الاقذار والخبائث اولعلوّ مرتبته عند اللہ فالبعد کنایة عن بعد الرتبة و ارتفاعها (٢) مسجد إیلیاء علی وزن کبریاء وجاز فیه القصر معناہ بیت اللہ ۔ (٣) بیت المقدِس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ ۔ مقدس مثل مَرجِع مصدر ہے یا ظرفِ مکان ہے ۔ (٤) البیت المُقَدَّس ۔ ای المطهّر (٥) بیت القُدُس ، بسکون دال وبضم دال (٦) سلّم ۔ لکثرۃ سلام الملائکة فیه ۔ (٧) اورشَلِم ، معناہ بالعبرانیة بیت السلام (٨) آوشلیم (٩) بیت إیل (١٠) کورۃ إلیا ۔ (١١) صِهیُون (١٢) مصروث (١٣) بابوش (١٤) کورشیلا (١٥) أزیل (١٦) شلیم (١٧) صلمون ۔ ذکر هذہ الاسماء ابن خالویه وغیرہ ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم ومبارک ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی اسے محترم ومبارک سمجھتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا ۔ نصف رجب ٢ھ میں تحویل قبلہ ہوئی ۔ وقیل فی نصف شعبان وقیل فی جمادی الآخرۃ ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام بنو حارثہ میں تھے ۔ بنو حارثہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی ۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی ففی الصحیحین عن البراء ان اول صلاۃ صلاها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کلها للکعبة صلاۃ العصر ۔

ج ۔ مسجد بیت المقدس کو یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منتہیٰ ہے اور معراج کا مبدأ ہے ۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا ۔ اسی مسجد میں آپ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمهور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی ۔ کما قال بعض العلماء ۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انهم کانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبیاء المرسلین واربعة من سائر الانبیاء وکان خلف ظهرہ ابراهیم الخلیل وعن یمینه اسماعیل وعن یسارہ اسحاق علیهم الصلاۃ والسلام ۔

د ۔ قال بعض العلماء لم یختلف احد انه صلی اللہ علیه وسلم عرج به من عند القبة التی یقال لها قبة

المعراج من عند يمين الصخرة وقد جاء ان صخرة بيت المقدس من صخور الجنة وفی لفظ سيدة الصخور صخرة بيت المقدس وجاء ان صخرة بيت المقدس على نخلة والنخلة على نهر من انهار الجنة قال الذهبی اسناده مظلم.

قال ابن العربی فی شرح الموطا صخرة بيت المقدس من عجائب الله تعالى فانها صخرة قائمة شعثاء فی وسط المسجد الاقصى قد انقطعت من كل جهة لا يمسكها الا الذی يمسك السماء ان تقع على الارض الا باذنه فی اعلاها من جهة الجنوب قدم النبی عليه السلام حين ركب البراق وقد مالت من تلك الجهة لهيبته صلى الله عليه وسلم وفی جهة الاخرى اصابع الملائكة التی امسكتها لما مالت كذا فی السيرة الحلبية ج ا ص ۳۷۲ -

وسئل الجلال الدين السيوطی رحمه الله عن غوص قدمه صلى الله عليه وسلم فی الحجر هل له اصل فی كتب الحديث فاجاب بانه لم يقف فی ذلك على اصل ولا رأى من خرجه فی شئ من كتب الحديث وفی كتاب العرائس قال ابی بن كعب رضی الله عنه ما من ماء عذب الا وينبع من تحت الصخرة بيت المقدس ثم يتفرق فی الارض. واخرج الترمذی باسناده عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما كان ليلة أسری بی قال فاتی جبريل الصخرة التی ببيت المقدس فوضع اصبعه فيها فخرقها فشد بها البراق.

۸ - سفر معراج کے دو حصے ہیں۔ اوّل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ دوّم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحًا موجود ہے۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے۔ دونوں حصوں پر بھی اسراء ومعراج کا اطلاق ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں۔ فقيل فی حكمة ذلك ان باب السماء الذی يقال له مصعد الملائكة يقابل بيت المقدس فيحصل العروج مستويا من غير تعويج قال الحافظ ابن حجر وفيه نظر لورود ان فی كل سماء بيتا معمورًا وان الذی فی السماء الدنيا حيال الكعبة فكان المناسب ان يصعد من مكة ليصل الى البيت المعمور من غير تعويج اھ ويمكن ان يقال هذا لا يستلزم ان يكون الباب من تلك الجهة حتى يرد ما اورد فيمكن ان يكون الباب مقابل بيت المقدس -

ثم ان فی هذا ردًا لما ذكر علماء الهيئة الحديثة ان الارض تدور على محورها وتتم الدورة فی كل ۲۴ ساعة اذ بحركة الارض لا تستمر مقابلة ذلك الباب بيت المقدس الا ان يقال ليس المراد دوام المقابلة واستمرارها حتى يرد ما ذكر بل المراد نفس المقابلة ولو فی بعض الاوقات فالارض تدور ويحاذی فی كل ۲۴ ساعة هذا الباب بيت المقدس -

۹ - بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ قرآن شریف میں اسے مبارک کہا گیا ہے قال الله تعالى سبحان الذی اسرى بعبده ليلًا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذی باركنا حوله ما حول کی برکت کے دو مطلب ہیں قال الزركشی فی اعلام الساجد ص ۲۸۶ فيه تاويلان احدهما ان جعل حوله من

الانبياء المصطفين الاخيار و الثانی بکثرة الثمار و مجاری الانهار و قال الله تعالی ونجیناه ولوطا الی الارض التی بارکنا فیها للعالمین ۔

وروی ابو المعالی فی کتاب فضائل القدس بسنده عن انس رضی الله عنه قال ان جنة الفردوس تحن شوقاً الی بیت المقدس وصخرة بیت المقدس من جنة الفردوس وهی صرة الارض وروی انه من دفن فی بیت المقدس وقی فتنة القبر وسؤال الملکین ومن دفن فی بیت المقدس فی زیتون الملة یعنی بایلیاء فکانما دفن فی السماء الدنیا وزیتون الملة مقبرة کبیرة من مقابر بیت المقدس ۔ راجع الانس الجلیل ج ٢ ص ٤١٣

وقال کعب الاحبار من دفن فی بیت المقدس فقد جاز الصراط وروی ابونعیم فی تاریخ اصبهان بسنده والبزار فی مسنده عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من مات فی بیت المقدس فکانما مات فی السماء ۔ مجمع الزوائد ج ٢ ص ٣١٩ ۔ وروی ابن ماجه باسناده عن میمونة مولاة رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت قلت یا رسول الله افتنا فی بیت المقدس قال ارض المحشر والمنشر ائتوه فصلوا فیه فان صلاة فیه کالف صلاة فی غیره ورواه ابوداؤد ایضاً ۔ وعن ام سلمة رض قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اهل بحجة او عمرة من المسجد الاقصی غفر له ما تقدم من ذنبه واخرج البیهقی ایضاً فی سننه ج ٥ ص ٣٠ وفی روایة وجبت له الجنة وقال صلی الله علیه وسلم کما رواه احمد وذکر الدجال فانه یلبث فیکم اربعین صباحاً یرد فیه کل منهل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدینة والطور ومسجد الاقصی ۔ وروی عن کعب کما فی الانس الجلیل ج ١ ص ٢٠٨ صوم یوم فی بیت المقدس براءة من النار ۔

وروی الخطیب کما فی الاعلام ص ٢٩٤ من حدیث جابر رضی الله عنه مرفوعاً اول من یدخل الجنة الانبیاء ثم مؤذنو البیت المقدس ثم مؤذنو مسجدی ثم سائر المؤذنین قال الخطیب غریب تفرد به محمد بن عیسی وفی الانس الجلیل ج ١ ص ٢٠٨ فی بعض الروایات ثم الشهداء بعد الانبیاء ۔ وعن ابی امامة ان النبی علیه السلام قال لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم قیل ما هم وفی روایة فاین هم یا رسول الله؟ قال ببیت المقدس واصل هذا الحدیث فی صحیح البخاری وروی انهم بالشام ۔ راجع عمدة القاری ج ١٦ ص ١٦٤

ز ۔ روی النسائی وابن ماجه عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ان سلیمان بن داؤد لما بنی بیت المقدس سأل الله ثلاثا فاعطاه اثنتین وارجو ان یکون قد اعطاه الثالثة سأله مُلکاً لا ینبغی لاحد بعده فاعطاه ایاه وسأله حُکماً یواطئ حکمه تعالی فاعطاه ایاه وسأله من اتی هذا البیت یرید بیت المقدس لا یرید الا الصلاة فیه ان یخرج من ذنوبه کیوم ولدته اُمّه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا ارجو ان یکون قد اعطاه الثالثة ۔ راجع ابن ماجه ج ١ ص ٤٥ والاتحافات السنیة فی الاحادیث القدسیة ص ٥ ومجمع الزوائد ج ٤ ص ٥

ح ۔ مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمالِ صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصی رواہ الشیخان ۔ وعن ابی الدرداء مرفوعاً فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام علی غیرہ بمائۃ الف صلاۃ وفی مسجدی الف صلاۃ وفی مسجد بیت المقدس خمسمائۃ صلاۃ اخرجہ البزار ۔ وعن ابن عباس مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا بعشرۃ آلاف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بعشرۃ امثالھا مائۃ الف صلاۃ وصلاۃ الرجل فی بیت المقدس بالف صلاۃ ۔ رواہ الطبرانی ۔ وعن انس مرفوعاً صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الاقصیٰ ومسجد المدینۃ بخمسین الف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ ۔ اخرجہ ابن ماجۃ ۔

ط ۔ مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی ۔ راجع تاریخ الامم والملوک ۔ ج ۱ ص ۲۵۲ وفی الصحیحین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع علی الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ای؟ قال المسجد الاقصیٰ قلت وکم بینھما؟ قال اربعون عاماً ثم الارض کلھا لک مسجد فحیثما ادرکتک الصلاۃ فصل ۔ قال اللہ تعالی ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا ۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ اور دونوں کے درمیان مدت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے ۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں ۔

جوابِ اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدیدِ عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں ۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیرِ ابراہیمی کے چالیس سال بعد بحکم اللہ تعالی بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا ۔ قالہ الزرکشی وغیرہ ۔

جوابِ دوم ۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا ۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی ۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ ۔

جوابِ سوم ، ابن ہشام متوفی ۲۲۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا ۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس ان یبنیہ فبناہ ونسک فیہ اھ

ی۔ قال فی الانس الجلیل روی عن علیؓ رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس وارفع الارضین کلھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ومعاذ بن جبلؓ ان بیت المقدس اقرب الی السماء باثنی عشر میلاً وفی انسان العیون ج ا ص ۱۵۱ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلاً وقال بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ

بغداد۔ شہر بغداد مرکزِ اسلام رہا ہے۔ ابن کثیر بدایہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں۔ بغداد بالدال بغداذ بالذال۔ بغدان بالنون۔ مغدان بالمیم فی الاول والنون فی الآخر۔ لیکن معجم البلدان ج ا ص ۴۵۶ پر سات لغات درج ہیں۔ یہ کلمہ عجمی ہے جو مرکب ہے بَغ و داد سے۔ بغ ھو البستان وداد اسم رجل او داد بمعنی عطیۃ وبغ اسم صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارکؒ واصمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے۔ اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام ہے کذا فی البدایۃ والنھایۃ وقال یاقوت فی معجم البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسریٰ خصی من المشرق فاقطعہ ایاہ وکان الخصی من عباد الاصنام ببلدہ فقال بغداد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسریٰ قد وھب لھذا الخصی بُستاناً ھھنا وبغ ھو البستان وداد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُبنیٰ مدینۃ بین دجلۃ ودجیل وقطربل والصراۃ تجبی الیھا خزائن الارضِ وملوکھا جبابرۃ فلھی اسرع ذھاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوۃ۔ قال وھو حدیث ضعیف۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعیؒ ھل رأیتَ بغداد؟ قلتُ لا، قال ما رأیتَ الدنیا وقال بعضھم الدنیا بادیۃ وبغداد حاضرتھا۔ وقال ابن علیۃ ما رأیتُ اَعقل فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا اَحسنَ دعۃ منھم قال ابن مجاھد رأیتُ ابا عمرو بن العلاء فی النوم فقلتُ ما فعل اللہ بك فقال لی دعنی من ھذا مَن اَقام ببغداد علی السنّۃ والجماعۃِ نُقِل من جنّۃ الی الجنّۃ وقیل مِن محاسن الاسلام یومُ الجمعۃ ببغداد وصلاۃ التراویح بمکۃ ویومُ العید بطرسوس وقال بعضھم رأیتُ ای فی المنام کانّ ملکین اَتیا بغدادَ فقال احدھما لصاحبہ اقلبھا فقد حق القول علیھا فقال الآخر کیف اقلب ببلد یُختَم فیھا القران کل لیلۃ خمسۃ آلاف ختمۃ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتداء خلیفہ منصور نے ۱۴۴ھ میں کی تھی۔ اور ۱۴۶ھ میں تکمیل ہوئی۔ پھر منصور اس میں منتقل ہوا۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۱۴۵ھ و ونزلھا ۱۴۹ھ۔

بغداد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے منجّمین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجّم کا نام نوبخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت وطول زمانہ وکثرتِ عمارات وکثرتِ دولت وثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضهم قلتُ له وأبشِرك یا امیر المؤمنین انه لا یموت فیها احد من الخلفاء ابدًا فرأيته يبتسم۔

مگر اہل نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کئی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زُریق کوفی مدح بغداد میں کہتا ہے ؎

سافرتُ أبغي لبغدادٍ وساكنِها مِثلاً قد اخترتُ شيئًا دونه الياسُ

هيهات بغداد والدنيا باجمعها عندي وسُكّانُ بغدادٍ هم الناسُ

بعض نے بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

بغدادُ ارضٌ لأهلِ المالِ طيّبةٌ وللمفاليسِ دارُ الضنكِ والضيقِ

اصبحتُ فيها مضاعًا بين اظهرهم كأنني مصحفٌ في بيت زنديقِ

بدر۔ یسئلونك عن الشهر الحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح باء وسکونِ دال کا اصلی معنی کمال وامتلاء ہے یقال غلام بدرٌ اذا کان ممتلئًا شابًّا لحمًا وسُمّي بدرُ القمر بدرًا لتمامه وعظمه۔ بدر مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحلِ بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہٗ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکینِ مکہ اور صحابہؓ کے درمیان اسلام کی اوّلین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عریش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا اخبرني بعض سُکّان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن یخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف وقیل هو اسم رجل من بني ضمرة سکن هذا الموضع فنسب اليه فقيل بدرٌ ثم غلب اسمه عليه اي بغير النسبة فقيل بدر۔ راجع تاج العروس ج ۳ ص ۳۴

اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن یخلد کی طرف۔ لانه کان احتفر هذه البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریشِ مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا في معجم البلدان

وقیل بدر بئر حفرها رجل من غفار ثم من بني النار اسمه بدر وروی یونس عن ابن ابي زکریا عن الشعبي قال بدر اسم رجل کانت له بدر کذا في الروض الانف ج ۲ ص ۶۱

لفظ بدر پر الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میلہ لگتا تھا یکم ذوالقعدہ سے آٹھ ذوالقعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال في المفضّل

فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۶ واما بدر فکان موضعا فیہ ماء وکان موسماً من مواسم العرب تجتمع لہم بھا سوق کل عام یجتمعون فیہ للتجارۃ وللتنزہ فکانوا ینحرون ویطعمون ویشربون ویسمعون الغناء انتہی۔ راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۷۹ والبلدان ج ۲ ص ۸۵۔

جنگ بدر رمضان شریف سنہ ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۴۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الدانی وغیرہ انہ سمع من مشائخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب وقد جرّب ذلک۔

صحابہ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مرثد رضی اللہ عنہم کے تین اور دو گھوڑے نبی علیہ السلام کے تھے وقیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد وفرس الزبیر وعن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد ویمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارساً الا المقداد وغیرہ ممن کان لہ فرس قاتل راجلاً۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوجِ مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازوا معہ النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلّح تھے۔ ان کے ساتھ ۱۰۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدلجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنوکنانہ کا رئیس تھا۔ بنوکنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنوکنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کردیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنوکنانہ کی فکر نہ کرو بلکہ بنوکنانہ بھی تمھاری مدد کے لیے آرہے ہیں وقال ابلیس لہم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔

مدینہ منورہ سے نکل کر نبی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اللھم انہم حُفاۃٌ فاحملھم وعُراۃٌ فاکسھم جیاعٌ فاشبعھم عالۃٌ فاغنھم من فضلھم یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شرکاء بدر کو غنیمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں عشق و محبت جرأتِ صحابہؓ اور قدرت باری تعالےٰ کے عجیب و غریب ایمان افروز مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقتِ جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیۃ حلیف بنی النجار صف سے قدرے باہر نکلے ہوئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے بغیر تیر کی لکڑی سے سوادؓ کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استوِ یا سواد فقال یا رسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای مکنّی من القود ای القصاص من نفسک فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ وقال استقِد ای خُذِ القود فاعتنقَ سوادُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبّل بطنہ فقال ما حملک علی ھذا یا سواد فقال یا رسول اللہ حضر ماتری فاردت ان یکون آخر العھد بک ان یمس جلدی جلدک فدعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر۔ وسواد ھذا جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر عاملاً علی خیبر۔ کذا فی کتب التاریخ۔

اقول ووقع له صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض الانصار وھو سواد بن عمرو مثل الذی وقع له مع سواد بن غزیة ففی ابی داؤد ان رجلاً من الانصار کان فیه مزاح فبینما ھو یحدث القوم یُضحکھم اذ طعنه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرته بعود کان فی یدہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی لفظ بعرجون وفی اٰخر بعصا فقال اصبرنی یارسول اللہ ای اَقِدْنی ومَکِّنّی من نفسك لاَ قتصّ منك فقال اصبر ای اقتص قال ان علیك قمیص ولیس علی قمیص فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیصه فاحتضنه وجعل یقبّل کشحه۔

ومن خصائصه صلی اللہ علیہ وسلم انه ما التصق ببدنه مسلم وتمسّه النار کذا فی الخصائص الصغری وفیھا فی محلّ اٰخر ولا تاکل النار شیئاً مس جسدہ وکذلك الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے اول شہید عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مھجع تھا پھر حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے ہزار فرشتے آئے تھے ۵۰۰ جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور ۵۰۰ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ بعض روایات میں تین ہزار اور بعض میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کان مع المسلمین من مؤمن الجن سبعون لکن لم یثبت انھم قاتلوا بل کانوا مدداً فقط۔

جنگ بدر میں ۷۰ کفار قتل اور ۷۰ گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے ۲۴ اور بقول بعض ۲۳ رؤسا مکہ کی لاشیں وہاں پر قلیب گڑھے میں ڈالی گئیں۔ یعنی ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، حرث بن عامر وغیرہ۔

مسلمانوں میں ۱۴ شہید ہوئے چھے مہاجر اور آٹھ انصار جن میں چھے خزرج کے اور دو اوس کے تھے۔ چھے مہاجرین یہ ہیں:۔

(۱) عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ یہ سخت زخمی ہو گئے تھے۔ بدر سے واپس آتے ہوئے مقام صفرا میں وفات پا گئے۔ (۲) مھجع مولی عمر بن الخطاب۔ وھو اوّل قتیل روی انه اوّل من یدعی یوم القیامة من شھداء ھذہ الامّة۔ کذا فی السیرۃ النبویة لاحمد زینی ج ۱ ص ۲۱۷۔

قال فی السیرۃ الحلبیّة ج ۲ ص ۱۶۱ ونقل بعض المشائخ انه اول من یدعی من شھداء ھذہ الامّة وانّه علیه السلام قال یومئذ مھجع سیّد الشھداء ای من ھذہ الامة فلاینافی ما جاء ان سیّد الشھداء یوم القیامة یحیی بن زکریا علیھما السلام وقائدھم الی الجنّة وذابح الموت یوم القیامة یُضجعه ویذبحه بشفرۃ فی یدہ والناس ینظرون الیه لکن جاء سیّد الشھداء ھابیل الا ان تجعل الاوّلیّة اضافیّة فیراد اوّل ولاد اٰدم لصلبه انتھی۔ وفی الحدیث المرفوع سید الشھداء حمزۃ رضی اللہ عنه۔

(۳) عمیر بن ابی وقاص۔ (۴) عاقل بن بکیر لیثی (۵) صفوان بن بیضاء فہری (۶) ذوالشمالین۔ ان کا نام عمیر ہے۔ وقیل الحرث وقیل عمرو بن عبد عمرو الخزاعی۔ انھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عفراء (۲) معوذ بن عفراء یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثہ ابن سراقۃ (۴) یزید بن الحرث بن قیس (۵) رافع بن المعلی (۶) عمیر بن الحمام بن الجموح۔ یہ چھے خزرجی ہیں (۷) سعد بن خیثمۃ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اوسی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر ہیں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روحاء میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روحاء تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا ؎

طلع البدرُ علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکرُ علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوثُ فینا جئتَ بالامر المطاع

جنگِ بدر میں فتح عظیم کے بعد یہودِ مدینہ اور دیگر دشمنانِ اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہو گئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی بہ ظاہر اسلام میں داخل ہو گیا۔ وقالت الیھود تیقنا انہ النبی الذی نجد نعتہ فی التوراۃ وامن منھم جماعۃٌ۔

بدر سے آتے ہوئے مقام صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے خُمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرما دیا۔ مالِ غنیمت ۱۵۰ اونٹوں ۱۰ گھوڑوں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد دراہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ومن اسر اسیراً فھو لہ۔

جو صحابہ بحکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتحِ بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دفنائی جا رہی تھیں۔ بوقت وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدریین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپؐ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم، طلحۃ بن عبید اللہ و سعید بن زید جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلہ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ششم حرث بن حاطب رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمرو بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحرث کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں

اور اسی طرح عقبۃ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کروایا۔ یہ مستہزئین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بزق فی وجهه رجع بزاقه اليه واحترق وجهه وصار اثر ذلك باقيا فی وجهه الی موته وهو الذی وضع سلا الجزور علی ظهر النبی صلی الله علیه وسلم وهو ساجد وكان شديد السفه الفجور ويروی ان النبی عليه السلام قال له بمكة لا القاك خارج مكة الا علوت راسك بالسيف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں وهو الصحيح اور عند البعض علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قاتل ہیں۔ قيل انه بعد قتله صلب علی شجرة۔ كذا فی سيرة احمد زينی دحلان۔ ج ۱ ص ۴۰۶

قال ابن حبيب المؤرخ فی كتابه المحبر ص ۴۷۸ قتل رسول الله صلی الله علیه وسلم عقبة بن ابی معيط بعرق الظبية منصرفه من بدر فامر بصلبه فهو اول مصلوب فی الاسلام واسرت هذيل يوم الرجيع خبيب بن عدی الانصاری وابن الدثنة الانصاری رضی الله عنهما بعد ما اعطوهما امانا ووثقوا لهما الا يغدروا بهما فلما صاروا فی ايديهم غدروا بهما وباعوهما من قريش فصلبوهما بالتنعيم رحمهما الله ورضی عنهما۔

وفی انسان العيون ج ۲ ص ۱۸۷ قال ابن حبيب هو ای عقبة اول مصلوب فی الاسلام ورده ابن الجوزی بان اول من صلب فی الاسلام خبيب بن عدی وقد يقال لا مخالفة لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمين وبالاول اول مصلوب من الكفار وذكر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد به فرعون موسی بن عمران عليه السلام لا فرعون ابراهيم عليه السلام وهو اول الفراعنة ولا فرعون يوسف عليه السلام وهو ثانی الفراعنة وفی قول ان فرعون يوسف هذا هو فرعون موسی عليه السلام بمعنی انه بقی الی زمن موسی عليه السلام اھ

روی الطبرانی وابن ابی منده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال بينما انا سائر بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلة فنادانی يا عبد الله اسقنی فلا ادری اعرف اسمی او دعانی بدعاية العرب وخرج رجل من تلك الحفرة فی يده سوط فنادانی يا عبد الله لا تسقه فانه كافر ثم ضربه بالسوط فعاد الی حفرته فاتيت النبی صلی الله علیه وسلم مسرعا فاخبرته بذلك فقال لی قد رايته قلت نعم قال ذاك عدو الله ابو جهل وذاك عذابه الی يوم القيامة۔

مقام بدر میں لوگ آج تک بعض پُراسرار طبل ونقّارے کی آواز سنتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگِ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خانة النصر ببدر فهی تضرب الی يوم القيامة۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۷۸۱ھ شرح بردہ میں لکھتے ہیں ومن آيات بدر الباقية

ماكنتُ اسمعه من غير واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا ببدر يسمعون هيئة الطبل كهيئة طبل ملوك الوقت ويعتقدون ان ذلك لنصر اهل الايمان قال وربما انكرتُ ذلك وربما تأوّلته بان الموضع صلب فتستجيب فيه حوافر الدواب وكان يقال لى انه دهس (اى سهل برمل ولا تراب ولا طين) غير صلب وغالب ما يسير هناك الابل واخفافها لا تصوت فى الارض الصلبة فكيف بالرمال۔

قال ثم لما منّ الله علىّ بالوصول الى ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشى وبيدى عود طويل من شجر السعدان المسمى بام غيلان وقد نسيتُ ذلك الخبر الذى كنتُ اسمع فما راعنى وانا سائر فى الهاجرة الّا واحدٌ من عبيد الاعراب الجمالين يقول اتسمعون الطبل فاخذتنى لما سمعتُ كلامه قشعريرة بيّنة وتذكرتُ ماكنتُ اُخبرتُ به وكان فى الجوّ بعض ريح فسمعت صوت الطبل وانا دهشُ متحيّر مما اصابنى من الفرح او الهيبة او ما الله اعلم به فشككتُ وقلتُ لعلّ الريح سكنت فى هذا العود الذى فى يدى اوجدتْ مثل هذا الصوت وانا حريص على طلب التحقيق لهذه الآية العظيمة فالقيت العود من يدى وجلستُ على الارض اوثبتُّ قائما اوفعلتُ جميع ذلك فسمعتُ صوتَ الطبل سماعًا محققا وصوتا لا اشك انه صوت طبل وذلك من ناحية اليمين ونحن سائرون الى مكة المشرفة ثم نزلنا ببدر فظللت اسمع ذلك الصوت يومى اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اُخبرتُ ان ذلك الصوت لا يسمعه جميع الناس انتهى كلام ابن مرزوق۔

قال صاحب الخميس ولما نزلتُ بدرًا سنة ستّ وثلاثين وتسعمائة وصلّيتُ الفجر يوم الاربعاء اوائل شعبان واقمنا يومًا ابتكرتُ نحو ذلك الصوت يجئ من كثيب ضخم طويل مرتفع كالجبل شمالى بدر فطلعتُ اعلاهُ وتتابعَ الناس لسماعه وكانوا زهاء مائة من رجال ونساء فما سمعتُ شيئًا فنزلتُ اسفله فسمعتُ من سفح الكثيب صوتًا كهيئة الطبل الكبير سماعًا محققا بلا شك مرارًا متعددة وسمعه الناسُ كلهم كما سمعتُ و كان الصوت يجئ تارةً من تحتنا ثم ينقطع وتارةً من خلفنا ثم ينقطع وتارةً من قدّامنا وتارةً من شمالنا فسمعنا سماعًا محققا وكان الوقت صحوًا لا ريح فيه انتهى۔

بابل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وما انزل علی الملکین ببابل۔ بابل بکسر با۔ بروزن قاتل ہے۔ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ وحلہ کے آس پاس تھا۔ بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا۔ جس میں کوفہ بھی داخل ہے۔ عندالاخفش یہ غیر منصرف ہے علمیت وتانیث کی وجہ سے۔

قرآن میں بابل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ شہر بابل کو نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا۔ لہٰذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا۔ نوح علیہ السلام بمع دیگر رفقاء کے اس میں مقیم ہو گئے۔ اس کے بعد مدت تک یہ دار المملکت رہا۔ اس میں کلدانی لوگ آباد تھے۔ ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہوگئی۔ عند البعض اس شہر کا بانی ضحّاک بادشاہ تھا جسے افریدون بادشاہ نے گرفتار کر کے مقام دُنباوند میں قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجان کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھ آنکھیں تھیں اور ہزار سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابو المنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبّار بادشاہ نے کی واشتق اسمھا من اسم المشتری لانّ بابل بلسانھم اسم للمشتری استتمّ بناؤھا جمع الیھا کل من قدر علیہ من العلماء وبَنیٰ لھم اثنی عشر قصرًا علیٰ عدد البروج وسمّاھا بأسمائھم فلم تزل عامرۃً حتی خرّبھا الاسکندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور بہ حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتی افترقوا علیٰ اثنین وسبعین لسانا وانقطع الصوتُ وتبلبلتِ الالسُنُ فسُمّیت بابل۔ کذا فی المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر و نجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال یاقوت ذکر اھل التوراۃ انّ مقام آدم علیہ السلام کان بہا بابل فلما قُتِل قابیلُ ھابیلَ مَقتَ آدم قابیل فھرب قابیل باھلہ الی الجبال عن ارض بابل فسمیت بابل یعنی بہ الفرقۃ ثم بعد مدۃ حینما کثرت اولاد قابیل نزلت اولاد قابیل بمصر۔

فائدہ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اوّلین بادشاہ تھے جنھوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فُرسِ اولیٰ نے حکومت ملوکِ بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمروذ جبّار بابل کا پہلا حاکم ہے نمروذ کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمروذ نے عراق میں متعدد نہروں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثی ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ و بغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمروذ بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدتِ حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدد	اسماء الملوک مع ذکر بعض الاحوال	مدۃ الملک
۱	نمروذ الجابر المشھور۔	۶۰ سنۃً

٢	ثم	ملك بعده بولوس وكان متجبّرًا وصاحب حروب۔	٧٠ سنة
٣	ثم	فيومنوس وكان باغيًا على الناس۔	١٠٠ ″
٤	ثم	سوسوس۔	٩٠ ″
٥	ثم	كورش۔	٥٠ ″
٦	ثم	اذفر وقيل اسمه انمر۔	٢٠ ″
٧	ثم	سملا وقيل اسمه شبرم۔	٤٠ ″
٨	ثم	بوسميس وقيل فرسميس۔	٧٠ ″
٩	ثم	انيوس۔	٣٠ ″
١٠	ثم	افلاوس وقيل ابلاوس۔	١٥ ″
١١	ثم	الحلوس۔	٤٠ ″
١٢	ثم	اومرنوس وقيل اومونوس۔	٣٠ ″
١٣	ثم	كلوس وقيل بعتكلوس۔	٣٠ ″
١٤	ثم	سيبفروس وقيل سفروس۔	٤٠ ″
١٥	ثم	مارنوس۔	٣٠ ″
١٦	ثم	وسطاليم۔	٤٠ ″
١٧	ثم	امنوطوس وقيل اميرطوس۔	٦٠ ″
١٨	ثم	تباوليوس۔	٥٠ ″
١٩	ثم	العلاس۔	٣٠ ″
٢٠	ثم	اطيروس۔	٦٠ ″
٢١	ثم	ساوساس۔	٢٠ ″
٢٢	ثم	فاربنوس۔ ملك ٥٠ سنة وقيل ٤٥ سنة۔	٥٠ ″
٢٣	ثم	سوسا ادرينوس فغزاه ملك من ملوك فارس من عقب ارا ملك فارس۔	٤٠ ″
٢٤	ثم	مسروس۔	٥٠ ″
٢٥	ثم	طاطايوس۔	٣٠ ″
٢٦	ثم	طاطاوس۔	٤٠ ″
٢٧	ثم	افروس۔	٤٠ ″

عدد	اسماء الملوك وذكر بعض احوالهم	مدة الملك
٢٨	ثم لاوسيس۔	٥٠
٢٩	ثم افريقريس ملك ٣٠ سنة او ٥٠ او ٤٢ سنة۔	٣٠
٣٠	ثم منطوروس۔	٢٠
٣١	ثم فولاثيما۔	٦٠
٣٢	ثم هنقلس ملك ٣٥ سنة او ٥٠ سنة وكانت له حروب مع بعض ملوك الصابئة۔	٣٥
٣٣	ثم مرجد وقيل اسمه سيموجد۔	٣٠
٣٤	ثم مردوج۔	٤٠
٣٥	ثم سنجاريب وهو الذى اتى بيت المقدس۔	٣٠
٣٦	ثم نشوه منوشا وقيل اسمه سوسا۔	٣٠
٣٧	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بيت المقدس و قاتل بنى اسرائيل۔	٤٥
٣٨	ثم فرمودوج وقيل قرمودج۔	١
٣٩	ثم بنطسفر وقيل نيطعر۔	٦٠
٤٠	ثم منسوس۔	٨
٤١	ثم مسوسا۔	١
٤٢	ثم داونوس۔	٣١
٤٣	ثم كسرجوس۔	٢٠
٤٤	ثم مرطياسة ملك ٩ اشهر وقتل۔	٩ من الاشهر
٤٥	ثم فنحست۔	٤١ سنة
٤٦	ثم احترست۔	٣
٤٧	ثم شعرياس۔	١
٤٨	ثم داريوس۔	٢٠
٤٩	ثم الطحست۔	٢٩
٥٠	ثم دارو اليسع	١٥

هذا ما رسمت اسماء هؤلاء الملوك فى كتب التواريخ وللمورخين فى هذا الباب اختلاف كثير قال المسعودى

قالوا وھم الذین شیّدوا البنیان ومدّنوا المدن وحفروا الانھار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحدید والرصاص والنحاس وغیر ذلك وطبعوا السیوف واتخذوا عدّة الحرب وغیر ذلك من الحیل ونصبوا قوانین الحرب بالقلب والمیمنة والمیسرة والاجنحة وجعلوا ذلك مثالاً لاعضاء جسد الانسان وقد ذھبت طائفة من الناس الی ان ھؤلاء کانوا من النبط وغیرھم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی۔ سیارات وثوابت کے بارے میں ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دوربینوں کے ذریعے کواکب کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے خالی آنکھ سے دور دراز ستاروں کی حرکات واحوال دیکھ سکتا تھا۔ حکی الامام فخر الدین فی اول السرّ المکتوم قال قال ثابت ابن قرة ذکر بعض الحکماء کحلاً یقوّی البصر الی حیث یری مابعد عنہ کانہ بین یدیہ قال فعل بعض اھل بابل فحکی انہ رأی جمیع السیارة والثابتة فی مواضعھا وکان ینفذ نور بصرہ فی الاجسام الکثیفة فکان یری ماوراءھا فامتحنتہ انا وقسطا بن لوقا ودخلنا بیتنا وکتبنا کتاباً فکان یقرأہ علینا ویعرفنا اوّل سطر من الکتاب وآخرہ کانہ معنا وکنّا نأخذ القرطاس نکتب بیننا وبینہ جدار رشیق فاخذ ھو قرطاساً ونسخ ماکنّا نکتبہ کانہ ینظر فیما نکتب وسالہ قسطا عن اخ لہ ببعلبك فنظر ثم اخبر انہ علیل انہ ولد لہ مولود وطالع ثلاثة اجزاء من الثور ففحصنا عنہ فکان کما قال انتھی۔

بصرہ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں بصرہ وکوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرتان کوفہ وبصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ وکوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافتِ عمرؓ میں ہوئی۔ عتبۃ بن غزوان نے بحکم عمر رضی اللہ عنہ افواجِ اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ ہے منتخب کی۔

قال الاصمعی عبد الرحمٰن بن ابی بکرة اول مولود ولد بالبصرة فنحر ابوہ جزوراً اشبع اھل البصرة وکان تمصیر البصرة فی سنة ۱۴ھ قبل الکوفة بستة اشھر وکان ابوبکرة اوّل من غرس النخل بالبصرة۔

بصرہ کے معنی لغوی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قولِ اوّل۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرة فی کلام العرب الارض الغلیظة وقال قطرب ھی الارض الغلیظة التی فیھا حجارة تقلع وتقطع حوافر الدواب۔ تعمیرِ شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور پتھریلی تھی اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قولِ ثانی۔ قیل البصرة حجارة رخوة فیھا بیاض۔

قولِ ثالث ۔ قال ابن الاعرابی البصرة حجارة صلابٌ وسُمّیت بصرة لغلظها وشدّتها کما تقول ثوب ذوبصر اذا کان شدیداً جیداً قال ورأیت فی تلك الحجارة فی اعلی المربد بیضاً صلاباً ۔

قولِ رابع ۔ ذکر الشرقی بن القطامی ان المسلمین حین وافوا مکان البصرة للنزول بها نظروا الیها من بعید وابصروا الحصی علیها فقالوا انّ هذه ارض بصرة یعنون حَصِبَة فسمیت بذلك ۔

قولِ خامس ۔ قیل البصرة الطین العلك ۔

قولِ سادس ۔ قیل هی الارض الطیبة الحمراء ۔

قولِ سابع ۔ قال احمد بن محمد الهمدانی حکایة عن محمد بن شرحبیل بن حسنة انما سُمّیت البصرة لانّ فیها حجارة سوداء صلبة ۔

قولِ ثامن ۔ قال حمزة بن الحسن الاصبهانی سمعت مُوبَذ بن اسوهشت یقول البصرة تعریب بَس راہ لانها کانت ذات طرق کثیرة انشعبت منها الی اماکن مختلفة ۔

بصرہ و کوفہ دین اسلام وعلم وجیوشِ اسلام و مجاہدین کے مرکز تھے لہذا دونوں کی افضلیت میں اہلِ کوفہ وبصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے ۔ طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرة اَسرع الارضِ خراباً واَخشنُها تراباً وابعدُها من السماءِ واَسرعُها غرقاً ۔ اس کے جواب میں اہلِ بصرہ نے کہا کیف یکون باسرع غرقاً ؟ ومُفیضُ مائِها فی البحرِ ثم یخرج ذلك الی البحر الاعظم ثم اذا جاوزَ الابلة بعدة فراسخ یصبُّ فی دجلة سامرا ودجلة عبادان ولم یدخل البصرة ماء قط فکیف تکون اسرع خراباً ؟

احنف بن قیس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اَغذیٰ منکم بریةً واکثر منکم بحریةً وابعد منکم قسریةً واکثر منکم ذریةً ۔

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحثُ الناسِ لصغیرٍ واترکُہ لکبیرٍ یتکلف احدھم القول فی الدّور والدین والعین وھولم یحکم طلاق السنّة اھ راجع لحساب الدّور مبسوط السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ ط ۹۱ وجواب اھل الکوفة انّ ھذا کذب فنحن بیّنا احکام کبیرٍ وصغیرٍ واذا بحثنا لصغیرٍ فبحثنا لکبیر بطریق الاولی والتحقیق شعارُنا وتفصیلُ انواع الاحکام دثارُنا وابوحنیفة امامُنا وابن مسعود وعلیّ وغیرھما من آلاف الصحابة رضی اللہ عنھم قدوتُنا وفی سنّة رسول اللہ علیہ وسلم اُسوتُنا فنحن نفضِّل الشیخَین ونُحِب الختنَین ونری المسح علی الخفّین ۔

وعاب الکوفیون بعض فقھاء البصریین فقال کان الحسن اَزرق وقتادة اعمی وابن ابی عروبة اعرج وھشام اعمی وواصل احدب وعبد الوارث اَبرص ویحیی بن سعید احول ۔

فقال بعض البصريين يعيب فقهاء الكوفيين كان علقمة اعرج وابراهيم اعلى وسليمان اعمش ورشيد اعرج وابومعاوية اعمى ومسروق مفلوجا وشريح سناطا اى لالحية له - كذا فى كتاب معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر لنعمان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر ومن هذا الكتاب نقلت اكثر هذه المقالات فى المناضلة والمفاخرة بين اهالى المصرين -

وفيه فقال بعض البصريين يهجو اهل الكوفة ؎

اذا سقى الله قوما صوب غادية ... فلا سقى الله اهل الكوفة المطرا

السارقون اذا ما جن ليلهم ... والدارسون اذا ما اصبحوا السورا

وارسل الريح تذرى فى وجوههم ... حتى اذا لم يروا عينا ولا اثرا

القى العداوة والبغضاء بينهم ... حتى يكون لمن عاداهم حورا

وقال اليعقوبى منتصرا لاهل الكوفة - اهل الكوفة على قلة اموالهم اهل تجمل وتستر وكفاف وعفاف وليس فى البلدان اشد عفافا منهم ولا اشد تجملا وهى طيبة الهواء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهى دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد وهم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون فى هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وان اصل الرواية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن روايتهم صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دون الشعر وكتبه وكان ذلك فى ايام آل المنذر وكانت شعراء الجاهلية تفد عليهم وكان آل المنذر يامرون كتابهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اه كذا فى معدن الجواهر[16]

وحكى ابن جنى باسناده عن حماد الراوية قال امر النعمان فنسخت له اشعار فى الطنوج وهى الكراريس فكتبت له ثم دفنها فى قصره الابيض فلما كان المختار بن ابى عبيد قيل له ان تحت القصر كنزا فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة -

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها فى يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سميت الرعناء -

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست فى غيرها منها ان عدد المد والجزر فى جميع الدهر شئ واحد فيقبل عند حاجتهم اليه ويرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبطئ عنها الا بقدر هضمها واستمرائها وجمامها واستراحتها لا يقتلها غطسا ولا غرقا يجئ على حساب معلوم وعادة قائمة يزيد ها القمر فى امتلائه كما يزيدها فى نقصانه فلا يخفى على اهل الغلات متى يتخلفون -

والاعجوبة الثانية ادّعاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلسمات وهذه البلاد بدون ما لاهل البصرة وذلك ان لو التمست فى جميع بيادرها وربطها المعوذة وغيرها على نخلها فى جميع معاصر دبسها ان تصيب ذبابة واحدة لما وجدتها الا فى الفرط ولو ان معصرة دون الغيظ او تمرة منبوذة دون المسناط لما استبقيتها من كثرة الذبان ـ

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع فى الخريف يجئ منها ما يسوّد جميع نخل البصرة واشجارها ثم لم يوجد فى جميع الدهر غراب واحد ساقط الا على نخلة مصرومة ولم يبق منها عذق واحد ومناقير الغربان معاول وتمر الاعذاق فى ذلك الوقت غير متماسكة فلو خلاها الله تعالى ولم يمسكها بلطفه لاكتفى كل عذق منها بنقرة واحدة حتى لم يبق عليها الا اليسير ثم الغربان فى ذلك تنتظر أن تصرم وبعد الصرم وقطع كل عذق ترى النخلة سوداء من كثرة الغربان ـ فسبحان من قدّلهم ذلك واراهم هذه الاعجوبة ـ اهـ بتصرف وحذف ـ

بصرہ کے اوّل گورنر اس کے معمار تھے یعنی عتبۃ بن غزوان ۔ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہم ۔ اور بقول بعض علماء عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابو سبرۃ بن رہم تھے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل ان کے بعد مغیرۃ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابو موسٰی اشعری گورنر مقرر ہوئے ۔ رضی اللہ عنہم ـ

قال المورخ المسعودى فى مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۹ بعد ما ذكر ان الخليفة الهادى دعا ابن دأب فى وقت من الليل وجرى بينهما كلام طويل ـ قال ابن دأب ثم قال الهادى دع عنك ذكر المغرب واخباره وهلم بنا الى ذكر فضائل البصرة والكوفة وما زادت به كل واحدة منهما على الاخرى قال قلت ذكر عن عبد الملك بن عمير انه قال قدم علينا الاحنف بن قيس الكوفة مع مصعب بن الزبير فما رأيت شيخا قبيحا الا ورأيت فى وجه الاحنف منه شبها كان صعل الرأس مائل الشدق ولكنه كان اذا تكلم جلّى عن نفسه فجعل يفاخرنا ذات يوم بالبصرة ونفاخره بالكوفة ـ

فقلنا الكوفة اغذى وامرأ وافسح واطيب فقال له رجل والله ما اشبه الكوفة الا بشابة صبيحة الوجه كريمة الحسب ولا مال لها فاذا ذكرت ذكرت حاجتها فكفّ عنها طالبها وما أشبه البصرة الا بعجوز ذات عوارض موسرة فاذا ذكرت ذكرت يسارها وذكرت عوارضها فكفّ عنها طالبها ـ

فقال الاحنف اما البصرة فان اسفلها قصب واوسطها خشب واعلاها رطب نحن اكثر ساجا وعاجا وديباجا ونحن اكثر قندا ونقدا والله ما أتى البصرة الا طائعا ولا اخرج منها الا كارها فقام اليه شاب فقال يا ابا بحر بم بلغت فى الناس ما بلغت فوالله ما انت باجملهم ولا باشرفهم قال يا ابن اخى بتركى ما لا يعنينى كما عناك من امرى ما لا ينبغى ان يعنيك ا هـ

فائدہ گورنر بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آدابِ قضاء وسیاستِ عدل کے نصائح درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفہ راشد کا خط گورنروں اور وُلاۃ کے نام احکامِ شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہوگئے۔

مذکورہ صدر خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند وصحت کے بارے میں بڑی مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ موطأین اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۰ و مصنف عبدالرزاق میں ہے عن معمر عن قتادۃ ان عمر کتب الخ۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ج۲ ص ۱۶۹ و عیون الاخبار ج۱ ص ۶۶ میں ہے قال ابن قتیبۃ" بلغنی عن کثیر بن ھشام عن جعفر بن برقان قال کتب عمر الخ کتاب الانساب للبلاذری مخطوطہ ج ۲ ص ۶۲۳ و کتاب الکامل للمبرد، ص ۹ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد فرید ج ۱ ص ۳۳ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے سنن ج۲ ص ۵۱۲ میں، امام ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ۲۱۴ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ۱۱۹ میں۔ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۹ میں اور ص ۱۵۰ پر۔ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰ و ۶۵ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بغیر اسناد بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹ پر۔ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے تاریخ عمر ص ۹۵ پر۔ علامہ نویری متوفی ۷۳۲ھ نے بغیر اسناد نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ۶ ص ۲۵۷ پر۔ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۷ پر ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے مقدمہ ج ۱ ص ۱۸۴ پر۔ قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے صبح اعشیٰ ج ۱۰ ص ۱۹۳ پر علی متقی متوفی ۹۷۵ھ نے کنز العمال ج ۳ رقم حدیث ۲۶۳۲ میں۔ ابن فرحون متوفی ۷۹۹ھ نے تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام ج ۱ ص ۲۱ پر رسالہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عبد اللہ بن قیس سلام علیک۔ اما بعد فان القضاءَ فریضۃٌ محکمۃٌ وسنّۃٌ متّبعۃٌ فافہم اذا اُدلی الیک فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ۔ آسِ بین الناس فی مجلسک ووجہک وعدلک حتی لا یطمع شریف فی حیفک ولا یخاف ضعیفٌ جورَک البیّنۃُ علی المدّعی والیمین علی من انکر۔ والصلح جائز بین المسلمین الّا صلحاً حرّم حلالاً او احلّ حراماً لا یمنعُک قضاءٌ قضیتَہ بالامس راجعتَ فیہ الیوم نفسَک وھُدِیتَ لرشدِک ان تُراجع للحق فان الحقّ قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔ الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثالَ والاشباہَ وقِس الامورَ عند ذلک ثم اعمد الی اَحبّہا الی اللہ تعالی واشبہھا بالحق فیما تری۔ اجعل للمدعی امداً ینتہی الیہ فان اَحضَر بیّنۃً اَخَذ بحقِّہ والّا وجّہتَ القضاءَ

علیه فانّ ذلك اجلی للعمی وابلغ فی العذر۔

المسلمون عدول بعضهم علی بعض الا محدودٌ حدًّا او مجرّب علیه شهادة زور او ظنین فی ولاء او قرابة۔ فانّ الله تولّی منکم السرائر ودرأ عنکم بالبیّنات۔ ثم ایاك والزجر (الضجر) والقلق والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق التی یوجب الله بها الاجر ویحسن بها الذخر فانه من یخلص نیّته فیما بینه وبین الله ولو علی نفسه یکف الله ما بینه وبین الناس ومن یتزیّن للناس بما یعلم الله منه خلافه یشنه الله فما ظنك بثواب غیر الله فی عاجل رزقه وخزائن رحمته والسلام۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک وشہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیہ تالیف محمد حمید اللہ۔

بَعلَبَکّ بفتح فسکون ففتح ثم فتح وتشدید الکاف۔ بحث الرّ کے اواخر میں بعلبک مذکور ہے۔

بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم رابع میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۷ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یاقوت هو اسم مرکب من بعل اسم صنم وبكّ من بكّ عنقه ای دقّها فاما ان یکون نسب الصنم الی بك وهو اسم رجل او جعلوه یبكّ الاعناق هذا ان کان عربیًا والا فلا اشتقاق اھ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت وترکیب کی وجہ سے کما قال یاقوت وغیرہ یا علمیت وعجمہ کی وجہ سے کما قال غیر واحد من العلماء۔ بعلبک میں بناء آخر اسمین بالفتح مثل خمسة عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول هذا بعلُبكٍ ورایتُ بعلَبكٍ ومررت ببعلِبكٍ برفع اللام ونصبه وجرّہ۔

قیل ان بعلبك کانت مهر بلقیس وبها قصر سلیمان علیه السلام وهو مبنی علی اساطین الرخام وبها قبر الیاس النبی علیه السلام وبقلعتها مقام ابراهیم الخلیل علیه السلام۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب ۱۴ھ میں دمشق کو فتح کیا اور حمص جانے لگے تو بعلبک پر گزرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کرلی۔

بحر روم۔ آیت ومالنا الّا نقاتل فی سبیل الله وقد اخرجنا من دیارنا الخ کے بیان میں مذکور ہے۔ بحر روم کو بحر شام ومصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذہب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد وممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیداء۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ صور۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدأ ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم از کم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجہ وسبتہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریبًا

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس ومغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحلِ سبتہ کے بالمقابل بجانبِ اندلس جبلِ طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحرِ روم کو عبور کرکے ارضِ اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرۂ قبرص اسی بحرِ روم میں ساحلِ شام وساحلِ روم کے مابین واقع ہے۔ بحرِ روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام الرازی فی تفسیرہ الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وفی ھذا البحر بحر الروم مائۃ واثنتان وستون جزیرۃ عامرۃ منھا خمسون جزیرۃ عظام اھ

اسی بحرِ روم وشام کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوۂ بحر شروع کیا تھا چنانچہ ۲۸ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے غزوۂ بحر شروع کرتے ہوئے بحرِ روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کرلیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر وخلافتِ عثمان رضی اللہ عنہما میں ملکِ شام کے گورنر تھے۔ بقولِ بعض علماء جزیرۂ قبرص جنگ سے اور بقولِ بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مؤرخین کی رائے میں غزوۂ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص ۵ مما ذکر انہ کان فیھا ای فی سنۃ ۲۸ من الھجرۃ فتح قبرس علی ید معاویۃؓ غزاھا بامر عثمانؓ ایاہ وذلک فی قول الواقدی فاما ابو معشر فانہ قال کانت قبرس ۳۳ھ غزاھا فیما ذکر جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابو ذر وعبادۃ بن الصامت ومعہ زوجتہ ام حرام والمقداد وابو الدرداء وشداد بن اوس رضی اللہ عنھم ثم قال ان صلح قبرس وقع عن جزیۃ سبعۃ الاف دینار یؤدونھا الی المسلمین فی کل سنۃ ویؤدون الی الروم مثلھا لیس للمسلمین ان یحولوا بینھم وبین ذلک وعلیھم ان یؤذنوا المسلمین بمسیر عدوھم من الروم الیھم قال الواقدی غزا معاویۃ فی ۲۸ھ قبرس وغزاھا اھل مصر وعلیھم عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح حتی لقوا معاویۃ فکان علی الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سبینا ھم ای اسرنا رجال قبرس ونساءھم نظرت الی ابی الدرداء یبکی فقلت ما یبکیک فی یوم اعز اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذل فیہ الکفر واھلہ قال فضرب بیدہ علی منکبی وقال ثکلتک امک یا جبیر ما اھون الخلق علی اللہ اذا ترکوا امرہ بینا ھی امۃ ظاھرۃ قاھرۃ للناس لھم الملک اذ ترکوا امر اللہ فصاروا الی ما تری فسلط اللہ علیھم السباء واذا سلط السباء علی قوم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ قال الواقدی ان معاویۃ صالح اھل قبرس فی ولایۃ عثمان وھو اول من غزا الروم وفی العھد الذی بینہ وبینھم الا یتزوجوا فی عدونا من الروم الا باذننا۔ وفی ھذہ السنۃ غزا حبیب بن مسلمۃ سوریۃ من ارض الروم۔ جزیرۂ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (راس وقت ۱۴۰۲ھ ہے) حکومتِ ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوۂ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسبِ خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال له عثمانؓ لا تنتخب الناس وخیرّهم فمن اختار الغزو طائعًا فاحمله واعنه۔ معاویہؓ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس حارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵۰ غزوات کیے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویة کتب الی عمرؓ کتابا فی غزو البحر یُرغّبه فیه ویقول یا امیر المؤمنین ان بالشام قریة یسمع اهلها نباح کلاب الروم وصیاح دیوکهم وهم تلقاء ساحل من سواحل حمص فکتب عمرؓ الی عمرو بن العاصؓ یستشیره ان صِف لی البحر فکتب الیه عمرو یا امیر المؤمنین انی رأیت خلقًا عظیما یرکبه خلقٌ صغیر لیس الّا السماء والماء وانما هم کدُودٍ علی عودٍ ان مال غرق وان نجا برق فلما قرأه عمرؓ کتب الی معاویة لا والله لا احمل فیه مسلمًا ابدًا و کتب ایضًا الیه انا سمعنا ان بحر الشام یُشرف علی اَطول شئ علی الارض یستأذن فی کل یوم ولیلة فی ان یفیض علی الارض فیغرقها فکیف احمل الجنود فی هذا الکافر المستصعب وتالله لمسلمٌ احبّ الیّ مما حوت الروم فایاك ان تعرض لی وقد تقدمتُ الیك وقد علمت ما لقی العلاء الحضرمی منّی۔

البحر۔ تفسیر آیت تجری من تحتها الانهٰر میں اور قرآن شریف میں بھی مذکور رہے۔ بحر لغتِ عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الّا مجازًا۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقاتِ ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکاہل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ۶۸۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہیئتِ جدیدہ اسی مقام و محلِ وقوع سے چاند جدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر ظلمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ۳۱۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ جزائر خالدات اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہیئت کے نزدیک یہی جزائر مبدأ طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدز مبدأ طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس سے کئی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج حبش جو ارضِ بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحر ایلہ جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں یمن و عدن اور مغرب میں ارضِ حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں مکران اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت ۲۸۹۲۹۰۰ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ۲۸۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

۴۔ بحر منجمد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ منجمد ہے اور قطب شمالی کے ارد گرد واقع ہے۔

۵۔ بحر منجمد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۷۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجمد ہے۔

فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھے میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وکتابی المسمی فلکیات جدیدۃ ص ۷۵ ومروج الذہب ج ۱ ص ۱۲۴ وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۴۶ ان قاع البحر یختلف فی البعد باختلاف الجہات فقد صادفوا جہات منہ لم یسبر غورہا المسبار مطلقاً ویظن انہا تبلغ من اثنی عشر الف متر الی خمسۃ عشر الف متر اھ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنوہاشم۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت الآیۃ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان وقبیلہ کا نام بنوہاشم ہے۔ بنوہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہٰذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغتِ عربی میں چھوٹے قبیلے بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنوہاشم (۲) بنواسد بن عبد العزی (۳) بنوعبد الدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجبۃ تھے (۴) بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنوتیم بن مرۃ (۶) بنومخزوم (۷) بنویقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبد المطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہو کر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوئے۔ وفاتِ عبد مناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاجِ بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملکِ شام کا سفر کیا وہاں سے آٹا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کر کے سب لوگوں کو ثرید کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمرو تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ ثرید روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال ہشم الشئ کسرہ وہشم الثرید لقومہ ای کسر الخبز وفتّہ وبَلّہ بالمرق فجعل ثریداً۔

قیل سمّی بہ لانّہ اوّل من ہشم الثرید بعد جدّہ ابراہیمؑ فان ابراہیمؑ اول من ثَرَّدَ الثریدَ اطعمہ

المساکین وفیہ ان اول من ثرّد واطعمہ بمکۃ قصیّ جدّ ہاشم قال فی کتاب الامتاع وقصیّ اول من ثرّد الثرید واطعمہ بمکۃ وفیہ ایضًا ان ہاشما اول من اطعم الثرید بمکۃ وقیل ان اول من فعل ذلک عمرو ابن لحیّ وقد یقال لا منافاۃ فالاولیۃ اضافیّۃ فاولیۃ قصیّ لکونہ من قریش واولیۃ عمرو بن لحی لکونہ من خزاعۃ واولیّۃ ہاشم باعتبار شدۃ مجاعۃ حصلت لقریش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل و عبدشمس و مطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں مُجیرون کہا کرتے تھے ای لکرمھم وفخرھم وسیادتھم علی سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزہ (مصر) ہیں۔ عبدشمس کی مکہ میں۔ نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام برعار میں قال بعضھم ولا یعرف بنواب تباینوا فی محال موتھم مثلھم کذا فی انسان العیون۔ ج ۱ ص۵ تاریخ طبری ج ۲ ص میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مُجِیرون (بالباء دون الیاء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمرو العُلا کہا کرتے تھے لعلو مرتبتہ۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو عبد مناف قریش میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق و یمن و شام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت شریف و مفخّم اور بڑے بلند مراتب و اعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصًا ہاشم بن عبد مناف کہ جن کی شرافت و عزت و سخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت و سخاوت و عزت و خوش اخلاقی بطور مدح و ضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَاَطعَمَ فِی المَحلِ عَمرُو العُلا فَلِلمُسنِتِینَ بِہ خَصبٌ عام

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

عَمرُو العلاذو النّدیٰ من لا یُسابِقہ مرُّ السَّحابِ ولا ریحٌ تُجارِیہ
جِفانُہ کالجوابی للوُفودِ اِذا لبّوا بمکۃ ناداھم منادِیہ
اوَ اَمحَلُوا اَخصبُوا منھا وقد مُلِئت قُوتًا لِحاضرہٖ منھم وبادیہ

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

قل للذی طَلَبَ السماحۃَ والندی ھلّا مررتَ بآلِ عبدِ منافِ
الرائشونَ ولیس یُوجَدُ رائشٌ والقائلون ھَلُمَّ للاَضیافِ

حدیث مرفوع ہے السخیُّ قریبٌ من اللّٰہ وقریب من الجنّۃ وبعید من الشیطان بعید من النار۔ ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات و اخلاق جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت وعظمت مسلّم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابوالبطحاء وسید البطحاء رکھا تھا۔ یعنی کل مکّہ وتہامہ کا سردار وسیّد۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف ومکارم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپؐ کی نبوت ورسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہ سیّد الکونینؐ کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مؤرخین کا ہاشم کی شرافت وعلوِّ مرتبہ پر اتفاق درحقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح وتفسیر ہے۔ اخرج مسلم والترمذی عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشًا واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ واخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضر وخیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ھاشم وخیر بنی ھاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الّا کنتُ فی خیرھما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قلّبتُ الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اَجد رجلاً افضل من محمد ولم اجد بیتًا افضل من بنی ھاشم واخرج البزار فی مسندہ والطبری فی کتابہ ذخائر العقبیٰ عن ابن عباس قال دخل ناسٌ من قریش علی صفیۃ بنت عبد المطلب رضؓ فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاھلیۃ فقالت صفیۃ منّا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا تنبت النخلۃ والشجرۃ فی الارض اللّباء (اللباء حبٌّ ابیض کالحمص یؤکل لعل المراد شور زمین) فذکرت ذلک للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالًا فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایھا الناس مَن انا؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فما بال اقوام یُنزِلون اَصْلِی فواللہ انی لافضلھم اصلاً وخیرھم موضعًا۔

نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح وتصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینانِ قلب وازدیادِ ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل واخلاقِ کریمہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضھم لم تزل مائدۃ ھاشم منصوبۃ لا ترفع فی السرّاء والضرّاء وقال ابن الصلاح روینا عن الامام سھل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اراد فضل ثرید عمرو العلاء ای ھاشم الذی عظم نفعہ وقدرہ وعمّ خیرہ وبرہ وبقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتھی۔ وفی انسان العیون کان ھاشم یحمل ابن السبیل ویؤمن الخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر وخطبہ قابل ذکر ہے جو وہ ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا اھلّ ھلال ذی الحجة قام صبیحته واسند ظھرہ الی الکعبة من تلقاء بابھا ویخطب ویقول فی خطبته یا معشر قریش انکم سادة العرب واحسنھا وجوھا واعظمھا احلامًا و اوسط العرب ای اشرفھا انسابا واقرب العرب بالعرب ارحاما یا معشر قریش انکم جیران بیت اللہ تعالیٰ اکرمکم اللہ بولایته وخصّکم بجوارہ دون بنی اسمٰعیل وانه یأتیکم زُوّار اللہ یعظّمون بیته فی اضیافه واحقّ من اکرم اضیاف اللہ انتم فاکرموا ضیفه وزوّارہ فانھم یأتون شُعثًا غُبرًا من کل بلد علی ضوامر کالقداح فاکرموا ضیف وزُوّار بیته فورب ھذہ البنیة لوکان لی مال یحتمل ذلك لکفیتکموہ و انا مخرج من طیب مالی وحلاله مالم یقطع فیه رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیه حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلك فعل وأسالکم بحرمة ھذا البیت ان لایخرج رجل منکم من ماله لکرامة زوّار بیت اللہ وتقویتھم الا طیّبًا لم یؤخذ ظلمًا ولم یقطع فیه رحم ولم یؤخذ غصبًا۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ جوار بیت اللہ بڑی سعادت ونعمت ہے لہذا جیرانِ بیت اللہ یعنی اہلِ مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوّم اسی وجہ سے اہلِ مکہ پر خصوصًا مکارم اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم۔ حجاج بیت اللہ واجب الاحترام ہیں۔ چہارم۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں لہذا ان کی خدمت کرنا اور انھیں خوش رکھنا اہل مکہ کا فرض ہے۔ پنجم۔ ہاشم خود بھی مکارم اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال وحرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہل جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال وحرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم وقطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مال حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انھیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں قریش کے جن رِحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور انعام واحسان کیا ہے ان کے اوّل جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ لایلٰف قریش ایلٰفھم رحلة الشتاء والصیف۔ ابن حبیب مؤرخ لکھتے ہیں وکان ھاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخه ج ۲ ص۱۸۰ ان ھاشما اول من سنّ الرحلتین لقریش رحلة الشتاء ورحلة الصیف اھ

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت و حفاظت کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہوگئی تھی۔ کتاب محبر میں ہے اصحاب الایلاف من قریش الذین رفع اللہ بھم قریشًا ونعش فقرائھا والایلاف العھود ھاشم وعبد شمس والمطلب ونوفل بنو عبد مناف فکان متجر ھاشم الی الشام فھلک بغزۃ وکان متجر عبد شمس الی الحبشۃ فمات بمکۃ وکان متجر المطلب الی الیمن فمات بموضع یقال لہ ردمان وکان متجر نوفل الی العراق فمات بموضع یقال لہ سلمان وکان کل من ھؤلاء رئیس من یخرج معہ ممن یتجر فی وجھہ و کان اخذ لھم الایلاف من الملوک ومن اشراف القبائل فھؤلاء سادۃ قریش وناعشوھم۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۱۸۰ کان ھاشم وعبد شمس وھو اکبر ولد عبد مناف والمطلب وکان اصغرھم امھم عاتکۃ بنت مرۃ ونوفل وامہ واقدۃ بنی عبد مناف فسادوا بعد ابیھم جمیعًا وکان یقال لھم المجبّرون فکانوا اول من اخذ لقریش العصم فانتشروا من الحرم۔ اخذ لھم ھاشم حبلًا من ملوک الشام والروم وغسان واخذ لھم عبد شمس حبلًا من النجاشی الاکبر واخذ لھم نوفل حبلًا من الاکاسرۃ فاختلفوا بذلک السبب الی ارض الحبشۃ والعراق وارض فارس واخذ لھم المطلب حبلًا من ملوک حمیر فاختلفوا بذلک السبب الی الیمن فجبّر اللہ بھم قریشًا فسمّوا المجبّرین انتھی۔ وسمّوا المجیرین بالیاء اذکانوا یؤلفون الجوار یتبعون بعضھم بعضا یجیرون قریشا بمیرھم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۳ و تاج العروس، ج ۶ ص ۴۴۔ وذیل الامالی ص ۱۹۹

عبد شمس حسب قول بعض مؤرخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ میں ہے کہ دونوں توأمین ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون بہے گا۔ قال فی تاریخ الامم وقیل ان عبد شمس وھاشما توأمان وان احدھما ولد قبل صاحبہ واصبع لہ ملتصقۃ بجبھۃ صاحبہ فنحیت عنھا فسال من ذلک دم فتطیر من ذلک فقیل تکون بینھما دماء اھ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۴ وکانت رجل ھاشم ای اصبعھا ملصقۃ بجبھۃ عبد شمس ولم یمکن نزعھا الا بسیلان دم فکانوا یقولون سیکون بینھما دم فکان بین ولدیھما ای بین بنی العباس وبین بنی امیۃ سنۃ ثلاث وثلاثین ومائۃ من الھجرۃ ووقعت العداوۃ

بین ہاشم وبین ابن اخیہ امیۃ بن عبد شمس۔

اصحاب تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انھیں افضلِ قریش سمجھتے تھے۔ توہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک سال مکہ میں سخت قحط پڑگیا تو ہاشم نے شام سے گندم آٹا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کرکے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فحسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وکان ذا مالٍ فتکلّف اَن یصنع صنیع ہاشم فعجز عنہ فشمت بہ ناس من قریش فغضب ونال من ہاشم ودعاہ الی المنافرۃ فکرہ ہاشم ذلک لِسِنِّہٖ وقدرہٖ ولم تدعہ قریش واحفظوہ قال فانی اُنافرک علی خمسین ناقۃً سُودِ الحدَقِ تَنحرھا ببطن مکۃ والجلاء عن مکۃ عشر سنین فرضی بذلک امیۃ وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی فنفّر ھاشماً علیہ فاخذ ھاشم الابل و اطعمھا من حضرہ وخرج امیۃ الی الشام فاقام بھا عشر سنین فکانت ھذہ اوّل عداوۃ وقعت بین ھاشم و امیۃ۔ اھ

وقال فی انسان العیون ان ھاشماً لما ساد قومہ بعد ابیہ حسدہ امیۃ ابن اخیہ فتکلّف ان یصنع کما یصنع ھاشم فعجز فعیّرتہ قریش وقالوا لہ اتتشبہ بھاشم ثم دعا ھاشماً للمنافرۃ فابی ھاشم ذلک لسنّہ وعلو قدرہ فلم تدعہ قریش فنافرہ ھاشم بما ذکر وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی وکان بعسفان فخرج کل منھما فی نفر فنزلوا علی الکاھن فقال الکاھن قبل ان یُخبروہ خبرھم۔ والقمر الباھر والکوکب الزاھر و الغمام الماطر وما بالجوّ من طائر وما اھتدی بعلم مسافر من منجد وغائر لقد سبق ھاشمٌ امیۃَ الی المفاخر فنُصِر ھاشم علی امیۃ ثم ذکر بقیۃ القصۃ۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر و کمالات و مکارم اخلاق و شرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتیٰ کہ کاہنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جبھی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ماافترق فرقتان منذ خلق اللہ تعالیٰ آدم الاکنت فی خیرھما۔

جس شخص کی پشت میں جوہر سیّدِ عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ یہ منافرت و تخاصم و مسابقت مذکورۂ صدر قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور حرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر و مکارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن ھاشم وحرب بن امیۃ بن عبد شمس الی النجاشی الحبشی فابی ان ینفّر بینھما فجعلا بینھما نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط فقال لحرب یا ابا عمرٍو

أتنافر رجلاً هو اطول منك قامةً و اعظم منك هامةً و اوسم منك وسامةً و اقلّ منك لامةً و اكثر منك ولداً و اجزل منك صفداً و اطول منك مذوداً فنفره عليه. فقال حرب انّ من انتكاث الزمان أن جعلناك حكماً اھ

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبد شمس مکہ میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم کے کئی بیٹے تھے۔ عبد المطلب بن ہاشم و اسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجۂ ابو طالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہٰذا حنین علی رضی اللہ کا ماموں ہے۔ حنین لاولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جو بھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لاولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صدر احوال سے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء و اجداد کتنے شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتب تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و مفاخر اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبد مناف بن قصی اور دادا قصی بھی ان پاکیزہ اخلاق و ممتاز کمالات سے منصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء میں قریش کو جمع کر کے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم جیرانِ بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی و اکرام تم سب کا فرض ہے لہٰذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ آج بھی اہل حرم و اہلِ مکہ حجاج و زوّار بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرۃ قال لقریش، یا معشر قریش انکم جیرانُ اللہِ واھلُ الحرم وان الحاجّ ضِیفانُ اللہ و زوّار بیته وھم احقّ الضیفِ بالکرامۃ فاجعلوا لھم طعاماً و شراباً ایام ھذا الحج حتی یصدروا عنکم ففعلوا فکانوا یخرجون لذلک کل عام من اموالھم خرجاً تخرجه قریش فی کل موسم من اموالھم فیدفعونه الی قصی فیصنعه طعاماً للحاج ایام الموسم بمکۃ و منیٰ فجری ذلک من امرہ فی الجاھلیۃ علی قومه وھی الرفادۃ حتی قام الاسلام الی یومك ھذا وھو الطعام الذی یصنعه السلطان بمکۃ و منیٰ للناس حتی ینقضی الحج انتھی۔

بنو سلمہ - آیت قد نریٰ تقلّبَ وجھك فی السماء فلنولّینّك قبلۃً ترضٰھا فولّ وجھك شطر المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنو سلمہ قبیلۂ خزرج کے اندر ایک قبیلہ و خاندان ہے۔ سعد بن علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے

سب سے پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھے آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبۂ اُولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ آکر مسلمان ہوئے۔ عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں تھے۔ بنو سلمہ میں آپؐ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر آگئے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرۃ الحلبیّۃ ج ۲ ص ۱۲۸ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرًا امّ بشر بن البرّاء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعامًا وحانت صلاۃ الظہر فصلّی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ فی مسجد ھناك فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار آن صلِّ الی الکعبۃ واستقبلِ المیزابَ فاستدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الکعبۃ ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل مَن مقدّم المسجد الی مؤخّرہ لانّ من استقبل الکعبۃ فی المدینۃ یلزم ان یستدبر بیت المقدس قیل وکان ذلك وھم راکعون وکان ھذا قبل تحریم العمل الکثیرۃ فی الصلاۃ اوانّ ھذا العمل لم یکن علی التوالی انتھی۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلك قبل قتال بدر بشھرین وفیہ فسمی المسجد مسجد القبلتین۔

ویعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمۃ فی المدینۃ کانت بعیدۃ من المسجد النبوی۔ فاخرج الترمذی فی تفسیر سورۃ یٰس من جامعہ ج ۲ ص ۱۶۷ عن ابی سعید الخدری قال کانت بنو سلمۃ فی ناحیۃ المدینۃ فارادوا النقلۃ الی قرب المسجد فنزلت ھذہ الآیۃ انّا نحن نحیی الموتٰی ونکتب ماقدّموا وآثارھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آثارکم تکتب فلا تنتقلوا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ثقیف ۔ آیت واذا تولّی سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلك الحرث الآیۃ وآیت وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقفی تھا۔ کذّاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جدِ اعلیٰ ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ اخبار کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلا گیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاولد یہودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنالیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنانیر وغیرہ پر مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کر دی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب عدوانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی ننھیال بنو عامر کا مقابلہ شروع کر دیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنو عامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہوگئے۔ طائف کے باغات واموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بنا پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جمے رہے تا آنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزرا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابو رغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغمّس میں ابو رغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۶۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسیّ تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلہ نسب یہ ہے قسیّ بن منبّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العروس ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے۔ اور ابو رغال قوم ثمود میں سے تھا۔ حماد الراویہ کہتے ہیں کہ ابو رغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فمرّ ابو رغال فی سنۃ مجدبۃ بامرأۃ ترضع صبیّاً یتیماً بلبن عنزٍ لها فاخذها منها فبقی الصبیّ بلا مرضعۃ فمات فرماہ اللہ بقارعۃ فاھلکہ فرجمت العرب قبرہ وصار رجم قبرہ سنۃً للناس۔ راجع الاغانی ج ۴ ص ۷۴ والمفصل ج ۴ ص ۱۴۹۔ بہر حال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے اور ابو رغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزر گیا۔

اور عند البعض یہ شعیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشّار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا جریر کہتا ہے ؎

اذا مات الفرزدق فارجموه   كما ترمون قبر ابی رغال

قال ابن سیدة کان عبدًا لشعیب علی نبینا وعلیه الصلاۃ والسلام وکان عشّارًا جائرًا فقبرہ بین مکّة و الطائف یرجم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورأیتُ فی هامش الصحاح ما صورتهٗ ابو رغال اسمه زید بن مخلف عبد کان لصالح النبی علیه السلام بعثه مصدقًا انه اتی قومًا لیس لهم لبن الّا شاة واحدة ولهم صبیّ قد ماتت اُمّهٗ فهم یعاجونه بلبن تلك الشاة یعنی یغذونه فابی ان یأخذ غیرها فقالوا دعها تحایی هذا الصبیّ فابیٰ فیقال انه نزلت به قارعةٌ من السماء ویقال بل قتله ربُّ الشاة فلما فقده صالح علیه السلام قام فی الموسم ینشد الناسَ فأُخبِر بِصنیعِه فلعَنَه فقبرُہ بین مکة والطائف یرجم الناس۔ راجع تاج العروس ج ۷، ص ۳۴۸۔

احادیث وسنن میں ابو رغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللّٰہ عنہ قال سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حین خرجنا معه الی الطائف فمررنا بقبرٍ فقال هذا قبرُ ابی رغال وهو ابو ثقیف وکان من ثمود وکان بهذا الحرم یدفع عنه فلما خرج منه اَصابتهُ النقمةُ التی اصابت قومَه بهذا المکان فدُفِن فیه الحدیث وبسطه شراح المواهب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۱۴ میں ہے کہ ثقیف بیٹا ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی ثقیف کا نام قسی بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتلِ ابی رغال ہے۔ وکان ابو رغال مصدّقًا فمرّ به ثقیف فقتله فقیل قسا علیه فسُمّی قسیًّا اھ مغیرۃ بن شعبہؓ مشہور صحابی ثقفی ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت شاعر و زاہدِ جاہلیت بھی ثقفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ملاحظہ کرلیں۔

حدیبیہ فان اُحصِرتم فما استیسر من الهدی کے بیان میں حدیبیہ مذکور ہے۔ حدیبیہ بضم اول و فتحِ ثانی و کسرِ بار ہے۔ اور یاء میں تخفیف و تشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللّٰہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جعرانہ میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیبیہ مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال النحاس سالت کل من اثق بعلمه عن الحدیبیّة فلم یختلفوا فی انها بالتخفیف وقیل اهل العربیّة یخففون والمحدثون یشدّدون۔

وجوہِ تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سُمّیت ببئرٍ هناك عند مسجد الشجرة التی بایع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم تحتها۔ (۲) قال الخطابی سمیت بشجرة حدباء کانت فی ذلك الموضع وفی الحدیث انها بئر۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حِلّ میں ہے وهو ابعد الحل من البیت وعند مالك رضی اللّٰہ عنه انها جمیعها من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکین مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیاقوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوالقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح و اشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ و حرم میں امن سے حلق و تقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں بہ نیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفقاء کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ ثنیۂ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی اونٹنی قصواء بامرِ خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلۃ بن عبد اللہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء۔ وقولوا للناس حسناً کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرۂ عرب میں ایک خطہ و علاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انہ ماخوذ من حجز الرجلُ بعیرہ اذا شدّہ شدّاً یقیّدُہ بہ ویقال للحبل حجاز او سُمّی حجازاً لانہ یحتجز بالجبال۔ مگر ابن الانباری کے یہ دونوں قول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے حجز بمعنی منع سے یقال حجزہ ای منعہ والحجاز جبلٌ ممتدّ حائل بین الغورِ غورِ تہامۃ ونجدٍ فکانہ منع کل واحد منہما ان یختلط بالآخر فہو حاجز بینہما۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں سُمّی حجازاً لانہ فصل بین الغور والشام وبین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطۂ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فدک۔ ذوالمرہ۔ دارِ اشجع۔ دارِ مزینہ۔ دار جہینہ وغیرہ علاقے حجاز میں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقہ حجاز کہلاتا ہے سمّی بذلک لانہ حجز بین تہامۃ ونجد۔ پس مکہ تہامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تہامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک و فلسطین حجازی ہیں۔ تہامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر و بلند خطے کو کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیاقوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تہامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقہ تہامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تہامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقیل سمیت تہامۃ لشدۃ حرّھا و رکود ریحہا وھو من التھم وھو شدۃ الحرّ و رکود الریح یقال تہم الحرُّ اذا اشتدّ وقیل سمی بذلک لتغیّر ھوائہا یقال تہم الدُّھنُ اذا تغیّر ریحہ وقال الاصمعی التہمۃ الارض المتصوّبۃ الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکۃ والمدینۃ والیمامۃ ومخالیفھا ای قراھا۔ کذا فی اعلام الساجد للزرکشی ص۲۷۔

الحَرَم وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حَرَم بفتح حاء و راء ارضِ مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرمِ مکہ و حرمِ مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اوّل حِرمیؒ بکسر حاء وسکون راء علی غیر القیاس۔ دوم، حُرمی بضم حاء وسکون راء علی غیر القیاس۔ سوم حَرَمیؒ بفتح حاء وراء موافق قیاس۔

حَرَم وحَرام کا ایک معنی ہے مثل زمن و زمان۔ سُمّی الحرم حرامًا لانہ حرام انتھاکہٗ وحرام صیدہٗ و رفثہٗ۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات و منارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات و حدود کو جانتے تھے۔ ظہورِ اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مربع انصاری کو خط دے کر اس میں یہ لکھا اَن قرّوا قریشًا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرمِ محترم و مقامِ امن بنایا ہے قال اللہ تعالیٰ اولم یروا انا جعلنا حرمًا اٰمنًا ویتخطف الناس من حولہم۔

یاقوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۴ پر لکھتے ہیں البیت الحرام والمسجد الحرام والبلد الحرام کلہ یراد بہ مکۃ۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدودِ حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بطرف مغرب تنعیم تین میل ہے اور طریق عراق میں ۹ میل اور طریق یمن میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے۔ فذکر باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اول من نصب انصاب الحرم ابراہیم علیہ السلام یُریہ ذلک جبریل علیہ السلام فلما کان یوم فتح مکۃ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجدّد ما رثّ منہا۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیہ السلام فی الخطبۃ للغد من یوم الفتح ایھا الناس ان اللہ سبحانہ قد حرّم مکۃ یوم خلق السموٰت والارض ویوم خلق الشمس والقمر ووضع ھذین الجبلین

فهی حرام الی یوم القیامۃ الحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا محاذی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم و محترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اِس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاخرج الازرقی عن مجاهد قال ان هذا الحرم حرم ماحذاءه من السموت السبع والارضین السبع وان هذا البیت رابع اربعۃ عشر بیتاً فی کل سماءٍ بیت و فی کل ارضٍ بیتٌ۔

حرم کی ان حدود کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فعن عبد الرحمٰن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعض اهلِ العلم یقول انہ لما خاف اٰدم علیہ السلام علی نفسہ من الشیطان فاستعاذ باللہ سبحانہ فارسل اللہ عز وجلّ ملائکۃً حفّوا بمکۃ من کل جانبٍ و وقفوا حوالیها قال فحرّم اللہ تعالیٰ الحرم من حیث کانت الملائکۃ علیهم السلام وقفتْ۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہیٰ کو حدودِ حرم مقرر فرمادیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جاکر وہ حدود بتلادیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہرحال حرم مکہ شریف انوارِ الٰہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحماسۃ۔ تفسیر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار جاہلیت وعرب عرباء کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابوتمام حبیب بن اوس طائی متوفی ۲۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مرتب ہے۔ حماسہ[1]۔ مراثی[2]۔ ادب[3]۔ نسیب[4]۔ ہجاء[5]۔ اضافات[6]۔ صفات[7]۔ سیر[8]۔ ملح[9]۔ مذمۃ النساء[10]۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور و معروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت وجنگ وجدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت و شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابوتمام کے بعد حماسہ علماء وائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراء عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحتری وحماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت وقبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتاب لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس الجیب۔ قاموس المدارس۔

وفی مجلّۃ المشرق الحماسۃ فی اللغۃ الشدۃ والبأس وفی اصطلاح ارباب الادب مجامیع شعریۃ ضمّنوھا کثیراً من منظومات الاقدمین لاسیما التی غلبت علیھا المعانی الدالّۃ علی التحمّس والبسالۃ فی الحروب وکان اوّل من طرق ھذا الباب حبیب بن اوس الشاعر الشھیر بابی تمام الطائی وضع حماستہ فی عشرۃ ابواب افتتحھا بالشعر الحماسی فکان لمجموعہ من الرواج ماضاعف شھرتہ حتی قیل انّ اباتمام فی اختیارہ الشعر اشعر منہ فی نظمہ انتھی۔

دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابوتمام امیر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق لوٹا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابوالوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابنِ سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیام ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ راستے برف سے بند ہوگئے۔ ابوتمام غمگین ہوا مگر ابوالوفا خوش ہوا کیونکہ ابوتمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابوالوفا نے اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابوتمام مطالعۂ کتب میں مشغول ہوگیا اور شعر وشاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسۃ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابوالعواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا نسخہ مل گیا وہ اسے اصبہان ساتھ لے آیا۔ اصبہان کے ادباء وعلماء نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس طرح دیوانِ حماسہ کو مشرق ومغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علماء نے اس کے حواشی اور شروح لکھیں۔

ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شرّاح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شروح یہ ہیں (۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سیدہ اللغوی متوفی ۴۵۸ھ یہ چھ جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن بشر آمدی متوفی ۳۷۱ھ وقیل ۳۳۵ھ (۴) شرح ابوبکر محمد بن یحیی صولی متوفی ۴۷۶ھ (۵) شرح ابوالفضل عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۴۷۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۴۷۶ھ وقیل ۵۸۴ھ (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۸۴ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۷۱۱ھ (۹) شرح ابونصر قاسم بن محمد واسطی بیہقی متوفی ۵۴۴ھ (۱۰) شرح شیخ اعلم ابوالحجاج یوسف بن سلیمان شنتمری متوفی ۴۷۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے (۱۲) شرح ابوزکریا یحیی بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر۔ متوسط۔ اطول (۱۳) شرح ابوعلی احمد بن محمد مرزوقی متوفی ۴۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔ (۱۴) عنوان النفاسۃ فی شرح الحماسۃ لمحمد بن قاسم بن زاکور الفقیہ المالکی المتوفی ۱۱۲۰ھ کما فی کتاب ھدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۵۵۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقہ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علماء وائمہ فن عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کر کے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھ حماسوں کا ذکر کیا ہے جو ابوتمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندۂ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہو گئے جن کا صرف نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

فمنھا[۱] الحماسۃ لابی عبادۃ ولید بن عبد اللہ البحتری المتوفی ۲۸۴ھ ومنھا[۲] الحماسۃ لابی الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی ۶۰۱ھ رتبھا علی اربعۃ عشر بابا۔ ومنھا[۳] الحماسۃ لابی الحجاج یوسف بن محمد البیّاسی الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ وھی فی مجلدین صنفھا بتونس فی شوال ۶۴۶ھ جمع فیھا ما استحسنہ من اشعار العرب جاھلیھا ومخضرمیھا واسلامیھا ومولدیھا و غیر ذلک ومنھا[۴] الحماسۃ لابن الشجری النحوی المشھور اللغوی المتوفی ۵۴۲ھ وھو کتاب غریب مطبوع ونسخۃ منھا موجودۃ فی مکتبۃ خانقاہ السراجیۃ من مضافات بلدۃ کندیاں مدیریۃ میانوالی طالعتھا واستفدت منھا ومنھا[۵] الحماسۃ لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی ۶۵۶ھ وحماسۃ تعرف بالحماسۃ البصریۃ ومنھا[۶] الحماسۃ العسکریّۃ۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ص ۵۲۷ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھ سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھیے کشف الظنون ج ۱ ص ۶۹۲ عمود عدد ۳۴۶۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلۃ المشرق فی ذکر حماسۃ ابی تمام۔ وذلک ما حدا بغیرہ من الادباء الی ان یقتصوا آثارہ ویجاوزوہ فی العمل فتعددت الحماسات حتی ان الحاج الخلیفۃ فی کتابہ کشف الظنون عدّ منھا بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہرحال کئی علماء نے حماسہ کے نام سے ابوتمام کے مقابلے میں کتابیں لکھیں۔ جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخنی الدھر علی بعضھا فاخذ تھا ید الضیاع کحماسۃ الاعلم الشّنتمری المتوفی فی اشبیلہ ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء وحماسۃ علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلّی والحماسۃ العسکریۃ وقد نجا بعضھا الآخر

مع عزّة وجودها في خزائن الكتب كحماسة الخالد يّين هما اخوان ابو عثمان سعيدٌ ابو بكر محمد ابنا هاشم اللذان اشتهرا في خدمة سيف الدولة الحمداني صاحب حلب في القرن الرابع الهجري حماستهما مشهورة بالاشباه والنظائر منها نسخ في المكتبة الخديوية في قائمتها ج ۴ ص ۲۰۲ وكالحماسة البصرية في هذه المكتبة ج ۴ ص ۲۲۹ لصدر الدين علي بن ابي الفرج البصري الذي قتل بامر ملك المغول هولاكو سنة ۶۵۹ھ ۱۲۶۱ء بعد ان خدم مدّة امير حلب الملك الناصر صلاح الدين ابا المظفر يوسف وحماسته تضاهي حماسة ابي تمام وكحماسة ابي الحجاج يوسف بن محمد البياسي الذي ولد في بياس مدينة الاندلس ثم رحل الى تونس حيث توفي ۶۵۳ھ سنة ۱۲۵۵ء ولم يبق من حماسته سوى بعض الفصول في احد مخطوطات خزانة غوطا من اعمال المانيا۔

نعم بقيت من تيّار الزمان والحوادث حماسة ابي عبادة الوليد بن عبيد الشهير بالبحتري فالبحتري اى ما نال رصيفه و قرينه ابو تمام من السمعة الطيبة بتاليف للحماسة فقصد مجاراته فوضع لوزير الخليفة المتوكل الفتح بن خاقان حماسة عارض فيها حماسة ابي تمام وقد ذكر ابن خلكان حماسة البحتري في تاليف هذا الشاعر في ترجمته وكاد يتلف هذا التاليف في جملة ما طمس من الآثار لولا همة احد المستشرقين الهولنديين ل قوين الذي عثر في القرن السابع عشر على نسخة منه في الاستانة فابتاعها وارسلها الى توع في خزانة دولته في لندن وهذه النسخة موجودة في خزانة كتب لندن حُلّي وجهها الاول بالذهب والنقوش وهي في ۲۰۰ صفحة وفي كل صفحة ۱۵ سطراً۔ وقد امتازت حماسة البحتري بعدة امور منها وفرة ابوابها فان البحتري جعلها ۱۷۴ باباً ضمّنها معظم المعاني الادبية التي دارت في السنة شعراء العرب ومنها ۲ ان عدد الشعراء الذين روبت اشعارهم فيها يبلغ نحو الستمائة واكثرهم من شعراء الجاهلية و المخضرمين ولم يذكر من شعراء العهد العباسي سوى نفر قليلين مثل صالح بن عبد القدوس وكفى بذلك دليلاً على سعة محفوظات البحتري للشعر القديم ومنها ۳ التحاشي لكل معنى بذئ تنبو عنه الاسماع فلا تجد فيها شيئاً من المجون۔ طبعت حماسة البحتري في سنة ۱۹۰۹ء بمصارف بعض المستشرقين المسيحيين في بيروت۔

الخزرج۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ مآرب یمن سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب و دیگر احوال کی تفصیل بیانِ اوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اوس کا بھائی تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت قبیلۂ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابو ایوب انصاریؓ خزرجی ہیں اسی طرح ثابت بن قیسؓ خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلانؓ خزرجی تمام انصار میں اول اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلہ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے افرادِ خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کر کے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلۂ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیانِ انصار میں اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس وخزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلۂ تفاخر جاری تھا اسی طرح ظہور اسلام کے بعد بھی امورِ دین میں اور اسبابِ مقرِّبہ الی اللہ ورسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امور ایمانیہ وتحصیل اسباب رضا اللہ ورضاء رسولہ میں مسابقت قوتِ ایمان وکمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال افتخر الحیان الاوس والخزرج فقال الاوس منّا اربعۃٌ مَن اهتزّ له العرش سعدُ بن معاذ ومَن عُدِلت شهادته شهادۃ رجلین خزیمۃُ بن ابی ثابت ومَن غسّلته الملائکۃ حنظلۃُ بن ابی عامر ومن حمتہ الدبرُ عاصمُ بن ابی ثابت ای ابن ابی الافلح فقال الخزرج منا اربعۃ جمعوا القرآن لم یجمعه غیرهم کذا فی الاتقان ج ۱ ص ۷۲ ثم ان حدیث جامعی القرآن اخرجه البخاری وغیرہ عن قتادۃ قال سالتُ انس بن مالک رض من جمع القرآن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اربعۃ کلهم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی وروی ایضاً من طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت ابو زید۔ ثم ان ابا زید هذا اسمه قیس بن السکن کما روی ابن ابی داؤد عن انس ان ابا زید الذی جمع القرآن اسمه قیس بن السکن قال وکان رجلاً منّا من بنی عدی بن النجار احد عمومتی ومات ولم یدع عقباً ونحن ورثناہ قال ابن ابی داؤد مات قریباً من وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذهب علمه ولم یؤخذ عنه وکان عقبیاً بدریاً۔

اوس وخزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابو رافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ واغتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شر انگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہود بنی نضیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہود بنی نضیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلہ طی کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد ام الفضل زوجہ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ وابو نائلہ وعباد بن بشر وحارث بن اوس بن معاذ وابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے جاکر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۲۔

قتل کعب کے بعد انصار خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمن اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربار نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ابو رافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابو رافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارضِ حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت وحکم سے

ابو رافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصارِ خزرج کی ایک جماعت جمادی الآخرہ ۳ھ میں عبداللہ بن عتیک یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب حیلہ سے اسے قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخہ ج ۳ ص ۔ باسنادہ عن عبداللہ بن کعب بن مالک قال کان مما صنع اللہ بہ لرسولہ انّ ھذین الحیّین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاولان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصاوُلَ الفحلین لا تصنع الاوس شیئا فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غناء الا قالت الخزرج واللہ لا یذھبون بھذہ فضلاً علینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام فلا ینتھون حتی یوقعوا مثلھا قال واذا فعلت الخزرج شیئا قالت الاوس مثل ذلک فلما اصابت الاوس کعب بن الاشرف فی عداوتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخزرج لا یذھبون بھا فضلاً علینا ابداً قال فتذاکروا من رجلٌ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العداوۃ کابن الاشرف فذکروا ابن ابی الحقیق وھو بخیبر فاستاذنوا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتلہ فاذن لھم۔

فخرج الیہ من الخزرج ثمانیۃ نفر عبداللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وعبداللہ بن انیس وابوقتادۃ الحارث بن ربعیّ وخزاعیّ بن الاسود ثم ذکر قصۃ قتلہ بطولھا وعن البراء قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع الیھودی وکان بارض الحجاز اھ

داوردان۔ بفتح واو وسکونِ را۔ الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی شرح میں متکرر الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت قریہ داوردان سے متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریۂ داوردان میں طاعون واقع ہوا فھرب عامّۃ اھلھا فنزلوا ناحیۃً منھا فھلک بعض من اقام فیھا وسلم الآخرون فلما ارتفع الطاعون ورجعوا سالمین قال من بقی فیھا اصحابنا الھاربون کانوا احزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لنخرجنّ فوقع فخرجوا وھم بضعۃ وثلاثون الفاحتی نزلوا ذلک المکان وھو وادٍ افیح فناداھم ملک من اسفل الوادی واٰخر من اعلاہ ان موتوا فماتوا فاحیاھم اللہ تعالی بحزقیل فی ثیابھم التی ماتوا فیھا وبُنی فی موضع حیاتھم دیر یعرف بدیر ھزقل وانما ھو حزقیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم۔ آیت واذ نجیناکم من آل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ جمع ہے رومیّ کی مثل عرب وعربیّ وزنج وزنجیّ۔ روم کے نسب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں

(۱) سُمّوا بذلک لانھم من وُلد رُوم بن سماحیق بن ھرینان بن علقان بن العیص بن اسحاق بن

ابراهیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رمیل بن الاصفر بن الیفز بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل هم بنو رومی بن بُزنطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن اسحٰق کا بیٹا تھا۔ قاله الجوهری وقیل تزوّج عیصو بن اسحاق بسمة بنت اسماعیل علیہ السلام وکان رجلا اشقر فولدت له الروم۔

(۵) یہ نام ماخوذ ہے راموا فعل ماضی بمعنی قصدوا سے فقد حکی ابن الکلبی انما سمّیت الروم لانهم کانوا سبعة راموا فتح دمشق ففتحوها وقتلوا اهلها۔ وسمّوا بنی الاصفر لشقرة تهم لان الشقرة اذا افرطت صارت صُفرة صافیة وقیل ان عیصو کان اصفر لمرض کان ملازما له۔

(۶) رُومیه ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کو رومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال البعض انما سمیت الروم روما لاضافتهم الی مدینة رومیة فسمّی من کان بها رومیا۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

الشام۔ بسملہ کی شرح کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات ہیں۔ (۱) شأم بفتح شین وسکون ہمزہ (۲) شَأم بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شآم بالمد عربی میں لفظ شام مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشأم الرجل اذا اتی الشام وتشاءم انتسب الی الشام۔ وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامة ہے سمیت بذلك لكثرة قراها وتدانی بعضها من بعض فشبّهت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلك لان قوما من کنعان بن حام خرجوا عند التفریق فتشاء موا الیها ای اخذوا ذات الشمال فسمّیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانه اوّل من نزلها فجعلت السین شینا۔ (۴) زمانہ قدیم میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریباً نو اسباط داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد متفرق ہو کر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر و تصرف کے بعد شامین شام ہو گیا۔ اس سے قبل اس کا نام سُوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلك لانها علی شمال کعبة الله۔ والیمن سمیت بذلك لانها علی یمین الکعبة۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ مرعش۔ بلقاء۔ دمشق حمص۔ حماة۔ حلب۔ منبج۔ معرّہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سُوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسٰی علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُدّ کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جاء

فی الاثر۔ (۳) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انه قال قُسِم الخیر عشرۃ اعشار فجعل تسعۃ اعشار فی الشام وعُشر فی سائر الارض وقُسِم الشر عشرۃ اعشار فجعل عُشر بالشام وتسعۃ اعشار فی سائر الارض۔

(۴) وعن النبی علیه السلام الشام صَفوۃ اللہ من بلادہ والیه یجتبی صفوته من عبادہ یا اهل الیمن علیکم بالشام فان صَفوۃ اللہ من الارض الشام الا من ابی فان اللہ تعالیٰ قد تکفّل لی بالشام۔

الشهر الحرام ۔ قرآن شریف وتفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشهر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اَشہُرحرم ہے۔ اشہرحرم کا معنی ہے محترم ومعظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم اور ایک جدا ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ وجدال وغیرہ امور قبیحہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا پا کر بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلّم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف وکتاب اللہ وغیرہ شعائر اللہ کی حرمت و عظمت مسلّم وثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل وجدال کیا ہو۔

اشہرحرم کی حرمت وتعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ جو قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ سی چیز کے لیے قتل کر دینا ان کا معمول تھا۔ جنگ وجدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی واجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیش نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک وافلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور نہ کبھی حج وعمرہ ادا کر سکتے

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق بہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اشہرحرم کے چار ماہ کی شدید حرمت وعظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف و خطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں قائم ہونے والی منڈیوں بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہرحرم کے امن واطمینان والے زمانے میں جزیرۂ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلیے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرۂ عرب ایک عظیم جیل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایتِ حرمت کا عقیدہ ملّتِ ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربّانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوصِ قرآن وسنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیّم۔ توبہ۔ وذلک ان تحریم القتال فی الاشھر الحرم کان حکماً معمولاً بہ من عھد ابراھیم و اسمٰعیل وکان من حرمات اللہ ومما جعلہ مصلحۃ لاھل مکۃ قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس والشھر الحرام وذلک لما دعا ابراھیم علیہ السلام لذریتہ بمکۃ اذ کانوا بواد غیر ذی زرع اَن یّجعل افئدۃ من النّاس تھوی الیھم فکان فیما فرض علی الناس من حج البیت قواماً لمصلحتھم ومعاشھم اھ۔ کذا قال العلامۃ السھیلی فی الروض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسابوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۱ ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۴۷۲۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الآلوسی واختلف فی ترتیبھا فقیل اوّلھا المحرّم وآخرھا ذوالحجۃ فھی من شھور عام وظاھر ما اخرجہ سعید بن منصور وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما یقتضیہ وقیل اوّلھا رجب فھی من عامین واستدل بما اخرجہ ابن جریر وغیرہ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بمنی فی اواسط ایام التشریق فقال یا ایھا الناس انّ الزمان قد استدار فھو الیوم کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً منھا اربعۃ حرم اوّلھنّ رجب مضر بین جمادی وشعبان وذوالقعدۃ وذوالحجۃ والمحرم وقیل اولھا ذوالقعدۃ وصحح النووی لتوالیھا واخرج الشیخان الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض السنۃ اثنا عشر شھراً منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر الحدیث۔

سوال:۔ اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیا علیہم السلام ہے اس لیے اوّلاً تو یہ مُفوّض الی اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ عالم باسرار الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علما حج و عمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطرافِ عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وانما کانت الاشہر المحرمة اربعة ثلاثة سرد و واحد فرد لاجل اداء مناسك الحج والعمرة فحرم قبل اشهر الحج شهرا وهو ذو القعدة لانهم يقعدون فيه عن القتال وحرم شهر ذي الحجة لانهم يوقعون فيه الحج ويشتغلون فيه باداء المناسك وحرم بعده شهرا اخر وهو المحرم ليرجعوا فيه الى اقصى بلادهم امنين وحرم رجب في وسط الحول لاجل زيارة البيت والاعتمار به لمن يقدم اليه من اقصى جزيرة العرب فيزوره ثم يعود الى وطنه فيه امنا انتهى تفسير ابن كثير ج ۲ ص۳۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویلہ ہونی چاہیے۔ قال فی المفصل ج ۸ ص۴۷۷ تعليل اهل الاخبار لحرمة رجب لايتناسب مع تعليلهم لحرمة الاشهر الثلاثة المحرمة اذ ذلك يستوجب اعطاء المعتمرين ايضا مدة مناسبة قبله وبعده للاعتمار فيه حتى يضمنوا ذهابهم الى مكة وعودتهم منها بامان فالسفر سفر واحد لايتغير من حيث الطول او القصر في موسم الحج او في موسم العمرة اذ لايعقل ابدا بلوغ مكة والعودة الى المواطن في العربية او الخليج او العراق والبلاد القاصية في خلال شهر واحد هذا حاصل كلامه۔

اس اعتراض کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کارفرما تھے مثل امور اقتصادیہ و منافع مادّیہ و اسواقِ عکاظ و ذو المجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاخر و فضائل سے قبائلِ عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیًا یہ کہ عمرہ کے لیے عمومًا اطرافِ عرب اور بلادِ بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۂ عرب و یمن و عراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدتِ وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب و قرینِ عقل ہے۔

وفي السيرة الحلبية ج ۳ ص۱۵۶ جعل الله الاشهر الحرم اربعة ثلاثة سردا و واحد فردا وهو رجب اما الثلاثة فليأمن الحجاج فيها واردين لمكة وصادرين عنها شهرا قبل شهر الحج وشهرا اخر بعده قدر ما يصل الراكب من اقصى بلاد العرب ثم يرجع واما رجب فكان للعمار يأمنون فيه مقبلين ومدبرين راجعين نصف الشهر للاقبال ونصف الاخر للاياب لان العمرة لا تكون من اقاصي بلاد العرب كالحج واقصى

منازل بلاد المعتمرين خمسة عشر یوماً اھ وھذا ماخوذ من السھیلی فانہ قال فی الروض الانف ج ۲ ص ۶ بعد ذکر العبارة المذکورة۔ اذ لا تکون العمرة من اقاصی بلاد العرب کما یکون الحج الا تری انا لا نعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عمرة فانما تکون مع الحج واقصی منازل المعتمرین بین مسیرة خمسة عشر یوماً فکانت الاقوات تأتیھم فی المواسم وفی سائر العام تنقطع عنھم ذؤبان العرب وقطاع السبل فکان فی رجب امان للسالکین الیھا مصلحة لاھلھا ونظراً من اللہ لھم دبرہ وابقاہ من ملة ابراھیم اھ۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذی بین جمادی وشعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی وشعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے؟

جواب اوّل۔ رجب کا معنی ہے عزت وعظمت۔ والترجیب ھو التعظیم۔ وانما نسب رجب الی مضر لان مضر وھی قبیلة کانوا اشد تعظیماً لہ من غیرھم وکأنھم اختصوا بہ۔ قال العلماء وانما اضیف رجب الی ھذہ القبیلة لانھم کانوا یحافظون علی تحریمہ اشد من سائر العرب وذکروا انھم کانوا یرجّبون فیہ فیقدمون الرجبیة وتعرف عندھم بالعتیرة وھی ذبیحة تنحر فی ھذا الشھر وکانوا یقولون ھذہ ایام ترجیب وتعتیر راجع عمدة القاری ج ۱۸ ص ۴۲ تاج العروس ج ۱ ص ۲۶۶ والمفصل ج ۸ ص ۴۲۳۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹ وص ۹۰ رجب کا ذکر کئی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام۔ قال الآلوسی واختلف فی المراد منہ فقیل رجب وقیل ذو القعدة وروی ذلک عن عکرمة وقیل الاشھر الاربعة الحرم اھ روح المعانی ج ۶ ص ۵۳ راجع تفسیر الطبری ج ۶ ص ۳۶ وقال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ بقرہ آیت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرین شھر رجب وان الآیة نزلت فی امر قتل ابن الحضرمی من قریش فی آخر یوم من جمادی الآخرة او فی اول یوم من شھر رجب علی الشک۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافتِ رجب احتراز ہے رجب ربیعہ سے۔ کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمتِ رجب کے قائل نہ تھے۔ واضیف رجب الی مضر لان ربیعة کانوا یحرمون رمضان ویسمونہ رجب ولھذا بیّن فی الحدیث بما بیّن اھ کذا فی الروح ج ۱۰ ص ۹۰ اس جواب ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی وشعبان کا فائدہ بھی معلوم ہوگیا۔ قال فی المفصل ویبین کو علماء الاخبار ان تاکید الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رجب مضر الذی بین جمادی وشعبان فی خطبة حجة الوداع ھو ان ربیعة کانت تحرّم فی رمضان وتسمّیہ رجباً فعرف من ثم برجب ربیعة فوصفہ بکونہ بین جمادی وشعبان تاکید علی انہ غیر رجب ربیعة المذکور الذی ھو بین شعبان وشوال وھو رمضان الیوم فرجب اذاً عند الجاھلیین رجبان رجب مضر ورجب ربیعة وبین الطائفتین اختلاف فی مسائل اخری کذلک اھ۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۲ ص ۳۵۱ وقولہ علیہ السلام فی خطبة الوداع ورجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان۔ انما قال ذلک لان ربیعۃ کانت تحرّم فی رمضان وتسمیہ رجبًا من رجبت الرجل ورجّبتہ اذا عظّمتہ ورجبتُ النخلۃ اذا دعّمتھا فبیّن علیہ السلام ان رجب مضر لا رجب ربیعۃ وانہ الذی بین جمادی وشعبان اھ دیکھیے بلوغ الارب ج۳ ص ۲، تفسیر الطبری ج۲ ص ۸۸ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۵۔

فائدہ۔ اشہر حرم میں حرمتِ قتال وجنگ کا حکم اوّلاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کو ان مہینوں میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا الا یہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کردے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سریّہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث وکتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن جحش کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ۲ھ غزوۂ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کرکے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبداللہ وحکم بن کیسان کو گرفتار کرلیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ یکم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام نیز مالِ غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کردیا وابیٰ ان یستلم العیر والاسیرین اسی عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا کما ھو مسطور فی الکتب۔ ابن جحشؓ اور ان کے رفقاء بڑے مغموم ہوئے وسُقِطَ فی ایدیھم ای ندموا وظنوا ان قد ھلکوا وعنّفھم اخوانھم من المسلمین وقالت قریش قد سفک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحلّ الشھر الحرام وصارت قریش تُعیّر بذلک من بمکۃ من المسلمین یقولون لھم یا معشر الصباۃ قد استحللتم الشھر الحرام وقاتلتم فیہ۔ انسان العیون ج۳ ص۱۵۶۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اصحابِ سریّہ میں تقسیم فرمادیا۔ روح المعانی ج۲ ص ۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سریّہ خوش ہوگئے بعض روایات میں ہے کہ جنگِ بدر سے واپسی پر سریّہ ہذا کا مال تقسیم فرمایا۔ یہ حکم اسلام میں اوّلاً تھا بعدہٗ اشہرِ حرم میں حرمتِ قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وبہ قال سفیان الثوری رحمہ اللہ۔ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخِ حکمِ ہذا کے منکر ہیں۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حکم تحریمِ قتال فی الاشھر الحرم تاقیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تعظیم تو تاقیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریمِ قتال منسوخ ہے۔ قال الآلوسی فی روح المعانی فالانصاف ان القول بالنسخ لیس بضروری نعم ھو ممکن وبہ قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنھما کما رواہ عنہ الضحاک۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انہ سئل عن ھذہ الآیۃ فقال ھذا شئ منسوخ ولا بأس بالقتال فی الشھر الحرام خالف عطاء فی ذلک فقد روی عنہ انہ سئل عن القتال فی الشھر الحرام فحلف باللہ تعالیٰ ما یحلّ للناس ان یغزوا فی الحرم ولا فی الشھر الحرام الا ان یقاتلوا فیہ

جعل ذٰلك حكماً مستمرًّا الى يوم القيامة والامة اليوم على خلافه في سائر الامصار اه. خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں نے غزوات میں اشہر حرم کا خیال کبھی نہیں رکھا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمتِ قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السهيلي في الروض ج۲ ص۶۱ في بيان تحريم القتال في الاشهر الحرم وابقاه الله تعالى من ملة ابراهيم عليه السلام لم يغير حتى جاء الاسلام فكان القتال فيه محرماً كذلك صدراً من الاسلام ثم اباحته اية السيف وبقيت حرمة الاشهر الحرم لم تنسخ قال الله تعالى منها اربعة حرم فلا تظلموا فيهن انفسكم. فتعظيم حرمتها باق وان ابيح القتال وقد روى عن عطاء ان تحريم القتال فيها حكم ثابت لم ينسخ اه. هذا والله اعلم۔

الصَّفا۔ بفتح صاد مقصوراً۔ قرآن شریف میں صفا مذکور ہے۔ قال الله تعالى ان الصّفا والمروة من شعائر الله صفا شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابوقبیس کا حصہ تھی۔

صفا جمع ہے صفاۃ کی قال یاقوت الصفا والصفوان والصفواء كله العريض من الحجارة الملس الصفا والمروة هما جبلان بين بطحاء مكة والمسجد اما الصفا فمكان مرتفع من جبل ابی قبيس بينه وبين المسجد الحرام عرض الوادی الذی هو طريق وسوق ومن وقف على الصفا كان بحذاء الحجر الاسود والمشعر الحرام بين الصفا والمروة۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھا نہیک مجاود الزیح۔ صفا و مروہ کے مابین فاصلہ تقریباً ۷۶۶ گز ہے اور حجر اسود سے صفا تک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مروہ پر زمانہ جرہم سے دو بُت نصب تھے ایک کا نام اِساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بد فعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھر بنادیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنادیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مروہ پر اس نیت سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تاآنکہ عمرو بن لحیؔ کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو اُن دونوں پتھروں کی عبادت پر لگادیا اور کہا کہ تمہارے آباء واجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قُصیؔ بن کلاب نے دونوں پتھروں کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے پاس یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کرادیا۔

وقال بعض اهل العلم انهم لم يفجر بها في البيت وانما قبّل نائلة فمسخهما الله تعالى حجرين۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرہم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالقہ تھی۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کرکے مکہ سے نکال دیا اور جرہم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جرہم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کر دیا جس کا نمونہ قصۂ اساف ونائلہ ہے تو انھیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلہ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحیّ قبیلہ خزاعہ کا سردار و رئیس تھا اور اس عمرو بن لحیّ نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ وٰعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہود اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کوہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طوراً باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت باؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمٰعیل ابن ابراهیم علیهما السلام وکان یملکه فنسب الیه وقد ذکر العلماء ان الطور هذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یحجه السامرۃ من الیهود۔ وقیل الطور فی کلام العرب الجبل ولا یُسمّی طوراً حتی یکون ذا شجر ولا یقال للاجرد طور وقیل کل جبل یقال له بلسان النبط طور فاذا کان علیه نبط و شجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سینا بھی کہتے ہیں۔ سیناء میں فتح سین و کسر سین دونوں جائز ہیں۔ یہ ممدود ہے۔ سیناء ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سینا مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوهری طور سیناء جبل بالشام وهو طور اضیف الی سیناء وهو شجر وکذلك طور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر والفتح فی سین سیناء اجود۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

طائف۔ یسئلونك عن الشهر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام وجّ تھا سمیت بوجّ بن عبد الحیّ من العمالیق وهو اخو اجا الذی سمی به جبل طیّ وهو من الامم الخالیه۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدف کا ایک شخص مسمی بہ دمّون بن عبد الملک اپنا ابن عم قتل کرکے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القاتل أُحالِفکم لتزوِّجُونی و أُزَوِّجکم و أَبنِي لكم طوفاً علیکم مثل الحائط لا یصل الیکم اَحدٌ من العرب قالوا فابن فبنی بذلك المال طوفاً علیهم فسمّیت الطائف اھ طائف ٹھنڈا اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمّیت الطائف لان ابراھیم علیہ السلام لما أسکن ذریتہ مکة وسأل اللہ تعالی ان یرزق ولدہ واھلھا من الثمرات اَقرّ اللہ قطعةً من الارض اَن تَسِیر بشجرھا حتی تستقرّ بمکان الطائف فاقبلت وطافت بالبیت ثم اقرّھا اللہ بمکان الطائف فسمیت الطائف لطوافها بالبیت۔ ابن عباسؓ طائف میں مدفون ہیں۔

شوال ۸ھ میں غزوۂ حُنَین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جعرانہ تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت و گرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یُسلموا و علی اَن لا یزنُوا ولا یربُوا وکانوا اھل زناً و ربًا۔

الطاعون ۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء اور آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاحون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم طاعون ایک سخت مہلک وبا کا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرة المعارف ج ۵ ص ۷۳۷ پر ہے الطاعون مرضٌ من اَنواع الحمی الخبیثة سریع العدوی وصفہ الممیّز له ظهورُ دُمّلٍ کبیر للمصاب قد عُلم انه یتولّدُ من الجراثیم المضرّة المتسبّبة من البقاع الحیوانیة المتعفّنة ویُعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمة ینتشر الطاعون بسرعةٍ بدخول جراثیمه الی الاجسام وتکاثرھا فیھا۔ ومما یجب الانتباہ له اِنّ الفیران بجولانها فی الاماکن القذرة تتلوّثُ به فیشتدّ فَتکُ الطاعونِ بها عند ظهورہ فی بلدٍ وقد یتعدّی الطاعونُ من الفِیران الی الناس من وُلوغها فی مَأکلهم اومشربهم فیجب اتقاؤھا بحمایة المواد الغذائیّة من عبث الفیران فیها۔ انتهی

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیةِ بدئِه۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلنی شروع ہو جاتی ہے اور اعضا میں رعشہ و درد سر شروع ہو جاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہو کر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں لکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہو جاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہو کر اس میں تشقق یا چھالوں جیسے نشان پیدا ہو جاتے ہیں پھر دماغ چکرانا، قے و اسہال شروع ہو جاتا ہے اور تنفس میں تیزی اور سینے اور پھیپھڑوں میں جلن اور بول کی قلت شروع ہو جاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہو جاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑ جاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مر جاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارھویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔

ومما جرب فی علاج ھذا المرض ان یکثر الانسان فی اثناء انتشارہ من اکل الزیت والادھان بہ اذ قد ثبت بالتجربۃ ان العمال الذین یشتغلون باخراج الزیت لا یموت منھم احد فی ھذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعۃ منہ تنظیف البیوت والمراحیض بالقاء المواد المطھرۃ فیھا واغلاء الماء قبل شربہ لقتل ما فیہ من الجراثیم ورش الحوائط بالجیر وتطھیر الشوارع۔ بہر حال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون و دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۷۴۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنا بریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہو گا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہو گا۔ لہٰذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ ومکۃ محفوفتان بالملائکۃ علی کل نقب منھا ملك لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال وفی الصحیحین والموطأ من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعاً علی أنقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء ھذہ معجزۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم لان الاطباء من اولھم الی آخرھم عجزوا عن ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریۃ من القری وقد امتنع الطاعون من المدینۃ بدعائہ وخبرہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ المدۃ المتطاولۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۸۲

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطباء نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا و منکرات کی کثرت و انتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب وخز شیاطین وجن قرار دیا ہے اخرج ابن ماجہ والبیھقی عن ابن عمر مرفوعاً لم تظھر الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوا بھا الا فشا فیھم طاعون وفی روایۃ الا ابتلاھم اللہ بالاوجاع التی لم تکن فی أسلافھم واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما فشا الزنا فی قوم قط الا کثر فیہم الموت ۔ واخرج احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وَخزُ اَعدائکم من الجنّ و فی کلٍ شھادۃٌ۔ طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا یہ کنایہ ہے حرب سے۔ اور وخز کا معنی ہے تیز چیز سے کسی کو مارنا یقال وَخزَہٗ وَخزاً اطعنہ طعنۃً غیر نافذۃ بابرۃٍ او رمح او نحو ذلک طاعون بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امتِ محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکات و خصوصیات میں سے ہے اخرج الشیخان عن اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجس (ای عذاب) اُرسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل وعلی من کان قبلکم و اخرج البخاری عن عائشۃ سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃً للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابراً محتسباً یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ وفی حدیث اٰخر الشھداء خمسۃ المطعون (ای المیت بالطاعون) والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ۔ وفی بعض الروایات زیادۃ وھی المرأۃ تموت بجمع ای النفاس ومَن قُتل دون مالہ اودینہ اوعرضہ اودمہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امتِ محمدیہ کے لیے رحمت اور حصولِ شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

ففی الحدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللھم طعناً وطاعوناً۔ اخرجہ ابویعلی واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال ان الطاعونَ شھادۃٌ ورحمۃٌ ودعوۃُ نبیّکم قال ابوقلابۃ فعرفتُ الشھادۃ وعرفت الرحمۃ ولم ادر ما دعوۃ نبیکم حتی انبئتُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو ذات لیلۃ یصلّی اذ قال فی دعائہ فحمّی اِذن وطاعوناً ثلاث مرات فلما اصبح قال لہ انسانٌ مِن اَھلِہ یا رسول اللہ قد سمعتُک اللیلۃ تدعو بدعاء قال وسمعتہ قال نعم قال انی سألتُ ربی اَن لا یُھلِکَ اُمّتی بسنۃٍ فاعطانیھا وسألتُ اللہ ان لا یسلّط علیھم عدوًّا غیرھم فاعطانیھا وسألتُہ ان لا یلبسھم شِیعاً ولا یذیق بعضھم بأس بعض فابٰی علیّ فقلتُ فحمّی اِذن اوطاعوناً ثلاث مرات واخرج احمد والطبرانی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل فناء امتی قتلاً فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ کذا فی الحاوی ج ا ص ۳۸۰

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھ بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موتِ نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عوف بن مالک ؓ قال اتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی خباء من ادم فقال یا عوف احفظ خلالا ستا بین یدی الساعۃ احداھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظھر فیکم یستشھد اللّٰہ بہ ذراریکم وانفسکم ویزکی بہ اعمالکم ثم استفاضۃ المال بینکم الحدیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الکثیر۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعونِ عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیثِ متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مہلک وباتھی طاعون کی جو خلافتِ عمر رضی اللّٰہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اولاً یہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقمۂ اجل بنے۔ یہ وبا ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں پھیلی تھی۔ اخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون عمواس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اعدد ستا بین یدی الساعۃ قال قد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث۔

حافظ سیوطیؒ خصائص ج ۲ ص ۲۷۷ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم احال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبل ؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیکم داء کالدمل او الحزۃ یاخذ بمراق الرجل یستشھد اللّٰہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تنزلون منزلا یقال لہ الجابیۃ یصیبکم فیہ داء مثل غدۃ الجمل یستشھد اللّٰہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ الحزۃ الحجزۃ والعنق وقطعۃ من اللحم قطعت طولا والغدۃ طاعون الابل یقال غد البعیر غدا اصابہ داء الغدۃ وھو طاعون الابل والغدۃ قطعۃ لحم صلبۃ تحدث عن داء بین الجلد واللحم۔

ابن ابی حجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعونِ شیرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیرویہ بادشاہِ ایران اس میں مر گیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشد من ثلاثۃ طواعین طاعون ازدجرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتھی۔ طاعونِ جارف بصرہ میں واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں کو

اس طرح تباہ کردیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گڑھے بنا کر ویران کردیتا ہے فسمی بذلك لانه جرف الناس كما يجرف السيل الارض فياخذ معظم الارض۔

طاعونِ جارف کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۴ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن کثیر هذا هو المشهور الذی ذکرہ شیخنا الذهبی اور عند البعض ۷۶ھ اور عند البعض ۸۷ھ میں اور عند البعض ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیؒ لکھتے ہیں کہ طاعون جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۰ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعینِ کبار کے زمانۂ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ساماں سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنی كانت الطواعين العظام المشهورة فی الاسلام خمسة طاعون شيرويه فی المدائن فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون الفتيات ثم طاعون الاشراف انتهى۔ وذكر سيف بن عمر عن شيوخه قالوا ماكان طاعون عمواس وقع مرتين لم ير مثلهما وطال مكثه وذلك انه وقع بالشام فی المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد وفنى فيه خلق كثير من الناس حتى طمع العدو وتخوفت قلوب المسلمين لذلك قال سيف واصاب اهل البصرة ايضاً تلك السنة طاعون فمات بشر كثير وجم غفير۔

وفی مرآة الزمان لما كان سنة ثمان عشرة اصاب جماعة من المسلمين بالشام الشراب فجلدهم ابو عبيدة بامر عمر وقال عمر عند ذلك ليحدثن فی هذا العام حادث فوقع الطاعون۔ قال هشام انما حدث الطاعون بالشام لاجل هؤلاء الذين شربوا الخمر وممن مات فی طاعون عمواس من مشاهير الصحابة ابو عبيدة بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبيل بن حسنة والفضل بن العباس وهو ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو مالك الاشعری ويزيد بن ابی سفيان اخو معاوية والحارث بن هشام اخو ابی جهل وابو جندل الذی جاء يوم الحديبية يرسف فی قيوده وسهيل بن عمرو الذی قام بمكة يوم مات النبی صلى الله عليه وسلم فثبت الناس وهو والد ابی الجندل۔ رضی الله عنهم اجمعين۔ واخرج الحاكم عن عوف بن مالك انه قال فی طاعون

عمواس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اعدد ستا بين يدى الساعة قال فقد وقع منهن ثلاث يعنى موته عليه السلام وفتح بيت المقدس والطاعون قال وبقى ثلاث فقال معاذ ان لها امدا ثم وقع الطاعون بالكوفة سنة تسع واربعين فخرج المغيرة بن شعبة منها فارًا فلما ارتفع الطاعون رجع اليها فاصابه الطاعون فمات فى سنة خمسين ذكره ابن كثير فى تاريخه ثم وقع فى سنة ثلاث وخمسين ومات فيها زياد ذكره فى مرأة الزمان.

وقال ابن كثير فى سنة ثلاث وخمسين فى رمضان توفى زياد بن ابى سفيان ويقال له زياد بن ابيه وزياد بن سمية وهى أمه مطعونًا وكان سبب ذلك انه كتب الى معاوية يقول له انى قد ضبطت لك العراق بشمالى ويمينى فارغة وهو يعرض له ان يستنيبه على بلاد الحجاز ايضًا فلما بلغ اهل الحجاز جاؤا الى عبد الله بن عمرؓ فشكوا اليه ذلك وخافوا ان يلى عليهم زياد فيعسفهم كما عسف اهل العراق فقام ابن عمرؓ فاستقبل القبلة فدعا على زياد والناس يؤمنون فطعن زياد بالعراق فى يده فضاق ذرعًا بذلك واستشار شريحًا القاضى فى قطع يده فقال له شريح انى لا ارى لك ذلك فانه ان لم يكن فى الاجل فسحة لقيت الله اجزم قد قطعت يدك خوفًا من لقائه وان كان لك اجل بقيت فى الناس اجذم فيعير ولدك بذلك فصرفه عن ذلك ويقال أن زيادا جعل يقول أنام أنا والطاعون فى فراش واحد واخرج ابن ابى الدنيا عن عبد الرحمن بن السائب الانصارىؓ قال جمع زياد اهل الكوفة فملأ منهم المسجد والرحبة والقصر ليعرضهم على البراءة من على بن ابى طالبؓ قال عبد الرحمن فانى لمع نفر من اصحابى من الانصار والناس فى امر عظيم فهومت نهومة فرأيت شيئًا اقبل طويل العنق مثل عنق البعير أهدب أهدل فقلت ما انت فقال أنا النقاد ذو الرقبة بعثت الى صاحب هذا القصر فاستيقظت فزعًا فقلت لاصحابى هل رأيتم ما رأيت قالوا لا فاخبرتهم وخرج علينا خارج من القصر فقال ان الامير يقول لكم انصرفوا عنى فانى عنكم مشغول واذا الطاعون قد اصابه.

ثم وقع بالبصرة طاعون الجارف وسمى بذلك لانه جرف الناس كما يجرف السيل الارض فيأخذ معظمها واختلف فى سنته فقيل وقع فى سنة اربع وستين وجزم به ابن الجوزى فى المنتظم وقيل كان فى شوال سنة تسع وستين قال ابن كثير وهذا هو المشهور الذى ذكره شيخنا الذهبى وغيره وقيل سنة سبعين وقيل سنة ست وسبعين وقيل سنة ثمانين قال ابن كثير حكاه ابن جرير عن الواقدى ومات فيه لانس بن مالك ثلاثة وثمانون ولدًا ولابى بكرة اربعون ولدًا۔ قال ابن كثير كان ثلاثة ايام مات فى اول يوم منه من اهل البصرة سبعون الفًا وفى اليوم الثانى منه احد وسبعون الفًا وفى اليوم الثالث منه ثلاثة وسبعون الفًا واصبح الناس فى اليوم الرابع موتى الا القليل من احاد الناس حتى ذكر ان ام الامير بها ماتت فلم يجد من يحملها۔ وقال صاحب المرأة مات فيه اهل الشام الا اليسير۔

وقال الحافظ ابو نعيم الاصفهانى حدثنا عبيد الله حدثنا احمد بن عصام حدثنى معدى عن رجل يكنى ابا الفضل وكان قد ادرك زمن الطاعون قال كنا نطوف فى القبائل وندفن الموتى فلما كثروا لم نقدر على الدفن فكنا ندخل الدار قد مات اهلها فنسد بابها قال فدخلنا دارا ففتشناها فلم نجد فيها احدا حيا فسددناها فلما مضت الطواعين كنا نطوف فننزع تلك السد عن الابواب ففتحنا سدة الباب التى كنا قد فتشناها فاذا نحن بغلام فى وسط الدار طرى دهين كانما اخذ ساعتئذ من حجر امه قال فنحن وقوف على الغلام نتعجب منه فدخلت كلبة من شق الحائط فجعلت تلوذ بالغلام والغلام يحبو اليها حتى مص من لبنها قال معدى و انا رأيت ذلك الغلام فى مسجد البصرة وقد قبض على لحيته وقال ابن ابى الدنيا فى كتاب الاعتبار حدثنى يحيى بن عبد الله الخثعمى عن محمد بن سلام الجمحى قال زعم يحيى انه لما وقع الطاعون الجارف بالبصرة وذهب الناس فيه وعجزوا عن موتاهم وكانت السباع تدخل البيوت فتصيب من الموتى وذلك سنة سبعين ايام مصعب وكان يموت فى اليوم سبعون الفا فبقيت جارية من بنى عجل ومات اهلها جميعا فسمعت عواء الذئب فقالت ؎

الا ايها الذئب المنادى بسحرة هلم أنبئك الذى قد بدا ليا

بدا لى انى قد يتمت واننى بقية قوم اورثونى المباكيا

ولا ضير انى سوف اتبع من مضى ويتبعنى من بعد من كان تاليا

وقال ابن ابى الدنيا حدثنى الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد البجلى حدثنى محمد بن ابراهيم التيمى قال نزل بنا حى من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا وبقيت جويرية مريضة فلما افاقت جعلت تسأل العرب عن ابيها وامها واختها فيقال مات مات ماتت فرفعت يديها وقالت ؎

لولا الاسى ماعشت فى الناس ساعة ولكن متى ناديت جاوبنى مثلى

قال الحافظ ابن حجر وكان بمصر سنة ست وستين طاعون. ثم فى سنة وفاة عبد العزيز بن مروان سنة خمس و ثمانين وقيل سنة اثنين وقيل سنة اربع وقيل سنة ست وكان بالشام طاعون سنة تسع وسبعين ذكره ابن جرير وغيره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتيات سنة سبع وثمانين وسمى بذلك لكثرة من مات فيها من النساء الشواب والعذارى قال ابن ابى الدنيا فى الاعتبار حدثنى محمد بن على بن عثام الكلابى قال سمعت حامد ابن عمر بن حفص البكراوى قال حدثنى ابو بحر البكراوى عن امه قالت خرجنا هاربين من طاعون الفتيات فنزلنا قريبا من سنام قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قريبا منا فلم يمض الا ايام حتى مات بنوه اجمعون وكان يجلس بين قبورهم فيقول ؎

بنفسى فتية هلكوا جميعا برابية مجاورة سناما

اقول اذا ذكرتُ العهد منهم بنفسي تلك أصداء وهاما
فلم ار مثلهم هلكوا جميعا ولم ار مثل هذا العام عاما

قالت وكان يبكي من سمعه ثم طاعون الاشراف وقع والحجاج بواسط حتى قيل فيه لا يكون الطاعون والحجاج في بلد واحد سمي بذلك لكثرة من مات فيه من اشراف الناس ـ

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولي العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخرج ابن ابي الدنيا في الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن الي كنانة قال اخبرني يزيد بن المهلب قال حملت حملين مسكًا من خراسان الى سليمان بن عبد الملك فانتهيت الى باب ابنه ايوب وهو ولي العهد فدخلت عليه فاذا دار مجصصة حيطانها وسقوفها خضر واذا وصفٌ وصائف عليهم حلل خضرٌ وحلي من الزمرذ فوضعت الحملين بين يدي ايوب وهو قاعد على سريره فانتهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر يومًا فاذا ايوب وجميع من معه في داره قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابي الدنيا عن حاتم بن عطارد قال حدثني ابو البطال قال بعثت الى سليمان بن عبد الملك ومعه ستة احمال مسك فمررت بدار ايوب ابن سليمان فادخلت عليه فمررت بدار فيها من الثياب والنجد بياض ثم دخلت منها الى دار اخرى صفراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار حمراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار خضراء وما فيها كذلك فاذا انا بايوب على سرير وحفني من كان في تلك الدورُ فانتهبوا ما معي من المسك ثم مررت بدار ايوب بعد سبعة عشر يوما فاذا الدار بلاقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم ـ

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدي بن ارطاة سنة مائة قلت وذلك في خلافة عمر ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن ارطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نفر يسألونه أن يتحفظ في طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلى لئلا يثور ثائر فيقتله ويسألونه ان يتنحّى عن الطاعون ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاين هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم اني اخاف يوما دون يوم القيامة فلا تؤمن خوفي واخرج محمد بن خلف المعروف بوكيع في كتاب الغرر من الاخبار عن ابي الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال ارحل فانك لن تغنم اهلك مثل نفسك فقضى حوائجي واتبعني إياها ـ

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام في سنة سبعمائة ثم في سنة خمس عشرة وكذا في تاريخ ابن كثيرٌ في المرأة وقع في سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك في واسط ذكره ابن كثير ايضا ثم وقع بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة في رجب وشعبانُ ورمضان سنة احدى وثلاثينُ ومائة ثم خفّ في شوال وبلغ في كل يوم الف جنازة. قال ابن سعدٌ وتوفي فيه

اسحق بن سويد العدوى وفرقد بن يعقوب السبجي وايوب السختياني قال ابن سعد اخبرنا على بن عبد الله حدثنا سفيان قال سمعت داؤد بن ابى هند يقول اصابني الطاعون فاغمى على فكأن اثنين اتياني فغمز احدهما عكوة لساني وغمز الآخر أخمص قدمي فقال اى شئ تجد قال تسبيحا وتكبيرا وشيئا من خطوة الى المسجد وشيئا من قرائة القران قال ولم اكن اخذت القران يومئذ قال فكنت اذهب فى الحاجة فاقول لو ذكرت الله حتى اتى حاجتى قال فعوفيت فاقبلت على القران فتعلمته۔

هذا كله فى الدولة الاموية بل نقل بعض المؤرخين ان الطواعين فى زمن بنى امية كانت لا تنقطع بالشام حتى كان خلفاء بنى امية اذا جاء زمن الطاعون يخرجون الى الصحراء ومن ثم اتخذ هشام بن عبد الملك الرصافة منزلا ثم خف ذلك فى الدولة العباسية فيقال ان بعض امرائهم خطب بالشام فقال احمد الله الذى رفع عنكم الطاعون منذ ولينا عليكم فقام بعض من له جراءة فقال الله اعدل من ان يجمعكم علينا والطاعون فقتله واخرج ذلك ابن عساكر فى تاريخه وسمى الذى قام جمعونة الحارث واخرج ابن عساكر عن الاصمعى قال لقى المنصور اعرابيا بالشام فقال احمد الله يا اعرابى الذى رفع عنكم الطاعون بولايتنا اهل البيت قال ان الله لم يجمع علينا حشفا وسوء كيل ولايتكم والطاعون ثم كان فى سنة اربع وثلاثين بالرى ثم فى سنة ست واربعين ببغداد ثم فى سنة احدى وعشرين ومائتين بالبصرة قلت كذا ذكره الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبله۔

فكان بين هذين الطاعونين خمس وسبعون سنة وفى هذه المدة كان مولد الامام الشافعى رضى الله عنه ووفاته فلم يقع فى حياته طاعون وبذلك يعرف ان قوله السابق لم ار للوباء انفع من البنفسج لم يرد به الطاعون لان الوباء غير الطاعون ويحتمل انه اراد الطاعون والمراد الذى تصل صاحبه وقام احتاج الى علاجه فيدهن به كما يستعمل الناس الآن فى علاجه الدهان بزبد اللبن البقرى ودهن اللوز وظن طائفة من الناس ان مراد الامام ان الادهان بدهن البنفسج يمنع الطاعون من اصله وليس كما ظنوا والله اعلم ثم فى سنة تسع واربعين ومائتين بالعراق ثم فى سنة ثمان ومائتين باذربيجان وبرذعة فمات لمحمد بن ابى الساج ثمانون ولدا ذكره صاحب المرآة ثم فى سنة تسع وتسعين ومائتين بارض فارس ثم فى سنة احدى وثلث مائة ببغداد ثم فى سنة اربع وعشرين وثلاثمائة باصبهان ثم فى سنة اربعين وثلاثمائة بالعراق۔

وكثر فيه موت الفجأة حتى ان القاضى لبث ثيابه ليخرج الى الحكم فمات وهو يلبس احد خفيه قلت رأيت فى كتاب نشوار المحاضرة للتنوخى ان موت الفجأة وقع للناس فى كل حال منهم من مات وهو يصلى ومنهم من مات وهو يأكل ومنهم من مات وهو يمشى ومنهم من مات بالجامع ومنهم من مات فى الحمام وفى جميع الاحوال الاحالة واحدة وهى الخطبة فلم ينقل قط ان خطيبا مات فجأة على منبر ثم وقع فى سنة اربعمائة بالبصرة ثم وقع فى سنة ثلاث وعشرين واربعمائة طاعون عظيم ببلاد الهند والعجم وبلاد الجبل وامتد الى بغداد وفنى الناس ولم يشاهدوا

مثله ومات بالموصل فی هذه السنة اربعة آلاف صبی بالجدری ثم وقع بشیراز سنة خمس و عشرین واربعمائة ووصل الی البصرة وبغداد ثم فی سنة تسع وثلاثین واربعمائة بالموصل والجزیرة وبغداد بحیث صلی الجمعة بالبصرة اربعمائة نفس وکانوا اکثر من اربعمائة الف ثم وقع سنة ثمان واربعین بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنة تسع واربعین ثم وقع بمصر سنة خمس وخمسین واربعمائة ودام فیها عشرة اشهر۔

ثم بدمشق سنة تسع وستین وکان اهلها نحو خمسمائة الف فلم یبق منهم سوی ثلاثة آلاف خمسمائة ثم وقع فی سنة ثمان وسبعین واربعمائة بالعراق ثم فی سنة اثنتین وخمسین وخمسمائة بالحجاز والیمن ثم فی سنة خمس و سبعین وخمسمائة ببغداد ثم فی سنة تسع واربعین سبعمائة ولم یعهد نظیرة فی الدنیا فانه طبق الارض شرقاً وغرباً ودخل البلاد کلها حتی دخل مکة المشرفة ووقع فی الحیوانات ایضاً۔ هذا والله اعلم وعلمه اتم"۔

هذا آخر رسالة الطاعون فی الطاعون

والحمد لله رب العلمین

عدنان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے۔ عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں عدنان اکیسویں جدّ واب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب آپؐ کے احوال میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کُل قبائلِ عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہذا عرب دو قسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ص۷ قال بعضھم ولا یخرج عربی فی الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان یقال لھم قیس وولد قحطان یقال لھم یمن اھ باتفاقِ اہل علم عدنان سلالۂ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلہ آباء عدنان تک صحیح طور پر اہل تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر اسماعیل علیہ السلام تک سلسلہ نسب صحیح ویقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب بھی مجہول ہے۔ ترجمۂ شائخ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ لاخلاف ان عدنان من سلالة اسماعیل بن ابراهیم علیهما السلام واختلفوا فی عدة الآباء بینه وبین اسماعیل علی اقوال کثیرة فاکثر ما قیل اربعون ابا وهو الموجود عند اهل الکتاب اخذوه من کتاب ارمیا بن حلقیا وقیل بینهما ثلاثون وقیل عشرون وقیل خمسة عشر وقیل عشرة وقیل تسعة وقیل ان اقل ما قیل فی ذلک اربعة لما روت ام سلمة رضی الله عنها مرفوعاً انتهیٰ۔ ام سلمہؓ کی روایت بیانِ ترجمۂ شائخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعض مؤرخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرۂ آباء آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بیّناہ فی ترجمۃ شالخ۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلۂ آباء کے بارے میں ابوجعفر بن جریر طبری نے انس و ابوبکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے روی الطبری باسنادہ الی انس وابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ھشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا من کندۃ یزعمون انہم منہ وانہ منھم فقال انما یقول ذلک العباس و ابو سفیان بن حرب فیأمنا بذلک و انا لن ننتفی من آبائنا نحن بنو النضر بن کنانۃ۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار۔ وما افترق الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرھا فاُخرجتُ من بین ابوی فلم یصبنی شئ من عھد الجاھلیۃ وخرجتُ من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی و امی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص۲۵۵ وھذا حدیث غریب جدا من حدیث مالک تفرد بہ القدامی وھو ضعیف ثم ذکر لہ شواھد من وجوہ اخر۔

قال ابوبکر بن سلیمان وکان اعلم قریش باشعارھم وانسابھم یقول ما وجدنا احدا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم اھ۔ وعن عائشۃ رضی اللہ عنھا انھا قالت ما وجدنا احدا یعرف ما وراء عدنان ولا قحطان الا تخرّصا۔ ارادت عائشۃ رضی اللہ عنھا المبالغۃ للتنفیر عن الخوض فی ذلک وعن عمرو بن العاص رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتی بلغ النضر بن کنانۃ ثم قال فمن قال غیر ذلک ای مما زاد علی ذلک فقد کذب نقول اطلاق الکذب علی من زاد علی کنانۃ الی عدنان یخالف ما سبق من ان المجمع علیہ الی عدنان الا ان یقال لا مخالفۃ لانہ یجوز ان یکون اللہ اوحی الیہ بالزیادۃ وعمرو بن العاص لم یسمع ما زاد علی النضر بن کنانۃ الی عدنان مع ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ الذی سمعہ غیرہ وفی الجامع الصغیر للسیوطی عن البیھقی انہ صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الی ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل لہ معدّ لانہ کان صاحب حروب و غارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احدا الا رجع بالنصر و الظفر۔ کذا ذکر الحلبی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالی ارمیاء النبی علیہ السلام ان یحمل معد

معد بن عدنان علی البراق کیلا تصیبہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلبہ نبیا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلک واحتملہ معہ الی ارض الشام فنشا مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان ھدأت الفتن بموت بخت نصر۔

وایضافیہ وکان عدنان فی زمن عیسٰی علیہ السلام وقیل فی زمن موسٰی علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر وھو اولٰی ومما یضعّف القول الاوّل ما فی الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما بلغ وُلد معد بن عدنان اربعین رجلاً وقعوا فی عسکر موسی علیہ السلام فانتھبوہ فدعا علیھم موسٰی علیہ السلام فاوحی اللہ الیہ لا تدع علیھم فان منھم النبی الامیّ البشیر النذیر الحدیث اذ یبعد بقاء معد الی زمن عیسٰی علیہ السلام و معلوم انہ لاخلاف فی ان عدنان من وُلد اسماعیل علیہ السلام اھ۔

عرفات۔ قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتم من عرفات الآیۃ۔ لفظ عرفات مفرد ہے صورتِ جمع میں۔ عرفات معروف ومشہور جگہ ہے۔ جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا ازروئے شرع فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے۔ یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ۔

لفظ عرفات منصرف ہے۔ مگر تانیث وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا۔ اخفش کہتے ہیں انما صُرِفَ لانّ التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمینَ وصار التنوین بمنزلۃ النون فلما سُمّی بہ ترک علی حالہ وکذلک القول فی اذرِعات۔ فراء کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول یوم عرفۃ مولّد ہے اصلی عربی نہیں ہے۔ لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ ہے۔ وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج بتلاتے ہوئے وقوفِ عرفہ کے وقت فرمایا عرفتَ؟ قال نعم فسُمّیت عرفۃ۔

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول و خروج کے بعد آدم وحوّا علیہما السلام میں ایک مدت تک جدائی رہی۔ پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہوکر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا۔ و قیل ان الناس یعترفون بذنوبھم فی ذلک الموقف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یکابدون فی الوصول الیھا لان العِرف الصبر واقول اوسمی بذلک لما یحصل للناس فی ھذا الموقف من معرفۃ اللہ او معرفۃ انفسھم بالخشوع والدعاء وفی الحدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔

العمالقہ۔ آیت واذ نجیناکم من اٰل فرعون وآیت ومالنا الّا نُقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے۔ عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے۔ عمالقہ عرب بائدہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بائدہ میں سے ایک قسم کا نام ہے۔ عرب بائدہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہوچکے ہیں۔

عرب بائدہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ امیم۔ جدیس و جرہم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابناء سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھاکر بنو سام بابل سے جزیرۂ عرب میں منتقل ہوئے۔

بہت سے مؤرخین کے نزدیک عرب بائدہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اوّل عمالیق اور یہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ دوئم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب بائدہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرۂ عرب میں آئے۔

فراعنۂ مصر عرب بائدہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر، شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اوّلاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے ۲۲۳۰ قبل المیلاد حملہ کر کے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبطیوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی ویقال ثوران بن اراشۃ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعونِ ابراہیم علیہ السلام جس نے سارہؓ زوجہ ابراہیمؑ کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انہیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں۔ کما فصل فی التفاسیر۔ واسم فرعونِ ابراہیم علیہ السلام سنان بن الاشل و منہم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ ریّان بن الولید و فرعون موسیٰ علیہ السلام وھو الولید بن مصعب و ذکر البعض ان الریّان بن الولید یسمّیہ القبط نقراوش وان وزیرہ کان اطفیر وھو العزیز صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ راجع ابن خلدون۔ ج ۲ ص ۲۷

بہر حال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط و اختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملک من العمالقۃ اسمہ نوب سنۃ ۱۷۲۵ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان۔ ج ۱ ص ۵۲ و ص ۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مؤرخین کے اقوال و تحقیقات اس بارے میں متضاد و مختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تھوڑا اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز و تہامہ یعنی مکہ و مدینہ و طائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارقم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو فوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریفہ میں آباد ہو گئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہود کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سیلِ عَرِم سے پہلے کا ہے۔ سیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اَوس وخزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریباً ختم ہوگئے۔ دوم عرب باقیہ۔ عرب بائدہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ ثمود۔ طسم۔ جدلیس۔ امیم۔ جرہم۔ حضرموت وغیرہ۔ پھر عرب بائدہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولاد لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارے قبائل۔ اور یہ نسل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرۂ سیناء کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کر کے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۱۳ سنہ ق تا ۱۷۰۳ سنہ ق قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعوراء بن سنور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں ویسے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر مشتمل تھی پر بلعم نے بددعا کی کوشش کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعاء تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعوراء سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین و زاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اولاً تردد کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت وکامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کر دی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ ولایت چھین کر مردود کر دیا۔

مؤرخ مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۴۰ پر لکھتے ہیں وسار ملك الشام وهو السميدع بن هوبر الى يوشع بن نون فكانت بينهما حروبٌ الى ان قتله يوشع عليه السلام واحتوى على جميع ملكه والحق به غيره من الجبابرة والعماليق وكانت مدة يوشع بن نون فى بنى اسرائيل بعد وفاة موسى عليه السلام تسعًا وعشرين سنة وكان بقرية من قرى البلقاء من بلاد الشام رجل يقال له بلعم بن باعوراء بن سنوب بن وسيم وكان مستجاب الدعوة فحمله قومه على الدعاء على يوشع بن نون عليه السلام فلم يتأتّ له ذلك وعجز عنه فاشار على بعض ملوك العماليق ان يبرزوا الحسان من النساء نحو عسكر يوشع ففعلوا فتسرعوا اى بنو اسرائيل الى النساء فوقع فيهم الطاعون فهلك منهم سبعون الفًا وقيل ان

یوشع علیہ السلام قبض وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ انتھی۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱۸ قیل ان من العمالیق فرعون موسی علیہ السلام ومنھم الریان بن الولید فرعون یوسف علیہ السلام اھ
ابن اسحق فرماتے ہیں کہ عملیق بن لاوذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عملیق کی نسل عمالقہ ہیں۔
سام بن نوحؑ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارفخشد (۲) لاوذ (۳) ارم (۴) اشوذ (۵) غلیم۔ کذا فی التوراۃ۔
پھر لاوذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عملیق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحق ومن العمالقۃ امۃ جاسم فمنھم بنو لف وبنو ھزان وبنو مطر وظفار ومنھم الکنعانیون وبرابرۃ الشام وفراعنۃ مصر وکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم یتکلمون بالعربیۃ وفارس یجاورونھم الی المشرق ویتکلمون بالفارسیۃ۔ وفی لقطۃ العجلان ص۳۰ لنواب صدیق حسن خان وعن غیر ابن اسحق ان عبد بن ضخم وامیم من ولد لاوذ اھ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہو چکا ہے کہ عمالقہ عرب بائدہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ وباقیہ عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب بائدہ زمانہ حال میں موجود نہیں ہیں بائدہ کے قبائل فنا ہو چکے ہیں۔
العمالقۃ ھم اھل شمال الحجاز حملوا الی جزیرۃ سیناء فتحوا مصر مدۃ الفراعنۃ واسسوا فیھا اُسرۃً ملکیۃً اما دولۃ العمالقۃ فی مصر فتبتدئ من سنۃ ۲۲۱۳۔ الی ۔ ۱۷۰۳ قبل المیلاد جاؤھا من طریق برزخ السویس او البحر الاحمر فاقاموا بھا وکثر عددھم فیھا ثم سنحت لھم الفرصۃ وثبوا علی ملوکھا وملکوا البلاد دونھم وکان اوّلُ ملوکھم سلاطیس وحکم بعدہ بنوہ الی سنۃ ۱۷۰۳ قبل المیلاد۔ فتمکن المصریون من انتزاع الملک من ایدیھم وطردھم فتفرقوا فی جزیرۃ العرب قبائل وافخاذا وانشأوا دُوَلًا فی الیمن والحجاز وسائر جزیرۃ العرب۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص۲۳۲ وایضاً فیھا ص۲۳۵۔ اقدم الامم التی غزت بلاد العرب المصریون فی عھد احمس منقذ مصر من حکم العمالقۃ فانہ بعد ان أخرجھم من مصر طاردھم الی اواسط جزیرۃ سیناء نحو سنۃ ۱۷۰۰ قبل المیلاد اھ۔

قدماء عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہو گئی۔ وہ یہ کہ اس میں عملیق بن لاوذ بن سام ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عملیق کی جمع عمالقہ یا عمالیق بنا کر قدماء عرب کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں واصل لفظ العمالقۃ مجھول والغالب فی نظرنا انھم نحتوہ من اسم قبیلۃ عربیۃ کانت مواطنھا بجھات العقبۃ او شمالیھا حیث کان العمالیق علی قول التوراۃ ویسمیھا البابلیون مالیق او مالوک۔ فاضاف الیھا الیھود لفظ عم۔ ای الشعب او الامۃ فقالوا "عم مالیق" او "عم مالوق" فقال العرب عمالیق او عمالقۃ۔ ثم اطلقوہ علی

طائفة كبيرة من العرب القدماء - كذا فی كتاب العرب قبل الاسلام تالیف جرجی زیدان ج ۱ ص ۳۵

سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدماء نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی اور یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گزری ہیں۔ اول حکومتِ عراق۔ دوم حکومتِ مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریباً ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مؤرخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دورِ حکومت کا نام حکومت دولت بابلیۃ اولیٰ یا دولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومتِ حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریین تھی۔ اشوریین کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدماء یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حاکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر ۲۴۶۰ ق م میں قبضہ کیا۔ بعدہ اس کا بیٹا سامولیلا بادشاہ ہوا۔ بعدہ زابوم بادشاہ ہوا بعدہ امیل سین بعدہ سینموبلیت بعدہ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء ۲۴۱۶ ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدتِ حکومت	از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱ سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
سامولیلو	۱۵ "	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵ "	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل سین	۱۸ "	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموبلیت	۳۰ "	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵ "	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلونا	۳۵ "	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵ "	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵ "	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوقا	۳۴ "	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسودیتانا	۳۱ "	۲۱۱۳	۲۰۸۲
	کل ۳۳۴		

العُزّٰی ۔ فلا تجعلوا اللہ أنداداً کی شرح میں مذکور ہے ۔ عُزّٰی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے ۔ یہ قبیلہ غطفان کا بُت تھا ۔ بقول بعض عزّٰی کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرۃ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُسّ رکھا تھا ۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عزّٰی کا ۔ اس بیتِ عزّٰی کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی ۔ اس کی خدمت کے لیے متعدّد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے ۔ عزّٰی تانیثِ أعزّ ہے مثل کُبرٰی مؤنث اکبر ہے ۔ پس عزّٰی بمعنی عزیزہ ہے ۔

ابن حبیب مؤرخ مُحَبَّر ، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وکانت ھذہ الاصنام کلھا فی بلاد العرب تعبد مع اللہ عزوجل ولا الہ الا ھو وکانت العزی شجرۃً بنخلہ عندھا وثنٌ تعبُدھا غطفان سدنتُھا من بنی صرمۃ بن مرۃ وکانت قریش تعظِّمھا وکانت غنیٌّ وباھلۃ تعبدھا معھم فبعثَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالدَ بن الولید فقطع الشجرۃ وھدم البیتَ وکسرالوثن اھ وکان بعث خالد سنہ ۸ھ کما فی المحبر ص ۱۲۴ ۔

وکانت تلبیۃ مَن نسَکَ للعزّی لبّیک اللھم لبیک لبیک وسعدَیک ما اَحبّنا الیك ۔ کذا فی المحبر ص ۳۱۱ ۔ وکانت العزی بوادٍ من نخلۃ الشامیۃ یقال لہ حُراض وذلك فوق ذاتِ عرقٍ الی البستان بتسعۃ اَمیالٍ فبَنٰی ظالم بن اَسعد علیھا بُسًّا ای بیتًا وکانوا یسمعون فیہ الصوت و کانت اعظم الاصنام عند قریش وکانوا یَزُورونھا ویُھدُون لھا ویَتقرَّبون عندھا بالذبائح ۔ کذا فی معجم البلدان ج ۴ ص ۱۱۶ ۔

قریش نے عزّٰی کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثلِ حرم مقرر کیا تھا ۔ اس ہی بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے ۔ مذبَح ومنحر کا نام غبغب تھا ۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عزّٰی بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا ۔ قیل والذی اراہ انہ کان للعزی بیت ھو بُسّ فیہ صنم العزّی وکان حولہ حرم کحرم مکۃ بہ سَمرۃ او ثلاث سَمرات کان الناس یُقدِّسُونھا ۔ کذا قال الدکتور جواد علی فی کتابہ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۲۴۵ ۔

قریش عزّٰی کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہوسکتا ہے ۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابو اُحیحہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار وقطار رو رہا تھا ۔ ابولہب عیادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عزّٰی جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کردیں ۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ما عبدت في حياتك لأجلك ولا تترك عبادتها بعدك لموتك فقال ابو احيحة الآن علمت ان لي خليفة اهـ

وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال كانت العزى شيطانة تأتي ثلاث سمرات ببطن نخلة فلما افتتح النبي عليه السلام مكة بعث خالد بن الوليد فقال له ائت بطن نخلة فانك تجد ثلاث سمرات فاعضد الاولى فاتاها فعضدها فلما عاد اليه قال هل رأيت شيئا؟ قال لا قال فاعضد الثانية فاتاها فعضدها فلما عاد اليه قال هل رأيت شيئا؟ قال لا قال فاعضد الثالثة فأتاها فاذا هو بحناسة نافشة شعرها واضعة يديها على عاتقها تصرف بأنيابها وخلفها دبية بن حرمي السلمي سادنها فقال خالد ؎

يا عز كفرانك لا سبحانك ... إني رأيت الله قد أهانك

ثم ضربها ففلق رأسها فاذا هي حممة ثم عضد الشجر وقتل دبية السادن - كذا في المعجم -

---

تم الجزء الاول من أثمار التكميل

ويليه الجزء الثاني اوله - العرب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء اوّل)

○

مقدمۃ شرح البیضاوی

المسمّاۃ

اثمار التکمیل

لما فی

انوار التنزیل

الجزء الثانی

لإمام المحدّثین نجم المفسرین زبدۃ المحقّقین

العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسی الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

إدارۂ تصنیف وأدب

الجزء الثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے موسوم بہ تجبیر الحسب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔
طبقہ اولیٰ کو عرب بائدہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو ختم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب روئے زمین پر موجود نہیں ہے
طبقہ ثانیہ عرب عاربہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب قحطان تک پہنچتا ہے قحطانیین کا اصل وطن و مسکن یمن ہے۔ اہل یمن و بادشاہان یمن سارے اولاد قحطان ہیں۔
طبقہ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ و عدنانیین کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلہ نسب اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جد اعلیٰ ہے۔ لہذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔
ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ۔ بائدہ کی نسل ختم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر موجود ہو تو وہ عاربہ و مستعربہ میں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسمیں ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہونگے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔
بیان عرب بائدہ۔ عرب بائدہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ بائدہ کے قبائل یہ ہیں عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس امیم۔ جاسم۔ عبیل۔ عبد بن ضخم۔ جرہم اولی۔ عمالقہ۔ وحضورا۔ راجع تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب بائدہ سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ارم بن سام بن نوحؑ دوم لاوذ بن سام بن نوحؑ سوم ارفخشذ (بالذال وقیل بالدال المهملة) ابن سام بن نوحؑ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبة ص ۱۳۔ فاما عاد فهو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون

الاحقاف من الرمل فارسل اللہ الیھم ھودًا علیہ السلام واما ثمود فھو ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون الحجر فارسل اللہ الیھم اخاھم صالحًا علیہ السلام واما طسم جدیس فھما ابنا لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ونزلوا الیمامۃ (لاوذ بالذال الدال المھملۃ)۔

واما اخوھما عملیق فھو عملیق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بعضھم بالحرم وبعضھم بالشام وجمع عملیق عمالقۃ فالعمالقۃ امم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر والجبابرۃ ومنھم ملوک فارس و اھل خراسان۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ اس کتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراجع ذلک۔

فرعونِ موسیٰ وفرعونِ ابراہیم وفرعونِ یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مؤرخ محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحبر۔ ص ۴۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنۃ وھم ثلاثۃ نفر اولھم سنان بن الاشل بن علوان بن العبید بن عریج بن عملیق بن یلمع بن عابر بن اسلیحا ابن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام ویکنی ابا العباس وھو فرعون ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ والثانی الریان بن الولید بن لیث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون یوسف علیہ السلام۔ والثالث الولید بن مصعب بن ابی اھون بن الھلواث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون موسیٰ علیہ السلام قال (لعلہ قیل) کان فرعون یوسف جدّ فرعون موسیٰ علیھما السلام واسمہ برخوز انتھی۔ معارف ومحبّر کی عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتبِ تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب وبعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانۂ انضباطِ تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہلِ تاریخ اس قسم اختلاف میں معذور رہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۳ ومروج الذھب للمسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن قتیبۃ۔ ص ۱۳۔

واما امیم فھو امیم بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بارضِ فارس فاجناسُ الفرس کلھم من ولد امیم ثم قال ابن قتیبۃ فی المعارف والانبیاء کلھم عجمیّھم وعربیّھم والعرب کلھا یمنیّھا ونزاریّھا من وُلدُ سام بن نوح علیہ السلام اھ۔ قال الامام الطبری فی تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۰۲ عن وھب بن منبہؒ یقول انّ سام بن نوحؑ ابو العرب وفارس والروم وان حام بن نوحؑ ابو السودان وان یافث بن نوح علیہ السلام ابو الترک ویأجوج ومأجوج۔

ثم قال الطبری فی احوال بنی جاسم وغیرھم وکان اھل البحرین واھل عمان منھم امۃ یسمّون جاسم وکانوا ساکنی المدینۃ منھم بنو ھف وسعد بن ھزّان وبنو مطر وبنو الازرق وکان بنو امیم بن لاوذ بن سام بن نوحؑ اھل وبار بارض الرمل رمل عالج فاصابتھم من اللہ عزوجل نقمۃٌ من معصیۃ اصابوھا

فھلکوا وبقیت منھم بقیۃ وھم الذین یقال لھم النسناس (قلتُ وقد رقمنا بعض احوال النسناس فی بیان عنقاء مغرب من فصل الحیوان فی ھذا الکتاب فراجعہ) فکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم قوماً عرباً لسانھم الذی جبلوا علیہ لسان عربی وکانت فارس من اھل المشرق ببلاد فارس یتکلمون بھذا اللسان الفارسی اھ ما فی تاریخ الطبری۔

وعن سمرۃ بن جندب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وُلدُ نوحٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فسام ابو العرب وحام ابو الزنج ویافث ابو الروم۔ وعن سعید بن المسیّب یقول وُلد نوح علیہ السلام ثلاثۃٌ و وُلدُ کلِ واحدٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم وفی کل ھؤلاء خیرٌ وُولد یافث الترُک والصقالبۃ ویأجوج ومأجوج ولیس فی واحدٍ من ھؤلاء خیرٌ وُولد حام القبطُ والسودانُ والبربرُ۔ اثر سعید بن المسیّبؒ مذکورہ صدر مرفوع روایتِ سمرۃ بن جندبؓ کے خلاف ہے اور روایتِ مرفوعہ بہرحال اَولیٰ ہے غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ وعلماء نے سوال کیا کہ اہلِ پاکستان وہندستان نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ پاکستان وہندستان اولادِ حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکی عنہ الامام الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۰۴ ومن وُلد حام بن نوح علیہ السلام النوبۃ والحبشۃ وفزّان والھند والسند واھل السواحل فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جدّ وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابنُ جریر باسنادِہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اَوحی اللہ الی موسی علیہ السلام انک یا موسیٰ قومک واھل الجزیرۃ واھل العال من وُلدِ سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والھند والسند من ولد سام بن نوح علیہ السلام انتھی ما ذکر ابن جریر فی تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۱۰۵ اور ہند وسندھ میں بلاریب اہل پاکستان یعنی پنجاب وسرحد وبلوچستان داخل ہیں۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ہند وسند اولاد یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکُوش بن حام۔ اور حبشہ وہند وسند اولاد کوش بن حام ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ ہند وسند اولاد قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوینی فی آثار البلاد ص ۹۴ قالوا السند والھند کانا اَخوَین من ولد توقیر بن یقطن بن حام بن نوح علیہ السلام انتھیٰ۔

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جدّ حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک وہند کے

باشندوں کے لیے اولادِ یافث یا اولادِ حام ہونے کی بجائے اولادِ سام ہونا موجب فخر و مسرت ہے۔
اوّلاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناء عم ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت مسلّم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہٰذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعثِ مسرت ہے۔
ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجب فخر ہے آپؐ بھی سامی ہیں اور ہم بھی سامی۔
ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہم کے نسلاً قریب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قدمنا آنفاً۔ اور یہ عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن اسحاق من المؤرخین ان نوحاً دعا لسام بان یکون الانبیاء والرسل من ولدہ ودعا لیافث بان یکون الملوک من ولدہ۔
رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن المسیبؒ کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولادِ یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔
خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناء عم ہوں گے اور یہ بات ہمارے لیے موجب برکت و باعثِ مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثی النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش اولادِ یافث ہیں۔
سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناء عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے ہیں۔
سابعاً۔ یافث ابو الترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالبہ اہل روس و قوم تاتار و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کما صرح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔
ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیب کی مذکورہ روایت سے اولادِ یافث کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعًا۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسلِ یاجوج و ماجوج سے والبستہ ہوں گے اور ان کے ابناءِ عم ہوں گے۔ کیونکہ یاجوج و ماجوج اولادِ یافث ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہانِ روح و قلب ہے۔

عاشرًا۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بددعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولادِ حام کو یہ بددعا دی تھی کہ وہ اولادِ سام و یافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا وسعادتِ عظیم ہے۔

روی ضمرۃ بن ربیعۃ عن ابن عطاء عن ابیہ قال وُلِدَ حامٍ کلھم اسود جعدُ الشعر وولدِ یافث کلٌ عظیمُ الوجہ صغیرُ العینین وولدُ سامٍ کلٌ حسن الوجہ حسن الشعر قال ودعا نوح علیہ السلام علی حام الّا یعدُو شعرُ ولدہ اذانھم وحیث مالقی ولدُہ ولدَ سامٍ استعبدوھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص۱۰۱۔

اسی بددعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بددعا کا ظہور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اھل التوراۃ ان ذلک السواد فی اولادِ حام لم یکن الّا عن دعوۃٍ دعاھا نوحٌ علی ابنہ حام وذلک ان نوحًا علیہ السلام نام فانکشف عن عورتہ فراٰھا حام فلم یغطّھا وراٰھا سام ویافث فالقیا علیھا ثوبًا فوارَیا عورتہ فلمّا ھبَّ من نومتہ علِم ما صنع حامٌ وسام ویافث فقال ملعون کنعان بن حام یکونون عَبِیدًا لِاخوتہ وقال یُبارِکُ اللہ ربّی فی سام ویکون حامٌ عبدَ اخوَیہ ویقرض اللہ یافث ویحلّ فی مساکن سام ویکون حام عبدًا لھم انتھی ما ذکرہ ابن اسحاق تاریخ الامم ج ۱ ص۱۰۲۔ ومثل ذلک فی المعارف لابن قتیبۃ ص۱۲۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۴ ان السفینۃ لنوح علیہ السلام طافت ببیت المقدس اسبوعًا وطافت ببیت اللہ۔ وروی ان نوحًا علیہ السلام قال لاھل السفینۃ وھی تطوف بالبیت العتیق انکم فی حرم اللہ وحول بیتہ لایمس احد امرأۃ وجعل بینھم وبین النساء حاجزا وذکر ان ولدہ حامًا تعدی ووطئ زوجتہ فدعا علیہ بان یسوّد اللہ لون بنیہ فاجاب اللہ دعاءہ فی اولادہ فجاء ولدہ اسود وھو ابو السودان۔

حادی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولادِ حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمراتِ طیبات کے قابل و مستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزور بازو حاصل نہیں ہو سکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصل حرمی یعنی باشندگان حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریف ہی ہمارا وطن اصلی ہوگا اور ہم اجداد قدیمہ کے پیش نظر جیران بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ادھر ادھر اطراف عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص۱۰۳ فولد لسام عابر واشوذ وارفخشذ ولاوذ وارم وکان مقامہ بمکۃ قال فمن ولد ارفخشذ الانبیاء والرسل وخیار الناس والعرب کلہا والفراعنۃ بمصر اھ۔

بیان "عرب عاربہ"۔ عرب کا دوسرا طبقہ عرب متعربہ وقحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدت مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب بائدہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تبابعہ (جمع تبع) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارض حجاز پر بھی انھوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراۃ سفر تکوین میں یقطان ہے۔ نسابین کا اس کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثل عدنان سامی النسل یعنی اولاد سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ہو قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ (بالذال وروی بالدال المہملۃ ایضاً) بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص۳۵۴ ومروج الذہب ج ۱ ص۲۷۶ وابن ہشام ج ۱ ص۷ ونہایۃ الارب ج ۲ ص۲۷۵ وتاریخ الامم والملوک ج ۱ ص۲۰۵ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص۹ والاکلیل ج ۱ ص۵۸ وکتاب الاشتقاق ص۲۱۷ والاخبار الطوال ص۹ والتنبیہ ص۷۰۔

اور تورات میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالح بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱، القسم الاول ص۱۸ وابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص۹ ویقطن ہو قحطان بن عابر بن شالخ اھ۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ راجع ترجمۃ قحطان من ہذا الکتاب۔

بہرحال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ[۱] وعدنانیہ[۲]۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب مستعربہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمٰعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلۂ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اوّل اوّل عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اوّل مَن تکلّم بالعربیۃ یعرُب بن قحطان وقحطان اوّل مَن قیل لہ اَنعِم صَباحًا ومن قیل لہ أبیتَ اللعنَ۔ راجع السیرۃ الحلبیۃ ج۱ ص۱۸ ومروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص۲۷۷
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعۃ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔
لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اوّل متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام ووحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسبِ عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبانِ عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بائدہ و مستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بائدہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات و لہجات کچھ کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ ناآشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔
اس بات کی تائید ان کتباتِ تجربہ سے ہوتی ہے جو ماہرینِ آثار قدیمہ و مستشرقین کو تبابعۂ یمن و بادشاہانِ حمیر کے محلات و ملوکِ سبائیین کے قلعوں سے زمانۂ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ واول متکلم بہا ان شئتَ التحقیق فراجعہا۔
بیان "عرب مستعربہ" عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ و عدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان و قبائلِ اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سرزمین حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرۂ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
عدنان کا مشہور بیٹا معدّ بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اَجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معدّ بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بُخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہ بابل و عراق کو مسلط کردیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزار ہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صحیح وسالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مر گیا۔

اس جنگ وتباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا تاریخ طبری ج ا ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وان اللہ تعالی اوحی الی ارمیا و برخیا ان اللہ قد انذر قومکما فلم ینتھوا فعادوا بعد الملك عبیدًا وبعد نعیم العیش عالۃ یسألون الناس وقد تقدمت الی اھل عربۃ بمثل ذلك فابوا الا لجاجۃ وقد سلطت بخت نصر علیھم لانتقم منھم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی اخرجہ فی اخر الزمان اختم بہ النبوۃ وارفع بہ من الضعۃ فخرجا تطوی لھما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقاھما فطویاہ الی معد ولمعد یومئذ اثنتا عشرۃ سنۃ فحمل برخیا علی البراق وردف خلفہ فانتھیا الی حران من ساعتھما وطویت لارمیا الارض فاصبح بحران فالتقی عدنان وبخت نصر بذات عرق فھزم بخت نصر عدنان۔ اھ

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابو بولصر بادشاہ بابل کی وفات ۵۵۱ھ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین وزمانۂ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عُکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلًا من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف ہے مسمّی بہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے عرب سُوق عکاظ کہتے تھے۔ جزیرۂ عرب میں اسی طرح کئی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان وشوکت کے مظہر ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ درحقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرانے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعراء پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء وقبیلہ کے مناقب ومفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین وداد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر وخوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع معلقات مشہور قصائد اسی بازارِ عکاظ میں عظیم فصاحت وسلاست وبلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلّم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

ابلغ و افصح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطباء و فصحاء عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا چرچا زیادہ تھا۔ سوقِ عکاظ خصوصًا اور دیگر بازار عمومًا لغتِ عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فکانت قبائل العرب تقصدها لانها فی طریقها الی الحج فیجتمعون منه فی مکان یقال له الابتداء فتعمر اسواقهم بالناس فینتهز الشعراء هذه الفرصة فیعرضون ما قالوه من نُخَبِ قصائدهم علی نَقَدَةِ القریض هناك ویکون لذلك احتفالٌ حافل یشهده الجماهیر فتشیع قصائدهم شیوعًا تامًّا ویترنّم بها الرکبان فی کل صقع وفی ذلك غایة ما یتمناه شاعر لشعره۔

ولقد کان لهذه السوق العظیمة وغیرها من اسواق العرب تأثیر کبیر فی تهذیب اللغة العربیة فان کل شاعر و خطیب کان یفضی باحسن ما فتح الله به علیه من المعانی العالیة فی العبارات الجزلة المنخلة فیتلقفها السامعون ویدخلونها الی کلامهم ویلفظون ما سواها من وحشی الکلمات ومتنافر التراکیب و فی ذلك من اثر التهذیب اللغوی ما لا یستهان به۔ وکانت قریش لقربها من تلك السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن ولفظ جزل وعبارة شاردة فنسب الیها التهذیب الاخیر للغة واستأهلت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتها واعتبرت لهجتها اخلص لهجات العرب من التعقید و التنافر الخ

وقال فی المفصّل ج ۷ ص ۳۷۷ واشهر الاسواق واعرفها سوق عکاظ وهی سوق تجارةٍ وسیاسةٍ وادبٍ فیها کان یخطب کل خطیب مصقع وفیها علقت القصائد السبع الشهیرة افتخارًا بفصاحتها علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی ما یذکره بعض اهل الاخبار، وفیه ص ۳۸۱ ویظهر من الروایات ان حظّ المفاخرة والمباهاة والتمدّح والذمّ لم یکن باقلّ من حظ البیع والشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجود واحدث ما عندهم من شعر علی الحاضرین وکان کثیر من الحاضرین انما یفدون الیها للوقوف علی احدث ما یقال من صنوف الشعر وهو صنف رائج اکثر من رواج النثر بالطبع لما فیه من ایقاع وموسیقی ووزن وسهولة فی الحفظ واثر فی النفس لذلك کان للشاعر فی هذه السوق مکانة تزید کثیرًا علی مکانة التاجر فیها لما لشعره من اثر فی الحیاة العامة لمجتمع ذلك الیوم۔

ویقال ان الشاعر الشهیر النابغة الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب له قبة من ادم یجلس تحتها فیفد الیه الشعراء من یرید ان یفتخر بشعره علی غیره لینشد امامه شعره فیحکم علی شعره برأیه لما الرأیه من

اثر فی الناس وکان الشاعران الاعشی وحسان بن ثابت ممن احتکما الیه وکذلک الشاعرۃ الخنساء اھ۔

راجع الاغانی ج ۹ ص ۱۵۶ وشعراء النصرانیۃ ج ۵ ص ۶۴۰ وتاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ واللسان ج ۹ ص ۴۴۷ و البلدان ج ۶ ص ۲۰۳ وابن خلدون ص ۶۴۲

بازار عکاظ کے محل وقوع وزمانۂ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مؤرخ ابن حبیب محبّر میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریبًا من عرفات اھ محبر ص ۲۶۷ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۸ میں ہے وذکر ان عکاظ نخل فی واد بینہ وبین الطائف لیلۃ وبینہ وبین مکۃ ثلاث لیال وبہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلۃ والطائف الی بلد یقال لہ الفتق کانت موسمًا من مواسم الجاھلیۃ تقوم ھلال ذی القعدۃ وتستمر عشرین یومًا وکانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یتفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلک شھرًا یتبایعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام ھدم ذلک انتھی۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴ وفی المفصل وان للباحثین فی موضع سوق عکاظ آراء متباینۃ فیہ ولا زالت ھذہ الآراء متباینۃ حتی الیوم اھ۔

راجع لسان العرب ج ۷ ص ۴۴۷۔ البکری ج ۴ ص ۹۶۱ القاموس ج ۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۵ مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳ شرح دیوان الحماسۃ ج ۳ ص ۱۵۱۳ اخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۲۳ قال فی اخبار مکۃ وعکاظ وراء قرن المنازل بمرحلۃ علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منھا وھی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضھا لنصر اھ

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ محبر۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوقِ رابیہ وسوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیہ تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر وکانتا ای سوق عکاظ ورابیہ تقومان فی یوم واحد للنصف من ذی القعدۃ الی آخر الشھر وکانت عکاظ من اعظم اسواق العرب وکانت قریش تنزلھا وھوازن وطوائف من افناء العرب اھ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص ۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشھر الذی یسمونہ ذا الحجۃ خرج الناس الی مواسمھم فیصبحون بعکاظ یوم ھلال ذی القعدۃ فیقیمون بہ عشرین لیلۃ تقوم فیھا اسواقھم بعکاظ والناس علی مداعیھم ورایاتھم منحازین فی المنازل تضبط کل قبیلۃ اشرفھا وقادتھا فاذا مضت العشرون انصرفوا الی مجنۃ

فاقاموا بها عشراً اسواقہم قائمۃ فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ انصرفوا الی ذی المجاز فاقاموا بھا ثمان لیال اسواقھم قائمۃ ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ فیتروّون ذلک الیوم من الماء لانہ لا ماء بعرفۃ ولا بالمزدلفۃ یومئذٍ وکان یوم الترویۃ آخر اسواقہم انتھی۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳۔ قاموس ج ۲ ص ۳۹۶۔ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰۔ البلدان ج ۳ ص ۷۰۴۔ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵۔ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ المفصّل ج ۷ ص ۳۷۸۔

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وکانت تقوم ھذہ السوق فی قول اوّل ذی القعدۃ الی عشرین منہ ثم یتوجّھون الی مکۃ فیقفون بعرفات ویقضون مناسک الحج ثم یرجعون الی اوطانہم وفی قول آخرانہم کانوا یقیمون بہ جمیع شوال الی غیر ذلک من الاقوال المختلفۃ ولعل ذلک لاختلاف العادۃ فی السنین او اختلاف القبائل فی الاقامۃ فی ھذا الموسم والذی علیہ صاحب قبائل العرب انہم کانوا یقیمون فی ھذہ السوق من نصف ذی القعدۃ الی آخرہ انتھی۔

وفی المفصّل وغیرہ وھم یخطّئون رأی من یذھب الی انّ انعقاد السوق کان فی شھر شوال وحجتہم ان انعقاد السوق کان فی الشھر الحرام لیراعی الناس حرمۃ تلک الایام فلا یعتدون علی من یقصد السوق وشہر شوال لا یدخل فی جملۃ اشھر الحرم ویستدلّون بدلیل آخر ھو تقاتل بعض العرب فی ایام عکاظ فانہم اطلقوا علی تلک الحروب والایام ایام الفجار وھی اربعۃ ایام یوم شمطہ ویوم العبلاء ویوم الحریرۃ ویوم شرب وھذہ الاسماء اسماء اماکن فی عکاظ وما کان العرب لیطلقوا علی تلک الایام ایام الفجار لو لم تکن قد وقعت ھذہ الایام والحروب فی شھر الحرام انتھی بتصرف۔

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶، ج ۱۰ ص ۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳۷۷۔ الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۵۸۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگراں اور متولّی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور کسٹم وصول کرتے تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکاء کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکاء محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی تھی۔ یعنی چمڑے، غلہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، باندیوں وغیرہ مختلف اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی زید بن حارثہؓ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا گیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زیدؓ نبی علیہ السلام کو ہبۃً دے دیا۔ قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۶۳ ثم ان خدیجۃ ملکت زید بن حارثۃ اشتراہ لھا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعمائۃ درھم فسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تھب لہ زیدًا وذلک بعد اَن تزوّجھا فوھبتہ لہ فاعتقہ وزوّجہ اُمّ ایمن فولدت لہ اُسامۃ بن زیدؓ اھ۔ اخبار مکہ ج ا ص ۱۲۵ پر ازرقی لکھتے ہیں۔ و کانوا یرون ان افجر الفجور العمرۃ فی اشھر الحج تقول قریش وغیرھا من العرب لاتحضروا سوق عکاظ ومجنّۃ وذی المجاز الّا محرمین بالحج وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئًا من المحارم او یعدو بعضھم علی بعض فی الاشھر الحرم وفی الحرم۔

عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعہ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصّل ولو اخذنا بھذہ الروایۃ نکون قد جعلنا مبدأ ھذا السوق ۵۸۵ھ م او ۵۸۶ھ للمیلاد تقریبًا ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعید عھدٍ عن الاسلام فھو قبلہ بنحو ربع قرن وقد اُقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاک ۱۵ سنۃً ویذھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخریٰ ھی سوق مجنّۃ فیقیمون بھا عشرۃ ایام فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ فی نھایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وھی سوق جاھلیۃ فیقیمون فیھا ثمانیۃ ایام یبیعون و یشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اھ۔

بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۵۴۰ء میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہو سکا۔ دائرۃ المعارف میں ہے عُکاظ اشھر اسواق العرب فی الجاھلیّۃ واعظمھا اتّخذت سوقًا بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ای سنۃ ۵۴۰ للمیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان نھبھا الخوارج الحروریّۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ للھجرۃ اھ۔

علامہ ازرقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومجنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثا من الدھر فاما عکاظ فانما ترکت عام خرجت الحروریۃ بمکۃ مع ابی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الاٰن ثم ترکت مجنّۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ وبمنیٰ وبعرفۃ اھ راجع تاج العروس ج ۵ ص ۲۵۴

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کانت عکاظ ومجنّۃ وذو المجاز اسواقًا فی الجاھلیّۃ فلما کان

الاسلام تاثموا من التجارة فیہا فانزل اللہ لیس علیکم جناح فی مواسم الحج قرأ ابن عباس کذا۔ کذا فی ارشاد الساری ج۴ ص۳۷۔ وفی تفسیر الطبری قال ابن عباس کان ذو المجاز وعکاظ متجر الناس فی الجاہلیۃ فلما جاء الاسلام ترکوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج۔ طبری ج۲ ص۱۶۴

سوق عکاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست و نگرانِ اعلیٰ بنو تمیم تھے۔ اس میلہ میں جھگڑوں اور خصومات کے فیصلے بنو تمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنی تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنو تمیم کے رئیس کی یہ عدالت بڑی محترم و بارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عکاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

قال فی صبح الاعشی ج۱ ص۴۱۰ والمفصل ج۷ ص۳۸۳ کانت فی ہذہ الاسواق مجتمعات تعقد فیہا العقود والمعاہدات والاتفاقات القبلیۃ والعائلیۃ ومواضع یعلن فیہا عن التبنی وعن الخلع ای خلع الافراد لجرائم یرتکبونہا ویجب ان لا ننظر الی ہذہ الاسواق نظرتنا الی السوق بالمعنی المفہوم من ہذہ اللفظۃ فی الوقت الحاضر فقد کانت اسواق الجاہلیۃ اوسع مجالاً من ذلک بکثیر کانت مجامع لاہل اللسان من شعراء ومن خطباء من مرموقین معروفین ومن مغمورین طلاب شہرۃ وہی ساحات محاکم یجلس فیہا المتخاصمون للاستماع الی قرار حاکم مہاب محترم وقد کانت الحکومۃ فی ہذہ السوق الی بنی تمیم وکان اٰخر من حکم منہم بہا الاقرع بن حابس التمیمی الصحابی رضی اللہ عنہ انتہی بتصرف۔

سوق عکاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور موحّد و واعظِ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور وعظ کی مجلس منعقد کراتے ہوئے لوگوں کو توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی سوق عکاظ و مجنّہ و ذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل انہ علیہ السلام مکث سبع سنین یتبع الناس فی مواسمہم فی سوق عکاظ وکان فیمن دعاہم وکلمہم ودعاہم الی الاسلام بنو عامر بن صعصعۃ۔ البکری ج۵ ص۲۵۹ والبدایۃ لابن کثیر ج۳ ص۱۴۱

قسّ بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں بازار عکاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پا گئے۔

قالوا قس بن ساعدۃ اول من قال البیّنۃ علی المدعی والیمین علی من انکر واوّل من تألّہ من العرب ای ترک عبادۃ الاوثان واوّل من قال اما بعد واوّل من کتب من فلان الی فلان و

اوّل من اتکأ علی عصا او قوس او سیف عند الخطبة ۔ روی ابن عباس رضی الله عنهما قال ان قس بن ساعدة کان یخطب قومه بسوق عکاظ فقال سیأتیکم حق من هذا الوجه واشار بیده الی نحو مکة قالوا له و ماهذا الحق ؟ قال رجل ابلج احور من ولد لؤی بن غالب یدعوکم الی کلمة الاخلاص وعیشٍ ونعیمٍ لاینفد ان فاذا دعاکم فاجیبوه ولو علمتُ أن أعیش الی مبعثه لکنتُ اوّل من یسعی الیه ۔ قد رویت هذه القصة من طرق متعددة قال الحافظ ابن کثیر هذه الطرق کلها علی ضعفها کالمتعاضدة علی اثبات اصل القصة وقال ابن حجر طرق هذا الحدیث کلها ضعیفة ۔

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قدم وفد عبد القیس علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ایکم یعرف القس بن ساعدة الایادی قالوا کلنا یارسول الله نعرفه قال فما فعل قالوا هلك قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما انساه بعکاظ علی جمل احمر وهو یقول ایها الناس اجمعوا واسمعوا وعوا مَن عاش ماتَ ومن مات فات وکل ماهو اٰتٍ اٰت إن فی السماء لخبراً وانّ فی الارض لعبراً مهادٌ موضوعٌ وسقفٌ مرفوعٌ ونجوم تمور وبحار لاتغور اَقسم قسّ قسماً حاتماً لان کان فی الامر رضا لیکونن سخطاً ان لله دیناً هو احبُّ الیه من دینکم ۔ الذی انتم علیه مالی اری الناس یذهبون ولایرجعون اَرضوا بالمقام فقاموا اَم تُرکوا هنالك فناموا ثم قال صلی الله علیه وسلم ایکم یَروِی شعره فانشدوه علیه الصلاة والسلام

فی الذاهبِینَ الاوّلـــینَ من القُرونِ لنا بصائرُ

لما رأیتُ مواردًا للموت لیس لها مصادِر

ورأیتُ قومی نحوها تَسعی الاصاغِرُ والاکابِر

لایرجِع الماضی الیّ ولا من الباقین غابِر

اَیقنتُ انّی لامحا لة حیث صار القوم صائرُ

راجع لتفصیل ترجمة قس رسالتی النجم السعد فی مباحث اما بعد وانسان العیون ج ۱ ص۱۹۶ والبدایة لابن کثیر ۔ روی بعض الناس ان القسّ کان من اسباط العرب ای من ولدهم شیخاً عمّر سبعمائة سنة وقیل ستمائة سنة ادرك من الحواریین سمعان هذا والله اعلم ۔

اسی سوق عکاظ کے سفر کے دوران جنات نے نبی علیہ السلام کا قرآن سنا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے ۔ وفی الصحیحین عن ابن عباس رضی الله عنهما قال ما قرأ رسول الله صلی الله علیه وسلم علی الجنّ ولارآهم انطلق النبی صلی الله علیه وسلم فی طائفة من اصحابه عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین وخبر السماء فرجعتِ الشیاطین الی قومهم فقالوا مالکم ؟ قالوا حیل بیننا وبین خبر السماء واُرسلت علینا الشهب فقالوا ماذاك الا من شئ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربها

فالتقى الذين اخذ وانحو تهامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وھم بنخلة عامدين الی سوق عكاظ وهو صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ صلاۃ الفجر فلما سمعوا القران انصتوا لہ وقالوا ھذا الذی حال بيننا وبين خبر السماء ورجعوا الی قومھم فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا يهدی الی الرشد. الآيتين۔

وھذا الذی ذكرہ ابن عباس رض اول ما كان من امر الجن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم يكن النبی علیہ السلام راھم اذ ذاك انما اوحی اليہ بما كان منھم ۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال فی قولہ تعالی و اذ صرفنا اليك نفرا الآية قال كانوا سبعة من جن نصيبين فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومھم فعلم ان ابن عباس لم ينف كلامہ صلی اللہ علیہ وسلم الا حيث استمعوا فی صلاۃ الفجر ولم يرد نفی الكلام بعد ذلك وقولہ فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومھم دل علی انہ كلمھم بعد ذلك ولھذا قالوا يا قومنا اجيبوا داعی اللہ فدل علی انھم اجتمعوا بہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل عودھم الی قومھم۔

واخرج البيھقی باسنادہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ھبطوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو يقرأ القران ببطن نخلة فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا صہ وكانوا تسعة احدھم زوبعة فانزل اللہ و اذ صرفنا اليك نفرا من الجن الی قولہ مبين وفی الصحيحين من حديث ابن مسعود انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنتہ بھم شجرۃ۔

فائدہ ۔ ارضِ عرب میں سوق عکاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے ۔ سوق عکاظ ومجنۃ وذو المجاز کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران وسرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹیکس (عشور) کسٹم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار کا ضامن وذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور ارد گرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفارہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع قبائل کی حفاظت ومدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازار دس ہیں ۔ قال اليعقوبی فی كتابہ ج ا ص ٢٣٩ ان اسواق العرب كانت عشرۃ اسواق يجتمعون بھا فی تجاراتھم ويجتمع فيھا سائر الناس ويأمنون علی دمائھم واموالھم اھ. وفی المفصل ج ٧ ص ٣٦٩ وتقع ھذہ الاسواق فی مواضع مختلفة متناثرۃ من جزيرۃ العرب فھی اذن اسواق عربية وھناك اسواق اخری قصدھا العرب للاتجار فی مواسم فی اوقات مختلفة كانت خارج جزيرۃ العرب فی العراق او فی بلاد الشام او فی الحبشة اھ۔

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضلیات ص ۲۰۸۔ معجم البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ النقائض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۱۲ ص ۱۶ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۴ ص ۱۴۵۔ المحبّر ص ۲۶۳۔ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰ الاغانی ج ۴ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۸۲،۲۶۔ ج ۱۲ ص ۱۶ ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ اُسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۴۔

ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لوٹ مار کرنے والے محلّون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۳۰ وکان فی العرب قوم یستحلّون المظالم اذا حضروا هذه الاسواق فسمّوا المحلّون وکان فیهم من ینکر ذلك وینصب نفسه لنصرة المظلوم والمنع من سفك الدماء فیسمّون الذادة المحرمون واما المحلون فکانوا قبائل من اسد وطیٔ وبنی بکر وقوم من بنی عامر بن صعصعة واما الذادة المحرمون فکانوا من بنی عمرو بن تمیم وبنی حنظلة بن زید مناة وقوم من هذیل وقوم من بنی شیبان وقوم من بنی کلب بن وبرة فکانوا هؤلاء یلبسون السلاح لدفعهم عن الناس۔ انتهی۔ وراجع عقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۶ والبیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دومۃ الجندل۔ ۲۔ سوق ہجر ۳ سوق عمان۔ ۴ سوق المشقر۔ ۵۔ سوق عدن ابین۔ ۶۔ سوق صنعاء۔ ۷ سوق حضرموت۔ ۸ سوق ذی المجاز۔ ۹ سوق مجنۃ۔ ۱۰ سوق عکاظ۔ ۱۱ سوق حباشۃ۔ ۱۲ سوق صحار۔ ۱۳ سوق بدر۔ ۱۴ سوق بنی قینقاع۔ ۱۵ سوق الشحر۔ ۱۶ سوق عنز۔

یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلے سے متعلق ہوتے تھے۔

وقد ذکر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرة کانت فی الجاهلیة ثلاث عشرة سوقًا واولها قیامًا دومة الجندل قاله المرزوقی فی الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۱ راجع لبیانها الطبری ج ۲ ص ۲۴۶ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ کتاب الصفة ص ۱۷۹۔

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:۔

(الف) سوق دومۃ الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاول کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب و جدیلۃ طیٔ اس سوق کے جیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دو رئیسوں یعنی اُکید رعبادی ثم سکونی اور قُنافۃ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی المحبّر ص ۲۶۳ فکان العبادیّون اذا غلبوا ولیها اُکیدر واذا غلب الغسّانیون ولّوها قُنافة وکانت غلبتهم ان الملکین کانا یتحاجیان فایما ملكٌ غلب صاحبه باخراج ما یُلقی علیه ترکه والسوق فصنع فیها

ماشاء ولم يبع فيها احد شيئاً الا باذنه حتى يبيع الملك كلما اراد بيعه مع ما يصل اليه من عشورها وكان لكلب فيها قين كثير فى بيوت الشعر فكانوا يكرهون فتياتهم على البغاء وكانوا اكثر العرب وكانت مبايعة العرب فيها القاء الحجارة وذلك انه كان ربما اجتمع على السلعة نفر يساومون بها صاحبها فايهم رضى القى حجره فربما اتفق فى السلعة رهط فلا يجدون بُدًّا من ان يشتركوا وهم كارهون وربما اتفقوا فالقوا الحجارة جميعا اذا كانوا عددا على امر بينهم فوكسوا صاحب السلعة اذا طابقوا عليه اھ۔

عبارتِ مجر سے معلوم ہوا کہ سوق دومۃ جندل میں بیع القاء الحصاۃ والحجر رائج تھی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فروی مسلم عن ابی هريرة رضـ قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص۲ واما بيع الحصاة ففيه ثلاث تأويلات احدها[1] ان يقول بعتك من هذه الاثواب ما وقعت عليه الحصاة التى ارميها او بعتك من هذه الارض من هنا الى ما انتهت اليه هذه الحصاة۔ والثانى[2] ان يقول بعتك على انك بالخيار الى ان ارمى بهذه الحصاة والثالث[3] ان يجعلا نفس الرمى بالحصاة بيعا فيقول اذا رميت هذا الثوب بالحصاة فهو مبيع منك هكذا اھ۔

قال فى المفصل ج ۷ ص۳۷۱ وكان اكيدر صاحب دومة الجندل يرعى الناس ويقوم بامرهم اول يوم وتدوم سوقهم الى نصف الشهر وكان اكيدر يعشّر الناس (تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر کسٹم وصول کرنا۔ بہرحال وہ شرکاءِ سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) وربما يتولاها بنو كلب الذين يأتونها متأخرين فيتولونها وتدوم عند قدوم بنى كلب الى آخر الشهر ويتولون هم حينئذٍ تعشير الناس اھ۔

راجع البلدان ج ۴ ص۱۰۶، ج ۲ ص۶۲۸ واليعقوبى ج ۱ ص۲۲۶ وابن خلدون ج ص۲۷۳

ويعرف البيع فيها ببيع الحصاة وهو نوع من انواع المقامرة ابطله الاسلام وكان مكس هذه السوق لمن يتولى الاشراف عليها ودومة الجندل فى غائط من الارض خمسة فراسخ ومن مغربه عين ثج فتسقى ما به من النخل والزرع ودومة ضاحية بين غائطها واسم حصنها مارد۔ كما فى تاج العروس ج ص۲۹۷ ج ۲ ص۵ وهو حصن قديم ورد ذكره فى الشعر الجاهلى وقد اكتسب شهرة كبيرة بين الجاهليين حتى ضربوا به وبالابلق حصن السموأل المثل فى العزّ والمنعة فقالوا "تمرّد مارد وعزّ الابلق" قالوا قصدتهما الزباء فعجزت عن قتالهما فقالت تمرّد مارد وعزّ الابلق وذهب مثلاً لكل عزيز ممتنع۔ ودومة الجندل مفرق من مفارق الطرق مهمّ يقصده اصحاب القوافل الذاهبون الى العراق والى الشام وبالعكس لوجود العذب بها وهى اليوم يسمى الجوف فى المملكة السعودية۔

راجع المفصّل ج ۷ ص۳۷۲ و الازمنة والامكنة للمرزوقى ج ۲ ص۱۶۱ ومراصد الاطلاع ج ۲ ص۵۳۲ و

التاریخ الکبیر ج ۱ ص۸۹ والمسالک والممالک ص۱۱۵ والکامل ج ۲ ص۱۹۲

بعض بعید قبائل سوق دومۃ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر و شرکا ، سوق چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہو سکتے تھے۔ محبّر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن والحجاز یتخفّر بقریش ما داموا فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یھیجھم حلیف لمضریّ کان ذلک بینھم فکانت کلب لا تھیجھم لحلفھم بنی تمیم وطیئ لا تھیجھم لحلفھم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش مذمّۃ ما اورثنا اسمٰعیل علیہ السلام من الدین ا ہ

(ب) سوق المشقّر۔ یہ سوق مقام ہجر میں تھا۔ سوق دومۃ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوقِ مُشقّر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورے ایک مہینے جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمندر پار کر کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس وتمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ ونگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوکِ فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ ورؤسا مقرر کیے تھے۔ بازار مشقّر کا انتظام بھی دومۃ الجندل کی طرح تھا یہاں کا رئیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یؤمّھا من التجار یتخفرون بقریش لانھا لا توتی فی بلاد مضر وکان بیعھم فیھا الملامسۃ والھمھمۃ اما الملامسۃ فھی الایماء یؤمی بعضھم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماءً واما الھمھمۃ فکیلا یحلف احدھم علی کذب ان زعم المشتری انہ قد بدا لہ۔ کذا فی المحبر۔

وفی المفصّل ویحمی المشقر حصن قدیم قویم یقال ورثہ امرؤ القیس وقد اشیر الیہ فی الشعر۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہِ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلّہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقتِ ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔

دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد واخبار العباد ص ۷۳۔ مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ففی صحیح مسلم روی ابو ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ قال النووی فی شرحہ ج ۲ ص۲ ولاصحابنا ثلاثۃ اوجہ فی تأویل الملامسۃ احدھا تاویل الشافعی وھو ان یأتی بثوب مطویّ اوفی ظلمۃ فیلمسہ المستام فیقول صاحبہ بعتکہ بکذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرک ولا خیار لک اذا رأیتہ والثانی ان یجعلا نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمستہ فھو مبیع لک والثالث ان یبیعہ شیئا علی انہ متی لمسہ انقطع

خیار المجلس وغیرہ وھذا البیع باطل علی التاویلات کلھا اھ۔

(ج) سوق صُحار۔ یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلندی بن مستکبر اس کا متولی وحاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور وصول کرتا تھا۔ یہ سوقِ صُحار سوقِ مشقر کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی محبر۔ ص ۲۶۵۔ ویذکر بعض اھل الاخبار ان البیع فی سوق صحار ھو بالقاء الحجارۃ۔ راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ المفصل ج ۷ ص ۳۷۶

(د) سوق دَبا۔ یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سندھ و ہند وچین واہل مشرق ومغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوقِ دَبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہِ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر وکان بیعھم فیھا المساومۃ وکان الجلندی بن المستکبر یعشرھم فیھا وفی سوق صحار ویفعل فی ذلک فعل الملوک بغیرھا اھ۔ ودبا احدی فرضتی العرب۔

(ھ) سوق الشحر شحر مھرۃ۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقولِ بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بھا عشور لانھا لیست بارضِ مملکۃٍ وکانت التجار تخفر فیھا بنی محارب بن ھرب من مھرۃ وکان قیامھا للنصف من شعبان وکان بیعھم بھا القاء الحجارۃ۔ کذا فی المحبر ص ۲۶۶ وکان غالب مایعرض فیھا الادم والبز وسائر المرافق ویشترون بھا الکندر والصبر ویقصد ھا تجار من البر والبحر۔

راجع الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۳ والیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶ وتاج العروس ج ۶ ص ۲۹۳ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۷

(و) سوق عدن۔ سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتخفرون ھنا باحد لانھا ارض مملکۃ وامرھا محکم وکانت الابناء تعشرھم بھا ولا تشترون فی اسواقھم ولا تبیع والابناء ابناء الفرس الذین فتحوا الیمن مع وھرز وقتلوا الحبشۃ۔ کذا فی المحبر۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر ھذہ السوق ملوک حمیر ثم من ملک الیمن من بعدھم واشھر مایباع فیھا الطیب ولم یکن احد یحسن صنع الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجع بالطیب المعمول تفخر بہ فی السند والھند ویرحل بہ کذلک تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶ والازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵ والمفصل ج ۷ ص ۳۷۵

(ز) سوق صنعاء۔ سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ وکان بیعھم بھا الجس جس الایدی انتھی ما فی المحبر۔ وقد اشتھرت ھذہ السوق ببیع الخرز والادم والبرود وکانت تجلب الیھا معافر والقطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بھا من البر والحدید وحاصلات الیمن۔

راجع صبح الاعشی ج ۱ ص۴۱۱ والازمنۃ والامکنۃ ج ۵ ص۱۶۵ الیعقوبی ج ۱ ص۲۳۶

بیع حس ایدی کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(ح) سوق الرابیہ۔ سوق رابیہ وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ رابیہ حضرموت یعنی یمن میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المحبر فاما الرابیۃ فلم یکن یصل الیھا احد الا بخفارۃ لا نھا لم تکن ارض مملکۃ وکان من عزّ فیھا بزّ صاحبہ فکانت قریش تتخفر فیھا ببنی اٰکل المرار وسائر الناس یتخفرون بآل مسروق بن وائل من کندۃ اھ

(ط) سوق مجنۃ۔ سوق عکاظ بقول بعض یکم ذوقعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذوقعدہ سے لوگ سوق مجنۃ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنہ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ ومجنۃ سوق باسفل مکۃ علی برید منھا وھی سوق لکنانۃ وارضھا من ارض کنانۃ وھی التی یقول فیھا بلال رضی اللہ عنہ بعد الھجرۃ ؎

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃً   بفخٍّ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اردن یوماً میاہ مجنّۃٍ   وھل یبدون لی شامۃٌ وطفیلُ

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنۃ انتھی۔

(ی) سوق ذوالمجاز۔ سوق مجنّہ کے بعد یکم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالمجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالمجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات ومنیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔

(یا) سوق حُباشۃ۔ یہ عرب کے مشہور وقدیم اسواق میں سے ہے۔ وھی سوق بتھامۃ یُتاجر فیھا اھل الحجاز واھل الیمن وکان فی جملۃ من حضرھا وتاجر فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شھر رجب وحباشۃ سوق اُخریٰ کانت لبنی قینقاع۔ کذا فی المفصل۔

وقال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ وحباشۃ سوق الازد وھی فی دیار الاوصام من بارق من صدقنونا وحلی من ناحیۃ الیمن وھی من مکۃ علی ست لیال وھی اٰخر سوق خربت من اسواق الجاھلیۃ وکان والی مکۃ یستعمل علیھا رجلاً یخرج معہ بجند فیقیمون بھا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی قتلت الازد والیاً کان علیھا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی سنۃ ۱۹۷ھ فاشار فقھاء مکۃ علی داؤد بن عیسی بتخریبھا فخربھا دُرکت الی الیوم وانما ترک ذکر حباشۃ مع ھذہ الاسواق لانھا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشھرہ وانما کانت فی رجب انتھی۔

حباشہ بضم حاء مہملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یاقوت لکتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

بہ فی خطبتہ ومقدّمۃ کتابہ۔ اسی لفظ حباشہ پر یاقوت بن عبداللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجہاں شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ۱ ص ۱۰۔

فارس۔ آیت وقلنا یاٰدم اسکن انت و زوجك الجنّۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس ہے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتداء مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرمی رض نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرمی رض نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غررت المسلمین وامرہ ان یلحق بسعد بن ابی وقاص بالکوفۃ فسار نحوہ فلما بلغ ذا قارمات العلاء الحضرمی رض۔

فائدہ۔ ارض فارس پر زمانۂ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت وحکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ اردشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولت ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے ۲۳۰ھ قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تاآنکہ کسریٰ انوشیروان ۵۸۰ھ میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمہر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔ انوشیروان ۶۲۰ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزدجرد ۳۱ھ میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص ۱۷

ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن ماسور بن سام بن نوح ع۔ وقال ابوبکر احمد

الحلوانی سمیت بفارس بن مدین بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ وقیل سمیت بفارس بن طھمورث والیہ ینسب الفرس لانہم من ولدہ وکان ملکاً عادلاً قریب العھد من طوفان نوح علیہ السلام۔

فائدہ۔ شاہانِ ملکِ فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع ومفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس۔ عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جزء بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ملوک وشاہانِ فارس کے دو طبقے ہیں۔ اوّل قدماء جنھیں کینیہ کہا جاتا ہے۔ ان کا آخری بادشاہ دارا تھا، جس کو سکندر نے قتل کرایا۔ عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا۔ سکندر نے حکومتِ کینیہ ختم کر دی۔ دوم متاخرین جو حکومت ساسانیہ وکسرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حکومت، حکومتِ کینیہ کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اول حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے۔ ان کے قدماء کی تاریخ مختلف فیہ ومجہول ہے۔ علماء واصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسماء وکوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں۔ اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں۔

قتلِ دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہو گئے۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے۔ یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ واہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم وبادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تا آنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن سعید کتاب تاریخ الامم لعلی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے۔ اس سے متقدم شاہانِ فارس کسریٰ سے ملقب نہیں ہوتے تھے۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے۔ مؤرخینِ فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولادِ آدم میں اول بادشاہ کیومرث (بالثاء والتاء کما قیل) ہے۔

قال فی لقطة العجلان ص۳۹ امة الفرس من اقدم امم العالم واشدهم قوة و آثاراً فی الارض و کانت لهم فی العالم دولتان عظیمتان طویلتان ۔ الاولی[1] منهما الکینیة وهی التی غلب علیها الاسکندر والثانیة[2] الساسانیة الکسرویة وهی التی غلب علیها المسلمون واما قبل هاتین الدولتین فبعید اخباره متعارضة ولاخلاف بین المحققین انهم من ولد سام بن نوح علیه السلام وارض ایران هی بلاد الفرس ولما عربت قیل لها عراق وقیل انهم من ولد ایران بن افریدون وهم ینسبون الفرس الی کیومرث و معناه ابن الطین کانت ملوك الفرس من اعظم ملوك الارض فی قدیم الزمان ۔

وهم اربع طبقات ۔ الاولی یقال لهم الفیشدادیة ومعناها اول سیرة العدل وعدتها تسعة وهم اوشهنج[1] وطهمورث[2] وجمشید[3] وبیوراسپ[4] وهو الضحاك وافریدون[5] بن اثفیان ومنوچهر[6] وفراسیاب وزو[8] وکرشاسف[9] وهذه الطبقة قدیمة وقد نقل فی مدة ملکهم وحروبهم امور یاباها العقل و یمجها السمع ۔

والثانیة[2] یقال لهم الکیانیة وهم الذین فی اول اسمائهم کی وهی لفظة التنویة قیل معناها الروحانی وقیل الجبار وعدة الکیانیة تسعة ایضا وهم کی کاؤس وکیخسرو وکیلهراسف، کی بشتاسف و کی ازدشیر وبهمن وخمانی بنت ازدشیر ودارا الاول ودارا الثانی وهو الذی قتله الاسکندر واستولی علی ملکه ۔

والثالثة[3] ۔ هم بعض ملوك الطوائف ویقال لهذه الطبقة الاشغانیة وعدتهم احد عشر ۔

الرابعة[4] هم الاکاسرة لان کل واحد منهم یقال له کسری ویقال لهم ایضا الساسانیة نسبته الی جدهم ساسان وملك منهم عدة من النساء واولهم ازدشیر بن بابك وآخرهم یزدجرد الذی قتل فی ایام عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ۔ انتهی بحذف ۔

علامہ محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب محبر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جیومرت (کیومرث) جنس جن کا فرد تھا نہ کہ جنس انس کا۔ اور جیومرت یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طہمورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوسہنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوسہنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فبعض المجوس یقول ان آدم ابن شینك ولیس کلهم یقول ذلك ۔ اور نوع انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجہان من ولد قابیل تھا۔ وکان جمشاذ یقطع الدنیا کل یوم کما تقطعها الشمس یضحی بالمشرق ویمسی بالمغرب ملکها والناس مائة نفس فیما بین نوح وآدم علیهما السلام والثانی بعده نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیه السلام ملکها والناس عشرة آلاف نفس والثالث هو الضحاك بن قیس ذو الحیتین صدیق ابلیس ثم سلیمان بن داؤد علیهما السلام ثم ذو القرنین هو هرمس بن میطون بن

رومی بن لنطی بن کسلوحیین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام انتہی

قال العبد الضعیف الرحمانی انالا اری صحۃ ماقال ابن حبیب من وجوہ ۔ منھا[1] عدم ثبوت ما ادّعی بدلیل شاف اذ من اخبرہ من ملوک الجنّ ولم یثبت ذلک بنصّ ۔ ومنھا[2] المشھور ان جیومرث واوسھنج من الانس لا من الجنّ ومنھا[3] ان قبل خلق اٰدم کانت الارض خالیۃ عن مُلک الجن والملائکۃ اخلت عامّۃ الارض عنھم وترکوھم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الاٰثار الصحیحۃ ولم یترک لھم احدًا برأس ویملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیومرث واوشینک یعنی اوسھنج و طھموث ملکوا الارض کلھا ۔ و منھا[4] ان اکثر المؤرّخین صرّحوا بخلافہ وقالوا انّ اوّل ملک من البشر فی الارض غیرجم شاذ ۔ ومنھا[5] ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلاً کیف وعمر اٰدم علیہ السلام الف سنۃ وکان نوح علیہ السلام طویل العمر وھذہ المدۃ الطویلۃ توجب لعدد الکثیر من الانفس ۔ ومنھا[6] ان قصر اولاد اٰدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلاً وخلاف ماصرح بہ الثقات من اھل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال لم یمت اٰدم حتی بلغ وُلدہ وُولد وُلدہ اربعین الفًا بوذ ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۹۴ ۔

مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۔ ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) یہ اصلِ نوعِ انسانی ہے یعنی کیومرث آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابنِ آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیومرث کا نام اُمیم ہے۔ وھو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ امیم سب سے پہلے ارضِ فارس میں آباد ہوا تھا۔ (ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوع جنّ میں سے تھا۔ کما قدمنا من ابن حبیب النسّابۃ)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیومرث کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیومرث بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم ومکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض وعناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ وجدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ صرف رعب وخوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ تو عالم کبیر یعنی نوع انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالم کبیر کو عالم اصغر یعنی جسم انسانی پر قیاس کرکے بادشاہ کے وجود کو جو مرکز طاقت اور مرکز تدبیر ہو ضروری سمجھا۔ تفصیلِ مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت وجسم انسان حسّاس و درّاک پر غور کیا تو انہوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال وگوناگون تصرفات وخواصِ ظاہریّہ و باطنیہ کا ایک مرکز ہے۔ جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضاء، آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس وغیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکزِ قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضاء و اجزاء بدن کا بادشاہ و حاکمِ اعلیٰ و مدبر ہے۔ وہ مرکزِ قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضاء دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و خدام ہیں۔ دل کے طفیل جسم انسانی کے یہ اعضاء باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور برے راستے پر ڈالنے والا بھی دل ہے۔ بہرحال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالم اصغر کے حسین و قوی نظم وضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالم کبیر و نوع انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحب قوت حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری و فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلس قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں: اِنَّ النِّعَم لا تدوم الا بالشکر و انا نحمد اللہ علی آیادیہ و نشکرہ علی نِعَمِہ و نرغب الیہ فی مزیدہٖ ونسأله المعونۃَ علی ما دُفِعنا الیہ وحسنَ الهدایۃِ الی العدل الذی بہ یجتمع الشملُ ویصفوا العیشُ فثقوا بالعدل مِنّا و اَنصِفُونا من اَنفسکم نُورِدُکم الی افضل ما فی هممکم والسلام۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لتاخذ الطبیعۃ بقسطها فیصلح البدن بما یرد الیہ من الغذاء وتسکن النفس عند ذلك فتُدَبِّر کل عضو من الاعضاء تدبیرًا یؤدّی الی ما فیہ صلاحہ من اخذ صفو الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیرہ من الاعضاء القابلۃ للغذاء ما یناسبها وما فیہ صلاحها فان الانسان متی شغل عن طعامہ بضربٍ من الضروب انصرف قسطٌ من التدبیر وجزءٌ من التغذی الی حیث انصباب الهمۃ ووقوع الاشتراك فاضرّ ذلك بالانفس الحیوانیۃ والقوی الانسانیۃ واذا کان ذلك ادی الی مفارقۃ النفس الناطقۃ لهذا الجسد المرئیّ وفی ذلك ترك للحکمۃ وخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۱

بعض نسابین کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشہنج (اوشهنق) تھا۔ اوشہنج بطنِ حواء سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۷۶ وکان بعضهم یزعم ان اوشهنج هذا هو ابن آدم علیہ السلام لصلبہ من حواء واما هشام الکلبی فانہ فیما حُدِّثتُ عنہ قال بلغنا واللہ اعلم انّ اوّل مَلِكٍ مَلَكَ الارض اوشهنق بن

عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدّعیہ وتزعم انہ کان بعد وفاۃ آدم بمائتی سنۃ قال وانما کان ھذا الملک فیما بلغنا بعد نوح بمائتی سنۃ فصیّرہ اھل فارس بعد آدم بمائتی سنۃ ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم رد الطبری قول الکلبی ورجّح القول الاول ۔ وقال ان مُلک اوشہنج ھذا کان اربعین سنۃ ۔ مسعودی نے اوشہنج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلۂ شاہان فُرس میں پانچواں بادشاہ ضحّاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسب بن ارواداسب بن رسنوران بن نیاداس بن طلح بن قروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجوبۂ زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقالیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جابر وسرکش وظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا ھو الضحّاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فراعنۂ مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعونِ مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ امّ اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فُرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کما فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸

فُرس کہتے ہیں الضحّاک ھو الازدھاق وھو بیوراسب بن ارونداسب وقیل فی اسم ابیہ ارواداسب وقیل انہ ماسب ۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عموماً ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جابر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا جس کے سات سر تھے۔ کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت ومورتی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقالیم سبعہ کا مالک تھا۔ روی الطبری عن الامام الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت کانوا ملوکا جبابرۃ فتفکر قرشت یوماً فقال تبارک اللہ احسن الخالقین (ای جعل نفسہ احسن الخالقین فمسخہ اللہ فجعلہ اجدھاق (وھو معرب اژدہا۔ سانپ) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بدنباوند و جمیع اھل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملک الاقالیم کلھا وانہ کان ساحرًا فاجرًا، اہ۔ ثم قال ملک الضحاک بعد جم فیما یزعمون الف سنۃ وسار بالجور وبسط یدہ فی القتل وکان اوّل من سنّ الصلب والقطع واول من وضع العشور (ای الخراج) وضرب الدراھم واوّل من تغنّی و

وغُنی له اھ۔

وفی المروج ج ۱ ص ۲۲۴ انه کان ساحراً وملك الاقالیم السبعة وکان ملکه الف سنة وبغی فی الارض وتمرّد وانه مقید فی جبل دباوند بین الری وطبرستان اھ قیدہ افریدون وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۱ کان عمرہ الف سنة ومُلکُه منها کان ستمائة سنة وقیل کان عمرہ ۱۱۰۰ سنة الی ان خرج علیه افریدون فقتله وزعم بعضهم ان نوحاً علیه السلام کان فی زمانه وانه ارسل الیه والی من فی مملکته۔

وقال الطبری ایضاً قبیل هذا ان الضحاك کان عاصیاً وانه غصب الارض واهلها بسحرہ و خبثه وهوّل علیهم بالحیّتین اللتین کانتا علی منکبیه فلقی الناس منه کل جهد وذبح الصبیان یقول البعض الذی کان علی منکبیه کان لحمتین طویلتین ناتئتین علی منکبیه کل واحد منهما کرأس الثعبان و انه کان بخبثه ومکرہ یسترهما بالثیاب ویقول للتهویل وترهیب الناس انهما حیّتان تقتضیانه الطعام وکانتا تتحرّکان تحت ثوبه اذا جاع کما یتحرّك العضو من الانسان عند التهابه بالجوع والغضب وکان الناس منه فی جهد شدید ویقال انه خرج فی منکبه سلعتان فکانتا تضربان علیه فیشتد علیه الوجع حتی یطلیهما بدماغ انسان فکان یقتل لذلك فی کل یوم رجلین ویطلی سلعتیه بدماغهما فاذا فعل ذلك سکن مایجد۔

قال هشام بن محمد بلغنا ان افریدون وکان مولدہ بدنباوند خرج حتی ورد منزل الضحاك وهو عنه غائب بالهند فحوی علی منزله ومافیه فاقبل الضحاك وقد سلبه الله قوّته فاوثقه افریدون و صیّرہ بجبال دنباوند فالعجم تزعم انه الی الیوم موثق فی الحدید یعذّب هناك وبعض المجوس تزعم انه جعله اسیراً فی تلك الجبال موکلاً به قومٌ من الجنّ ومنهم من یقول انه قتله هذا ما فی تاریخ الطبری وفی کتاب اللقطة ص ۴۰ وغیرہ من الکتب ماحاصله ان اول من خرج علی الضحّاك رجل باصبهان اسمه کابی وکان حدّاداً فدعا الناس الی مجاهدة الضحّاك فی ۳۳۹۳ سنة من هبوط آدم علیه السلام وکان معه عصا فعلق باطرافها جراباً کان عندہ ثم نصب ذلك العلم فاسرع الناس الی اجابته لماکانوا فی فنون الجوی فلما غلب کابی علی الضحّاك تفاءل الناس بذلك العلم فعظموا امرہ وزادوا فیه حتی کان جمیع ملوك الفرس علمهم الاکبر الذی یتبرّکون به وسمّوہ درفش کابیان۔ فکانوا یظهرونه فی الامور العظام وقال هشام بعد ذکر قصة اخری لرفع العلم بلغنا ان هذا العلم کان جلد اسدٍ انه لم یزل محفوظاً عند ملوك فارس فی خزائنهم فالبسه ملوك فارس الذهب والدیباج تیمّناً به طبری ج ۱ ص ۹۹ ثم بعد الفتح ملّکوا علیهم افریدون۔

فائدہ۔ اتخذت الفرس بامر افریدون یوم قتل افریدون الضحّاك اوحبسه فی جبل دباوند عیداً ویوم نجاة من الآفات وسمّوا هذا العید عید المهرجان وکان ذلك فی شهر مهر ماہ مهروز ذکرہ الطبری

فی التاریخ ج ١ صـ ٩٩ وللفرس عیدان مشهوران وبقیا حتی فی الاسلام عند بعض ملوك العراق وایران کانوا یظهرون فیهما المسرات وهما مهرجان ونیروز (نوروز) اما المهرجان فقد قرّ وجهُ تقریرهِ۔

ومهر فی الفارسیة اسم الشمس قال القزوینی وذکروا ان فی هذا الیوم یوم مهرجان دحا الله الارض وجعل الاجساد قرار الارواح اھ ویوم مهرجان دائما هو یوم ٢٢ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تکون الشمس فی الاعتدال الخریفی ویعتدل اللیل والنهار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیه خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیة وتکون فیها الی ستة اشهر ثم بعد ستة اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربیعی فی ٢١ من شهر مارس (مارچ) ویعتدل اللیل والنهار فی العالم لکون الشمس مسامتة لخط الاستواء ثم بعد ٢١ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیة وتکون فیها الی نحو ستة اشهر ویوم ٢١ مارس هو یوم عید النیروز عند الفرس۔ نوروز معناه فی الفارسیة الیوم الجدید وهو اول یوم من السنة الفارسیة والفرس زعموا ان الله فی هذا الیوم ادار الافلاك وسیّر الشمس والقمر والکواکب۔

وقد ذکرنا فی ترجمة جمشید بالدال المعجمة والمهملة وجه بدء النیروز وذکرنا هنالك انهم کانوا یتزیّنون ویظهرون انواع الفرح فی النیروز الی ستة ایام فکان عیدهم الی ستة ایام۔ وکذلك مهرجانهم الی عدّة ایام بل قال البعض أنهم کانوا یجعلون جمیع الشهر عیدًا باظهار انواع الزینة والفرح۔

قال فی المروج ج ٢ صـ ١٩٧ ان شهر تشرین الاول ٣١ یومًا وفیه المهرجان وبین النیروز والمهرجان ١٦٩ یومًا وعند الفرس فی معنی المهرجان انه کان لهم ملك فی قدیم الزمان من ملوك الفرس قد عمّ ظلمه خواصّ الناس وعوامّهم وکان یسمّی مهر وکانت الشهور تسمّی باسماء الملوك فقیل مهرماه ومعنی ماه هو الشهر وان ذلك الملك طال عمره واشتدّت وطأته فمات فی النصف من هذا الشهر وهو مهرماه فسمّی ذلك الیوم الذی مات فیه مهرجان وتفسیره نفس مهر ذهبت وبعض اهل العراق وغیرهم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء اھ بتصرف۔

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انه نبیهم وجاء بکتاب ادّعاه وحیًا من الله تعالی هو الذی رتّب لهم عیدین النیروز فی الاعتدال الربیعی والمهرجان فی الاعتدال الخریفی وکان زرادشت کما قیل فی ایام بشتاسف۔

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ وجدول سے معلوم کی جا سکتی ہے:۔

ھذا جدول ملوك فارس من بدء نوع الانسان الی ظھور الاسلام

	اسماء الملوك وبعض احوالھم	مدة الملك بالسنين
١	کیومرث۔ ھو اوّل من ملك الارض وتُوّج بتاج قیل ھو ادم وقیل ابن ادم وقیل من نسل نوح علیہ السلام وقال ابن حبیب المؤرخ کان من الجنّ قبل ادم علیہ السلام۔	٤٠
٢	ثم اوشھنج[ل] بن فرہ ال بن سیامك بن برنیق بن کیومرث وقیل ھو اخ الکیومرث بن ادم کان ینزل الھند۔	٤٠
٣	ثم طھمورث بن نوبجھان بن ارفخشذ بن اوشھنج کان ینزل سابور وظھر فی عھدہ بوداسف الذی احدث مذاھب الصابئة والفرس تزعم ان اللہ اعطی طھمورث لطاعتہ قوة وقال الکلبی اعطی من القوة ما خضع لہ ابلیس وشیاطینہ وقیل انہ ابتنی مدینة سابور ونزلھا وانہ وثب علی ابلیس فرکبہ فطاف علیہ فی جمیع الارض وانہ اول من امر باتخاذ الکلاب لحفظ المواشی۔	٣٠
٤	ثم جمشید[٢] اخو طھمورث قیل کان فی زمنہ الطوفان وقیل کان قبل الطوفان۔ وھو اوّل من امر بغزل الابریسم والقطن	٩٠٠

ل قال ابن حبیب کان من الجنّ ملك الارض کلھا وحکی الطبری فی تاریخہ ج ١ ص ٨٢ انہ اول من اقطع الشجر وبنی البناء واول من استخرج المعادن والحدید وانہ بنی مدینة الری وانہ قھر ابلیس وجنودہ ومنعھم من الاختلاط بالناس وقتل مردتھم وملك الاقالیم کلھا ١٢ ص٢

وشید معناہ عندھم الشعاع لقبوابہ فقالوا جمشید لجمالہ واسمہ الاصلی جم ملك ٦٠٠ سنة وقیل ٩٠٠ سنة وستة اشھر کما فی المروج ج ١ ص ٢٢٣ وانہ سخر الشیاطین علی ما زعمت الفرس وذللھم وامرھم بعمل الرخام والجص وصنعة النورة وامر بعجلة من زجاج فصعد فیھا الشیاطین ورکبھا واقبل علیھا بمساعدة الشیاطین فی الھواء من بلدہ من دنباوند الی بابل فی یوم واحد وذلك فی یوم النیروز فاتخذ الناس للاعجوبة التی رأوہ عید نوروز وامرھم باتخاذ ذلك الیوم وخمسة ایام بعدہ عیدًا وھو عید الفرس المسمی بالنیروز (نوروز) ودفع اللہ عنہ وعنھم الحرّ والبرد والاسقام والھرم والحسد الی مدة طویلة ثم ان جمشید بطر وتکبر بعد ما کان مطیعًا للہ خاضعًا لہ وجحد احسان اللہ واخبرھم

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
5	ثم بیوراسب[3] بن اروادسب وهو الضحاک وهو الذی قتل جمشید ۔	۱۰۰۰
۶	ثم افریدون[4] بن اثقابان بن جمشید ملک الاقالیم السبعۃ وکانت دار مملکتہ بابل وهو اشهر ملوک الفرس ۔	۵۰۰

جمشید انہ ولیهم وربهم والدافع عنهم بقوتہ الاسقام والهرم وغیر ذلک فجاء النقص والهوان فی ملکہ بعد ما ادعی الربوبیۃ و وثب علیہ بیوراسب فغلبہ علی ملکہ وقتلہ ۔ کذا ذکرالطبری ج ۱ ص ۹۸ ۔

ف۳ وکان الضحاک ساحرًا ملک الاقالیم السبعۃ وفی اللقطۃ ص۴ انہ یقال لہ الدهاک ومعناہ عشرآفات فلما عرب قیل الضحاک وکان ابراهیم علیہ السلام فی اواخر ایام الضحاک واول ملک افریدون والفرس یجعلون الضحاک قبل الطوفان لانهم یعترفون بالطوفان وفی الطبری ج ۱ ص ۹۹ قال بعض العلماء ان الضحاک هونمرود وهو الذی اراد احراق ابراهیم علیہ السلام ۱۲ ۔

ف۴ وفی زمنہ وزمن بیوراسب کان ابراهیم الخضر علیهما السلام کما فی الطبری ج ۱ ص ۱۹۴ ویقال کان افریدون قبل ابراهیم الخلیل علیہ السلام بکثیر ویقال ان افریدون هو نوح النبی علیہ السلام والصحیح انہ من ولد جمشید بینهما تسعۃ اٰباء وانہ الذی محا اٰثار ثمود وقیل هو ذوالقرنین المذکور فی القرآن ویدل کلام الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۱۹۴ ان ابراهیم وموسٰی والخضر علیهم السلام وفرعون مصر کلهم کانوا فی زمن بیوراسب و افریدون وللمؤرخین فی ذلک اختلاف کثیر وافریدون هو الذی قتل الضحاک الذی کان اظلم الناس دجالاً ساحرًا وقیل حبسہ وجعلوا یوم قتل الضحاک عیدًا اسموہ المهرجان وقد تقدم بیانہ وبیان النیروز ۔

وافریدون اول من تسمّی بکیّ ومعناہ التنزیہ ای مخلص متصل بالروحانیات وقیل معناہ البهاء لانہ کان یغشاہ نور من یوم قتل الضحاک وقیل معناہ مدرک الثار وفی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۵ قیل ان افریدون اول من سمی بالکیّیۃ فقیل لہ کیٔ افریدون وتفسیر الکیّیۃ التنزیہ کما یقال روحانی یعنون بہ ان امرہ مخلص منزّہ یتصل بالروحانیۃ وقیل ان معنی کی طالب الدخل وقیل معناہ البهاء وان البهاء یغشی افریدون حین قتل الضحاک ۔

وکان افریدون رجلاً جسیمًا بهیًّا مجرّبًا عادلاً فی ملکہ وکان طولہ تسعۃ ارماح کل رمح ثلاثۃ ابواع وعرض حجزتہ ثلاثۃ ارماح وعرض صدرہ اربعۃ ارماح ۔

وکان لہ ثلاثۃ ابناء اسم الاکبر سرم والثانی طوج والثالث ایرج وهو اصغرهم وقسم الارض بینهم

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۷	ثم منوجهر (منوچهر) بن ایران بن افریدون وکان ینزل بابل دار مملکتہ قیل کان فی زمنہ موسیٰ وهارون ویوشع علیهم السلام۔	۱۴۸
۸	ثم سهم بن ابان بن اثقبان بن یوح بن منوجهر کانت دار مملکتہ بابل قالہ المسعودی	۶۰

اثلاثا وجعل ایرج مَلِک العراق والهند والحجاز وجعلہ صاحب التاج والسریر وفوض الیہ الولایۃ علی اخویہ قیل وبہ سمیت مملکۃ بابل وارضها وما حولها ایران فایران مصحف لفظۃ ایرج وقیل سمیت ارض بابل لهذا السبب ایران شهر قیل ان افریدون اوّل من نظر فی الطب والنجوم واول من ذلّل الفیلۃ وامتطاها ونتج البغال واول من اتخذ الاوز والحمام ویقال ان الترک من اولاد افریدون فان الترک الذی تنسب الیہ الاتراک کان ابن ارشسب بن طوج بن افریدون ویقال فی اشسب شهراسب۔

۵ هو اوّل من خندق الخنادق وزعم البعض ان منوشهر هذا ابن منشخورنر بن افریقیس بن اسحاق بن ابراہیم علیهما السلام انتقل الیہ الملک بعد ان مضی ۱۹۲۲ سنۃ من عهد جیومرث ذکرہ الطبری والفرس ینکر هذا النسب ولا تعرف لها ملکا الا فی اولاد افریدون تملک منوجهر (منوشهر) ۱۲۰ سنۃ ثم وثب علیہ ابن لابن طوج الترکی فنفاہ عن العراق ۱۲ سنۃ ثم غلب علیہ منوشهر وتملک بعد ذلک ۲۸ سنۃ فمدۃ جمیع ملکہ ۱۴۸ سنۃ وکان مَلِک الیمن فی عهدہ الرائش بن قیس بن صیفی بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان ویقال انّ موسی علیہ السلام ظهر فی سنۃ ۶۰ من ملک منوشهر

قال الطبری وقد یزعم بعض المجوس ان افریدون وطیٔ ابنۃ لابنہ ایرج یقال لها کوشک فولدت لافریدون جاریۃ اسمها فرکوشک ثم وطیٔ افریدون فرکوشک هذہ فولدت لافریدون جاریۃ اسمها زوشک ثم وطیٔ افریدون زوشک فولدت لافریدون جاریۃ اسمها فرزوشک ثم وطیٔ افریدون فرزوشک هذہ فولدت لافریدون جاریۃ اسمها بیتک ثم وطیٔ افریدون بیتک هذہ فولدت لافریدون جاریۃ اسمها ایرک ثم وطیٔ افریدون ایرک هذہ فولدت لافریدون جاریۃ اسمها ایزک ثم وطیٔ افریدون ایزک هذہ فولدت لافریدون جاریۃ اسمها ویرک ثم وطیٔ افریدون ویرک هذہ فولدت لافریدون ابنا اسمہ منشجزفاغ وبنتا اسمها منشجزک ثم ان منشجزفاغ وطیٔ اختہ منشجزک فولدت لہ ابنا اسمہ منشخنرو بنتا اسمها منشرارک ثم ان منشخنرو وطی اختہ منشرارک هذہ فولدت لہ منوشهر ای منوجهر وکان مولدہ بدنباوند وقیل بالرّیّ۔

ثم ان منوشهر لما کبر صار الی جدّہ افریدون فتوسم فیہ افریدون الخیر وتوجہ بتاجہ ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٩	ثم فراسياب بن اطوج بن ياسر بن رامی بن ارس بن بوك بن ساساسب بن زسست بن نوح بن دوم بن سرور بن اطوج بن افريدون وكان عمره اربعمائة سنة ۔	١٢
١٠	ثم زوّ بن طهماسب وقيل فی اسمه زاب وقيل زاغ وكان محمود السيرة محسنًا فی رعيته وهو الذی طرد فراسيات بن فشنج بن رستم بن ترك وترك هذا جدّ سائر الترك الموجودين اليوم ۔	٣
١١	ثم كيقباذ بن زاغ بن نوحياه بن ميسو بن نوذر بن منوشهر قيل ان الملوك الكيبيّة واولادهم من نسله ۔	١٠٠
١٢	ثم كيقاوس بن كيبيّة بن كيقباذ الملك قيل ان الشياطين كانت مسخرة له عن امر سليمان بن داود عليهما السلام ۔	١٥٠

٥٦ قيل بعد موت منوشهر (منوجهر) غلب علی مملكة فارس فراسيات (فراسياب) بن فشنج بن رستم بن ترك فهو من الترك لا من الفرس وقيل ان فراسيات من نسل افريدون فهو من الفرس وقيل ان الترك كلهم من اولاد افريدون وكان فراسيات جائرًا اجبارًا اعظم جوره وخرب ما كان عامرًا من بلاد فارس ودفن الانهار والقنی ولم يزل الناس منه فی اعظم البلايا والفتن الی ان ظهر عليه زوّ بن طهماسب من نسل منوجهر فطرده زوّ الی تركستان فعمر زوّ ما خرب وافسد ويوم طرد زوّ فراسيات اتخذه الفرس عيدًا ويوم سرور لما رفع الله عنهم شرّ فراسيات وجعلوه الثالث من اعيادهم النوروز والمهرجان ١٢

٥٧ كان كيقاوس فی زمن سليمان عليه السلام قيل بنی كيقاوس بلدة كبيرة بمساعی الشياطين لها سور من صفر وسور من شبه وسور من نحاس وسور من فخار وسور من فضة وسور من ذهب وكانت الشياطين بنوا هذه البلدة ما بين السماء والارض مع ما فيها من الحيوانات والناس وكان كيقاوس لا يحدث ای لا يبول ولا يتغوّط وهو ياكل ويشرب وكان منصورًا مظفرًا فی كل امر فلذا ای عزه تجبّر فغزا بلاد اليمن وعلی اليمن يومئذٍ ذو الاذعار بن ابرهة ذی المنار بن الرائش فظفر بكيقاوس وحبسه فی بئر ثم جاء رستم واطلق كيقاوس ۔ يقال لكيقاوس قابوس ايضًا ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
١٣	ثم كيخسرو بن سياوخش بن كيقاوس قيل انه زهد بعد مدّة فى الملك وتنسّك فغاب للعبادة فلا يدرى اين مات قيل ان سياوخش والد كيخسرو بنى فى حياة ابيه مدينة القندهار من ارض افغانستان وكيقاوس بنى مدينة كشمير فى ارض الهند ولم يكن لكيخسرو عقب۔	٦٠
١٤	ثم لهراسف بن قنوج بن كيمس بن كيناسس بن كيناسة بن كيقباذ الملك و قد احسن وعدل فى الرعيّة وبنى بلدة بلخ۔	١٢٠
١٥	ثم بشتاسب بن لهراسب وهو الذى اطلق سبايا بنى اسرائيل واسراهم واذن لهم بالذهاب الى ارضهم بلاد الشام وفلسطين وعمارة بيت المقدس بعد ما خرّبها بخت نصر فعمروها۔	١٥٠
١٦	ثم بهمن بن اسفنديار بن بشتاسب كان دار مملكته بلخ ويقال له اردشير بهمن بن اسفنديار وكان متواضعًا مرضيًّا يكتب فى كتبه من اردشير عبد الله وخادم الله	

۵۸ وهو الذى غضب على بنى اسرائيل واهلكهم وشتّت شملهم حيث عيّن بخت نصر مرزبان بابل والعراق ومعنى مرزبان النائب والحاكم على حصّة من الملك (اى گورنر) وكان اسمه بالفارسيّة بختنرشه وهذا هو الاصحّ وقيل كان بخت نصر ملكًا مستقلًّا قال الطبرى فى تاريخه ج ا ص۲۸۱ كان بختنصر فى زمان لهراسب وكان بختنصر اصبهبذ (گورنر) مابين الاهواز الى ارض الروم من غربى دجلة اه بحاصله وبختنصر هو الذى سبى بنى اسرائيل وقتلهم وخرّب بلادهم وكان ينزل بابل وكان فى زمانه ارميا النبى عليه السلام الذى مكث فى نومه ٧٠ سنة او مكث ١٠٠ سنة كما فى القرآن المجيد قاله الطبرى وقيل كان ذلك عزير النبى عليه السلام وكان بختنصر بعد داؤد وقبل عيسى عليهما السلام ويؤرّخ كثير من القدماء كبطليموس صاحب المجسطى تاريخ الامور من عهد بختنصر وكانت نيابة بختنصر ٤٠ سنة وقيل عاش اكثر من ٣٠٠ سنة وكان فى خدمة لهراسب ثم فى خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم فى خدمة بهمن ١٢

۵۹ وفى زمنه انتبه ارمياء او عزير عليهما السلام من النوم بعد ٧٠ سنة او ١٠٠ سنة فنظر الى بيت المقدس كيف تعمر ويُبنى مسجدها وقال اعلم ان الله على كل شئ قدير وفى عهد بشتاسب وقيل اسمه بستاسف ظهر زرادشت الذى تزعم المجوس انه نبيّهم وكان زرادشت عند البعض من العلماء خادمًا لبعض تلامذة ارمياء النبى عليه السلام

	اسماء الملوک وبعض احوالہم	مدة الملک بالسنین
	السائس لامرکم وهو ابو دارا الاکبر وابو ساسان ابی الملوک الساسانیة من الفرس المتأخرة علی ماسیأتی توفی بهمن وله ابنان دارا الاکبر وساسان وبنت اسمها خمانی وقیل حمایة -	١١٢
١٧	ثم حمایة بنت بهمن بن اسفندیار کانت حسنة السیاسة قاله المسعودی وقال الطبری اسمها خمانی وتلقبت بشهرازاد وانما ملکت خمانی بعد ابیها لانها حملت من ابیها فسألته ان یعقد التاج له فی بطنها ففعل ذلک بهمن فلما رأی ساسان ذلک وکان کبیراً حینئذ لحق باصطخر فتزهد ولحق بالجبال یرعی الغنم ولذا قیل له الراعی -	٣٠
١٨	ثم اخوها وابنها ای دارا بن بهمن وکانت دار مملکته بابل وهو دارا الاکبر اخو ساسان ابی الملوک الساسانیة وبعد ما کبر دارا حوّلت اخته وامّها خمانی التاج عن رأسها الیه وبنی هو مدینة بفارس سماها دارابجرد وکانت دار مملکته بابل کان ضابطا لملکه قاهراً لمن حوله من الملوک وکان معجبا بابنه دارا الاصغر ومن حبّ ایاه سمّاه باسم نفسه وصیّره له الملک من بعده -	١٢
١٩	ثم دارا الاصغر ابن دارا الاکبر ابن بهمن اساء السیرة فی رعیته وقتل رؤساءهم وکان غرّاً اجبّاراً حقوداً -	١٤

اثیراعنده فکذب علیه فدعا علیه الله فبرص فلحق ببلاد اذربیجان فاظهر بها دین المجوسیة ثم توجه الی بشتاسب وهو ببلخ فاعجب- ودخل بشتاسب فی المجوسیّة وقسر الناس علی الدخول فیه وقتل فی ذلک رعیته مقتلة عظیمة وکان قبل هذا علی دین الصابئین ١٢

ف وهو اخر سلسلة ملوک الفرس القدماء وقد ملّه اهل فارس واحبّوا الراحة منه غزا الاسکندر الرومی فلحق کثیر من اعلامهم بالاسکندر فالتقیا ببلاد الجزیرة وقیل بناحیة خراسان مما یلی الخزر فاقتتلا سنة قتالاً شدیداً ثم ان دارا قتله اصحابه وتقربوا بذلک الی الاسکندر فقتل الاسکندر قاتلیه وقال هذا جزاء من اجترأ علی ملک وکان الاسکندر امر بأسر دارا وعدم قتله فلما اخبر بذلک ذهب الیه فوجده یجود بنفسه فوضع برأسه فی حجره وبکی علیه وقال سلنی حوائجک فسأله دارا ان یتزوج ابنته روشنک ویقتل قاتلیه فوفی له الاسکندر وتزوّج بروشنک وبعد قتل دارا سهل لاسکندر التسلّط علی جمیع ملوک الدنیا وملک فارس والروم و الشام ومصر وهدم کثیراً من المدن والحصون وبیوت النیران فی فارس واحرق کتبهم ودواوین دارا

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
٢٠	ثم الاسکندر[١] بن فیلفوس المقدونی الیونانی الرومی کان نیلفوس ابوہ ملکا علی الیونانیین وکان من بلدۃ مقدونیۃ۔	١٤
	ثم بعد موت الاسکندر ملک کل قطر وناحیۃ امراء الاسکندر وکان ابنہ صغیرا وذکر الطبری ان اسم ابنہ الاسکندروس وانہ ابی واختار النسک والعبادۃ فملک الیونانیۃ علیہم بطلیموس ابن لوغوس وکان علی مصر والشام ونواحی المغرب ملکہ وکل من ملک ھذہ البلاد یسمی بطلیموس وکان مُلکہ ٣٨ سنۃ۔	٣٨
	ثم ابنہ اورغاطس	٢٩
	ثم بطلیموس ساطر	١٧
	ثم بطلیموس الاحسندر	١١
	ثم بطلیموس الذی اختفی عن ملکہ	٨
	ثم بطلیموس دوسیوس	١٦
	ثم بطلیموس قالوبطری۔ وکل ھؤلاء من الیونانیین۔	١٧
	ثم ملک الشأم فیما ذکر الروم المصاص فکان اول من ملک منھم جایوس یولیوس۔	٥
	ثم ملک الشأم اغوسطوس ولما مضی من ملکہ ٤٢ سنۃ ولد عیسیٰ علیہ السلام وبین مولدہ وقیام الاسکندر ٣٠٣ سنۃ۔	٥٦

ودافتر علومھم وکان یعبد الاصنام ومعلمہ ومشیرہ ارسطو الفیلسوف ١٢

[١] وکان ابوہ یحمل الخراج الی ملک الفرس فلما ملک الاسکندر انکر عن اداء ذلک فوقعت الحرب بینہ وبین دارا و کان ما کان قیل کان یونانیاً وقیل رومیاً والطبری حکی کل ذلک وغزا الھند ووصل الی فنجاب اقلیم باکستان ثم رجع فمات بناحیۃ السواد فحمل الی الاسکندریۃ فی تابوت من ذھب وکان ملکہ ١٤ سنۃ وقتل دارا کان فی اول السنۃ الثالثۃ من ملکہ وبنی اثنتی عشرۃ مدینۃ وسماھا کلھا اسکندریۃ منھا الاسکندریۃ بمصر ومنھا مدینۃ اصبھان ومدینۃ ھراۃ ومدینۃ مرو ومدینۃ سمرقند وقرر فی کل ناحیۃ من فارس وغیرھا نوابا لہ وخاطب کل واحد بالملک ونحو ذلک من الالقاب وکان مراد الاسکندر تشتیت کلمتھم وغلبۃ کل رئیس منھم علی ناحیتہ فینعدم نظام الملک والانقیاد الی ملک واحد علی الاسکندر لیرجع الامر الیہ وکان ذلک باشارۃ ارسطو معلمہ ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢١	ثم نرجع الى ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الى مدة ٥٢٣ سنة[١٢] او اقل لايخضعون لاحد.	٥٢٣
٢٢	ثم ملك[١٣] الفرس كلها اردشير بن بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسل بهمن ابن اسفنديار اى من نسل افريدون وكان من ملوك الطوائف.	١٥ تقريبًا
٢٣	ثم كسرى سابور بن اردشير كتب اليه ملك الروم بلغني حسن سياستك لرعيتك وسلامة مملكتك وانى احببت ان اسلك طريقتك فكتب اليه سابور نلت ذلك بثمان خصال لم اهزل فى امر ولانهى ولم اخلف وعدًا ولا وعيدًا قط وحاربت للغنى لا للهوى واجتلبت قلوب الناس ثقة بلاكره وخوفًا بلامقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعممت بالقوت وحسمت الفضول	٣١
٢٤	ثم هرمز بن سابور كان حسن السيرة فى رعيته	١
٢٥	ثم بهرام[١٤] بن هرمز وكان حليمًا فاستبشر الناس بولايته وفى عهده كان مانى بن يزيد الزنديق داعى المذهب الثنوى.	٣

[١٢] غيران من كان يملك بلاد الجبل يعدُّونه اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يُدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائمًا الى ملك اردشير بابكان وفى هذا الزمان كان رفع عيسى وقتل الانبياء منهم يحيى وزكريا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبرى وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف فى النواحى ٥٢٣ سنة اه وقيل ٢٦٦ سنة وقال المسعودى ٥١٧ سنة وذلك من ملك الاسكندر الى ان ظهر اردشير بن بابك بن ساسان الذى هوجد الملوك الساسانية ١٢ منه۔

[١٣] قالوا ان اردشير غلب على جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس فى اسرته الى ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساسانى كان يلقب بكسرى وآخر من ملك منهم يزدجرد قتل فى عهد عثمان رضى الله عنه وكانت مدة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ١٢

[١٤] قال الطبرى دعاه مانى الزنديق الى دينه فوجده داعية الشيطان فامر بقتله وسلخ جلده وحشوه تبنًا وتعليقه على باب من ابواب مدينة جندى سابور وقتل اصحابه اه وفى المروج ج ١ ص ٢٥ ان مانى بن يزيد عرض على بهرام مذاهب الثنوية فاجابه احتيالا منه عليه الى ان احضر دعاته المتفرقين فى البلاد فقتله

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٦	ثم بهرام بن بهرام بن هرمز ملك ١٨ سنة او ١٧ سنة وكان فی اول ملكه مشغولاً فی اللذات واللهو والصيد والنزهة فخربت البلاد وهلك الضعيف واقطع الضياع لخواصه فخلت من عمّارها وقلّ مال الخزائن۔	١٧
٢٧	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملك ٤ سنين او تسعًا۔	٤
٢٨	ثم نرسی بن بهرام وهواخو بهرام المذكور من قبل ای اخو بهرام الثالث	٩
٢٩	ثم هرمز بن نرسی۔ ثم هلك ولا ولد له فشقّ ذلك على الناس وكانت بعض نسائه حبلى فملكوا حبلها فولدت تلك المرأة سابور ذاالاكتاف۔	٧

قتل الرؤساء من اصحابه۔ وفی ايام مانی هذا ظهراسم الزندقة وذلك ان الفرس اتاهم زرادشت بكتاب اسمه البستاه ثم فسّره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وكان الزند بيانًا لتأويل المتقدّم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الى التاويل الذی هو الزند قالوا هذا زندی ای منحرف عن ظواهر المنزل الى تأويل هو بخلاف المنزل فعرّبته العرب وقالوا زنديق والثنوية هم الزنادقة ١٢

۱۵ قيل انه سار ليلة مع الموبذان (قاضی القضاة) فی منتزهاته وصيده نحو المدائن فتوسطوا خربات لا انيس بها الا البوم واذا بوم يصيح وآخر يجاوبه۔ فقال بهرام للموبذان هل احد اُعطی فهم منطق الطير فقال الموبذان انا افهمه فقال مايقول هذان الطائران قال الموبذان هذا بوم ذكر يخاطب بومة ويقول لها امتعينی من نفسك حتى يخرج منّا اولاد يسبّحون الله ويبقى لنا عَقِب يكثرون ذكرنا فاجابته البومة نعم هذا هو الحظّ الاوفر لكن بشرط خصال اوّلها ان تعطينی من خربات امهات الضياع عشرين قرية مما قد خرب فی ايام هذا الملك فقال البوم ان دامت هذا الملك اعطيتكِ مما يخرّب من الضياع الف قرية فما تصنعين بها؟ قالت فی اجتماعنا ظهور النسل وكثرة الولد فنقطع كل واحد من اولادنا قريةً من هذه الخربات فقال لها الذكر هذا اسهل امر سألتنيه وانا مَلِئٌ بذلك فهاتی مابعد ذلك ۔ فلما سمع بهرام هذا الكلام من الموبذان استيقظ من نومه وقال ما الغرض الذی له قصدتَ بضربك المثل على لسان الطائر قال الموبذان ايها الملك ان الملك لايتم عزّه الا بالشريعة والقيام لله تعالى بطاعته والتصرف تحت امره ونهيه۔ ولا قوام للشريعة الا بالملك ولا عزّ للملك الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبيل الى المال الا بالعمارة ولا سبيل الى العمارة الا بالعدل والعدل الميزان المنصوب بين الخليقة نصبه الربّ وجعل له قيمًا وهو الملك وانت انتزعت الضياع من عمّارها وهم ارباب

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۰	ثم سابور[۱۶] ذو الاكتاف وخلفه والده حملاً وتقلد الوزراء والكُتّاب اعمال المملكة۔	۷۲
۳۱	ثم اردشير بن هرمز بن نرسى فخُلِع بعد اربع سنين وكان جائراً مفسداً قتل العظماء۔	۴
۳۲	ثم سابور بن سابور ذى الاكتاف مات تحت فسطاط كان ضرب عليه بعد ما قطع اطنابها وكان عادلاً۔	۵
۳۳	ثم اخوه بهرام بن سابور ذى الاكتاف كان حسن السياسة فرماه بعض الفتاك برمية نشابة وقتله كان لقبه كرمان شاه۔	۱۱
۳۴	ثم يزدجرد[۱۷] بن بهرام كرمان شاه وقيل هو اخو كرمان شاه۔	۲۲

الخراج واقطعتها الحاشية واهل البطالة فقلّتِ العمارة والاموال فانتزع الملك الضياع وردها الى اربابها وتوجه الى امور الملك فحسنت ايامه حتى كانت تدعى ايامه اعياداً ۱۲

[۱۶] وضعف امر الفرس فطمعت فيها الترك والروم والعرب وغلبوا على كثير من النواحى والاقاليم فغلبت العرب على سواد العراق وملكهم الحارث بن الاغر الايادى فلما بلغ عمر سابور ۱۶ سنة فتح جميع النواحى واكثر من القتل والسبى والتخريب وقتل العرب وغزا الروم وبنى فى هذه الغزوات مدينة بارض السواد وهى الانبار وبارض الاهواز مدينة السوس وبارض خراسان مدينة نيسابور وكل ملوك الفرس الثانية من نسل اردشير بن بابك بل اكثر الفرس الاولى قبل اردشير كانوا من المجوس يعبدون النار وكانت لهم بيوت النار فى شتى المواضع وكانت دار مملكة بعض الفرس الثانية من نسل اردشير مدينة سابور وتسمى ايضاً جند يسابور من بلاد خوزستان و فى المروج ج۱ ص ۲۵۹ ان ملوك الساسانية يسكنون بطيسون بغربى المدائن فسكن سابور بالجانب الشرقى من المدائن وبنى هناك الايوان المعروف بايوان كسرى وكان فى زمنه ملك الروم قسطنطين الذى بنى مدينة قسطنطينية وكان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمى سابور بذى الاكتاف لانه قتل العرب وخلع اكتافهم ظلماً۔ فلما هلك سابور اوصى بالملك لاخيه اردشير بن هرمز ۱۲

[۱۷] وكان يلقب بالاثيم وكان جباراً جائراً شيطاناً مريداً يقتل او يعاقب بادنى زلة سيئ الخلق متهما للناس لا يأتمن احداً على شئ وكان الناس من العظماء وغيره منه فى بلاء عظيم فتضرعوا الى الله بتعجيل انقاذهم منه فاتفق ان رمحه فرس على فؤاده رمحة هلك منها مكانه وغاب ذلك الفرس فى مكانه فكانوا يقولون لم نر هذا الفرس من قبل وان الله ارسل هذا الفرس من الغيب لاهلاكه ۱۲

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك و بعض احوالهم	
۲۳	ثم بهرام جور بن يزدجرد الاثيم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملك وهو ابن عشرين سنة وكان ذا قوة و بطش شديد وجرأة كبيرة فغرق مع فرسه فی جب الوحل ولم يجدوا جثته ـ	۳۵

فائدہ ملک فارس کی ارضِ عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہِ فارس کی طرف سے بعض نائبین مقرر تھے یہ نائبین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسریٰ کے تابع تھے۔ ان نائبین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البدء بن عمرو ملك الحيرة وهو صاحب الخورنق والخورنق قصر له اشهر من تقانبك يضرب المثل ببانيه سنمار وكان النعمان المذكور فی زمان يزدجرد الاثيم هذا ـ

وكان سبب بناء الخورنق فيما ذكره الطبری فی تاريخه ج ۲ ص ۲ ان يزدجرد الاثيم كان لا يبقى له ولد فسأل عن منزل برئ مرئ صحيح من الادواء والاسقام فدل على ظهر الحيرة فدفع ابنه بهرام جور الى النعمان هذا وامره ببناء الخورنق مسكنا له وانزله اياه وامره باخراجه الى البادية من بوادی العرب وكان الذی بنى الخورنق رجلا يقال له سِنِمّار فلما فرغ من بنائه تعجبوا من حسنه واتقان عمله فقال لو علمت انكم توفوننی اجری وتصنعون بی ما انا اهله بنيته بناء يدور مع الشمس حيث دارت فقال وانك لتقدر على ان تبنی ما هو افضل منه ثم لم تبنه فامر به فطرح من رأس الخورنق فمات سنمار اھ ـ فضربوا به المثل لمن ظلم محسنه ولمن كان مكفرا قال ابو الطمحان القينی ؎

جزاء سنمار جزاها وربها | وباللات والعزى جزاء المكفر

وقال سليط بن سعد ؎

جزى بنوه ابا الغيلان عن كبرٍ | وحسن فعلٍ كما يجزى سنمار

وقيل ؎

جزانی جزاه الله شر جزائه | جزاء سنمار وما كان ذا ذنب

وقيل ان الذی امر ببناء الخورنق هو المنذر بن النعمان وهو الذی استحضنه يزدجرد ابنه وكان اسم هذا الابن بهرام جور بن يزدجرد الملك ۱۲

۱۸ حكى من قوته انه ركب يوما قبل ان يتملك الى الصيد فاذا هو باسد قد شد على عير فتناول الاسد ظهر العير بفيه ليفترسه فرماه بهرام رمية فی ظهره فنفذت النشابة من بطنه ثم من ظهر العير الى سرته حتى

۳۶	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدة الملک بالسنین
۳۶	ثم یزدجرد[۱۹] بن بهرام جور سار فیهم باحسن سیرة وکان له ابنان احدهما فیروز والآخر هرمز۔	۱۹

افضت الی الارض فساخت فیها الی قریب من ثلثها فتحرکت طویلاً فامر بهرام فصوّر ماکان منه فی امر الاسد والعیر فی بعض مجالسه۔ ومما حکی من شدة بأسه وشجاعته انه اخذ الرایة والتاج بین اسدین ضاریین و قتلهما من غیر سیف وذلك انه لما مات ابوه یزدجرد الاثیم وکان ظالماً تعاقد العظماء ان لا یملکوا احداً من ذریة یزدجرد لسوء سیرته فملکوا رجلاً من عترة اردشیر بن بابك یسمی کسریٰ فطلب بهرام جور ان یکون ملکاً فی مقام ابیه واجتمع بالوزراء والکبار القصة طویلة وصالحوا علی ان یلقی التاج والرایة بین اسدین ضاریین مشبلین فمن تناولهما من بین الاسدین فهو الملك وبهرام جور هو الذی اشار بهذا الطریق من الصلح فجعلوا التاج والرایة بین اسدین مجوّعین وارخی وثاقهما وکان هذا بمحضر جمع عظیم ثم قال بهرام لکسریٰ دونك التاج والزینة فقال کسریٰ انت اولی بالبدء فلم یکره بهرام قوله ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرزاً ومشی الی الاسدین فبدر الیه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبة فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبی الاسد بفخذیه عصراً اثخنه وجعل یضرب علی رأسه بالجرز ثم شدّ الاسد الآخر علیه فقبض علی اذنیه وعرکهما بکلتا یدیه فلم یزل یضرب رأسه برأس الاسد الآخر الذی کان راکبه حتی دمغهما ثم قتلهما بالجرز فتناول التاج والزینة وصار ملك الفرس کلها وکتب علی خاتمه بالافعال تعظم الاخبار۔ ولم یزل ملکا علی الفرس فرکب یوماً للصیّد فشدّ علی عیر (الحمار الوحشی) فغاص هو وفرسه فی حومة حماة فغرق فسارت الدته الی ذلك الجبّ والحومة وامرت بنقل الطین فنقلوا طیناً کثیراً حتی جمعوا من ذلك آکاماً عظاماً ولم یقدروا علی جثة بهرام کذا فی کتب التاریخ ۱۲

[۱۹] احضر یزدجرد هذا رجلاً من الحکماء لاقتباس الرأی منه یسوس به رعیته فقال له یزدجرد ایها الحکیم الفاضل ما صلاح الملك؟ فقال الرفق بالرعیة واخذ الحق منهم من غیر مشقة والتودد الیهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك؟ فقال وزراؤه واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسد ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۷	ثم هرمز بن يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوه فيروز فقتله فيروز وولى الملك	
۳۸	ثم فيروز[۲۰] بن يزدجرد تملك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فاظهر العدل وحسن السيرة ـ	۲۷
۳۹	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه فی الملك اخوه قباذ ففر قباذ الی خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبنی بالسواد ای بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه ـ	۴
۴۰	ثم قباذ[۲۱] بن فيروز وقيل فی اسمه قباد بالمهملة. وفی زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباذ فی المزدكية فقتل ابنه انوشروان هذا الزنديق ـ	۴۳

۲۰ قحط الناس فی زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزائن وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر ان يكون حال الغنی والفقير والشريف والوضيع فی التأسی واحدًا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيًا مات جوعًا عاقب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعًا الا رجلًا واحدًا ثم ابتهل الی ربه فانزل الغيث هلك فيروز فی الحرب علی يدی ملك الهياطلة المسمی اخشنوار فی بلاد خراسان ۱۲

۲۱ كان قباذ عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الی خاقان مستنصرًا به علی اخيه بلاش فمر بحدود نيسابور ومعه جماعة متنكرين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباذ الی الجماع وامر ان تلتمس له امرأة ذات حسب فصار رفيق له الی امرأة صاحب المنزل وكان رجلًا من الاساورة وكانت له ابنة بكر فائقة فی الجمال فتكلم معها ان تبعث بابنتها الی قباذ فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرفيق واسمه زرمهر يرغب المرأة وزوجها حتی فعلا وصارت الابنة الی قباذ واسمها نيوندخت فغشيها قباذ فحملت انوشروان وهو الملك المشهور بالعدل فامر لها بجائزة حسنة وحباها حباء جزيلا وما كانت تعلم ان قباذ من ابناء الملوك ـ

وقيل ان ام تلك الجارية سالتها عن هيئة قباذ فقالت انها لا تعرف غير ان سراويله منسوجًا بالذهب فعلمت امها انه من ابناء الملوك وسرها ذلك ومضی قباذ الی خاقان فوجه مع قباذ جيشا فلما انصرف قباذ بذلك الجيش وصار فی ناحية نيسابور استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلامًا فاتته ومعها انوشروان وقد شابهه فی جماله وصورته وفی هذا الموضع ورد الخبر بموت بلاش فامر بحمله وحمل امه علی مراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكًا بغير حرب لموت بلاش ـ

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۴۸	ثم کسریٰ انوشروان[۲۲] بن قباذ بن فیروز بن یزدجرد بن بهرام جور وهو الملك المعروف بالعدل اشهر ملوك الفرس الثانیة الملوك الساسانیة حارب ملوکاً۔	۴۱

وعمّر قباذ فی عهده مدائن منها مدینة الرجّان (ارجان) ومدینة حلوان وظهر فی عهده مزدك رئیس المزدکیّة الزنادقة وتابعه قباذ فبعد مضی عشر سنین من ملکه اجتمع العظماء فعزلوا قباذ وحبسوه لمتابعة مزدك والمزدکیة شیوعیة العهد القدیم کانت المزدکیة تقول الناس شرکاء سواء فی کل شیٔ من الاراضی والدور والمال الارزاق حتی النساء فدخل السفلة فی هذا الدین وتابعوا مزدك فوقع الناس منهم فی بلاء عظیم وقوی امر المزدکیة حتی کانوا یدخلون علی الرجل فی داره فیغلبونه علی منزله ونسائه وامواله لا یستطیع الامتناع منهم حتی کانت آفة عمیاء وفتنة دهیاء وصار لا یعرف الرجل منهم ولده ولا المولود اباه ولا یملك الرجل شیئاً مما یتسع به۔

وکان مزدك ینهی الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رای ان اکثر ذلك انما یقع بسبب النساء والاموال احلّ النساء واباح الاموال وجعل الناس شرکاء فیهما کاشتراکهم فی الماء والنار والکلاء ومذهب مزدك مثل مذهب المانویة فی القول بالاصلین النور والظلمة وکان یقول ان النور یفعل بالاختیار والظلمة تفعل علی الخبط والاتفاق والنور عالم حسّاس والظلام جاهل اعمی ویقول ان الارکان ثلاثة الماء والارض والنار ولما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبّر الخیر ومدبّر الشر فما کان صفوها فهو مدبّر الخیر وما کان من کدرها فهو مدبر الشر وروی عنه ان معبوده قاعد علی کرسیّه فی العالم الاعلی هیئة قعود الملك فی العالم الاسفل وبعد عزلهم قباذ ملکوا اخاه جاماسب وکان ملك جاماسب ستّ سنین ثم فرّ قباذ من الحبس بحیلة وغلب علی اخیه فی الملك فتملّك مرة ثانیة وکان زمن ملکه مع سنی ملك اخیه ثلاثا واربعین سنة وبغیر سنی ملك اخیه سبعاً وثلاثین سنةً ۱۲

[۲۲] فتح بلاداً کثیرة من مُلك فارس التی قبض علیها بعض الملوك فی زمن من قبله وبلاداً من الترك والروم وکان منصوراً مظفراً قتل مزدك بن بامداد واصحابه وثبّت المجوسیّة مذهب اجداده وردّ الاموال التی اخذتها اصحاب مزدك الی اهلها۔

کان انوشروان ذا رأفة برعیته شدیداً علی اعدائه فتح انطاکیة وکثیراً من بلاد الروم ومملکته تهابه جمیع الامم وکان مکرّماً للعلماء وزوّجه خاقان ملك الترك ابنته وهادنه ملوك السند والهند وغیرهما وکثر جنده وحملت الیه الهدایا من سائر الملوك۔

وفی زمانہ کان مولد النبی علیہ السلام ومولد ابیہ عبد اللہ بن عبد المطلب وفی زمانہ کان مُلکُ الحبشۃ علی الیمن ووقوع واقعۃ اصحاب الفیل الذین جاؤ الھدم بیت اللہ وکان مولد النبی علیہ السلام لمضی ۴۲ سنۃ من ملک انوشروان قالہ الطبری ولما کانت لیلۃ ولد فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتجس ایوان کسری وسقطت منہ اربع عشرۃ شرفۃ وخمدت نار فارس التی کانت الفرس تعبدھا ولم تخمد قبل ذلک بالف عام وغاضت بُحیرۃ ساوۃ ورأی الموبذان ابلا صعابا تقود خیلا عرابا قد قطعت دجلۃ وانتشرت فی بلادھا فافزع کسری ما رأی وجمع العظماء ثم ورد علیہ کتاب بخمود النار وقصّ علیہ الموبذان ما رأی فازداد غمًّا فقال حادث یکون من عند العرب۔

فکتب کسری الی النعمان ملک الحیرۃ ان یوجّہ الیہ عالمًا بما ارید ان اسألہ عنہ فوجہ الیہ عبد المسیح بن عمرو بن حیّان الغسّانی فاخبرہ بما رأی فقال عبد المسیح لا علم لی بذلک وعلم ذلک عند خالی فی مشارف الشام یقال لہ سطیح قال فأتہ وأتنی بجوابہ فرکب عبد المسیح حتی قدم علی سطیح وقد اشفی علی الموت فحیّاہ۔

فقال سطیح لہ عبد المسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان یا عبد المسیح اذا کثرت التلاوۃ وبعث صاحب الھراوۃ وفاض وادی السماوہ وغاضت بحیرۃ ساوہ وخمدت نار فارس فلیست الشام لسطیح شأما یملک منھم (ای من الساسانیۃ) ملوک وملکات علی عدد الشرفات وکل ما ھو اٰت اٰت ثم مات سطیح مکانہ ثم قام عبد المسیح وقدم علی کسری واخبرہ بقول سطیح فقال کسری الی ان یملک منّا اربعۃ عشر ملکًا قد کانت امور فملک منھم عشرۃ فی اربع سنین وملک الباقون الی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ واٰخرھم یزدجرد فقتل فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ۔

کان وزیر انوشروان رجلاً حکیمًا اسمہ بزرجمھر ولھذا الحکیم اقوال فی الادب والحکمۃ مشھورۃ و انوشروان کسری ھو الذی ورد علیہ ابن ذی یزن من الیمن یستنصرہ علی الحبشۃ الذین تملکوا علی الیمن فبعث معہ جیشًا علیہ قائد لہ اسمہ وھرز فافتتحوا الیمن ونفوا السودان وکان ملک انوشروان کما قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۲۹۲ سبعا واربعین سنۃ وسبعۃ اشھر اھ۔ وکان لانوشروان مائدۃ من الذھب عظیمۃ علیھا انواع من الجواھر مکتوب علیھا ما اکلتہ وانت تشتھیہ فقد اکلتہ وما اکلتہ وانت لا تشتھیہ فقد اکلک کان انوشروان یدعی کسری الخیر۔

وجلس یومًا للحکماء لیأخذ من ادابھم فقال لھم دلونی علی حکمۃ فیھا منفعۃ لخاصّۃ نفسی وعامۃ رعیتی فتکلم کل واحد منھم ثم قال بزرجمھر بن البختکان ایھا الملک انا جامع لک ذلک فی اثنتی عشرۃ کلمۃ

فقال هات فقال أولهن تقوى الله فی الشهوة والرغبة والرهبة والغضب والهوى فاجعل من ذلك كله لله لا للناس والثانية الصدق فی القول والعمل والوفاء بالعدات والشروط والعهود والمواثيق والثالثة مشورة العلماء فيما يحدث من الامور والرابعة اكرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والكتّاب والخول بقدر منازلهم والخامسة التعهد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم باحسانه والمسيئ على اساءته والسادسة تعهّد اهل السجون بالعرض لهم فی الايام لتستوثق من المسيئ وتطلق البريئ والسابعة تعهّد سبيل الناس وأسواقهم واسعارهم وتجاراتهم والثامنة حسن تأديب الرعية على الجرائم واقامة الحدود والتاسعة اعداد السلاح وجميع الات الحرب والعاشرة اكرام الولد والاهل والاقارب وتفقد ما يصلحهم والحادية عشرة إذكاء العيون فی الثغور ليعلم ما يتخوف فيؤخذ له اهبته قبل هجومه والثانية عشرة تفقد الوزراء والخول والاستبدال بذی الغش والعجز عنهم۔

فامر انوشروان ان يكتب هذا الكلام بالذهب وهذا مشتمل على سياسة المملكة وسئل انوشروان ما اعظم الكنوز وانفعها عند الاحتياج فقال معروف اودعته الاحرار وعلم تورثه الاعقاب وقيل له من اطول الناس عمرًا فقال من كثر علمه فتأدب به من بعده ومعروفه فيشرف به عقبه انوشروان قال يومًا للبزرجمهر من يصلح من ولدی للملك فقال لا اعرف ولدك ولكنی اصف لك من يصلح لذلك۔ اسماهم للمعالی واطلبهم للادب واجزعهم من العامة وارأفهم بالرعية واوصلهم للرحم وابعدهم من الظلم۔

كان ملك اليمن فی ايام قباذ وانوشروان تبع واسمه تبان اسعد ابوكرب وتبع هذا فتح بلادًا كثيرة من المشرق وسار فی اطراف الاراضی فمرّ فی مسيره على المدينة المنورة فلم يهج اهلها وخلّف بين اظهرهم ابناله فقتل غيلة فحارب الانصار وعليهم عمرو بن مبذول فكانوا يحاربونه بالنهار ويقرونه بالليل فيعجبه ذلك منهم ويقول والله ان قومنا هؤلاء لكرام فجاء حبران من اليهود حين سمعا ان تبع يريد اخراب المدينة الشريفة فقالا له ايها الملك لا تفعل والا لم نأمن عليك عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر نبی يخرج من قريش فی آخر الزمان فتناهی عما اراد وانصرف الى اليمن معه الحبران المذكوران ولما وصل الى مكة وكانت مكة فی طريق اليمن فاخبره نفر من الهذليين ان فی الكعبة مالا داثرًا من اللؤلؤ والزبرجد والياقوت والذهب والفضة واراد الهذليون هلاك تبع بطريق الحيلة اذ قد عرفوا من هلاك من اراد الكعبة وبغى عليها فاجمع ثم نهاه الحبران وقالا له انهم ارادوا اهلاكك وامراه بتعظيم بيت الله والطواف والخضوع عنده ففعل۔

وارى فی المنام ان يكسوه فكساه فهو اول من كسا البيت كذا فی تاريخ الطبری وكان تبع ممن يعبد الاوثان

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۱۲	ثم هرمز[۲۳] بن انوشروان و امه فاقم بنت خاقان ملك الترك كان عادلاً كثير الادب والاحسان الى المساكين والضعفاء وكثير الحمل على العظماء والاشراف لاستطالتهم على المساكين والوضعاء كما هو عادة العظماء فی التكبر والظلم على الضعفاء ۔	۴۲

فتهود باشارة هذين الحبرين وحمل اهل اليمن على اختيار اليهودية ولبعض المؤرخين كلام فی من تبع هذا وحكى انه اخبره بعض الكهنة بظهور نبی من قريش وانه يملك ارض اليمن فقدم عليه مرة شافع بن كليب الصدفی الكاهن فقال له تبع مابقی من علمك فهل تجد لقوم ملكاً يوازی ملكی قال لا الا لملك غسان نجل قال فهل تجد ملكا يزيد عليه ۔

قال نعم قال ولمن ؟ قال اجده لبار مبرور ايد بالقهور ووصف فی الزبور وفضلت امته فی السفور يفرج الظلم بالنور احمد النبی طوبى لامته صلى الله عليه وسلم ۔

۲۳ قيل ان هرمز هذا كان عادلاً اريباً ردئ النية وانه كان مانعاً للاشراف من التجبر على الضعفاء مقصياً لهم وانه لاجل ذلك قتل من العلماء واهل البيوتات والشرف ۱۳۶۰۰ رجلاً ولم يكن له رأى الا فی تألف المساكين والسفلة واستصلاحهم ففسد عليه كثير من الاشراف فخلع عن الملك وسمل المخالفون عينيه وصار الملك الى ابنه كسرى ابرويز بعد حوادث وحروب كثيرة جرت ثم قتل بعض الناس هرمز حينما كان ابرويز غائباً ۔

ثم لما ملك ابرويز بعد ابيه وبعد مضى مدة من ملكه وقعت بينه وبين قيصر ملك الروم حروب طالت الى عدة سنين وغلبت جيوش فارس على اكثر بلاد الروم واحتوت على مصر واسكندرية وبيت المقدس و فلسطين وحاصرت القسطيطينية دار مملكة الروم ثم ان هرقل بكى الى الله ودعا الله ان ينقذه ورعيته من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وهزمهم هرقل وخلص منهم جميع بلاده وغلب على بلاد فارس حتى المدائن دار مملكة فارس وتحصن كسرى ابرويز فی المدائن خوفاً من جنود قيصر ملك الروم وكانت هذه الحروب بعد مضى اربع عشرة سنة من ملك كسرى ابرويز الى سنة ۲۸ من ملكه كما يعلم من كلام الطبرى ج ۲ ص ۱۴۰ وقيل اقل من ذلك وغيره من ذلك من اقوال متعددة ۔

وفی هذه الحروب نزل قول الله تعالى الم غلبت الروم فی ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فی بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
٣٨	ثم کسریٰ[٢٤] ابرويز بن هرمز بن انوشروان كان اشد ملوكهم بطشا وابعدهم غورا وابلغ من جمع البأس والنجدة والنصر والظفر وجمع الاموال ومساعدة القدر مبلغا كبيرا ولذلك سمى ابرويز ومعناه بالعربية المظفر وفی زمنه بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التى نزلت فيها الم غُلبت الروم الخ ثم قتله ابنه شيرويه بن ابرويز۔	٤٣

وعد الله لا يخلف الله وعده ولكن اكثر الناس لا يعلمون ۔ الروم۔ روی ان ادنی الارض يوم اذرعات بها التقوا فهزمت فارس الروم فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بمكة فشق ذلك عليهم وكان النبى صلى الله عليه وسلم يكره ان يظهر الاميون المشركون من المجوس على اهل الكتٰب من الروم وفرح الكفار من اهل مكة وشمتوا فقالوا للمسلمين انكم اهل كتاب مثل النصارى ونحن اميون مثل المجوس وقد غلب اخواننا على اخوانكم وانكم ان قاتلتمونا لنظهرن عليكم فانزل الله الم غلبت الروم الخ ففرح المسلمون بهذه الأية۔

فلقى ابوبكر الصديق رضى الله عنه ابى بن خلف الجمحى فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبينا فقال ابى بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب وخاطره عشر قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبى عليه السلام فقال ما هكذا ذكرت لك انما البضع ما بين الثلاث الى التسع فزايده فى القلائص ومادّه فى الاجل فلقى ابوبكر أبيا فجعلاها مائة قلوص اى ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من ورثة ابى بن خلف۔

[٢٤] قال هشام بن محمد فى سنة عشرين من ملك ابرويز بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم وهاجر فى سنة ٣٣ من ملكه الى المدينة وقال الطبرى ولمضى ٣٢ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يوما من ملكه هاجر النبى صلى الله عليه وسلم اهلكه ابنه شيرويه واسم شيرويه قُباذ وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية ففرح۔

ثم ان ابرويز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم ير له مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصمت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة والمنجمين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبی او هو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا۔

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۸-اشهر	ثم شیرویہ[۲۵] بن ابرویز بن هرمز بن انوشروان وکان اسم شیرویہ قباذ ملک بعد قتل ابیہ والفرس تسمیہ المشئوم وفی ایامہ کان الطاعون بالعراق واقالیم فارس کان ملکہ سنۃ وستۃ اشہر قالہ المسعودی وقال الطبری کان ملکہ ثمانیۃ اشہر۔	۴۴

وعن الحسن البصریؒ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا رسول اللہ ما حجۃ اللہ علی کسرے فیک قال بعث اللہ الیہ ملکاً فاخرج یدہ من سور جدار بیتہ الذی ھو فیہ تلالا نوراً فلما راھا فزع فقال لم ترع یاکسرے ان اللہ بعث رسولاً وانزل علیہ کتاباً فاتبعہ تسلم دنیاک واٰخرتک قال سانظر قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص۲۷۶ - ان ابرویز ھو الذی قتل الوزیر الحکیم المشھور بزرجمہر بن البختکان حیث اتھمہ بالمیل الی الزنادقۃ من الثنویۃ ومال بعد ذلک ابرویز الی الظلم وتجبر والناس منہ فی بلاء عظیم وکانت عندہ اثنتا عشرۃ الف امرأۃ وجاریۃ ونحو الف فیل فملکوا شیرویہ وحبسوا ابرویز ثم امر بقتل ابرویز۔ ثم ابرویز ھذا ھو الذی ارسل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب یدعوہ الی الاسلام بید شجاع بن وھب وفی روایۃ بید عبد اللہ بن حذافۃ فمزقہ فدعا علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمزقوا کل ممزق وفی کتب الحدیث ان ارسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتب الی الملوک کان بعد الحدیبیۃ ونظراً الی ھذا الاصح ان قتل شیرویہ لابرویز کان بعد الحدیبیۃ وما ذکر الطبری ان خبر قتلہ وصل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ کما قدمنا فمشکل الا ان یقال ان المراد من یوم الحدیبیۃ فی کلام الطبری زمن قضاء عمرۃ الحدیبیۃ بعد عام صلح الحدیبیۃ۔

۲۵ کانت الفرس تسمیۃ المشئوم لسوء سیرتہ وقبح افعالہ وکان فی زمانہ الطاعون فی فارس فھلک فیہ مائتا الف من الناس فالمکثر یقول ھلک نصف الناس والمقل یقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرویز خرق جیبہ وبکی بکاءً کثیراً ثم قتل اخوتہ وھم سبعۃ عشر اخاً لہ وذلک بمشورۃ وزیرہ فیروز فابتلی بالاسقام ولم یلتذ بشئ من لذات الدنیا وجزع لقتل اخوتہ جزعاً شدیداً وفی الیوم الثانی من قتل اخوتہ دخلت علیہ اختاہ بوران وآزرمیدخت فاغلظتا لہ وقالتا حملک الحرص علی ملک لایتم علی قتل ابیک و جمیع اخوتک فبکی بکاءً شدیداً ورمی بالتاج عن رأسہ ولم یزل ایامہ کلھا مغموماً مدنفا ویقال انہ اھلک من قدر علیہ من اھل بیتہ قالہ الطبری وقال ابن قتیبۃ فی کتاب المعارف ص۲۹۳ ان شیرویہ امر بابیہ فسملت عیناہ وقتل من اخوتہ ثمانیۃ عشر رجلاً وخفف المؤنۃ علی الناس ورفع الخراج وظھر الطاعون

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٥	ثم اردشير بن شيرويه بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان وكان اردشير صغيرا ابن سبع سنين فقتله شهريار وسماه الطبرى شهربراز وسماه ابن قتيبة خرهان وكان ملك اردشير سنة وستة اشهر قاله الطبرى وقال المسعودى وابن قتيبة كان ملكه خمسة اشهر۔	١½ سنة
٤٦	ثم شهربراز[٢٦] (شهريار) وهو فرّخان ماه إسفندار القاتل لاردشير ولم يكن من بيت المملكة۔	٤٠ يومًا
٤٧	ثم بوران بنت ابرويز بن هرمز بن انوشروان فقالت يوم ملكت البرّ انوى وبالعدل أمر وأحسنت السيرة فى الرعيّة ووضعت بقايا الخراج عن الناس وامرتهم بالطاعة والمناصحة۔	١½ سنة
٤٨	ثم جُشنَشدَه وقال المسعودى اسمه فيروز خشنشده من بنى عم ابرويز وكان ملكه اقل من شهر وقال المسعودى كان ملكه شهرين۔	شهران
٤٩	ثم ابنة[٢٧] لكسرى ابرويز يقال لها ارزمى دخت۔	٦۔ اشهر

فهلك فيمن هلك فيه وكان ملكه لخمس سنين واشهر مضت من مقدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة وكان ملكه سبعة اشهر ١٢

٢٦ ولما جلس على سرير الملك ضرب بطنه عليه وبلغ من شدة ذلك عليه انه لم يقدر على اتيان الخلاء فدعا بطست فوضع امام السرير فتبرز فيه فقتل بعد اربعين يومًا من ملكه وقيل بعد ٢٢ يومًا منه قيل احتالت له امرأة من اهل بيت الملك يقال لها بوران فقتلته وقيل اسمها آرزميدخت فملكوا عليهم بوران بنت كسرى ابرويز ١٢

٢٧ وقال الطبرى اسمها آزرميدُخت يقال ارسل اليها عظيم فارس فرُّخ هرمز يسألها ان تزوّجه نفسها فارسلت اليه ان التزويج للملكة غير جائز وقالت انك تريد قضاء الشهوة منّى فصِر الىّ ليلة كذا وكذا فركب اليها فى تلك الليلة وامرت آزرميدخت الى صاحب حرسها ان يقتله ليلة التواعد فقتل فبلغ الخبر رستم بن فرخهرمز خليفة ابيه بخراسان فاقبل فى جند عظيم الى المدائن دار المملكة وسمل عينى آزرميدخت وقتلها وقيل بل سُمّت وكان ملكها ستة اشهر وقيل اربعة اشهر وقال المسعودى سنة واربعة اشهر وقيل غير ذلك ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۵۰	ثم كسرى بن مهر جشنش وكان من عقب اردشير بن بابك وقتل بعد ان ملك بايام۔	عدة ايام
۵۱	ثم قيل ان الذى ملك بعد آزرميدخت اسمه خرزاد خسرو[۲۸] وقال المسعودى اسمه فرخان خسرو بن كسرى ابرويز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهرا وقيل عدة اشهر ثم خالفوه۔	عدة اشهر
۵۲	ثم فيروز بن مهرانجشنس وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه كرها وكان رجلا ضخم الرأس فلما توج قال ما اضيق هذا التاج فتطير العظماء من افتتاح كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام۔	عدة ايام
۵۳	ثم فرخ زاد خسرو[۲۹] ابن كسرى ابرويز۔	۶ شهور
۵۴	ثم يزدجرد[۳۰] بن شهريار بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان	۲۰ سنة

۲۸ وقال الذين قالوا ملك بعد آزرميدخت كسرى بن مهرجشنش لما قتل كسرى هذا طلب عظماء فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولو من قبل النساء فاتوا برجل يقال له فيروز بن مهرانجشنس ويسمى ايضا جشنسده ۱۲

۲۹ وكان قد فر الى حصن الحجارة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظماء فجاؤا به اذ لم يجدوا احدا من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد ستة اشهر۔ وقيل ملك بعد فرخاد خسرو رجل اسمه يزدجرد بن شهريار بن ابرويز وهو آخر الملوك ۱۲

۳۰ ظفر به اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبرى حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثا واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرخزادخسرو وكان ملكه فى مقابلة ملك آبائه كالخيال والحلم وكانت الوزراء يدبرون امر المملكة لحداثة سنه وضعف امر المملكة الفارسية واجترأ على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلاده بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو آخر ملوك الساسانية قتل فى خلافة عثمان رضى الله عنه بمرو من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل ۲۸ سنة قال المسعودى وذلك لسبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضى الله عنه وهى سنة ۳۱ھ و قيل غير ذلك وكان زمن ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك اه ويزدجرد هو الذى قاتل المسلمون افواجه فى خلافة عمر رضى الله عنه وبعده۔

فائدۃ قد آن لنا ان نذکرهنا تفصیل ماکتب رسول الله صلی الله علیه وسلم الی کسری عظیم فارس وغیرہ من الملوك فنقول وبالله التوفیق ان الذی کتب الیه النبی علیه السلام من ملوك فارس اسمه ابرویز ابن هرمز بن انوشیروان وابرویز هذا هوجدّ یزدجرد - واختلفوا فی زمن کتب النبی علیه السلام الی الملوك فذکر الواقدی انّ ذلك کان فی آخر سنة ستّ فی ذی الحجة بعد الحدیبیة وذکر البیهقی هذہ الکتب بعد غزوۃ مؤتة التی کانت فی جمادی الاولی سنة ۸ ولاخلاف بینهم ان بدء هذہ الکتب کان قبل فتح مکة و بعد الحدیبیة کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۲ -

قال الواقدی وفی سنة ستّ من الهجرۃ فی ذی الحجة منها بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم ستة نفر مصطحبین حاطب بن ابی بلتعة الی المقوقس صاحب الاسکندریة وشجاع بن وهب الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی یعنی ملك العرب النصاری ودحیة بن خلیفة الکلبی الی قیصر وعبدالله بن حذافة السهمی الی کسری وسلیط بن عمرو الی هوذۃ بن علی الحنفی وعمرو بن امیة الی النجاشی اھ - وقد روی مسلم فی صحیحه عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب قبل موته الی کسری وقیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوهم الی الله عزوجل ولیس بالنجاشی الذی صلّی علیه -

امّا کتابه الی هرقل فکتب فیه بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهدی امّا بعد فاسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتین فان ابیت فان اثم الاکارین علیك - وفی روایة اما بعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتین فان تولیت فانما علیك اثم الاریسیّین ویا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الّا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولّوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون قوله بدعایة الاسلام ای بالکلمة الداعیة للاسلام وهی کلمة التوحید والاریسیون والاکارون هم الفلاحون فی القری -

وامّا کتابه الی النجاشی ففیه بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی النجاشی ملك الحبشة سلم انت (ای انت سالم لان السلم یأتی بمعنی السلامة) فانی احمد الیك الله الذی لا اله الّا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهیمن واشهد ان عیسی بن مریم روح الله وکلمته القاها الی مریم البتول (ای المنقطعة عن الرجال اوعن الدنیا والعفیفة) وانی ادعوك الی الله وحدہ لاشریك له والموالاۃ علی طاعته وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول الله وانی ادعوك وجنودك الی الله وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الهدی -

وامّا کتابه للمقوقس ملك القبط وهم اهل مصر والاسکندریّة ففیه بسم الله الرحمٰن الرحیم

من محمد بن عبد الله ورسوله الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوك
بدعایة الاسلام أسلم تسلم یؤتك الله أجرك مرتین فان تولیت فانما علیك اثم القبط ویا اھل
الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا
بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

واما کتابه الی المنذر بن ساوی التمیمی وکان بالبحرین ففیه بسم الله الرحمن الرحیم من محمد
رسول الله الی المنذر بن ساویٰ ففیه سلام علیك فانی احمد الیك الله الذی لا اله الا ھو واشھد
ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله اما بعد فانی اذکرك الله عزوجل فانه من ینصح فانما ینصح
لنفسه وانه من یطع رسلی ویتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لھم فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا
علیك خیرا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیه (ای من مال وزوجات) وعفوت
من اھل الذنوب فاقبل منھم وانك مھما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقام علی یھودیته او مجوسیته
فعلیه الجزیة۔

قال اھل التاریخ کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ھذا فی جواب کتاب ارسله المنذر جوابا
لکتاب آخر ارسله له صلی الله علیه وسلم قبل ذلك یدعوه الی الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامه۔ واما
الکتاب الاول لرسول الله صلی الله علیه وسلم للمنذر ففی شرح المواھب قال ولم ار احدا ذکر لفظ ذلك
الکتاب۔

واما کتابه صلی الله علیه وسلم الی الحرث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق نائبا من قیصر
ففیه بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی الحرث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ و
آمن وصدّق فانی ادعوك الی أن تؤمن بالله وحده لا شریك له یبقی لك ملکك۔

واما کتابه الی کسریٰ ملك فارس وھو ابرویز بن ھرمز بن انوشروان ففیه بسم الله الرحمن الرحیم
من محمد رسول الله الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن بالله ورسوله وشھد ان
لا اله الا الله وحده لا شریك له وان محمدا عبده ورسوله ادعوك بدعایة الله فانی انا رسول الله
الی الناس کافة لِاُنذِر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین أسلِم تسلَم فان ابیت فعلیك اِثم
المجوس۔

ارسل رسول الله صلی الله علیه وسلم کتاب کسریٰ علی ید عبد الله بن حذافة لانه کان یتردد
علیه کثیرا وقیل بید اخیه خنیس وقیل اخیه خارجة وقیل شجاع بن وھب وقیل عمر بن الخطاب رضی
الله عنھم۔ وفی انسان العیون للحلبی ج ۳ ص ۲۴۷ ۔ قال عبد الله بن حذافة رضی الله عنه فاتیت الی بابه

وطلبت الاذن عليه حتى وصلت اليه فدفعت اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرئ عليه فأخذه ومزقه اى وفى رواية ان كسرى لما علم بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن بحامل الكتاب ان يدخل عليه فلما وصل امر كسرى ان يقبض منه الكتاب فقال لا حتى ادفعه اليك كما امرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كسرى ادنه فدنا فناوله الكتاب ۔

فدعا من يقرؤه فقرأه فاذا فيه من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كسرى عظيم فارس فأغضبه حين بدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه وصاح ومزق الكتاب قبل ان يعلم ما فيه وامر باخراج حامل ذلك الكتاب فأخرج فلما رأى ذلك قعد على راحلته وسار فلما ذهب عن كسرى سورة غضبه بعث فطلب حامل الكتاب فلم يجده فلما وصل اليه صلى الله عليه وسلم واخبره الخبر قال صلى الله عليه وسلم مزق كسرى ملكه ۔

وكتب كسرى الى بعض امرائه باليمن يقال له باذان انه بلغنى ان رجلا من قريش خرج بمكة يزعم انه نبى فسر اليه فاستتبه فان تاب والا فابعث الى برأسه يكتب الى هذا الكتاب اى الذى بدأ فيه بنفسه وهو عبدى اى وفى رواية أن تكفينى رجلا خرج بارضك يدعونى الى دينه والا فعلت فيك كذا يتوعده فابعث اليه برجلين جلدين فيأتيانى به فبعث باذان بكتاب كسرى الى النبى صلى الله عليه وسلم مع قهرمانه وبعث معه رجلا آخر من الفرس وبعث معهما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمره ان ينصرف معهما الى كسرى فخرجا وقدما الطائف فوجدا رجلا من قريش فى ارض الطائف فسألاه عنه فقال هو بالمدينة فلما قدما عليه صلى الله عليه وسلم المدينة قالا له شاهنشاه ملك الملوك كسرى بعث الى الملك باذان يأمره ان يبعث اليك من يأتى بك وقد بعثنا اليك فان ابيت هلكت واهلكت قومك وخربت بلادك ۔

وكانا على زى الفرس من حلق لحاهم واعفاء شواربهم فكره النبى صلى الله عليه وسلم النظر اليهما ثم قال لهما ويلكما من امركما بهذا قالا امرنا ربنا يعنيان كسرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن امرنى ربى باعفاء لحيتى وقص شاربى ثم قال لهما ارجعا حتى تأتيانى غدا واتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بان الله قد سلط على كسرى ابنه يقتله فى شهر كذا فى ليلة كذا فلما كان الغد دعاهما واخبرهما الخبر وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى باذان ان الله قد وعدنى ان يقتل كسرى يوم كذا من شهر كذا فلما اتى الكتاب باذان توقف وقال ان كان نبيا فسيكون ما قال فقتل الله كسرى فى اليوم الذى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على يد ولده شيرويه قيل قتله ليلا بعد ما مضى من الليل سبع ساعات فيكون المراد باليوم فى تلك الرواية مجرد الوقت اى وفى رواية قال صلى الله عليه وسلم لرسول باذان اذهب الى صاحبك وقل له ان ربى قد قتل ربك

اللیلة ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلک اللیلة فکان کما اخبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

فلما جاءہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک کسری قال لعن اللہ کسری اوّل الناس ھلاکا فارس ثم العرب وعن جابر بن سمرة رضی اللہ عنھما انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لتفتحن عصابة من المسلمین او رھط من امّتی کنوز کسری التی فی القصر الابیض فکنت انا وأبی فیھم واصبنا من ذلک الف درھم وقدم علی باذان کتاب ولد کسری شیرویہ فیہ اما بعد فقد قتلت کسری ولم اقتلہ الا غضبا لفارس فانہ قتل اشرافھم نتفرّق الناس فاذا جاءک کتابی ھذا فخذ لی الطاعة ممن قبلک وانظر الرجل الذی کان کسری یکتب الیک فیہ فلا ترعجہ حتی یاتیک امری فیہ فبعث باذان باسلامہ واسلام من معہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفی تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۷ لما اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کسری مزّق کتابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزّق اللہ ملکہ وفیہ انّ باذان بعث قھرمانہ بانویہ مع خرخرة من الفرس قال لقھرمانہ اختبر الرجل وعرّفنی بامرہ وفیہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لھما ان اللہ سلّط علی کسری ابنہ شیرویہ لیلة کذا ومن شھر کذا وذلک لعشر مضین من جمادی الاولی سنة سبع وقال إذھبا واَخبراہ بذلک عنّی وقولا لہ انّ دِینی وسلطانی یبلغ ما بلغ مُلک کسریٰ وان اسلمتَ اعطیتُک ما تحت یدک وملّکتُک علی قومک۔

واعطی خرخرة منطقةً فیھا ذھب وفضة وکان بعض الملوک اھداھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدما علی باذان واخبراہ فقال ما ھذا کلام ملک ما اریٰ الرجل الّا نبیًّا کما یقول ونحن ننتظر مقالتہ وکانت حمیر تسمی خرخرة ذا المفخرة للمنطقة التی اعطاہ ایاھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنطقة بلسانھم المفخرة وقد کان بانویہ قال لباذان ما کلّمت رجلًا قطُّ اَھیبَ عندی منہ فقال ھل معہ شرط قال لا انتھی وکذا فی البدایة ج ۴ ص ۲۷۰

وفی الحدیث مرفوعًا عن ابی ھریرةؓ اذا ھلک کسری فلا کسری بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ فوالذی نفسی بیدہ لتُنفقُنّ کنوزھما فی سبیل اللہ اخرجہ مسلمٌ۔ وقال الشافعیؒ لما اُتی کسری بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزّقہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُمزّق ملکہ وحفظنا ان قیصر اکرم کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضعہ فی المسک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثَبَتَ مُلکُہ فباد ملک الاکاسرة بالکلیة وزال ملک قیصر عن الشام بالکلیة وان ثبت لھم مُلکٌ فی الجملة ببرکة دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لھم حین عظّموا کتابہ۔ قال ابن کثیر وفی ھذا بشارة عظیمة بان ملک الروم لا یعود ابدًا الی ارض الشام وکانت العرب تسمی قیصر لمن ملک الشام مع الجزیرة من الروم اھ۔

فائدة۔ قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص ۲۸۱ ذھب الاکثر من الناس ان جمیع من ملک من اٰل ساسان

من اردشیر بن بابك الی یزدجرد بن شهریار من الرجال والنساء ثلاثون ملکاً امرأتان وثمانیة وعشرون رجلاً وقیل اثنان وثلاثون ملکاً وعدد الملوك الاول وهم الفرس الاول من کیومرث الی دارا بن دارا تسعة عشر ملکاً منهم امرأة وهی حمایة بنت بهمن وفراسیاب الترکی وسبعة عشر رجلاً وعدد ملوك الطوائف احد عشر ملکاً فجمیع الملوك من کیومرث الی یزدجرد ستون ملکاً منهم ثلاث نسوة ومدة ما ملکوا اربعة الاف سنة واربعمائة وخمسون وقیل ان عدة الملوك من کیومرث الی یزدجرد ثمانون ملکاً۔

وذهب بعض اهل السیر الی ان سنی الفرس الی الهجرة ٣٦٩٠ سنة منها من کیومرث الی منوشهر ١٩٢٢ سنة ومن منوشهر الی زرادشت ٥٨٣ سنة ومن زرادشت الی الاسکندر ٢٥٨ سنة وملك الاسکندر خمس سنین ومن الاسکندر الی اردشیر ٥١١ سنة ومن اردشیر الی الهجرة ٤٠٤ سنة انتهی باختصار ولاصحاب التاریخ فی ذلك اختلاف کثیر۔

قال الطبری فی تاریخه ج ٢ ص ١٦٩ فجمیع ما مضی من السنین من هبوط آدم علیه السلام الی وقت الهجرة علی زعم الیهود ٤٦٤٢ سنة واشهر وعلی زعم النصاری ٥٩٩٢ سنة و اشهر وعلی قول المجوس من الفرس ٤١٨٢ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر یوماً علی انه داخل فی ذلك مدة ما بین وقت الهجرة ومقتل یزدجرد وذلك ثلاثون سنة وشهران وخمسة عشر یوماً۔

واما علماء الاسلام فقال بعضهم کان بین آدم ونوح علیهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة و بین نوح وابراهیم علیهما السلام عشرة قرون و بین ابراهیم وموسی علیهما السلام عشرة قرون و بین موسی و سلیمان علیهما السلام ٦٣٦ سنة وقیل غیر ذلك ومن بناء سلیمان لبیت المقدس الی الاسکندر ٧١٧ سنة ومن الاسکندر الی مولد عیسی علیه السلام ٣٦٩ سنة ومن مولد عیسی السلام الی مبعث محمد صلی الله علیه وسلم ٥٥١ سنة وقیل من عیسی الی محمد علیهما السلام ٦٠٠ سنة۔

وعن بعض اهل الکتاب قال من آدم الی الطوفان ٢٢٥٦ سنة ومن الطوفان الی وفاة ابراهیم علیه السلام ١٠٢٠ سنة ومن وفاة ابراهیم علیه السلام الی دخول بنی اسرائیل مصر ٧٥ سنة ومن دخول یعقوب علیه السلام مصر الی خروج موسی علیه السلام منها ٤٣٠ سنة ومن خروج موسی من مصر الی بناء سلیمان علیهما السلام لبیت المقدس ٥٥٠ سنة ومن بناء بیت المقدس الی ملك بخت نصر وخراب بیت المقدس ٤٤٦ سنة ومن ملك بخت نصر الی ملك الاسکندر ٤٣٦ سنة ومن ملك الاسکندر الی سنة ست ومائتین من الهجرة ١٢٤٥ سنة هذا خلاصة ما ذکره الطبری۔ هذا آخر رسالتنا التاریخیة المسماة بعبرة السائس باحوال ملوك فارس۔

ولله الحمد والمنة۔

الفترۃ - آیت کان الناس امۃ واحدۃ اور آیت فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانہ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے مسمّی بہ **النظرۃ الی الفترۃ** یہاں پر اس کا اندراج (معمولی تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** زمانہ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے۔ کتابوں میں تینوں اقسام مستعمل ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غار حرا میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربك الآیۃ نازل ہو جانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانہ انقطاع زمانہ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترتِ وحی کی مدت بقول ابن اسحاقؒ وغیرہ تین سال تھی اور بقول سہیلیؒ ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطیؒ دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قم فانذر الآیات۔

کتب حدیث و تاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربك حزناً شدیداً ومکث مدۃً لا یری جبریل حتی غدا مراراً کی یتردی من رؤوس شواھق الجبال فکلما وافی بذروۃ جبل کی یلقی نفسہ منھا تبدّی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انك رسول اللہ حقّا فیسکن لذلك جأشہ ای قلبہ وتقرّ نفسہ ویرجع فاذا طالت علیہ فترۃُ الوحی غدا لمثل ذلك فاذا وافی ذروۃ جبل تبدّی لہ مثل ذلك وفی روایۃ انہ لما فتر الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزناً شدیداً حتی کان یغدو الی ثبیر مرۃً والی حراء مرۃً اخری یرید ان یلقی نفسہ منھا فکلما وافی ذروۃ جبل منھما کی یلقی نفسہ تبدّی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقّا فیسکن لذلك جأشہ وکانت تلك المدۃ اربعین یوماً وقیل خمسۃ عشر وقیل اثنی عشر یوماً وقیل ثلاثۃ ایام کذا ذکر بعض المفسرین واھل التاریخ وفی فتح الباری وغیرہ من شروح الحدیث انھا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱۔

ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرۃ بثلاث سنین عدم مجیئ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقۃ چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیشِ نظر فترتِ وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانہ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن،

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سہیلی رحمہ اللہ روض الانف ج ۱ ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں وقد جاء فی بعض الاحادیث المسندۃ انہا کانت سنتین و نصف سنۃ فمن ھنا یتفق ما قالہ انس رضی اللہ عنہ ان مکثہ بمکۃ کان عشر سنین وقول ابن عباس ثلاث عشرۃ سنۃ وکان قد ابتدیٔ بالرؤیا الصادقۃ ستۃ اشہر فمن عد مدۃ الفترۃ واضاف الیہا الاشہر الستۃ کانت کما قال ابن عباس رض ومن عدھا من حین حمی الوحی وتتابع کما فی حدیث جابر کانت عشر سنین ووجہ اُخری فی الجمع بین القولین ایضًا وھو ان الشعبیؒ قال وُکّل اسرافیل بنبوۃ محمد ثلاث سنین ثم جاءہ بالقراٰن جبریل واذا صح فھو ایضًا وجہ من الجمع بین الحدیثین انتہی۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترتِ وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپؐ کے ساتھ تسلّی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انت رسول اللہ حقاً۔ البتہ صرف نزولِ قرآن تین سال تک موخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانہ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ ادریس علیہ السلام ای الزمان الذی ھو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعث ھود علیہ السلام ومثل الفترۃ بین اٰدم وادریس علیہما الصلاۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانہ جاہلیت زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۲۔ والفترۃ التی کانت بینہما اربعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ وقیل بزیادۃ عشرین سنۃ اھ۔

فائدہ زمانہ فترت کے بعض اہم واقعات وامور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امرِ اوّل۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبیّ اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوۃ اولاد علات ولیس بینی وبین عیسی علیہ السلام نبی اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ۔ واخرج احمد ایضًا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات ودینہم واحدٌ امہاتہم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانۂ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحبِ کتابِ مستقل نہ تھے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مبلّغ و مقرّر تھے۔

چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان عبسی ہیں۔ یہ زمانۂ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیثِ ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روی الطبرانی باسنادہ عن ابن عباسؓ قال جاءت بنت خالد بن سنان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لها ثوبه وقال بنت نبیّ ضیّعه قومه وروی الحافظ ابوبکر البزار باسناده عن سعید عن ابن عباس قال ذکر خالد بن سنان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك نبیّ ضیّعه قومه ثم قال ولا نعرفه مرفوعًا الا من هذا الوجه وکان قیس بن الربیع الراوی للحدیث ثقة فی نفسه الا انه کان ردیّ الحفظ وکان له ابنٌ یدخل فی احادیثه ما لیس منها۔ خالد بن سنان عربی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلہ بنو عبس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثارِ قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحبِ شریعت نہیں آئے۔

بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلہ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانۂ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رسّ کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقاء مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقاء کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعًا لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عربی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔

اخرج ابو یعلی الموصلی باسناده ان رجلًا من عبس یقال له خالد بن سنان قال لقومه انی اُطفئ عنکم نار الحرّتین فقال له رجل من قومه (هو عمارة بن زیاد کما صُرّح به فی المستدرك) واللہ یا خالد ما قلت لنا قط الا حقًّا فما شانك وشأن نار الحرّتین تزعم انك تطفئها فخرج خالد ومعه اناس من قومه فیهم عمارة بن زیاد فاتوها فاذا هی تخرج من شقّ جبل فخطّ لهم خالد خطّةً فاجلسهم فیها فقال ان اَبطأتُ علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کأنها خیل شقر یتبع بعضها بعضًا فاستقبلها خالد فجعل یضربها بعصاه وهو یقول بدًا بدًا کل هدی زعم ابن راعیة المعزی انی لا اخرج منها وثیابی بیدی حتی دخل (خالد) معها (ای مع النار) الشقّ فابطأ علیهم فقال لهم عمارة بن زیاد واللہ ان صاحبکم لو کان حیًّا لقد خرج الیکم بعد قالوا فادعوه باسمه قال فقالوا انه نهانا ان ندعوه باسمه فدعوه باسمه۔

فخرج وهو آخذ برأسه فقال الم انهکم ان تدعونی باسمی؟ فقد واللہ قتلتمونی فادفنونی فاذا مرّت

بکم الحمر فیها حمار ابتر فانبشونی فانکم تجدونی حیًّا فدفنوہ فمرّت بہم الحمر فیہا حمار ابتر فقلنا انبشوہ فانہ امرنا ان ننبشہ فقال لہم عمارۃ لا تنبشوہ لا واللہ لا تحدّث مضر انا ننبش موتانا وقد کان قال لہم خالد انّ فی عکن امرأتہ لوحین فان اشکل علیکم امر فانظروا فیہا فانکم ستجدون ما تسألون عنہ قال ولا یمسّہا حائض فلما رجعوا الی امرأتہ سألوہا عنہما فاخرجتہما الیہم وہی حائض فذہب ماکان فیہما من علم۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ النبی ج ا ص ۲۱ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ من العرب بعد اسمٰعیل الا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واما خالد بن سنان وان کان من ولد اسماعیل علی ما قیل فقال بعضہم لم یکن فی بنی اسمٰعیل نبی غیرہ قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا انہ لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ بل بتقریر شریعۃ عیسی علیہ السلام ای وکان بینہ وبین عیسی ثلثمائۃ سنۃ وخالد ہذا ہو الذی اطفأ النار التی خرجت بالبادیۃ بین مکۃ والمدینۃ کادت العرب ان تعبدہا کالمجوس کان یری ضوؤہا من مسافۃ ثمان لیال وربما کان یخرج منہا العنق فیذہب فی الارض فلا یجد شیئا الا اکلہ فامر اللہ تعالی خالد بن سنان باطفائہا وکانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان یضربہا ویقول بدا بدا بدا کل ہدی وہی تتأخر حتی نزلت الی البئر فنزل الی البئر خلفہا فوجد کلابا تحتہا فضربہا وضرب النار حتی اطفأہا وبذکر انہ کان ہو السبب فی خروجہا فانہ لما دعا قومہ کذبوہ وقالوا انما تخوّفنا بالنار فان تسل علینا ہذہ الحرۃ نارا اتبعناک فتوضأ ثم قال اللہم ان قومی کذبونی ولم یؤمنوا بی الا ان تسیل علیہم ہذہ الحرۃ نارا فارسلہا علیہم نارا فخرجت فقالوا یا خالد اردہا فانا مؤمنون بک فردّہا۔

قیل وکان خالد بن سنان اذا استسقی یدخل رأسہ فی جیبہ فیجئ المطر ولا یقلع الا ان یرفع رأسہ قیل وقدمت ابنتہ وہی عجوز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاہا بخیر واکرمہا وبسط لہا رداءہ وقال لہا مرحبا بابنۃ اخی مرحبا بابنۃ نبی ضیّعہ قومہ فأسلمت وہذا الحدیث مرسل رجالہ ثقات وفی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والأخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ قال بعضہم وبہ یردّ علی من قال کان بینہما خالد بن سنان وقد یقال مرادہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنبیّ الرسول الذی یأتی بشریعۃ مستقلۃ۔

وحینئذ لا یشکل ہذا لما علمت انہ لم یأت بشریعۃ مستقلۃ ولا ما جاء فی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول ولا ما فی کلام البیضاوی تبعا للکشاف من ان بین عیسی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسرائیل وواحد من العرب وہو خالد بن سنان ویعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالی لاصحاب الرأس بعد خالد بمائۃ سنۃ لانہ یجوز

ان یکون کل من هؤلاء الثلاثة لم یبعث بشریعة مستقلة بل کان مقررًا لشریعة عیسی علیه الصلاة والسلام ایضًا کخالد بن سنان ـ

والرس البئر الغیر المطویة ای الغیر المبنیة کذا فی الکشاف والذی فی القاموس کالصحاح المطویة باسقاط غیر فانهم قتلوا حنظلة ودسوه فیها ای وحین دسوه فیها غار ماؤها وعطشوا بعد ریهم ویبست اشجارهم وانقطعت ثمارهم بعد ان کان ماؤها یرویهم ویکفی ارضهم جمیعًا وتبدلوا بعد الانس الوحشة وبعد الاجتماع الفرقة لانهم کانوا ممن یعبد الاصنام ای وکان ابتلاهم الله تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیه من کل لون فکان ینقض علی صبیانهم یخطفهم اذا اعوزه الصید وکان اذا خطف احدا منهم اغرب به ای ذهب به الی جهة المغرب فقیل له لطول عنقه ولذهابه الی جهة المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلة علیه السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل الله تعالی علیها صاعقة فاهلکتها ولم تعقب وکان جزاؤه منهم ان قتلوه وفعلوا به ما تقدم ـ

وذکر بعضهم ان حنظلة هذا کان من العرب من ولد اسمٰعیل علیه السلام ایضًا علیه الصلوٰة والسلام ثم رأیت ابن کثیر ذکر ان حنظلة هذا کان قبل موسی علیه السلام وانما ذکر ان فی زمن عمر بن الخطاب فتحت تستر المدینة المعروفة وجدوا تابوتًا وفی لفظ سریرًا علیه دانیال علیه السلام ووجدوا طول انفه شبرًا وقیل ذراعًا ووجدوا عند راسه مصحفًا فیه ما یحدث الی یوم القیامة وان من وفاته الی ذلک الیوم ثلثمائة سنة ثم قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص ۴۰ لکن ان کان تاریخ وفاته محفوظًا من ثلثمائة سنة فدانیال لیس بنبیّ بل هو رجل صالح لان عیسی علیه السلام لیس بینه وبین رسول الله صلی الله علیه وسلم نبیّ بنص الحدیث الذی فی البخاری ـ قال الحلبی اقول وقد علمت الجواب عن ذلک بان المراد بالنبیّ الرسول وفیه ان هذا یبعده عطف الرسول علی النبیّ المتقدم فی بعض الروایات الا ان یجعل من عطف التفسیر انتهی ـ

مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۶۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں ـ

وممن کان فی الفترة خالد بن سنان العبسی وهو خالد بن سنان بن غیث بن عبس وقد ذکره النبی صلی الله علیه وسلم فقال ذلک نبیّ اضاعه قومه ثم ذکر قصة النار واطفأها ثم قال فلما حضرت خالد بن سنان الوفاة قال لاخوته اذا انا دفنت فانه ستجئ عانة من حمیر یقدمها عیر ابتر فیضرب قبری بحافره فاذا رأیتم ذلک فانبشوا عنی فانی ساخرج الیکم فاخبرکم بجمیع ما هو کائن فلما مات ودفنوه رأوا ما قال فارادوا ان یخرجوه فکره ذلک بعضهم وقالوا نخاف ان تنسبنا العرب الی نبشنا عن میتٍ لنا واتت ابنته الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسمعته یقرأ قل هو الله احد الله الصمد فقالت کان ابی یقول هذا

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و مؤحد و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ عیسیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتنذر قوماً ما اتٰھم من نذیر من قبلك سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج۲ ص۲۱۲ قال ابو یونس قال سماك بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذالك نبی اضاعہ قومہ قال ابو یونس قال سماك بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحباً بابن اخی فھذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولیس فیہ انہ کان نبیاً والمرسلات التی فیھا انہ نبی لا یحتج بھا ھنا والاشبہ انہ کان رجلاً صالحاً لہ احوال وکرامات فانہ ان کان فی زمن الفترۃ فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انا لانہ لیس بینی وبینہ نبی۔ وان کان خالد قبل الفترۃ فلا یمکن ان یکون نبیاً لان اللہ تعالیٰ قال لتنذر قوماً ما اتاھم من نذیر من قبلك۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالیٰ لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیاً فی العرب الا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا بہ ابراھیم الخلیل وبشرت بہ الانبیاء لقومھم حتی کان آخر من بشر بہ عیسی بن مریم علیہ السلام وبھذا المسلك بعینہ یرد ما ذکرہ السھیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال لہ شعیب بن ذی مھذم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حنظلۃ بن صفوان فکذبوھما فسلط اللہ علی العرب بخت نصر فنال منھم من القتل والسبی نحو ما نال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاھر ان ھؤلاء کانوا قوماً صالحین یدعون الی الخیر انتھی۔

امرِ ثانی۔ مشہورِ زمانہ سخی حاتم طائی زمانہ فترت میں تھے۔ یہ قبیلہ طی سے تھے۔ طی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارمِ اخلاق و مناقب و مفاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضاء اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ وکانت لحاتم مآثر وامور عجیبۃ واخبار مستغربۃ فی کرمہ یطول ذکرھا ولکن لم یکن یقصد بھا وجہ اللہ والدار الآخرۃ وانما کان قصدہ السمعۃ والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك اراد امراً فادرکہ واخرج احمد فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فهل له فی ذلك یعنی من اجر قال ان اباك طلب شیئاً فاصابه۔ واخرج البیهقی باسناده عن علی رضی اللہ عنہ قال یا سبحان اللہ ما ازهد کثیراً من الناس فی خیر عجباً لرجل یجیئه اخوه المسلم فی حاجة فلا یری نفسه للخیر اهلاً فلو کان لا یرجو ثواباً ولا یخشی عقاباً لکان ینبغی له ان یسارع فی مکارم الاخلاق فانها تدل علی سبیل النجاح فقام الیه رجل قال فداك ابی وامی یا امیر المؤمنین اسمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما هو خیر منه (ای سمعت عنه علیه السلام ما هو خیر من هذا)

لما اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طیٔ وقعت جاریة حمراء لعساء زلفاء عیطاء شماء الانف معتدل القامة والهامة درماء الکعبین خدلجة الساقین لفاء الفخذین خمیصة الخصرین ضامرة الکشحین مصقولة المتنین قال فلما رأیتها اعجبتُ بها وقلتُ لأطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجعلها فی فیئ فلما تکلمت اُنسیتُ جمالها لما رأیت من فصاحتها فقالت یا محمد ان رأیت ان تخلی عنی ولا تشمت بی احیاء العرب فانی ابنة سید قومی وان ابی کان یحمی الذمار ویفك العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یرد طالب حاجة قط وانا ابنة حاتم طیٔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریة هذه صفة المؤمنین حقاً لو کان ابوك مؤمناً لترحمنا علیه خلوا عنها فان اباها کان یحب مکارم الاخلاق واللہ تعالی یحب مکارم الاخلاق فقام ابو بردة رضی اللہ عنه فقال یا رسول اللہ واللہ یحب مکارم الاخلاق؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده لا یدخل الجنة احد الا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متلمس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

قلیلُ المالِ تُصلِحه فیبقیٰ	ولا یبقی الکثیر علی الفساد
وحفظُ المال خیرٌ من فناه	وعسفٍ فی البلاد بغیر زاد

توحاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ماله قطع اللہ لسانه حمل الناس علی البخل فهلا قال ؎

فلا الجود یُفنی المال قبل فنائه	ولا البخل فی مال الشحیح یزید
فلا تلتمس مالاً بعیش مقتّر	لکل غدٍ رزق یعود جدید
الم تر انّ المالَ غادٍ ورائحٌ	وانّ الذی یُعطیك غیرُ بعید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قوله وان الذی یعطیك غیر بعید ولو کان مسلماً لرجی له الخیر فی معاده

وقد قال الله تعالی فی کتابہ واسألوا الله من فضلہ ۔ وقال تعالی واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ انتہی ۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تر ان المال الخ بھی بہت خوب ہے ۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفاءت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غاد ورائح کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے ۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیک غیر بعید حاتم کے ایمان باللہ اور موحّد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانۂ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرّح بہ العلماء ۔ بہرحال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالی کے وجود و توحید کا معترف تھا ۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالے ہی ہیں ۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالی قریب و غیر بعید ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے ۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا ۔

دلیل دوم ۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد ؎

اِن یَفْنَ ما عندنا فاللہ یرزقنا　　　مِمَّن سوانا ولسنا نحن نَرْتَزِق

یہ قول فاللہ یرزقنا بظاہر حصر پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحّد تھا اللہ تعالی کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالی ہی کو رزّاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا ۔

دلیل سوم ۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق ، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا ۔ لوگوں کی خیرخواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا ، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ و خوفِ خدا ہی ہو سکتا ہے ۔ ذکر الدارقطنی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امرأۃ حاتم لحاتم یا ابا سفانۃ اشتہی ان اکل انا وانت طعامًا وحدنا لیس علیہ احدٌ فامرھا فحولت خیمتہا من الجماعۃ علی فرسخ وامر بالطعام فھیئ وھی مرخاۃ ستورھا علیہ وعلیھا فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسہ ثم قال ؎

فلا تطبخی قدری وسترک دونھا　　　علیّ اذن ما تطبخین حرامُ

ولکن بھذاک الیفاع فاوقدی　　　بجزل اذا اوقدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور وقدم الطعام ودعی الناس فاکل واکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابھا فانی لا تطاوعنی نفسی ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علی ھذا وقد سبق لی السخاء ثم انشأ یقول ؎

أُمارِس نفسي البخل حتى أعزَّها ... واترك نفسَ الجود ما استثيرها
ولا تشتكيني جارتي غير انها ... اذا غاب عنها بعلها لا ازورها
سيبلغها خيري ويرجع بعلها ... اليها ولم تقصر عليها ستورها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق اسکی فطرت بن گئی تھے اور وہ بڑا پاکدامن تھا ہمسایہ عورتوں کو کبھی بری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بیحیائی سے مکمل اجتناب کرتا تھا حاتم کا قول نفسی اکرم علیّ من ان یثنی علیّ ھذا قابل غور وفکر ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا، ریا اور صرف حسن ثنا اور دنیاوی شہرت نیک نامی حاصل کرنے کےلیے یہ نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار سنیے جن میں وہ اپنی عفت اور اجنبی عورتوں کو بری نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی وفخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ؎

اذا ما بِتُّ أشرب فوق ريِّ ... لسُكْرٍ في الشراب فلا رويتُ
اذا ما بِتُّ أختِلُ عِرسَ جارِي ... لِيُخفيني الظلامُ فلا خفيتُ
أأفضح جارتي وأخونُ جارِي ... فلا والله أفعل ما حَييتُ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا واللہ ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحد تھا ورنہ یہاں پر بت کی قسم کھا کر واللات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے سنیے۔ کہتا ہے ؎

ما ضرَّ جارًا الی أجاوِرُه ... أن لا يكونَ لِبابِه سِترٌ
أُغضِي اذا ما جارتي برزتْ ... حتى يُواري جارتي الخِدرُ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ؎

وما من شيمتي شتمُ ابنِ عمّي ... وما انا مُخلِفٌ مَن يرتجيني
وكلمةُ حاسدٍ من غير جرمٍ ... سمعتُ وقلتُ مُرِّي فانفذيني
وعابوها عليّ فلم تَعِبني ... ولم يعرق لها يومًا جبيني
وذي وجهين يلقاني طليقا ... وليس اذا تغيَّبَ يأتسيني
ظفرتُ بعيبه فكففتُ عنه ... محافظةً على حسبي وديني

ان پانچ ابیات پر غور کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو برا نہیں کہنا اور سب وشتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلامًا۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال وامیدوار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ ذو وجہین ومنافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(٦) آخری مصرعہ میں ہے کہ وہ یہ تمام افعالِ حسنہ وخصالِ طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیشِ نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ "دینی" دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل وکافر قوم کے برخلاف ایک دین وشریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ "دینی" خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے ؎

وانک إن أعطیت بطنک سؤلہ   وفرجک نالا منتھی الذم أجمعا

اس شعر میں اپنی عفت وحلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شھدتُ حاتماً یکید بنفسہ فقال لی ای بُنیّ انی أعھد من نفسی ثلاثَ خصالٍ واللہ ماخاتلت جارۃً لریبۃ قط ولا ائتمنت علی امانۃ الا ادّیتُھا ولا اوتی احدٌ من قبلی بسوء۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۱٦ پر باسناد ہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع ومنکسر المزاج ہونے کے علاوہ اسخی الناس یعنی سب سے زیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام وشہرت کا طالب تو ہر مجمع میں اسخی الناس ہونے کا دعویٰ واظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالبِ نام وشہرت اپنی مدح ونام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک وبے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابوبکر بن عیّاش قیل لحاتم ھل فی العرب اجود منک فقال کل العرب اجود منّی ثم انشأ یحدّث حاتم قال نزلت علی غلام من العرب یتیم ذات لیلۃ وکانت لہ مائۃ من الغنم فذبح لی شاۃ منھا واتانی بھا فلما قرّب الیّ دماغھا قلت ما اطیب ھذا الدماغ قال فذھب فلم یزل یأتینی منہ حتی قلت قد اکتفیت فلما اصبحتُ اذا ھو قد ذھب المائۃ شاۃ وبقی لا شئ لہ

فقیل فما صنعت بہ فقال ومنی ابلغ شکرہ ولو صنعت بہ کل شئ قال علی کل حال فقد اعطینہ مائۃ ناقۃ من خیار ابلی اھ۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قولہ فلا واللہ افعل ما جیئت فی الشعر المذ کور من قبلُ۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزّاق و معطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قولہ لزوجتہ نوار فی زمن القحط۔ اسکتی فواللہ لاشبعنّکِ ان شاء اللہ

حاتم کی بیوی نوار یہ حکایت بیان کرتی ہے کہ قحط سالی میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ و سفانہ اور عدیؓ بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سُلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت لہ ما ذا صنعت اضطجع واللہ لقد تضاغی اصبیتک فما وجدت ما تُعلِّلھم فکیف بھذہ وبولدھا فقال حاتم اسکتی فواللہ لاشبعنّک ان شاء اللہ فقام الی فرسہ فوجأ بحربتہ فی لبتہ ثم قدح زندہ واوری نارہ ثم جاء بمدیۃ فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیۃ الی تلک المرأۃ ثم قال دونک ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانک فبعثتھم ثم قال سوءۃ اتأکلون شیئاً دون اھل الصرم فجعل یطوف فیھم حتی ھبوا واقبلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم اضطجع ناحیۃ ینظر الینا واللہ ما ذاق مزعۃ وانہ لاحوجھم الیہ فاصبحنا وما علی الارض الا عظم وحافر کذا فی البدایۃ۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد و مؤمن باللہ وبصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر و مشرک واللہ کی بجائے واللات والعزیٰ اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزیٰ یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھیرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۷ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق باسنادہ عن المحرر مولی ابی ھریرۃ قال مرّ نفر من عبد القیس بقبر حاتم طیّ فنزلوا قریباً منہ فقام الیہ بعضھم یقال لہ ابو الخیبری فجعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا ابا جعد اقرنا فقال لہ بعض اصحابہ ما تخاطب من رمّۃ وقد بلیت واجنّھم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بمطیّکم فان

حاتمًا اتانی فی النوم وانشد نی شعرًا وقد حفظتہ یقول ؎

ابا الخیبری وانت امرؤ ظلوم العشیرة شتّامُها

اتیت بصحبك تبغی القری لدی حفرةٍ قد صدات هامُها

اتبغی لی الذنب عند المبیت وحولك طیٔ وانعامُها

وانا لنُشبعُ اضیافنا و تاتی المطیّ فنعتامُها

قال واذا ناقة صاحب القول تکوس عقیرًا فنحروها وقاموا یشتوون ویاکلون وقالوا والله لقد اضافنا حاتم حیًّا ومیتًا قال واصبح القوم واردفوا صاحبهم وساروا فاذا رجل ینوه بهم راکبًا جملًا ویقود اٰخر فقال ایکم ابوالخیبری قال انا قال ان حاتمًا اتانی فی النوم فاخبرنی انه قری اصحابك ناقتك وامرنی ان احملك وهذا بعیرٌ فخذه ودفعه الیه اه۔

یہ قصہ صاحب احوال وکرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ موحدین ومومنین کے ہاں ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت واعانت نہیں کرسکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم بُت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جاکر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ درج ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو رازق ومتصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش کی۔ حالانکہ کفار عرب کا ہر شخص حسب استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرنا اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر وسعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر ومشرک ہوتا اور ثواب آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی وشہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروّجہ اور ان کے زعم کے پیش نظر معزز وقابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے مقصود یعنی حصولِ شہرت ونیک نامی میں کامیابی حاصل ہوجاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں کے بہت سے قصے کتبِ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست ومشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانۂ فترت میں تھا اور اشاعرہ ومحدثین ومفسرین کے بے شمار ائمہ عظام وعلماء کرام نے اہلِ فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین واجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطیؒ وغیرہ علماء نے متعدد ادلہ کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالتہ التعظیم والمنۃ ص۳۱ عند بیان مذہب اہل السنۃ فیمن ہو قبل الدعوۃ۔ قال اہل الاصول قاطبۃ شکر المنعم لیس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلۃ قال الکیا الہراسی وغیرہ المراد بشکر المنعم امتثال الاوامر واجتناب النواہی من الکفر وغیرہ اھ وقد رد ابن السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذین ہم من اہل السنۃ وقالوا بوجوب شکر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلۃ ثم قال ابن السبکی وعلی مسألۃ شکر المنعم تتخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ فعندنا یموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وہو مضمون بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح اذ ہو لیس بمسلم انتہی بحاصلہ۔ قال السیوطی وہو صریح فی نجاتہ وانہ لا یدخل لنار وانہ یدخل الجنۃ مع کونہ لا یسمی مسلماً اھ

ثم قال السیوطی فی ذکر عذر من کفر من اہل الفترۃ وکونہم ناجین۔ ولم یکن کفر العرب انکاراً للصانع ولا لألوہیتہ ولا ادعوا فی الاصنام انہا تخلق وتدبر کما ادعی نمرود وقومہ بل کانوا یقرون للہ بالالہیۃ وانہ الخالق المدبر کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ وکانوا یزعمون فی الاصنام انہا تشفع لہم عند اللہ کما قال تعالیٰ حکایۃ عنہم ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی

دلیل نہم۔ مسند احمد کی مذکورہ صدر حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان اباك طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موحد ہونے پر محمول ہوسکتا ہے۔ بہر حال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ مجمل ومبہم یا ذو معنیین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد ومطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیثِ ہذا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اولاً تو مبہم وذو معنیین ہے۔ جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہوسکتا ہے اسی طرح اس کے موحد وجنتی ہونے پر بھی حمل ہوسکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر وثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پالیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمال صالحہ رائگاں نہیں گئے۔ باقی باطن ونیتِ قلب کہ یہ تعیین ونشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثوابِ آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور مبہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیتِ قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحبُ الدار ادری بما فیہا۔ اس کی نظیر حدیث

المرء مع من احبّ ہے۔ حدیثِ ہذا میں جنت یا دوزخ میں معیت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیت و رفاقتِ اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب مُحبّ کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبِّ صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبِّ شیاطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر و غیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیثِ مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المرء مع من احبّ جیسے مبہم و ذو معنیین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو حاتم طائی کی طرح سخی و اجوادِ عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فھل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ لم یقل یوما رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکارمِ اخلاق و خصالِ مؤمنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اولاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا، سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃً و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت راچہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصالِ طیبہ مثل پاک دامنی، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دُکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاقِ شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور رہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت وشہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقِ حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہر حال ظاہری قرائن کے پیش نظر حاتم ناجی وموحد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملہ توحید مستور وپوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل وقس بن ساعدہ وزید بن عمرو بن نفیل کا معاملہ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سُن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ واعتقاد توحید کا ہر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ دربارِ نبوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

اخرج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ وفی روایۃ یحشر ذالک امۃ وحدہ بینی وبین عیسی بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدۃ رحم اللہ قسًا اما انہ سیبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ وروی البیہقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثا فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد آمن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین وناجین لوگوں کے بارے میں آپ مبہم جواب پر اکتفاء فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مؤمن وموت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع وذو معنیین جملہ پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا ان اباک طلب شیئًا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مؤمن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًا لو کان ابوکِ مؤمنًا لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مؤمن ومسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اسم ترحم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبد المطلب وغیرہ اجدادِ نبی علیہ السلام پر ترحم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء وائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال رائج نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن سبکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التعظیم والمنۃ ص۳۲ میں تصریح کی ہے کہ اہلِ فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حاتم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاتم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانتے ہیں کہ حاتم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اولاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے (بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں) متعدد محدثین وائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کر دیں۔ فان کان ما ذکرنا حقاً فمن اللہ وتوفیقہ وان کان خطأ فاستغفر اللہ عزوجل۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

امر ثالث۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جدعان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بدایہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاھلیۃ المطعمین للمسنتین وکان فی بدء امرہ فقیراً مملقاً وکان شریراً یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واھلہ وقبیلتہ وابغضوہ حتی ابوہ فخرج ذات یوم فی شعاب مکۃ حائراً بائراً فرأی شقاً فی جبل فظن ان یکون بہ شیئاً یؤذی فقصدہ لعلہ یموت فیستریح مما ھو فیہ فلما اقترب منہ اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئاً فلما دنا منہ اذا ھو من ذھب ولہ عینان ھما یاقوتتان فکسرہ واخذہ ودخل الغار فاذا فیہ قبور لرجال من ملوک جرھم ومنھم الحارث بن مضاض الذی طالت غیبتہ فلا یدری این ذھب ووجد عند رؤسھم لوحاً من ذھب فیہ تاریخ وفاتھم ومدد ولایتھم۔

واذا عندھم من الجواھر واللآلی والذھب والفضۃ شئ کثیر فاخذ منہ حاجتہ ثم خرج وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاھم حتی احبوہ وسادھم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکانت لہ جفنۃ یأکل منہ الراکب علی بعیرہ ووقع فیھا صغیر فغرق۔

وذکر ابن قتیبۃ وغیرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد کنت استظل بظل جفنۃ عبداللہ بن جدعان وفی حدیث مقتل ابی جھل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ تطلبوہ بین القتلی وتعرفوہ بشجۃ فی رکبتہ فانی تزاحمت انا وھو علی مأدبۃ لابن جدعان فدفعتہ فسقط علی رکبتہ فانھشمت فاثرھا باق فی رکبتہ فوجدوہ کذلک وجعل ابن جدعان منادیاً ینادی کل لیلۃ علی ظھر الکعبۃ ان ھلموا الی جفنۃ ابن جدعان وفی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلك یوم القیامة فقال لا انه لم یقل یوما رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین۔

قال ابن حبیب المورخ فی کتابه المحبر ص۱۳۷ لما اسن ابن جدعان بن عمرو حجر علیه رهطه فکان اذا اعطی احداً شیئاً رجعوا علی المعطی فاخذوه منه فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریباً اذا جلست فانی سالطمك فلا ترض الا بان تلطمنی بلطمتك او تفتدی لطمتك بفداء رغیب ترضاه وله یقول ابن قیس الرقیات ؎

والذی ان اشار نحوك لطما — تبع اللطم نائل وعطاء

وذکروا ان امیة بن ابی الصلت دخل علی عبد الله بن جدعان وعنده قینتان له فلما رأهما قال انعم صباحاً ابا زهیر ثم انشأ یقول ؎

أأذکر حاجتی ام قد کفانی — حیاؤك ان شیمتك الحیاء

فقال له خذ بید ایهما شئت فاخذ احداهما ثم خرج علی مجالس قریش فقالوا له یا امیة اتیت شیخنا و سیدنا وعنده جاریتان له تلهیانه فسلبته احداهما فتندم امیة من ذلك فرجع فلما رأه عبد الله قال له اکفف حتی اخبرك ما الذی ردك جزت علی قریش فقالوا لك کذا وکذا انا اعاهد الله لتأخذن الاخری فان احداهما لا تصلح الا بالاخری فاخذهما وخرج وهو یقول ؎

عطاؤك زین لامرئ ان حبوته — بفضل وما کل العطاء یزین

امر رابع۔ اہل جاہلیت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہٰذا وہ معذور ہیں اور بروز قیامت نجات پائیں گے۔ فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیرهما عن قتادة فی قوله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ قال ان الله لیس بمعذب احداً حتی یسبق الیه من الله خبر او یأتیه من الله بینة۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ایک اور گروہ علماء۔ امام غزالی وغیرہ کی رائے میں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں۔ یہ تینوں گروہ عام اشاعرہ وشوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں۔

قال الحافظ السیوطی رحمه الله تعالی فی کتابه مسالك الحنفاء ص۲ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الکلام والاصول والشافعیة من الفقهاء علی ان من مات ولم تبلغه الدعوة یموت ناجیاً وانه لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانه اذا قتل یضمن بالدیة والکفارة نص علیه الامام الشافعی رضی الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انه یجب فی قتله القصاص ولکن الصحیح خلافه

لانہ لیس بمسلم وشرط القصاص المکافاۃ۔

وقد علّل بعض الفقہاء کونہ اذا مات لا یُعذَّب بانہ علی اصل الفطرۃ ولم یقع منہ عنادٌ ولاجاءہ رسول فکذب بہ وسُئل الشیخ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی الشافعی المتوفی ۸۷۱ھ عن الد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزجر السائل زجرۃً شدیدۃ فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ ونقل سبط ابن الجوزی فی مرأۃ الزمان ذلک عن بعض العلماء حیث قال وقال قوم قد قال اللہ تعالی وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ و الدعوۃ لم تبلغ اباہ ولا امہ فماذنبھما؟

ان قلت ھل فی القراٰن اشارۃ الی ذلک۔

قلت نعم۔ عدۃ اٰیات من القراٰن تشیر الی انہ لاتعذیب قبل البعثۃ۔

الاولیٰ قولہ تعالی وماکنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ وھذہ الاٰیۃ ھی التی اطبقت أئمۃ السنۃ علی الاستدلال بھا فی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ وردوابھا علی المعتزلۃ ومن وافقھم فی تحکیم العقل۔

الثانیۃ قولہ تعالی ذلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم واھلھا غافلون۔ اورد ھذہ الاٰیۃ زرکشی فی شرح جمع الجوامع استدلالاً علی قاعدۃ ان شکر المنعم لیس بواجب عقلاً بل بالسمع۔

الثالثۃ قولہ تعالی وماکان ربک مُھلک القریٰ حتی یبعث فی امّھا رسولاً یتلوا علیھم اٰیٰتنا اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الاٰیۃ ای لم یھلک اللہ تعالی اھل مکۃ حتی یبعث الیھم محمدًا فلما کذّبوا وظلموا فبذلک ھلکوا۔

الرابعۃ قولہ تعالی وما اھلکنا من قریۃ اِلّا لھا مُنذرون ذکریٰ وماکنا ظالمین۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الاٰیۃ قال ما اھلک اللہ من قریۃ الّا بعد الحجۃ والبیّنۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃً وحجۃ للہ ذکری وماکنا ظالمین۔ یقول ماکنا لنعذّبھم الا من بعد البیّنۃ والحجۃ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجہ میں وہ دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں فاخرج احمد فی مسندہ والبیھقی فی کتاب الاعتقاد وصحّحہ عن الاسود ابن سریع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجّون یوم القیامۃ رجلٌ أصمّ لا یسمع شیئًا ورجلٌ احمق ورجلٌ ھرمٌ ورجل مات فی فترۃ۔ اما الاصمّ فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئًا و امّا الاحمق فیقول ربّ لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر واما الھرم فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئًا واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم

لیطیعنّه فیرسل الیهم اَن ادخُلوا النار فمن دخلها کانت علیه برداً وسلاماً ومن لم ید خلها یستجرّ الیها۔

واخرج البزّار فی مسندہ عن انس مرفوعاً یؤتی باربعة یوم القیامة بالمولود والمعتوہ ومن مات فی الفترة وبالشیخ الفانی کلّهم یتکلم بحجّتہ فیقول الله تبارک وتعالی لعُنُق من جهنم ابرز ویقول لهم انی کنتُ أبعث الی عبادی رُسلاً من انفسهم وانی رسول نفسی الیکم ادخلوا هذہ فیقول مَن کُتب علیه الشقاء یا ربّ اَنَدخُلها ومنها کنا نفرّ؟ ومن کتب له السعادة یمضی فیقتحم فیها مسرعا فیقول الله قد عصیتمونی فانتم لرسلی اَشدّ تکذیباً ومعصیةً فیدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار۔

وقال تاج الدین السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب علی مسألة شکر المنعم فیخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا یموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وهو مضمونٌ بالکفارة والدیة ولا یجب القصاص علی قتله علی الصحیح وقال البغوی اَمّا من لم تبلغه الدعوة فلا یجوز قتله قبل اَن یُدعی الی الاسلام فان قتل قبل ان یدعی الی الاسلام وجب فی قتله الدیة والکفارة وعند ابی حنیفة لا یجب الضمان بقتله واصله انه عندهم محجوج علیه بعقله وعندنا هو غیر محجوج علیه قبل بلوغ الدعوة الیه لقوله تعالی وماکنّا معذّبین حتّی نبعث رسولاً۔ فثبت انه لا حجة علیه قبل مجئ الرسول انتهی۔

وقال الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ فی البسیط من لم تبلغه الدعوة یضمن بالدیة والکفارة لا بالقصاص علی الصحیح لانه لیس مسلماً علی التحقیق وانما هو فی معنی المسلم اھ۔ هذا الحکم الذی قرّرناہ من کون اهل الجاهلیة قالوا انہ لیس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبی اصلا امّا من بلغته منهم دعوة احد من الانبیاء السابقین ثم اصرّ علی کفرہ فهو فی النار قطعاً وهذا لا نزاع فیه۔

ان قلت صحّت احادیث بتعذیب اهل الفترة کصاحب المحجن وغیرہ۔

قلنا اجاب عن ذلک عقیل بن ابی طالب بثلاثة اجوبة۔ الاوّل۔ انها اخبار آحاد فلا تعارض القاطع۔ الثانی قصر التعذیب علی هؤلاء والله اعلم بالسبب۔ والثالث قصر التعذیب فی هذہ الاحادیث علی من بدّل وغیّر الشرائع وشرع من الضلال ما لا یُعذر به فان اهل الفترة ثلاثة اقسام۔

القسم الاوّل من ادرک التوحید ببصیرته ثم من هؤلاء من لم یدخل فی شریعة کقُسّ بن ساعدة وزید بن عمرو بن نفیل ومنهم من دخل فی شریعة قائمة حقّة کتبّع ونحوہ۔

القسم الثانی من بدّل وغیّر واشرک ولم یُوحّد وشرع لنفسه فحلّل وحرّم وهم الاکثر کعمرو بن لُحی اوّل من سنّ للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحکام فبحر البحیرة وسیّب السائبة وزادت طائفة من العرب علی ما شرعه ان عبدوا الجنّ والملائکة وخرقوا له البنین والبنات۔

والقسم الثالث۔ من لم یشرک ولم یُوحّد ولا دخل فی شریعة نبی ولا ابتکر لنفسه شریعة ولا اخترع

دیناً بل بقی عمرہ علی حین غفلۃ عن ھذا کلہ وفی الجاھلیۃ من کان کذلک۔ فیحمل من صح تعذیبہ علی اھل القسم الثانی لکفرھم بما لا یعذرون بہ واما القسم الاول فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل من قس وزید انہ یبعث امۃ وحدہ واما تبع ونحوہ فحکمھم حکم اھل الدین الذی دخلوا فیہ ما لم یلحق احد منھم الاسلام الناسخ لکل دین واما القسم الثالث فھم الفترۃ حقیقۃ وھم غیر معذبین للقطع کما تقدم انتھی بتصرف۔

امر خامس[۵] اصحاب کہف کا واقعہ زمانہ فترت میں واقع ہوا تھا یمن میں طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف ورقیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایٰتنا عجبا۔

رقیم سے مراد وہ لوح وتختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کہف کے نام واحوال وتاریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کہف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کہف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بُت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کہف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کہف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان باللہ وبعیسیٰ رسول اللہ وروح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبری وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فھداھم اللہ للاسلام وکانت شریعتھم شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فی قول جماعۃ من سلف علمائنا وکان ملکھم کافرا۔ بعض اہل تاریخ کی رائے میں ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کہف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۲ وکان بعضھم یزعم ان امرھم ومصیرھم الی الکھف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومہ خبرھم فان اللہ عزوجل ابتعثھم من رقدتھم بعد ما رفع المسیح علیہ السلام فی الفترۃ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیھما وسلم فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرھم کان بعد المسیح فاما انہ کان فی ایام ملوک الطوائف فان ذلک مما لا یدفعہ دافع من اھل العلم بالاخبار القدیمۃ اھ۔

اصحاب کہف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کما قال الطبری۔ یا اس کا نام دقیوس تھا۔ کما ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ۱ ص ۱۳۱ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقیانوس تھا۔

قال بعض المؤرخین المعروف ان الملک الذی ھرب منہ اصحاب الکھف اسمہ دقیانوس اھ

وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۱۴ انہ اسمہ دقیانوس. مسعودی ملوکِ روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملك دقیوس یعبد الاوثان ستین سنۃً وامعن فی قتل النصرانیۃ وطلبھم ومن ھذا الملك ھرب اصحاب الکھف و قد اختلف الناس فمنھم من رأی ان اصحاب الکھف ھم اصحاب الرقیم وزعموا ان الرقیم ھو مارقم من اسماء اھل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلك المغارۃ ومنھم من رأی ان اصحاب الرقیم غیر اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف ھو الموضع المعروف من بلاد الروم بحارمی کذا فی المروج. ج ۱ ص ۳۱۴۔

ثم قال وفی ایام ملك الروم المسمی باوالس وکان علی دین النصرانیۃ استیقظ اصحاب الکھف من رقدتھم فبعثوا کما فی القراٰن المجید احدھم بورقھم الی المدینۃ وکانوا من اھل المدینۃ افسیس من ارض الروم اھ وفی البدایۃ ویقال اسم القریۃ دفسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے نیجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ نیند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسہ یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کہف بعد میں وفات پاگئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادۃ وغزا ابن عباس رضی اللہ عنھما مع حبیب بن مسلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذھبت عظامھم منذ اکثر من ثلثمائۃ سنۃ اھ وقال اللہ تعالی ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین و ازدادوا تسعًا قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ وفی البدایۃ یقال انھم استمروا راقدین ویقال بل ماتوا بعد ذلك اھ

اصحاب کہف کی صحیح تعداد نصوصِ قطعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنھما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا نواں ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسلمینا[1] محسلمینا[2] یملیخا[3] مرطوس[4]۔ کسوطونس[5]۔ بیرونس[6]۔ رشمونس[7]۔ بطونس[8]۔ قالوس[9]۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطمیر لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۱۱۴ ان اصحاب الکھف کما قیل من ابناء الملوك اوقیل من ابناء الاکابر واتفق اجتماعھم فی یوم عید لقومھم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلۃ ھذا الکھف فقال کثیر ھو بارض ایلۃ وقیل بارض نینوی وقیل بالبلقاء وقیل ببلاد الروم وھو اشبہ وقال شعیب الجبائی اسم کلبھم حمران واسم کھفھم حیزم واما الرقیم فعن ابن عباسؓ انہ قال لا ادری ما المراد منہ وقیل ھو الکتاب المرقوم فیہ اسماؤھم وما جری لھم من بعدھم وقیل ھو اسم الجبل الذی فیہ کھفھم وقال ابن عباس واسمہ بناجلوس وقیل ھو اسم واد عند کھفھم وقیل اسم قریۃ ھنالك ھذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ حلپی رحمۃ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار وبکاء الطفل یوضع

تحت رأسه فی المهد والحرث یکتب علی القرطاس ویرفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع والمضرسان وللحمی المثلثة والصداع والغنی والجاه والدخول علی السلاطین یشدّ علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادة تشد علی فخذها الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاة من القتل والله اعلم انتہی۔

وفی قطب الارشاد ص۴۶۳ ولدفع الفارة من الزرع یکتب اسماء اصحاب الکهف فی اربع قطعات قرطاس ثم توضع فی اربع جرات صغیرة من الخذف ثم تدفن تلک الجرات فی اربع ارکان الزرع تفرّ منه الفارة باذن الله تعالی اھ۔ ویکتبها بعض العلماء للمحبة ولدفع عقم المرأة ولدفع العین وعن بعض السلف ان کتب اسماء اصحاب الکهف علی ناحیة السفینة امان من الغرق ثم ذکر اسماء اصحاب الکهف وهی یملیخا۔ مکسلمینا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ کشیفطیونس۔ تبیونس۔ قطمیر وهو اسم کلبهم۔ وفی اسمائهم اختلاف کثیر۔

اصحاب کہف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱۵ ص ۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۷۲ قطب الارشاد ص ۴۶۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۸۰ تفسیر القرطبی ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقیم الذی فیه الکهف علی فرسخ من عمان او قریة صغیرة بالقرب من البحر المیّت او انها البتراء اھ بتراء ایک جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پہاڑی غار) میں بعض کتبات وخطوط کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مر گئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ لیکن جب ان خطوط و کتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب کہف سے قبل مقام جرش سے آرہی تھی اور شق بتراء میں مر گئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوبات قدیمہ ستار کی نامی شخص نے پڑھا۔

دائرۂ آثار مملکت اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف ایک چھوٹے سے شہر رجیب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف کر کے رجیب مستعمل ہوا۔ اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۴۰۸ء ۴۵۰ء ہے۔ یہ قیصر ثیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال فی المفصّل ج ۳ ص ۷۳ وذهب من رأی ان کهف الرجیب هو کهف اصحاب الکهف الی ان دخول الفتیة الکهف کان فی ایام الطاغیة تراجان سنة ۹۱ سنة ۱۱۷ المشهور فاتح الکورة العربیة ومؤسسها والآمر بانشاء الممر الحربی المعروف باسم طریق تراجان وبانی مدینة ایلة الرومانیة وصاحب

الملعب الرومانی والآثار العدیدة للمبانی التی اقامها بعمّان وبمدن اخری من الاردن وقد کان شدیداً عاتیاً قاسیاً علی النصاری عدّهم خونة مرقة خارجون علی الدولة والقانون لذلك اصدرہ سنہ ۱۱۲ء بقتل کل نصرانی لایخلص للقیصر والدولة فتکتّم منه النصاری ومن جملة من تکتّم وانزوی اصحاب الکهف اھ

امر سادس عمرو بن لحی بھی اسی زمانۂ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولّی اور عرب جاہلیت کا بادشاہ تھا۔ قبیلۂ خُزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولّی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیتِ بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جُرہم کے پاس رہی۔ پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائلِ یمن میں سے ایک قبیلہ تھا خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولّی ہوا وہ ربیعة بن حارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لُحی کہا جاتا تھا۔ کما فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لحی کے بعد عمرو بن لُحی سربراہ و متولّی بنا۔ عمرو بن لحی نے بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہورِ اسلام سے پانچ چھ سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک بیت اللہ شریف کا متولی رہا۔ کمافی تاریخ مکہ۔ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لحی جاہلیت میں بڑا معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا لوگ اُسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے۔

علّامہ سہیلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لحی حین غلبت خزاعة علی البیت ونفت جُرهم عن مکة قد جعلته العرب ربّاً لایبتدع لهم بدعةً الّا اتخذوها شرعةً لانه کان یطعم الناس ویکسو فی الموسم فربّما نحر فی الموسم عشرة آلاف بدنة وکسا عشرة آلاف حُلّة حتّی قیل انه اللاتُ الذی یلتُّ السویق للحجیج علی صخرةٍ معروفة تُسمّی صخرة اللّات ویقال دام اَمرُہ وامر وُلدہ علی هذا بمکة ثلاثمائة سنة فلمّا هلك سُمّیت تلك الصخرة اللّات مخففة التاء واتخذ صنماً یُعبد انتهی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لحی بلغ بمکة وفی العرب من الشرف مالم یبلغ عربیّ قبله ولا بعدہ فی الجاهلیة وهو الذی قسّم بین العرب فی حطمةٍ حطموها عشرة آلاف ناقة وقد کان قد اعور عشرین فحلاً وکان الرجل فی الجاهلیة اذا ملك الف ناقة فقأ عین فحل ابله فکان قد فقأ عین عشرین فحلاً وکان اول من اطعم الحاجّ بمکة سدایف الابل ولحمانها علی الثرید وعمّ فی تلك السنة جمیع حاجّ العرب بثلاثة اثواب من برود الیمن وکان قد ذهب شرفه فی العرب کل مذهب وکان قوله فیهم دیناً متبعاً لایخالف اھ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لحی کا نام حارثہ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مورخین کے نزدیک لحی نام ہے ربیعۃ بن حارثۃ بن عمرو بن عامر کا۔ کما ذکرنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا متولی عمرو بن لحی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے ہیں پہلا متولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعۃ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد کانت ولایۃ البیت فی خزاعۃ ثلاث مائۃ سنۃ ثم اخذ الولایۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واٰخر من ولی البیت من خزاعۃ حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو عامر وقال ایضاً ان عمرو بن لحی قد عُمّر فمات ولہ من الوُلد ووُلد الوُلد الفٌ انتھی بتصرف۔

عمرو بن لحی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تلبیہ جو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارضِ بلقاء میں مقام مآب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لھم عمرو بن لحی ماھذہٖ الاصنام؟ قالوا لہ ھذہٖ اصنام نعبدھا فنستمطرھا فتُمطِرنا ونستنصرھا فتنصُرنا فقال لھم الا تُعطُونی منھا صنماً فاسیرُبہ الی ارض العرب فیعبدونہ فاعطوہ صنماً یقال لہ ھُبل فقدم بہ مکۃ فنصبہ وامر الناس بعبادتہ وتعظیمہ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۸۔

وقال الازرقی وھوالذی بحّر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء بھبل من ھیت من ارض الجزیرۃ فنصبہ فی بطن الکعبۃ فکانت العرب وقریش تستقسم عندہٗ بالازلام وھو اول من غیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ انتھی

علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں وکانت التلبیۃ من عھد ابراھیم علیہ السلام لبیک لا شریک لک لبّیک حتی کان عمرو بن لحی فبینما ھو یلبّی تمثّل لہ الشیطان فی صورۃ شیخ یلبّی معہ فقال عمرو لبّیک لاشریک لک فقال الشیخ الاّ شریکاً ھو لک فانکر ذلک عمرو وقال ماھذا؟ فقال الشیخ قل تملکہ و ماملک فانہ لا بأس بھذا فقالھا عمرو فدانت بھا العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تلبیہ پڑھتے تھے لبّیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الاّ شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک۔ پس توحید بالتلبیہ میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انھیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الاّ وھم مشرکون ای مایوحّد ونبی لمعرفۃ حقّی الاّ جعلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرۃ ابن ھشام ۔

وفی صحیح البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ان اول من سیّب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعۃ عمرو بن عامر وانی رأیتہ یجرّ امعائہ فی النار ۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجرّ قُصبہ فی النار وھواول من سیّب السوائب ۔

وقال محمد ابن اسحق عن ابی ھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی یا اکثم رأیتُ عمرو بن لُحی یجرُّ قصبہ فی النار فما رایتُ رجلاً اشبہ برجل منک بہ ولا بک منہ فقال اکثم عسی اَن یضُرّنی شبہہ یارسول اللہ قال لا انک مؤمن وھوکافرٌ انہ کان اول مَن غیّر دین اسمٰعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحّر البحیرۃ وسیّب السائبۃ ووصّل الوصیلۃ وحمی الحامی قال اللہ تعالی ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حامٍ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون ۔

وعن سعید بن المسیّب قال البحیرۃ التی یمنع درّھا للطواغیت فلا یحلبھا احد من الناس و السائبۃ التی کانوا یسیّبونھا لاٰلھتھم لا یحمل علیھا شیٔ وفی سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ص ۶۸ قال ابن اسحٰق اما البحیرۃ فھی بنت السائبۃ والسائبۃ الناقۃ اذا تابعت بین عشر اناث لیس بینھنّ ذکر سیبت فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الّا ضیف فما نتجت بعد ذلک من انثی شقّت اذنھا ثم خلّی سبیلھا مع امّھا فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الّا ضیف کما فعل بامّھا فھی البحیرۃ بنت السائبۃ والوصیلۃ الشاۃ اذا اتأمت عشر اناث متتابعات فی خمسۃ ابطن لیس بینھن ذکر جعلت وصیلۃ قالوا قد وصلت فکان ما ولدت بعد ذلک للذکور منھم دون اناثھم الا ان یموت منھا شیٔ فیشترکوا فی اکلہ ذکورھم واناثھم والحام الفحل اذا انتج لہ عشر اناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی ظھرہ فلم یرکب ولم یجزّ وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لا ینتفع منہ بغیر ذلک اھ وللمفسرین فی تفسیرھا اقوالٌ ھذا تمت رسالۃ النظرۃ فی الفترۃ ۔ وللہ الحمد والسلام اتمّ ۔

فِلَسطین ۔ آیت وقلنا یاٰدم اسکُن انتَ وزوجکَ الجنّۃ کی شرح میں مذکور ہے ۔ فِلسطین بکسر فاء وفتحِ لام وسکونِ سین ہے ۔ نسبت فلسطی ہے ۔ اس کے اعراب میں نحاۃ کے دو مذہب ہیں ۔ اوّل یہ کہ وہ غیر منصرف ہے اور یاء لازم ہے ہر حال میں ۔ تقول ھذہٖ فلسطینُ ورأیت فلسطینَ ومررت بِفلسطینَ بغیر تنوین ۔ دوّم یہ کہ وہ بمنزلۂ جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثلِ جمع تقول ھذہ فَلسطونَ ورأیتُ فلسطین و مررتُ بفلسطینَ بفتحِ الفاء واللام ۔ کذا ضبطہ الامام الازھری ۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیشِ نظر ملکِ شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر ۔ عسقلان ۔ رملہ ۔ غزہ ۔

ارسوف ۔ قیساریہ ۔ نابلس ۔ اریحا ۔ عمّان اس کے مشہور شہر ہیں ۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے ۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا ۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے ۔ اور بروایت ہشام بن محمد فلیشین بن کسلوخیم من بنی یافث بن نوح علیہ السلام سے مسمّٰی ہے کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اسم کو منسوب ہے ۔

ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التی بارکنا فیہا للعالمین میں ارض سے ارضِ فلسطین مراد ہے ۔ کذا فی المعجم ۔

الفُرات بضم الفاء تجری من تحتہا الانہار کی شرح میں مذکور ہے ۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے ۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے ۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تفاول اس کا نام فرات رکھا گیا ۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ ھذا عذبٌ فرات وھذا ملح اجاج ۔ اور فرات کا مقابل ماءِ ملح ہے یقال فرت الماء فروتۃً اذا عذُب فھو فُرات ۔ دریائے فرات کا منبع و مخرج جبالِ ارمینیہ ہے ۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزید کئی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جا ملتی ہیں ۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جا ملتا ہے ۔ فرات شہر و قلعہ منبج شہر بالس ۔ شہر رقہ ۔ شہر عانہ شہر ہیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط و بصرہ کے مابین جا نکلتا ہے ۔

مقام صِفّین جہاں پر معاویہ و علی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے ۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے ۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۔ قال المسعودی فی مروج الذھب ج ۱ ص ۱۰۳ ، فیکون مقدار جریانہ علی وجہ الارض نحواً من خمسمائۃ فرسخ وقد قیل اکثر من ھذا آگے جا کر فرات خلیج فارس میں گر جاتا ہے ۔ وفی دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۵ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومترا ویصب عند مدینۃ عبادان علی الخلیج الفارسی اھ ۔ وفی معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۲ ثم یصب فی بحر الھند اھ ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں روی ان اربعۃ انہار من الجنۃ النیل والفرات و سیحون وجیحون وروی عن علیؓ رضی اللہ عنہ انہ قال یا اھل الکوفۃ ان نھرکم ھذا یصب الیہ میزابان من الجنۃ وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انہار الجنۃ ولولا ما یخالطہ من الاذی ما تداوی بہ مریض الا ابرأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ ملکاً یذود عنہ الادواء ۔ وروی ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد فحمد اللہ وقال نھرٌ ما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکۃ لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما اغتمس فیہ ذو عاھۃ الا برأ ومما یروی عن السدی واللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفراتُ فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رمانۃً قطعت الجسر من عظمہا فأُخذت فکان فیہا کرٌّ حبٍّ فامر المسلمین ان یقتسموھا بینھم وکانوا یرونھا

من الجنۃ۔ وهذا باطل لان فواكه الجنۃ لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لاشك فی بطلان هذا و بعض ما ذکر من قبل نعم خبر اربعة انهار من الجنة مروی فی الاحادیث الصحیحة والحسنة۔ وقد فصلناه فی بیان النیل من هذا الکتاب فراجعه۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیهن الحج فلا رفث الآیۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولادِ نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مورخین کے نزدیک فہر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا پس اولادِ فہر قریشی ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قولِ اول مختار ہے: واختارہ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قولِ ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ و روض الانف ج ۱ ص ۷۰۔ فہر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجوہ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقرش وهو التجمع بعد التفرق وذلك فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۱ وفیه نظر اذ قریش لیس لقب قصیّ بل کان هذا الاسم قبل قصیّ قال العلامة السهیلی فی روض الانف ج ۱ ص ۷ بعد ذکره هذا القول والدلیل علی اضطراب هذا القول ان قریشا لم یجتمعوا حتی جمعهم قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقرش وهو التکسب والتجارۃ قال الجوهری القرش الکسب والجمع قال الفراء وبه سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمی النضر قریشا لانه کان یقرش ای یفتش عن حاجة الناس فیسدها والتقریش هو التفتیش وکان بنوه یقرشون اهل موسم الحج عن الحاجة فیرفدونهم بما یبلغهم بلادهم۔

(۴) وفی روض الانف ج ۱ ص ۷ ان قریشا تصغیر القرش وهو حوتٌ فی البحر یاکل حیتان البحر سمی به ابو القبیلة اه روی البیهقی ان معاویة رضی اللہ عنه قال لابن عباس لم سمیت قریشٌ قریشا فقال لدابّةٍ تکون فی البحر تکون اعظم دوابه قال فانشد نی فی ذلك شیئا فانشده شعر الجمحی

اذ یقول ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر بھا سمیت قریش قریشا
تأکل الغث و السمین ولا تترکن لذی الجناحین ریشا
ھکذا فی البلاد حی قریش یأکلون البلاد اکلا کمیشا

(۵) وقیل سموا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانۃ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارۃ فکانت العرب تقول قد جاءت عیر قریش قالوا و بدر بن قریش ھو الذی حفر البئر المنسوبۃ الیہ التی کانت عندھا الوقعۃ العظمیٰ و فی صحیح مسلم عن و اثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی ھاشما من قریش واصطفانی من بنی ھاشم ۔ ایک اور حدیث شریف ہے الائمۃ من قریش۔ احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے۔

قحطان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے۔ قحطان عرب کے جد اعلی کا نام ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل یمن قحطان کی اولاد ہیں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں۔ قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں۔ اولادِ قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں۔ اس کے سلسلہ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حسب قولِ بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ وسیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱ ۔ ومروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ ونہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ والاخبار الطوال ص ۹ وکتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکلیل ج ۱ ص ۸۷ وتاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ وابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک۔

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فہو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دیکھو تورات التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدہا۔ نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹۔ یہ دونوں سلسلہ نسب تقریبًا ایک معلوم ہوتے ہیں۔

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہٰذا وہ یوں سلسلہ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ لیکن بعض مورخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ بقول بعض علماء قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳۔ بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ففی انسان العیون للحلبی ج ۱ ص ۱۸ وقحطان اوّل من قیل لہ ابیت اللعن واول من قیل لہ انعم صباحا ویعرب بن قحطان

قیل لہ ایمن لان ہود نبی اللہ تعالیٰ قال لہ انت ایمن ولدی وسمی الیمن یمناً بنزولہ فیہ اھ وھذا یدل علی ان قحطان ھو ھود علیہ السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔ فھو قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

وقد احتج لکون قحطان من ولد اسماعیل علیہ السلام بقول نبینا علیہ السلام ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیاً قال ھذا القول لقوم من اسلم بن افصی واسلم اخو خزاعۃ وھم بنو حارثۃ بن ثعلبۃ ابن عمرو بن عامر وابناء عمرو بن عامر من سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان انتھی بتصرف ما فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳ اور اہل سبا اہل یمن ہیں یعنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولادِ اسمٰعیلؑ ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن ھشام فی سیرتہ فالعرب کلھا من اسمٰعیل علیہ السلام وقحطان (ای کل العرب اما من اسماعیل واما من قحطان فھم نوعان بعضھم من اسماعیل وبعضھم من قحطان) وبعض اھل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعیل ویقول اسمٰعیل علیہ السلام ابو العرب کلھا اھ ج ۱ ص ۱۳

وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۲۳ عند ذکر التبابعۃ ملوک الیمن وھم بنو حمیر کانوا بالیمن ولم یکونوا یسمون منھم الملک بتبع حتی یملک الیمن واول من ملک منھم قحطان بن عابر بن صالح وھو اول من لبس التاج سنۃ ۲۰۳۰ قبل المیلاد ولما مات تولی بعدہ ابنہ یعرب بن قحطان وھو من کبار ملوک العرب یقال انہ اول من حیاہ ولدہ بقولھم ابیت اللعن وانعم صباحاً ثم ملک بعدہ ابنہ یشجب بن یعرب اھ

قریظہ۔ آیت وان یاتوکم اساری تفادوھم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قینقاع وبنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد وہ ۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگِ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوۂ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مَردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ ذو قعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قُزح ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قُزح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا فضا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگارنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قزح نظر آتی تھی وعن جبیر بن الحویرث قال رأیتُ ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی قزح وھو یقول ایھا الناس اَصبحوا ثم دفع وانی لاَنظرُ الی فخذِہ وقد انکشف مما یحرش بعیرُہ بمحجنہ۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے چار نام ہیں مزدلفہ وجمع وقُزح ومشعر حرام۔ قال البیضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (ھو) جبل یقف علیہ الامام ویسمّٰی قُزح اھ۔

الکوفۃ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے اس کے علاوہ متکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارض بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی بحکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر ۱۷ھ کو ہوئی وقیل ۱۹ھ وقیل ۱۸ھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ افواج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضی اللہ عنہ الیہ ان العرب لا یُصلِحھا من البلدان الاما اَصلح الشاۃ والبعیر فلا تجعل بینی وبینھم بحراً وعلیک بالریف اھ۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بسانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اوّلاً جھونپڑیوں اور چھپروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاونی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلک لاجتماع الناس بھا من قولھم قد تکوّف الرملُ ای اجتمع ورکب بعضُہ بعضاً۔ (۲) قیل اُخذت من الکوفان یقال ھم فی کوفان ای فی بلاءٍ وشرٍ۔ (۳) او سمیت بذلک لانھا قطعۃٌ من البلادِ من قول العرب قد اَعطیتُ فلاناً کیفۃً ای قطعۃً ثم انقلبت الیاء فی الکوفۃ واواً لانضمام ما قبلھا۔

(۴) قال قطرب سمیت بموضِعھا من الارضِ وذلک ان کل رملۃٍ یخالِطُھا حصباء تُسمّٰی کوفۃً۔ (۶) او لانّ جبل ساتید ما یحیط بھا کالکفاف علیھا (۷) قال ابن الکلبی سمیت بجبل صغیر فی وسطھا اسمہ کوفان۔ (۸) وقال ابن القاسم سمیت الکوفۃ لاستدارتھا اَخذاً من قول العرب رأیت کُوفاناً وکوفاناً للرُّمیلۃ المستدیرۃ۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں دائماً مفاخرہ ومناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو اور بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشراف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی مدح میں کہا الکوفۃ سفلت عن الشام ووبائہا وارتفعت عن البصرۃ وحرّھا فھی بریّۃ مریئۃ مریعۃ اذا اتتنا الشمال ذھبت مسیرۃ شہرٍ علی مثل رضراض الکافور واذا ھبّت الجنوب جاءتنا ریح السواد وورده ویاسمینہ واترنجہ ماؤنا عذبٌ وعیشنا خصبٌ فقال فی جوابہ عبدالملک بن الاھتم نحن واللّٰہ اوسع منھم بریّۃ واعدّ منھم فی السریۃ واکثر منھم ذرّیّۃ واعظم منھم نفرًا ولا یخرج من عندنا الا سائقٌ اوقائدٌ۔

فقال الحجاج ان لی بالبلدین خبرًا فقال ھات۔ فقال اما البصرۃ فعجوز شمطاء بخراء دفراء اوتیت من کل حلیّ واما الکوفۃ فبکرٌ عاطلٌ عیطاء لاحلیّ لھا ولا زینۃ۔

فقال عبدالملک ما اراك الا قد فضّلت الکوفۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفۃ کنز الایمان وحجۃ الاسلام وسیف اللّٰہ ورمحہ یضعہ حیث شاء والذی نفسی بیدہ لینصرن اللّٰہ باھلھا فی شرق الارض وغربھا کما انتصر بالحجاز۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اھل الکوفۃ اھل اللّٰہ وھی قبّۃ الاسلام یحِنّ الیھا کل مؤمن۔ کذا فی المعجم ج ۴ ص ۴۹۳

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وفار التنّور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر وحدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المناسك عن اھل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اھل المدینۃ وخذوا الحلال والحرام عن اھل الکوفۃ۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ نحاۃ وعلماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرتُ من البصرۃ الی الکوفۃ اس مقولہ کی وجہ استعمال ووجہ تقدم ذکر بصرہ وتاخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق ولطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول وحاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فراجعھا تری لطائف خلت عنھا الاسفار۔

کرمان۔ وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجك الجنّۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ کرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے۔ یہ فارس ومکران وسجستان وخراسان کے مابین ہے۔ کرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز وشاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرمان فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص ؓ سمندر پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے ابن عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزد جرد شہنشاہ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزد جرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلہ صلاۃ ہے اور یہ عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینش ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر یہیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیتِ مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غُثاءً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باربعین سنۃً ومنھا دُحیتِ الارضُ وعن مجاھد یقول خلقَ اللہ عزوجلّ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئًا من الارضین وعن عطاء عن ابن عباسؓ انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالی ریحًا ھفّافۃً فصفقتِ الماء فابرزت عن خشفۃٍ (الخشفۃ حجارۃ تنبت فی الارض نباتًا) فی موضع ھذا البیت کانھا قُبّۃ فدحا اللہ الارضین من تحتھا فمادت ثم مادّت فاوتدھا اللہ تعالی بالجبال فکان اوّل جبلٍ وُضِع فیھا ابو قبیس فلذلک سمیت مکۃ اُمّ القریٰ۔ وعن مجاھد قال لقد خلق اللہ عزّوجلّ موضعَ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئًا من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعدہ لفی الارض السابعۃ السفلیٰ۔ ذکر ھذہ الاٰثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدھ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا البیت خامس خمسۃ عشر بیتًا سبعۃ منھا فی السماء الی العرش وسبعۃ منھا الی تخوم الارض السفلیٰ

لکل بیت منہا حرم کحرم ھذا البیت۔ ذکرہ الازرقی۔ آسمانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماء سادسہ میں ہے۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیتاً فی السماء یقال لہ ضراح بحیال الکعبۃ یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک من الملائکۃ ما دخلوہ قط قبلھا۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک مجوف سرخ جنتی یاقوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا۔ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھالیا اور حجر اسود کو جبل ابوقبیس میں بطور امانت رکھا۔ فروی ابن جریج کان بمکۃ البیت المعمور فرفع زمان الغرق فھو فی السماء۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بحکم خدا یہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی۔ کما ھو المذکور فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آرہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعدہ شیث ابن آدم نے تعمیر کی کما سیاتی بیانہ۔

ثالث[۳] کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے۔ ملوکِ فارس کسریٰ وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے۔ چنانچہ غزالین کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے۔

رابع[۴] مؤرخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح مکۃ فی الجب الذی کان فیہ سبعین الف اوقیۃ من الذھب مما کان الملوک یھدون للبیت فیھا الف الف دینار

مرتين بمائتي قنطار و زنا. وقال علي بن ابي طالب رضي الله عنه يا رسول الله لو استعنت بهذا المال
على حربك فلم يفعل ثم ذكر لابي بكر فلم يحركه. قاله الازرقي ـ وفي البخاري بسنده الى وائل قال جلست
الى شيبة بن عثمان وقال جلس الي عمر بن الخطاب فقال هممت ان لا ادع فيها صفراء ولا بيضاء الا قسمتها
بين المسلمين قلت ما انت بفاعل قال ولم؟ قلت لم يفعله صاحباك فقال هما اللذان يقتدى بهما و
خرجه ابوداؤد وابن ماجة ـ

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی
زین العابدین نے نکال لیا ـ قال واقام ذلك المال الى ان كان فتنة الافطس وهو الحسن بن الحسين
ابن علي بن علي زين العابدين سنة تسع وتسعين ومائة حين غلب على مكة عمد الى الكعبة فاخذ
ما في خزائنها وقال ما تصنع الكعبة بهذا المال موضوعا فيها لا ينتفع بها نحن احق به نستعين به على
حربنا واخرجه وتصرف فيه وبطلت الذخيرة من الكعبة من يومئذ ـ كذا في تاريخ ابن خلدون وغيره ـ

خامس ـ بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح
کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل کا اور بعض دیگر مورخین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل
کا قبلہ بیت المقدس تھا ـ چنانچہ تحویلِ قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و
قالوا یا محمد ما ولاك عن قبلتك التي كنت عليها وانت تزعم انك على ملة ابراهيم ودينه وفي رواية
انهم قالوا للمسلمين ما صرفكم عن قبلة موسى ويعقوب وقبلة الانبياء ـ

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا ـ
بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فروی عن الزهري انه قال لم يبعث الله منذ هبط آدم عليه
السلام الى الارض نبيا الا جعل قبلته صخرة بيت المقدس ـ بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے
خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے
میں بھی آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک رہے ـ

لیکن محقق وصحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ـ فعن ابي العالية كانت
الكعبة قبلة الانبياء وكان موسى عليه السلام يصلي الى الصخرة بيت المقدس وهي بينه وبين
الكعبة ـ

وذكر بعض العلماء ان ذلك مما كتمه اليهود لان اليهود لم تجد كون الصخرة قبلة في التوراة وانما
كان تابوت السكينة على الصخرة فلما غضب الله على بني اسرائيل رفع وصلوا الى الصخرة بمشاورة
منهم وادعوا انها قبلة الانبياء ـ

بنابریں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صخرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صخرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامۃ علی الحلبی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحویلِ قبلہ پہلا نسخ ہے جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبیّ نبیاً قطّ فی قبلۃ الّا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فھو مخالف لغیرہ من الانبیاء فی ذلک وھذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادس۶ کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطّے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسئل عما یفعل وھم یسئلون نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہوسکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردشِ کواکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہوجائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کردیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہوجائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذو السویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض منجمین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہونِ منّت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمین کا اتفاق ہے کہ کوکبِ زحل بدبخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشئم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب ج ا ص ۳۷۳ پر ان منجمین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذھب قوم الی ان البیت الحرام علی مرور الدھور معظم فی سائر الاعصار لانہ بیت زحل وان زحل تولاہ ولانّ زحل من شانہ البقاء والثبوت فما کان لزحل فغیر زائل ولا داثر وعن التعظیم غیر حامل انتہی۔

سابع ۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور پھر کشتی نے بیت اللہ شریف کا بحکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے ۔ یہ ان کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن و اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا ۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی ۔ کذا فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ا ص ۱۷ ۔

ثامن قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی ۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے ۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے ۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کرتے ہیں :

اول بناء ملائکہ ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ۔ اثر علی بن الحسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالیٰ بعث ملائکۃ فقال لھم ابنوا لی بیتاً فی الارض بمثالہ وقدرہ ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقہ ان یطوفوا بھذا البیت ۔ حلبی ج ۱ ص ۱۴۸

دوم بناء آدم علیہ السلام ۔ بناہ ادم من خمسۃ اجبل من حراء وطور سیناء وطور زیتا والجودی ولبنان کذا فی الازرقی ۔ روی البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً بعث اللہ جبریل الی ادم وحواء فامرھما ببناء الکعبۃ فبناہ ادم ثم امرہ بالطواف بہ وقیل لہ انت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس ۔

سوم بناء شیث بن آدم علیہما السلام ۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے ۔

چہارم بناء ابراہیم علیہ السلام وفی الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ فی اثار مرویۃ ان ابراھیم بناہ من خمسۃ اجبل وان الملائکۃ کانت تاتیہ بالحجارۃ منھا وھی طور سیناء وطور زیتا اللذین بالشام والجودی ولبنان وحراء وھما فی الحرم فشاکل ذلک معناھا اذھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اھ ۔ وفی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۲۶ فبناہ من خمسۃ اجبل من حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر اھ ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کواڑ نہیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے تُبّع یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقّف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنادی تھی۔ قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۲۸ ولم یکن ابراہیم سقّف الکعبۃ ولا بناھا بمدر وانما رضمھا رضما اہ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص۴۶۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کرلی تو اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا یا اسمٰعیل ابغنی حجرا اضعہ ھھنا یکون للناس علما یبتدئون منہ الطواف فذھب اسمٰعیل یطلب لہ حجرا ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وکان اللہ عزوجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی یبنی بیتی فأخرجہ لہ فجاءہ اسمٰعیل فقال لہ یا ابہ من این لک ھذا؟ قال جاءنی بہ من لم یکلنی الی حجرک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فی مکانہ وھو حینئذ یتلألأ تلألؤا من شدّۃ بیاضہ فاضاء نورہ شرقا وغربا ویمنا وشاما فکان نورہ یضیئ الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشعبی لما اُمر ابراہیم علیہ السلام ان یبنی البیت وانتھی الی موضع الحجر قال لاسمٰعیل ائتنی بحجر لیکون علما للناس یبتدئون منہ الطواف فاتاہ بحجر فلم یرضہ فأتی ابراہیم بھذا الحجر۔ وعن عبداللہ ابن عمر وان جبریل ھو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنّۃ وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن تزالوا بخیر مادام بین ظھرانیکم فتمسّکوا بہ ما استطعتم فانہ یوشک ان یجیئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عزوجل یا آدم انی مھبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویُصلّی عندہ کما یصلّی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بوّأ لابراھیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبل حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والجودی وحراء وذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سُمّیت الکعبۃ لانھا علی خلقۃ الکعب قال وکذلک بنیان اساس آدم علیہ السلام اہ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان و مرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینشِ ارض کے وقت پانی سے بلند تھی اور بُلبلے یا ٹیلے کی طرح اونچی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلادی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۷ جعل ابراهیم ارتفاع البیت تسعة اذرع قیل وعرضه ثلاثین ذراعاً قال البعض وهو خلاف المعروف ولم یجعل له سقفاً ولا بناه بمدر وانما رصه رصّاً وجعل له باباً ای منفذاً لاصقاً بالارض غیر مرتفع عنها ولم ینصب علیه باباً یقفل وانما جعله تبع الحمیری بعد ذلک و حفر له بئراً داخله عند بابه علی یمین الداخل منه یلقی فیها ما یهدی الیه وکان یقال لها خزانة الکعبة۔

پنجم بناء عمالقہ۔ بعض آثار و کتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولّی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر کے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انھیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کریں اور زائرین و حجاج کی عزت و خدمت کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ان پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

عن ابن خیثم قال کان بمکّة حیّ یقال لهم العمالیق فاحدثوا فیها احداثاً فجعل الله یقودهم بالغیث ویسوقهم بالسنة ای القحط یضع الغیث امامهم فیذهبون لیرجعوا فلا یجدون شیئاً فیتبعون الغیث حتی الحقهم بمساقط رؤس آبائهم وکانوا من حمیر ای اهل الیمن ثم بعث الله علیهم الطوفان قال الراوی فقلتُ لابن خیثم وما الطوفان ؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضی الله عنهما انه کان بمکّة حیّ یقال لهم العمالیق فکانوا فی عزّة وکثرة وثروة وکانت لهم اموال کثیرة من خیل وابل وماشیة فلم یزل بهم البغی والاسراف علی انفسهم والالحاد بظلم واظهار المعاصی ولم یقبلوا ما اوتوا بشکر حتی سلبهم الله تعالیٰ ذلک فنقصهم بحبس المطرعنهم وتسلیط الجدب علیهم فکانوا یکرون بمکّة الظل ویبیعون الماء فاخرجهم الله من مکّة بالذرّ سلّطه علیهم حتی خرجوا من الحرم وکانوا قوماً عربیاً من حمیر فابدل الله تعالیٰ الحرم بعدهم بجرهم فکانوا سکّانه حتی بغوا فیه واستخفّوا بحقّه فاهلکهم الله جمیعاً۔ قوم عمالقہ کا بیان تفصیلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فراجعہ۔

بناء عمالقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام و ہاجر کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمٰعیل کے بعد جرہم متولی ہوئے تو جرہم سے قبل عمالقہ کیسے متولّی و بانی ہو سکتے ہیں۔ بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ عمالقہ نے بناء جرہم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاقِ اصحابِ تاریخ جرہم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقہ جرہم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل ثروت تھے تو عمالقہ نے تولیتِ جرہم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرہم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیرِ

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی راجع تاریخ مکۃ للفاکہی والمقریزی والسیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بناء جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد (کما قیل) یا نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد (کما قالوا) قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گر گیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنا دی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بناء قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بناء قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اوّل یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف جل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو عود کی خوشبو پہنچانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ گئی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں کمزور ہو گئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کر لیا اور چندہ جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندرگاہ میں ایک جہاز خراب ہو گیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اُس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر نجار و بنّاء تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وکان رومیًا وکان فی سفینۃ حبستہا الریح فخرجت الیہا قریش فاخذ واخشبہا وقالوا لہ ابنہا علی بنیان الکنائس وان باقوم الروم اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یدع وارثا فدفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسہیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہا۔ وقال ابن اسحٰق وکان بمکۃ قبطی یعرف نجر الخشب وتسویتہ فوافقہم علی ان یعمل لہم سقف البیت ویساعدہ باقوم الرومی اھ فالقبطی ہو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدہا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرا کر لے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرین کو کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض حجون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کدھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابہ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تخریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کہتا جاتا تھا اللھم لم ترع لانرید الاالخیر۔ پھر رکنین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوہان کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے۔ بعض نے ان پتھروں میں کدال ڈال کر ہلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارتِ بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار بنانے میں مصروف ہوگیا۔ تعظیم کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر پتھر لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہٰذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ اے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہبند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپؐ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مأمور تھے۔

امر ثانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زمانہ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خوں ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابو امیہ یعنی حذیفۃ بن المغیرہ جو ان میں معمر تھا (یہ ام سلمہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خونریزی کے لیے تعمیر نہیں کرنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا کہ ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (وفی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وھو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اوّل شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ھذا الامین رضینا ھذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا وکان کساء ابیض من متاع الشام پھر چاروں پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عتبۃ بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفۃ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابو زمعۃ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳

امر ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذُو بکّۃ خلقتھا یوم خلقتُ السمٰوات والارض و صوّرتُ الشمسَ والقمر وحففتُھا بسبعۃ أملاک حُنفاء لایزول أخشباھا (ای جبلاھا وھما ابو قبیس وھو جبل مشرف علی الصفا وقعیقعان وھو جبل مشرف علی مکۃ وجھہ الی ابی قبیس) یبارک لاھلھا فی الماء واللبن۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یأتیھا رزقھا من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیراً یحصد غبطۃ ومن یزرع شرًا یحصد ندامۃ تعملون السیئات

ونجزون الحسنات ؟ اجل کما یجنی من الشوك العنب ۔

ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں ۔ انا الاوّل ۔ انا اللہ ذو بکّۃ صنعتُھا یوم صنعتُ الشمس والقمر الی اٰخر ما تقدم ذکرہ وفی الثانی انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الرحم وشققت لھا اسمًا من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا بتّتہ وفی الثالث انا اللہ ذو بکّۃ خلقتُ الخیر والشرّ فطوبیٰ لمن کان الخیر علی یدیہ وویل لمن کان الشرّ علی یدیہ ۔

ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذو بکّۃ مُفقِر الزُّناۃ ومُعرِی تارك الصلاۃ اُرخِصھا والاقوات فارغۃ واُغلیھا والاقوات ملاٰنۃ ۔ وفی الاصابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انھم وجدوا کتابًا باسفل المقام فدعت قریش رجلًا من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموہ لقتلتمونی قال وظننّا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتمناہ ۔

بناء قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں ۔

اوّل ، انھوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی ۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے ۔ قریش نے چھت چھ ستونوں پر قائم کی تھی ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم ۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ ثم بناہ قصی جدّہ صلی اللہ علیہ وسلم وسقّفہ بخشب الدوم وجرید النخل اھ ۔

دوم ، انھوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیڑھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے ۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے ۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عھد ابراھیم وجرھم بالارض حتی بنتھا قریش قال ابو حذیفۃ بن المغیرۃ یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا ید خل علیکم الا من اردتم فان جاء احد ممن تکرھون رمیتم بہ فیسقط فکان نکالًا لمن راٰہ ففعلت قریش ذلك اھ ۔

سوم ۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف ۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرہم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو ۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا ۔ بہرحال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا ۔

قال فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۱۰۴ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرًا ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعًا

علی ھذا الذرع ورفعوھا بمد مال خشب ومد مال حجارۃ حتی بلغوا السقف فقال لھم باقوم الرومی اتحبون ان تجعلوا سقفھا مکبسًا او مسطحًا؟ فقالوا بل ابن بیت ربنا مسطحا قال فبنوہ مسطحًا وجعلوا فیہ ست دعائم فی صفین فی کل صف ثلاث دعائم وجعلوا ارتفاعھا من خارجھا من الارض الی اعلاھا ثمانیۃ عشر ذراعًا وکانت قبل ذلک تسعۃ اذرع وجعلوا میزابھا یسکب فی الحجر وجعلوا درجۃ من خشب فی بطنھا فی الرکن الشامی یصعد منھا الی ظھرھا وجعلوا لھا بابًا واحدًا فکان یغلق ویفتح انتھی بتصرف

یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھے ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف

چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کم ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی ناکافی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انہوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفاء کیا جسے حطیم وحجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالی کو ایسا ہی منظور تھا حطیم کی برکات سے اب زائرین وحجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لھذا اب جس کی یہ خواہش وتمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو وحسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بناء مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی یمانیین۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع کمرے کے چار رکن و کنج ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں ہے۔ قال فی انسان العیون ج ا ص ۱۵۹ ذکر بعضھم انہ کان لبیت اللہ رکنان وھما الیمانیان ای

لم یجعل له ابراھیم علیه السلام الا الرکنین المذکورین فجعلت له قریش حین بنته اربعة ارکان اھ

ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیڑھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشیر الیه العبارۃ المتقدمۃ۔

ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پرنالا (میزاب) حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصاً کسی مظلوم کی ظالم پر بددعا اس مقام پر بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پھر تیسری صف پتھر کی۔ وہکذا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوان کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اسی لکڑی کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ بہت جلد لگ سکتی ہے۔

نہم بناء عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابوقبیس پر سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔

وذکر فی کتاب الشرف ان اللہ بعث علیھم صاعقة بعد العصر فاحرقت المنجنیق واحرقت تحته ثمانیة عشر رجلا من اھل الشام وین کوان النار لما اصابت الکعبة اَنَّت بحیث یسمع انینھا کانین المریض اھ۔ اھ وھذا من اعلام النبوۃ فقد جاء انذارہ صلی اللہ علیه وسلم بتحریق الکعبة اھ۔

اسی اثنا میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تبخیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حطیم کو بھی شامل کرکے سب پر چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گراتے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الٰہی نازل ہو جانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اھل مکۃ الی منیٰ ومنھم ابن عباس رضی اللہ عنھما فاقاموا بھا ثلاثا مخافۃ ان یصیبھم عذاب شدید بسبب ھدمھا۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہو گیا تھا یا دو ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کرا دیا۔ بعدہٗ قرامطہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ علیھم ما علیھم۔

والقرامطۃ طائفۃ ملاحدۃ ظھروا بالکوفۃ سنۃ ۲۷۰ھ یزعمون ان لا غسل من الجنابۃ وحل الخمر وانہ لاصوم فی السنۃ الا یومی النیروز والمھرجان ویزیدون فی اذانھم وان محمد بن الحنفیۃ رسول اللہ وان الحج والعمرۃ الی بیت المقدس وافتتن بھم جماعۃ من الجھال واھل البراری وقوی شوکتھم حتی انقطع الحج من بغداد بسببھم۔

وکبیرھم ابو سعید وولدہ ابو طاھر فبنی ابو طاھر دارا بالکوفۃ وسماھا دار الھجرۃ وکثر فسادہ و استیلاؤہ علی البلاد وقتلہ المسلمین وتمکنت ھیبتہ من القلوب وکثرت اتباعہ وذھب الیہ جیش الخلیفۃ المقتدر باللہ السادس عشر من خلفاء بنی العباس غیر مامرۃ وابو طاھر یھزمھم ثم ان المقتدر سیر رکبا من الحجاج الی مکۃ فوافاھم ابو طاھر یوم الترویۃ فقتل الحجیج بالمسجد الحرام وفی جوف الکعبۃ قتلا ذریعا والقی القتلی فی بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدبوسہ فکسرہ ثم اقتلعہ واخذہ معہ وقلع باب الکعبۃ ونزع کسوتھا وشققھا بین اصحابہ وھدم قبۃ زمزم وارتحل عن مکۃ بعد ان اقام بھا احد عشر یوما ومعہ الحجر الاسود وبقی الحجر عند القرامطۃ اکثر من عشرین سنۃ۔

ثم ان الناس الطائفین کانوا یضعون ایدیھم محل الحجر الاسود من الکعبۃ للتبرک ودفع الی القرامطۃ فی الحجر خمسون الف دینار فابوا حتی اعید فی خلافۃ المطیع وھو الرابع والعشرون من خلفاء بنی العباس فاعید الحجر الی موضعہ وجعل لہ طوق فضۃ شد بہ زنتہ ثلاثۃ الاف وسبعمائۃ وتسعون درھما ونصف۔

ثم بعد القرامطۃ فی ۴۱۳ھ قام رجل من الملاحدۃ وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجہ الحجر من تلک الضربات وتساقطت منہ شظیات مثل الاظفار فجمع بنو شیبۃ ذلک الفتات وعجنوہ بالمسک واللک وحشوہ فی تلک الشقوق۔ کذا فی کتب التاریخ۔

دہم بناء حجاج۔ ابن زبیرؓ کی عمارت گرا کر حجاج نے بامر خلیفہ عبد الملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کر دی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبد الملک نے حجاج کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکرِ جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبد الملک نے حجاج کو سابقہ تعمیرِ قریش کے موافق بناء کعبہ کا حکم دیا وقال لسنا من تخبیط ابن الزبیر فی شیٔ۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

عبد الملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبد الملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہؓ سے نہیں سُنی اور نہ عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبد اللہ نے کہا اے امیر المومنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملک لہ انت سمعتھا تقول ھذا قال نعم قال فنکت بعصاہ ساعۃً ثم قال انی وددتُ انی ترکتُہ وما تحمّل۔

ولما ولی الخلافۃ ابو جعفر المنصور اراد ان یبنی الکعبۃ علی ما بناھا ابن الزبیر وشاور الناس فی ذلک فقال لہ الامام مالک بن انس انشدک اللہ یا امیر المومنین ان لا تجعل ھذا البیت ملعبۃ للملوک لا یشاء احد منھم ان یُغیّرہ الا غیّرہ فتذھب ھیبتُہ من قلوب الناس فصرفہ عن رأیہ فیہ۔

وذکر الطبری فی مناسکہ ان الذی اراد ذلک ونہاہ مالک ھو الرشید وذکر ذلک المقریزی ایضاً وقال ابن کثیر لما کان فی زمن المھدی بن المنصور استشار الامام مالکاً فی ردّ الکعبۃ علی الصفۃ التی بناھا ابن الزبیر فقال لہ انی اخشی ان تتخذھا الملوک لعبۃ۔

یازدہم۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۱۰۳۹ھ میں ہوئی یہ سلطان مراد خان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ بارشوں کی کثرت سے اسکی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلتِ تاسع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصلُ طینۃِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سُرّۃ الارض بمکۃ۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۴۷ ولما خاطب اللہ السموٰت والارض بقولہ ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین۔ کان المجیب من الارض موضع الکعبۃ ومن السماء ما حاذاھا الذی ھو محل البیت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایتِ ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کا مأخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایتِ کعب احبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مأخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ لما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق محمداً صلی اللہ علیہ وسلم امر جبریل ان یاتی بالطینۃ التی ھی قلبُ الارض وبھاؤھا ونورھا فقبض قُبضۃ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موضع قبرہ الشریف وھی بیضاء منیرۃ لھا شعاع عظیم نیز اگر مقام کعبۃ اللہ ہی مأخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپؐ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ ماخذِ تربت وطین ہی ہر شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وخمیر کا ماخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پر پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجوں کے ذریعہ طینۃ النبی علیہ السلام کا خاص حصہ اُچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پر پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون وتلک الطینۃ (التی کانت بمکۃ) لما تموج الماء رمی بھا من مکۃ الی محل تربتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنہ بالمدینۃ وبھذا یندفع ما یقال مقتضی کون اصل طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ ان یکون مدفنہ بھا لان تربۃ الشخص تکون فی محل دفنہ اھ۔

فضیلت عائشہؓ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل رہے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلہ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسماۃ سیدہ (وقیل رعلۃ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمٰعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر بوقتِ وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور اخوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایتِ کعبۃ اللہ قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گرگئیں تو جرہم نے بناء ابراہیمی کے موافق اسکی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست ومتولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق وفجور شروع کردیا اور حد سے تجاوز کرگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کردیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلہ جرہم کے قبضہ میں ولایتِ کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کردیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا واموال چرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد وعورت اساف ونائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنادیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انھیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہوگیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

بھر کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سدِ مآرب سیلِ عرم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہو گئے۔ سیلِ عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سیلِ عرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھا گئے۔

قبیلہ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہو گیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس و خزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی اسی قبیلہ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ حرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لُحَیّ ربیعۃ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال علیہ السلام رأیتُ لیلۃ المعراج عمرو بن لحی یجرّ قصبہ فی النار علی رأسہ فروۃ وھو اوّل من جعل البحیرۃ و السائبۃ والوصیلۃ والحام ونصب الاوثان حول الکعبۃ وغیّر الحنیفیّۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصائد کہے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ؎

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفا　　أنیسٌ ولم یسمر بمکۃ سامرٌ

بلی نحن کنا اھلھا فازالنا　　صُروفُ اللیالی والجُدُودُ العواثرُ

اولاد اسمٰعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہو گئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آکر مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئی تاہم ولایتِ بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جدِّ اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کر لی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے احباب و اقارب جمع کر کے ایام حج میں سخت جنگ و خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیتِ بیت اللہ شریف حاصل کر لی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ ابناء اسمٰعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آ گئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تا قیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصیؔ نے اپنے بیٹے عبد الدار کو حجابت دے دی۔ ظہور اسلام تک یہ عہدہ خاندان بنو عبد الدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبد الدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہوگیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ اعطنا الحجابۃ مع السقایۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیھا بالمعروف خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا من اید یکم الا ظالم فخرج عثمان بن طلحۃ الی الھجرۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرقی وغیرہ۔

آج تک خاندان ابو طلحہ یعنی بنو شیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنو شیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔

میں نے بعض ثقہ علماء جن میں حضرت العلامہ مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدہ سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنو شیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخرکار تھک کر بنو شیبہ کو بلایا۔ بنو شیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفل بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنو شیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللات۔ آیت فلا تجعلوا للہ انداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکینِ عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ ماخوذ ہے لاتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ سے کانھم زعموا انہ یصرف عنھم الشر۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات فعہ والاصل فعلۃ لویۃ حذفت الیاء فبقی لوۃ وفتحت لمجاورۃ الھاء وانقلبت الفا۔ من لویت الشئ اذا اقمت علیہ۔ چہارم اصلھا لوھۃ من لاہ السراب یلوہ اذا لمع حذفت الھاء وقلبت الواو الفا۔

لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستو وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلک الصخرۃ صخرۃ

اللات وکان اللات رجلاً من ثقیف فلما مات اللات قال لہم عمرو بن لحی لم یمت ولکن دخل فی الصخرۃ ثم امرہم بعبادتہا وان یبنوا علیہا بُنیانًا یسمّی اللات واشتہر ذلک الرجل باللات بتشدید التاء لانہ کان یلتّ السویق للحُجّاج علی تلک الصخرۃ ثم خففوا التاء۔ ثم قال لہم عمرو بن لحی ان ربکم قد دخل فی ہذہ الصخرۃ فجعلوہا صنمًا یعبدونہ۔ وکان فیہ وفی العزّی شیطانان یکلمان الناس فاتخذتہا ثقیف طاغوتًا وبنت لہا بیتًا وجعلت لہا سدنۃ وطافت بہ۔ وقیل کانت صخرۃ بیضاء مربعۃ بنت علیہا ثقیف بنیۃ ثم امر النبی علیہ السلام بہدمہا عند ظہور الاسلام وموضعہا الیوم تحت مسجد الطائف۔ کذا فی المعجم لیاقوت۔

مناۃ بُت کا زمانہ مقدم ہے لات پر۔ مناۃ کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر و کانت قریش وجمیع العرب یعظّمون اللات وکانت فی موضع منارۃ مسجد الطائف الیسری الیوم قال اللہ تعالی افرایتم اللات والعزّی۔

وبعد ظہور الاسلام بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ فہدمہا وحرقہا بالنار وقیل ارسل ابا سفیان بن حرب والمغیرۃ رضی اللہ عنہما۔

مصر۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالی اھبطوا مصرًا۔ مصر مشہور قدیم ملک ارض فراعنہ اور گہوارۂ علوم وفنون وکمالات وعجائبات ہے۔ مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا۔ مصر اس ملک کا سربراہ اوّل تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا۔ قرآن مجید میں مصر مذکور ہے۔ وآوینٰہما الی ربوۃ ذات قرار ومعین سے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے۔

قال بعض العلماء لم یذکر اللہ تعالی فی کتابہ مدینۃ بعینہا بمدح غیر مکۃ ومصر فانہ قال الیس لی ملک مصر وہذا تعظیم ومدح وقال اھبطوا مصرًا فان لکم ما سألتم تعظیمًا لہا فان موضعًا یوجد فیہ ما یسألون لا یکون الا عظیمًا زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدونیہ تھا۔ قیل مُثّلت الارض علی صورۃ طائر فالبصرۃ ومصر الجناحان فاذا خربتا خربت الدنیا۔

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری ہیں اور ہاجرام اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں۔ اور اُمّ اسمٰعیل بالواسطہ اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی رشتہ قرابت کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفی روایۃ باہلہا خیرًا فان لہم صہرًا۔ کئی انبیاء کا تعلق ولادۃً یا موتًا مصر سے ہے۔ مثل یوسف واسباط موسیٰ وہارون علیہم السلام۔ لفظ مصر منصرف وغیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اوّل بادشاہ کا نام مصر بن مصرایم تھا۔ وفاتِ مصر کے بعد اس کا بیٹا ببیصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمس بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صا بن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مالیق بن تدراس۔ پھر حربتا بن مالیق۔ پھر ملکی بن حربتا۔ پھر مالیا بن حربتا۔ پھر طوطیس بن مالیا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سارۃؓ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اُمِّ اسمٰعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنۃ طوطیس نے حکومت کی۔ پھر ابنۃ عمہا زالفانے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فراعنہ (وہم ولد عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفراعنۃ) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اوّل ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندے نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحبِ یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم نیل میں غرق ہوا پھر کاتم بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبطی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم لیاقوت

وقال ان الغالب فی اخلاق اھل مصر اتباع الشہوات والانہماک فی اللذات والاشتغال بالتنزھات والتصدیق بالمحالات وضعف المرائر والعزمات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر یعنی قاہرہ میں ہے۔ رأسِ حسین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل الیہا من عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان وھو خلف دار المملکۃ بزار۔

قال المسعودی فی مروج الذہب ج ۲ ص۲۵۸ ذکر ابن دأب قال دعانی الخلیفۃ الھادی فی وقت من اللیل لم تجر العادۃ انہ یدعونی فی مثلہ فدخلتُ الیہ ثم ذکر ماجری بینہما من المفاوضۃ والکلام فی امور الی ان انتھی الکلام الی عیوب مصر وفضائلہا قال ابن دأب ثم تغلغل بنا الکلام الی اخبار مصر وعیوبہا وفضائلہا واخبار نیلہا فقال لی الھادی فضائلہا اکثر قلتُ یا امیر المؤمنین ھذہ دعوی المصریین لہا بغیر برھان او ردّوہ والبینۃ علی الدعوی واھل العراق یأبون ھذہ الدعوی ویذکرون ان عیوبہا اکثر من فضائلہا قال مثل ماذا؟

قلتُ یا امیر المؤمنین من عیوبہا انہا لا تمطر واذا مطرت کرھوا وابتھلوا الی اللہ تعالیٰ بالدعاء قال اللہ عز وجل وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ فھذہ رحمۃ مجللۃ لھذا الخلق وھم لہا کارھون وھی لھم ضارۃ غیر موافقۃ لا یزکو علیہا زرعھم ولا تخصب علیہا ارضھم۔

ومن عیوبہا الریح التی یسمونہا المریسیۃ وذلک ان اھل مصر یسمون اعالی الصعید الی بلاد النوبۃ

مریس فاذا ھبّت الریحُ المریسیّة وھی الجنوبیة ثلاثة عشر یومًا اشتری اھل مصر الاکفان والحنوط وأیقنوا بالوباء القابل والبلاء الشامل ثم من عیوبھا اختلاف ھوائھا لانہم فی یوم واحد یغیرون ملابسہم مرارًا کثیرةً فیلبسون القمیص مرةً والمبطنات اُخری والحشومرةً وذلک لاختلاف جواھر الساعات بھا ولتباین مھابّ الھواء فیھا فی سائر فصول السنة من اللیل والنہار وھی تمیر ولا تمتار فاذا أجدبوا ھلکوا۔

واما نیلُھا فکفاک الذی ھو علیہ من الخلاف لجمیع الانھار من الصغار والکبار لیس بالفرات ولا الدجلة ولا نھربلخ ولا سیحان ولا جیحان شئ من التماسیح وھی فی نیل مصر ضارّة بلا منفعة ومفسدة غیر مصلحة وفی ذلک یقول الشاعر ؎

أظھرتُ للنیل ھجرانًا و مَقلیةً ۔۔۔ اذ قیل لی انّما التمساحُ فی النیل

فمن رأی النیلَ رأیَ العینِ من کثب ۔۔۔ فما أری النیل الا فی النواقیل

والنواقیلُ القِلالُ والکیزانُ قال وما مراد الشاعر فیما وصف ؟ قال لانہ لا یتمتع بالماء الا فی الآنیة لخوف مباشرة الماء فی النیل من التمساح لانہ یختطف الناس وسائرَ الحیوان قال ان ھذا النھر قد منع ھذا النوعَ من الحیوان مصالح الناس منہ ولقد کنتُ متشوقًا الی النظر الیھا فلقد زھّدتنی بوصفک لھا انتھی۔

المزدلفة۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام الآیة کی تفسیر میں مذکور ہے۔ مزدلفة بصیغة اسم الفاعل من الازدلاف وھو الاجتماع سمیت بذلک لاجتماع الناس فیھا۔ او من الازدلاف بمعنی الاقتراب لانھا مقربة من اللہ وقیل لازدلاف الناس فی منی بعد الافاضة وقیل لازدلاف آدم وحواء بھا واجتماعھما وقیل لنزول الناس بھا فی زلف اللیل وقیل الزلفة القربة فسمیت مزدلفة لان الناس یزدلفون فیھا الی الحرم و قیل لان آدم علیہ السلام لم یزدلف الی حواء ولم تزدلف الیہ حتی تعارفا بعرفة و اجتمعا بالمزدلفة فسمیت جمعا ومزدلفة وقیل لان الناس یدفعون منھا زلفة واحدة ای جمیعا وحدّ المزدلفة کما قال البعض إذا أفضت من عرفات تُریدہ فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسّر۔

منًی۔ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے۔ منًی بکسرِ میم وتنوینِ نون۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں۔ لفظ منیٰ مذکر و منصرف ہے وجوہ تسمیہ متعدد ہیں۔ (۱) سمی بذلک لما یُمنی بہ من الدماء ای یُراق قال اللہ تعالی من مَنیٍّ یُمنی (۲) لانّ آدم علیہ السلام تمنّی فی الجنّة۔ (۳) قال ابن الاعرابی ماخوذ من اَمنَی القومُ ومَنَی اللہ الشئَ قدّرہ وبہ سمّی منًی کانہ اراد ان اللہ قدّر فیہ عدّةَ مناسک وقرّرھا۔ (۴) قال ابن شمیل سمّی مِنًی لانّ الکبشَ مُنِیَ بہ ای ذُبِح۔ (۵) قال ابن عیینة اخذ من المنایا وھو جمع مَنیّة بمعنی الموت سمی بذلک لکثرة الاموات فیہ بذبح الاضاحی والھدی۔

ایام رمی جمار میں منی میں رات گزارنا اور وہیں ٹھہرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔

المدینۃ ۔ شرح بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں و زراعت والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا و قدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نہی مروی ہے۔ وفی الحدیث من سمّی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللّٰہ ھی طابۃ ھی طابۃ قال ذلک ثلاثا۔ قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔

حدیث شریف ہے المدینۃ تنفی الناس (ای شرارھم) کما ینفی الکیر خبث الحدید وفی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا۔ یہ دجّال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے ان الدجّال یرجف باھلھا فلا یبقی منافق ولا کافر الا خرج الیہ وفی روایۃ ینزل الدجال السبخۃ فترجف المدینۃ ثلاث رجفات یخرج اللّٰہ منھا کل منافق وکافر۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں ہو سکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔

ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابوبکر صدیق وغیرہ رضی اللّٰہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔ فعن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا لما قدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینۃ قدمھا وھی اوبأ ارض اللّٰہ من الحمّٰی فاصاب اصحابہ منھا بلاء وسقم وصرف اللّٰہ ذلک عن نبیّہ وفیہ فقال علیہ السلام اللّٰھم حبّب الینا المدینۃ کما حبّبت الینا مکۃ او اشد وبارک لنا فی مدّھا وصاعھا وانقل وباءھا الی مھیعۃ ومھیعۃ ھی الجحفۃ وفی روایۃ فکان المولود یولد بالجحفۃ فلا یبلغ الحلم حتی تصرعہ الحمّٰی۔

مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرتِ اسماء شرافت و فخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں لا یعرف فی البلاد اکثر اسماء منھا ومن مکۃ اھ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی التوراۃ اربعین اسما وقیل احد عشر وقیل نحو مائۃ اسم منھا دار الاخیار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ دار السنّۃ۔ دار السلامۃ۔ دار الفتح۔ الجابرۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں: طیّبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبّہ۔ محببہ۔ مجبورہ۔ یثرب۔ ناجیہ۔ موفّیہ اکالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوفہ۔ محفّرہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔ محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدینہ منورہ میں زمانۂ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولاد عملاق بن ارفخشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اوّل اوّل یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر اُدھر حجاز میں آباد ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علماء ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتبِ آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاء مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لاکر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں تُبّع بادشاہ نے بنو عمرو بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

مَكَّةُ المُكَرَّمَة - تفسیر بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکزِ اسلام و مرکزِ شعائر الدین ہے وجہِ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمیت مکۃ لانہا تمکّ الجبّارین ای تذہب نخوتہم۔ قصہ اصحابِ فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بہا من قولہم اِمتکّ الفصیلُ ضرعَ اُمِّہ اذا مصّہ مصّا شدیدا۔ (۳) سمیت بکۃ لازدحام الناس بہا ومکۃ ھی بکۃ والمیم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامی سمیت مکۃ لان العرب فی الجاھلیۃ کانت تقول لا یتم حجّنا حتی نأتی مکان الکعبۃ فنمکّ فیہ ای نصفر صفیر المکّاء حول الکعبۃ وکانوا یصفرون ویصفقون بایدیہم اذا طافوا بہا والمکّاء بتشدید الکاف طائر یأوی الریاض یصیح وبتخفیف الکاف الصفیر فکانہم کانوا یحکون صوت المکاء۔ (۵) او لانہا بین جبلین مرتفعین علیہا وھی فی ھبطۃ بمنزلۃ المکّوک والمکوک اِناء۔ (۶) او لانہا لا یفجر بہا احد الا بکّت عنقہ فکان یصبح وقد التوت عنقہ کذا قیل۔ (۷) او من مکّ الثدی ای مصّہ لقلۃ مائہا لانہم کانوا یمتکّون الماء ای یستخرجونہ۔ (۸) او لانہا تمکّ الذنوب ای تذہب بہا کما یمکّ الفصیلُ ضرعَ اُمّہ فلا یبقی فیہ شیئا۔ (۹) او لانہا تمکّ من ظلم ای تنقصہ۔ وقیل سمیت بکۃ لان الاقدام تبکّ بعضہا بعضا۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکّہ۔ نسّاسہ۔ ام رُحم۔ امّ القریٰ۔ معاد۔ حاطمہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسّہ۔ باسّہ۔ کُوثیٰ۔ المُذہب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۂ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا انی لاعلم انک احب البلاد الیّ وانک احب ارض اللہ الی اللہ ولولا ان المشرکین اخرجونی منک ما خرجت وقال عائشۃ رضی اللہ عنہا لولا الھجرۃ لسکنت مکۃ فانی لم ار السماء بمکان اقرب الی الارض منھا بمکۃ ولم یطمئن قلبی ببلد قط ما اطمأن بمکۃ ولم ار القمر بمکان احسن منہ بمکۃ ۔ ایک اور حدیث ہے من صبر علی حر مکۃ ساعۃ تباعدت عنہ جھنم مسیرۃ مائۃ عام وتقربت منہ الجنۃ مائتی عام ۔ اہل مکہ جاہلیت میں معزز تھے ۔ بڑے بڑے امراء وبادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوک حمیر وکندہ وغسان ولخم وغیرہ ۔

فائدہ ۔ اس امر میں علماء وائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ ۔ چنانچہ اس میں دو قول ہیں ۔ مکہ مکرمہ کی وجوہ افضلیت متعدد ہیں ۔ اس میں کعبۃ اللہ ہے ۔ وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا ۔ طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں ۔ اس میں رکن یمانی وحجر اسود ومقام ابراہیمی ہیں جو کہ جنت کے پتھر ہیں ۔ اس میں جبل ابو قبیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے ۔ اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ ومزدلفہ وعرفات ہیں ۔ حج وعمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں ۔ یہ ام القریٰ ہے ۔ اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی ۔ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے ۔

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں ۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے ۔ نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والاعتبار للخواتیم ۔ آپؐ کی وفات یہاں پر ہوئی ۔ آپؐ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا ۔ اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں ۔ جبل احد یہاں پر ہے وھو جبل یحبنا ونحبہ الحدیث ۔ اکثر ازواج مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین وبنات نبی علیہ السلام کی قبریں اور سید شباب اہل الجنۃ حسنؓ کی قبر اور سید شہداء اہل الجنۃ حمزہؓ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے ۔ کل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے ۔ خلفاء راشدین ابو بکرؓ وعمرؓ و عثمانؓ فاتحین دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام وافواج بھیجتے تھے ۔ مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا ۔ مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے ۔ من صبر علی لأوائھا ومات بھا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ ۔ ریاض الجنۃ مدینہ منورہ ہی میں ہے ۔

المشعر الحرام ۔ قرآن مجید میں ہے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام ۔ مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے ۔ مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں ۔ المحسّر ۔ بکسر سین مشددہ ۔ اسم فاعل ہے تحسیر سے ۔ وھو مشتق من الحسر وھو کشطک الشئ وکشفک ایاہ ۔ یقال حسر عن ذراعیہ وحسر البیضۃ عن رأسہ او من الحسر بمعنی الإعیاء یقال حسرت الدابۃ اذا اعیت او من حسر فلان حسرا اذا اشتدت ندامتہ ۔

یہ مزدلفہ ومنی کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسّر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منی میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ معجم میں یاقوت لکھتے ہیں وقیل ہو موضع بین مکۃ وعرفۃ وقیل بین منی وعرفۃ اھ۔

المسجد الحرام ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالی ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجدِ حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم وبابرکت مسجد ہے۔ بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام وعہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا مسجد کے ارد گرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ وعمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انّ الکعبۃ بیت اللہ ولابدّ للبیتِ من فناءٍ وانکم دخلتم علیھا ولم تدخل ھی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے ارد گرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ ارد گرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعدہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور تحسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزرکشی ص۵۷۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابنَ الزبیر رضی اللہ عنہ زاد فی المسجد زیادۃً کبیرۃً واشتری دُوراً من جملتِھا بعضُ دارِ الازرق اشتری ذلک بِبضعۃ عشر الف دینار وجعل فیھا عمداً من الرخام ثم عمّرہ عبد الملک بن مروان ولم یزد فیہ لکن رفع جدارہ وجلَب الیہ السواری من البحر الی جدّہ وسقفہ بالساج وعمّرہ عمارۃً حسنۃً اھ مسالک الابصار ج ۱ ص۱۰۱۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عُرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطّہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماوردی فی کتاب الجزیۃ انّ کل موضعٍ ذکر اللہ فیہ المسجدَ الحرام فالمراد بہ الحرم الّا فی قولہ تعالی فولّ وجھک شطر المسجد الحرام فانہ اراد

به الكعبة۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاۃٌ فی مسجدی افضل من الف صلاۃٍ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلاۃٌ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃٍ فیما سواہ رواہ ابن ماجۃ ج ۱ ص۱۰۴ طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلاۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلاۃ رواہ احمد والبزار۔

لہٰذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۹ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالۃ الحسن البصری الی الرجل الزاھد الذی اراد الخروج من مکۃ: قال صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی فی المسجد الحرام رکعتین فکانما صلّی فی مسجدی الف الف صلاۃ والصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصریؒ میں مذکور حدیث کے پیشِ نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ...... یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب ۱۰۰۰۰۰۰۰۰ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک ستر انبیاء کی قبریں ہیں۔ حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش وتمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرم کی زیارت کرنے والے اور طوافِ بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۴ وجاء ان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعۃ وتسعین نبیاً وجاء ان حول الکعبۃ لقبور ثلثمائۃ نبیّ وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبور سبعین نبیاً وکل نبی من الانبیاء اذا کذّبہ قومہ خرج من بین اظھرھم واتی مکۃ یعبد اللہ عزوجلّ بھا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ وان قبر ھود وصالح وشعیب واسمٰعیل علیھم السلام فی تلک البقعۃ اقول ویوافق ذلک قول بعضھم ان اسمٰعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبر اسمٰعیل فی الحجر ذکر المحب الطبری ان البلاطۃ الخضراء التی بالحجر قبر اسمٰعیل علیہ السلام انتہی۔

المَرْوَة ۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مَرْوَہ بفتح میم وسکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عرام ومن جبال مکۃ المروۃ جبل مائل الی الحمرۃ وقال ابو الربیع المحدث المکی ان منزلہ فی رأس المروۃ وانہا اکمۃ لطیفۃ فی وسط مکۃ تحیط بہا وعلیہا دور اہل مکۃ ومنازلہم وہی فی جانب مکۃ الذی یلی قعیقعان اھ۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کرکے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے۔ جبل مروہ وجبل صفا شعائر اللہ میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج وعمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کرکے مروہ پر ختم کرنا لازم ہے۔

ایام حج ورمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص ۱۱۲ المروۃ الحجارۃ البیض تقتدح بہا النار ولا یکون اسود ولا احمر ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بہ سپیدی تھے۔ واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۷۳ نَصَبَ عمرو بن لُحَیّ علی الصفا صنماً یقال لہ نہیک مجاود الریح ونصب علی المروۃ صنماً یقال لہ مُطعِم الطیر اھ۔ جاہلیت میں بھی سعی بین الصفا والمروہ مناسک حج میں شمار ہوتی تھی۔ لیکن زمانۂ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مَناۃ بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ مَناۃ کے نام سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھتے تھے اور اس کی تکریم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا ومروہ پر نصب دو بت یعنی نہیک مجاود الریح ومطعم الطیر اور مناۃ کے مابین ناراضگی نہ ہو جائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناۃ کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنم مناۃ کے محبّین وعُشّاق انصار کے اوس وخزرج وقبیلہ ازد وغسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی انّ عمرو بن لحی نَصَبَ مناۃ علی ساحل البحر مما یلی قدید (ا) کان موضع مناۃ فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع و رابغ) وهی التی کانت للازد وغسان یحجونہا ویعظمونہا فاذا طافوا بالبیت وافاضوا من عرفات و فرغوا من منی لم یحلقوا الا عند مناۃ وکانوا یہلون لہا ومن اہل لہا لم یطف بین الصفا والمروۃ لمکان الصنمین اللذین علیہما نہیک مجاود الریح ومطعم الطیر فکان ہذا الحی من الانصار یہلون بمناۃ وکانوا اذا اہلوا بحج او عمرۃ لم یظل احدا منہم سقف بیت حتی یفرغ من حجتہ او عمرتہ وکان الرجل اذا احرم لم یدخل بیتہ و ان کانت لہ فیہ حاجۃ تسور بیتہ لان لا یجن رتاج البیت راسہ فلما جاء اللہ بالاسلام انزل اللہ تعالی فی ذلک ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ۔ الآیۃ ۔ وکانت مناۃ للاوس والخزرج وغسان من الازد و من دان بدینہم من اہل یثرب واہل الشام اھ ۔

المیل والبرید۔ آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تفسیر میں میل و برید مذکور ہیں۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متأخرین کے نزدیک۔ اور قدماء کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے۔ دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے۔ کیونکہ قدماء کا گز لمبا ہے اور متأخرین کا گز چھوٹا ہے۔ متأخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہذا قدماء کے گز کے حساب سے تین ہزار گز متأخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں۔

زیادہ معروف ومشہور متأخرین کا گز ہے۔ متأخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جو کا ہوتا ہے۔ جب چھ جو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کر دیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے۔ فقہاء وعلماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جو چھ بالوں کے برابر ہوتا ہے۔ پس ایک گز ۱۴۴ جو کا بنتا ہے۔ قال الزیلعی ان المیل اربعۃ آلاف ذراع۔ یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں۔ ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعۃ آلاف خطوۃ۔

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ ؎

ان البرید من الفراسخ اربع ۔۔۔ ولفرسخ فثلاث امیال ضعوا
والمیل الف ای من الباعات قل ۔۔۔ والباع اربع اذرع تستتبع
ثم الذراع من الاصابع اربع ۔۔۔ من بعدہا العشرون ثم الاصبع
ست شعیرات فظہر شعیرۃ ۔۔۔ منہا الی بطن لاخری توضع
ثم الشعیرۃ ست شعرات فقل ۔۔۔ من شعر بغل لیس فیہا مدفع

کذا فی ہامش رد المحتار شرح الدر المختار۔

فائدہ۔ شرعی گز جو ۲۴ انگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ لہذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دُگنا ہے۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج و معروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو ہزار گز کا بنتا ہے۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲۴۰ گز طویل ہے راجع للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

نائلۃ و اساف۔ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اساف و نائلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہلِ جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنو خزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولّی قبیلہ جرہم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب ان کی بداعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالی نے ان پر بنو خزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنو خزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنو خزاعہ بیت اللہ شریف کے متولّی بن گئے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت و نگرانی بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ بنو خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولّی عمرو بن لحی تھا عمرو بن لحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی۔ کما فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲۔

اساف و نائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف و نائلہ دراصل جرہم میں سے ایک مرد و عورت تھے۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو کر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالے نے دونوں کو مسخ کر کے پتھر کا بنا دیا۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی ممسوخہ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا و مروہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرأت نہ کرے۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اُس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا وسوسہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکۃ فلم یزل امرهما یدرس ویتقادم حتی صارا صنمین یُعبدان وقال بعض اهل العلم ان عمرو بن لحی دعا الناس الی عبادتهما وقال للناس انما نُصبا ههنا ان اٰبائکم ومن قبلکم کانوا یعبدونهما وانما القاه ابلیس علیه ثم حواهما قصی بن کلاب بعد ذلك فوضعهما یذبح عندهما تجاه الکعبۃ عند موضع زمزم انتهی۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نائلہ بنت ذئب اس بدفعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی

ان دونوں کے نسب میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ا ص ۸۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیك قال ابن اسحاق واتخذوا اسافا ونائلۃ علی موضع زمزم ینحرون عندهما وکان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ من جرهم هو اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیك فوقع اساف علی نائلۃ فی الکعبۃ فمسخهما اللہ حجرین انتهی۔ وفی اخبار مکۃ قال عبد الرحمن بن ابی الزناد هو اساف بن سهیل ونائلۃ بنت عمرو بن ذئب انتهی۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحق باسناده عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنها انها کانت تقول ما زلنا نسمع ان اسافا ونائلۃ کانا رجلا وامرأۃ من جرهم احدثا فی الکعبۃ فمسخهما اللہ تعالیٰ حجرین انتهی۔ قال السهیلی فی الروض الانف ج ا ص ۶۳ ذکر رزین فی فضائل مکۃ عن بعض السلف قال ما امهلهما اللہ الی ان یفجرا فیها ولکنه قبّلها فمسخا حجرین فاُخرجا الی الصفا والمروۃ فنُصبا علیهما لیکونا عبرۃ وموعظۃ فلما کان عمرو بن لحی نقلهما الی الکعبۃ ونصبهما علی زمزم فطاف الناس بالکعبۃ وبهما حتی عُبدا من دون اللہ اهـ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما۔ قال البیضاوی کان اساف علی الصفا ونائلۃ علی المروۃ وکان اهل الجاهلیۃ اذا سعوا مسحوهما فلما جاء الاسلام وکسر الاصنام تحرج المسلمون ان یطوفوا بهما لذلك فنزلت هذه الاٰیۃ اهـ۔

وذکر الواقدی عن اشیاخه قالوا کان اساف ونائلۃ رجلا وامرأۃ الرجل اساف بن عمرو والمرأۃ نائلۃ بنت سهیل من جرهم فزنیا فی جوف الکعبۃ فمسخا حجرین فاتخذوهما یعبدونهما وکانوا یذبحون عندهما ویحلقون رؤسهم عندهما فلما کسرت الاصنام کسرا ای فی فتح مکۃ فخرجت من احدهما امرأۃ سوداء شمطاء تخمش وجهها عریانۃ ناشرۃ الشعر تدعو بالویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی ذلك فقال تلك نائلۃ قد أیست ان تُعبد ببلادکم ابدا ویقال رنّ ابلیس ثلاث رنّات رنّۃ حین لُعن فتغیرت صورته عن صورۃ الملائکۃ ورنّۃ حین رأی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قائما بمکۃ یصلی ورنّۃ حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فاجتمعت الیہ ذریتہ فقال ابلیس اَیْئِسوا ان تردّ وا امۃ محمد علی الشرک بعد یومہم هذا ابدًا ولکن اَفشوا فیهم النوح والشعر انتهی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اوّلاً اساف کا استلام کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالتِ طواف میں بیت اللہ شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اوّلاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کردیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تا آنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہوجاتے۔ قال فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلها یطرحها بین اساف و نائلۃ فلا یمسحها احد ولا ینتفع بها حتی تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتهی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف و نائلۃ اُخرجا من الکعبۃ فنصب احدُ هما علی الصفا والاخری علی المروۃ لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس ویتقادم حتی صارا یمسحان یتمسح بهما من وقف علی الصفا والمروۃ فلما کان عمرو بن لحی امر الناس بعبادتهما والتمسح بهما حتی کان قصی بن کلاب فحوّلهما من الصفا والمروۃ فجعل احدهما یلصق الکعبۃ وجعل الاُخر فی موضع زمزم ویقال جعلهما جمیعا فی موضع زمزم وکان ینحر عندهما وکان اهل الجاهلیۃ یمرون باساف و نائلۃ ویتمسحون بهما وکان الطائف اذا طاف بالبیت یبدأ باساف فیستلمہ فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلۃ فاستلمها فکانا کذلک حتی کان یوم الفتح فکسرهما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ما کسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انها قالت کان اساف و نائلۃ رجلاً وامرأۃً فمسخا حجرین فاخرجا من جوف الکعبۃ وعلیهما ثیابهما فجُعِل احدهما بلصق الکعبۃ والاخر عند زمزم وکان یطرح بینهما ما یهدی للکعبۃ ویقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم وانما نُصبا هنالک لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس حتی جُعِلا وثنین یُعبدان وکانت ثیابهما کلما بلیت اخلفوا لهما ثیابًا ثم اخذ الذی بلصق الکعبۃ فجعل مع الذی عند زمزم وکانوا ینحرون عندهما ولم تکن تدنو عندهما امرأۃ طامث۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ ای یوم الفتح و حول الکعبۃ ثلاثمائۃ وستون صنمًا منها ما قد شدّ برصاص فطاف علی راحلتہ وهو یقول جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا ویشیر الیها ای بقضیبہ فما منها صنم اشار الی وجهہ

إلّا وقع علی دبرہ ولا اشار الی دبرہ إلّا وقع علی وجھہ حتی وقعت کلھا۔

نضیر۔ وان یا تو کم اساریٰ تفادوھم کے بیان میں مذکور ہے۔ بنو نضیر یہود مدینہ منورہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ بڑے مال دار اور شرارتی تھے۔ کہتے ہیں کہ بنو نضیر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں حیّی بن اخطب وغیرہ اس کے امرا تھے۔ نبی علیہ السلام اور ان کے مابین یہ معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور دیات میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے بئر معونہ کے افسوسناک والمناک حادثہ جس میں بہت سے قرّا صحابہ قتل کیے گئے سے واپس مدینہ منوّرہ آتے ہوئے بنو عامر یعنی قاتل قبیلہ کے دو آدمی راستے میں قتل کر دیے۔ عمرو کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ دو آدمی نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے معاہدہ کر کے آرہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حسب معاہدہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنا چاہی۔ چنانچہ آپؐ اس سلسلے میں دس صحابہ کو ساتھ لے کر مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ یہود نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی تو آپؐ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر اعلانِ جنگ کر کے بنو نضیر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ غزوہ ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس ساری شرارت کا سرپرست حیی بن اخطب والد صفیہ امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا تھا۔ بنو نضیر کئی دن کے محاصرہ سے جب تنگ ہوئے تو جلاوطنی کی اجازت چاہی۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ زینت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے کرّ وفر سے چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر نکل گئے بعض خیبر اور بعض ملکِ شام چلے گئے۔ اس واقعہ میں بنو نضیر کے صرف دو آدمی یامین بن عمیر و ابو سعید بن وہب مسلمان ہوئے۔ بنو نضیر کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن عباسؓ سورۂ حشر کو سورۂ بنی نضیر کہتے تھے۔

بنو نضیر کے گھروں میں سے نبی علیہ السلام کو جو اسلحہ ملا اس کی تفصیل یہ ہے ۵۰ درع۔ ۵۰ خود۔ لوہے کی ٹوپی۔ ۳۴۰ تلواریں۔

نجران بفتح نون۔ آیت وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شیئ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ نجران عربستان میں ایک شہر کا نام ہے جس کے اکثر باشندے نصاریٰ تھے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے بجہت یمن سات مراحل دور ہے۔ اس کے ارد گرد بہت بستیاں تھیں۔ نجران بن زیدان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر اس شہر کا نام نجران رکھا گیا۔ کیونکہ نجران بن زیدان سب سے پہلے یہاں پر وارد ہوا تھا اور اس شہر کو آباد کیا تھا۔

بقول بعض مفسرین قصہ اُخدود اسی شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس قصہ میں عبد اللہ بن ثامر مؤمن و موحّد کی کرامات کی وجہ سے لوگ عیسائی بن گئے۔ اُس زمانے میں قبل اسلام

عیسائیت ہی صحیح دین توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبہ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلّم نہیں ہے وہ یہ ہے روی عن النبی علیہ السلام انہ قال القری المحفوظۃ اربع مکۃ والمدینۃ وایلیاء ونجران وما من لیلۃ الا وینزل علی نجران سبعون الف ملک یسلمون علی اصحاب الاخدود ولا یرجعون الیہا بعد ہذا ابدا۔ بقول یاقوت نجران ۱۰ھ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہود خیبر کو جلاوطن کر کے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہی تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخرجن الیہود والنصاری عن جزیرۃ العرب حتی لا ادع فیہا الا مسلما و عن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اٰخر ما تکلم بہ انہ قال اخرجوا الیہود من الحجاز واخرجوا اہل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہار حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے و پڑھنے دو۔ مقصد تالیفِ قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکاء وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربہم جنّٰت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وازواج مطہرۃ و رضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم یمنعکم من الاسلام ثلاث عبادتکم الصلیب واکلکم لحم الخنزیر وزعمکم ان للہ ولدا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن و حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے گریز کیا اور آپس میں مشورہ کرکے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہوگئے۔ پھر صلح کرکے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اما والذی نفسی بیدہ لقد تدلی العذاب علی اھل نجران ولولا عفونی لمسخوا قردۃ وخنازیر ولاضطرم الوادی علیھم نارا ولاستاصل اللہ تعالی نجران واھلہ حتی الطیر علی الشجر ولا حال الحول علی النصاری حتی یھلکوا۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۲۱۲ سورۃ آل عمران کی بہت سی ابتدائی آیات اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔

النیل۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام رومی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ کما صرح بہ الشیخ حمزۃ۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگرمچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قزوینی عجائب المخلوقات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نھر اطول من النیل لان مسیرۃ شھر فی بلاد الاسلام وشھرین فی بلاد النوبۃ و اربعۃ اشھر فی الخراب الی ان یخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء ولیس فی الدنیا نھر یصب من الجنوب الی الشمال سواہ اھ۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں النیل نھر من اطول انھار المعمورۃ واعذبھا وقد کان یؤلھہ المصریون الاقدمون ویبلغ طولہ ۰۰۰ ۵ کیلومتر انتھی۔

کیلو میٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول یہی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جا گرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلاریب پانچ سو کیلو میٹر کیا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفر رہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طولہ ۰۰۰ ۵ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات و آبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات و احوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کا سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قبط میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہوکر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کرلیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آنی شروع ہوجاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہوجاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادۃ النیل سبعۃ امتار فوق نھایۃ التحاریق

وقد یرتفع النیل احیاناً فیسبب غرق الاراضی انتھی۔ یاقوت معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۴ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النیل جعله الله لھا سقیاً یزرع علیه ویستغنی به عن میاه المطر فی ایام القیظ اذا نضبت المیاه من سائر الانھار ویمدّ النیل فی اشدّ ما یکون من الحرّ حین تنقص انھار الدنیا۔

وقد روی عن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه قال ان نیل مصر سیّد الانھار سخّر الله له کل نھر بین المشرق والمغرب ان یمدّ له وذلّله له۔ فاذا اراد الله تعالیٰ ان یجری نیل مصر امر الله تعالیٰ کل نھر ان یمدّه بمائه وفجّر الله له الارض عیوناً فاذا بلغ النیل نھایته امر الله کل ماء ان یرجع الی عنصره ولذلك جمیع میاه الارض تقلّ ایام زیادته۔ دریائے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تاریخ کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات وزمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی وقحط کا سال ہوتا ہے۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا۔

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ ربؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال دیکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان ھذا لا یکون فی الاسلام وان الاسلام یھدم ما کان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقلِ مکانی کے ارادے کر لیے۔

جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی۔ فکتب الیه عمرؓ قد أصبتَ ان الاسلام یھدم ما قبله وقد بعثتُ الیك ببطاقة فالقھا فی داخل النیل اذا اتاك کتابی ھذا واذا فی کتابه۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ من عبد الله عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الی نیل مصر۔ امّا بعد فان کنتَ تجری من قبلك فلا تجر وان کان الواحد القھار یجریك فنسأل الله الواحد القھار ان یجریك

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عیدِ صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا۔ روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت کے موافق انھیں آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن کردیں کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ا ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل وفرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے انہ علیہ السلام رأی اربعۃ انھار تخرج من اصلھا ای من اصل سدرۃ المنتہیٰ نھران ظاھران ونھران باطنان فقلت یا جبرائیل ماھذہ الانھار قال اما النھران الباطنان فنھران فی الجنۃ واما الظاھران فالنیل و الفرات۔ وفی روایۃ یخرج من اصلھا اربعۃ انھار من الجنۃ وھی النیل والفرات وسیحان جیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل وکیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کردیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت وبرکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ا ص ۴۰۰ پر ہے وقد جاء فی حدیث ما من یوم الاّ وینزل ماء من الجنّۃ فی الفرات قال بعضھم ومصداقہ انّ الفرات مدّ فی بعض السنین فوجد فیہ رُمّان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمّان الجنۃ وھذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواھیۃ وفی حدیث موقوف علی ابن عباس رض اذا کان خروج یأجوج ومأجوج ارسل اللہ تعالی جبرئیل فرفع من الارض ھذہ الانھار والقرآن والعلم والحجر والمقام وتابوت موسی علیہ السلام بما فیہ الی السماء۔

وروی الطبرانی ان سدرۃ المنتھی یخرج من اصلھا اربعۃ انھار من ماء غیر آسن ومن لبن لم یتغیّر طعمہ ومن خمر لذۃ للشاربین ومن عسل مصفی۔ وعن کعب الاحبار ان نھر العسل نھر النیل ویدل لذلک قول بعضھم لولا دخول بحر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج ویختلط بملوحتہ لما قدر احد علی شربہ لشدۃ حلاوتہ ونھر اللبن نھر جیحان ونھر الخمر نھر الفرات ونھر الماء نھر سیحان انتہیٰ۔

واسط۔ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ واسط بصرہ و کوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ و کوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والیٔ عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتمد آدمی کو نیا شہر بسانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب و ہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فبینما انا یوما علی شاطئ دجلۃ ومعی صاحبٌ لی اِذا انا برجل علی فرسٍ فصاح باسمی واسم ابی فقلتُ ما تشاء؟ فقال الویل لاھل مدینۃ تُبنی ھٰھنا لیُقتلَنَّ فیھا ظلماً سبعون الفاً کرر ذلک ثلاث مرات ثم اَقحم فرسہ فی دجلۃ حتی غاب فی الماء فلما کان من قابلٍ ساقنی القضاءُ الی ذلک الموضع فاذا انا برجل علی فرس فصاحَ بی کما صاح فی المرۃ الاولی وقال کما قال وزاد سیُقتل من حولھا ما یستقلّ الحصیٰ لعددھم ثم اقحم فرسہ فی الماء حتی غاب قال وکانوا یرون انھا واسط وما قُتِل فیھا۔ کذا ذکرہ یاقوت فی المعجم۔

وقیل اُحصِی فی محبس الحجاج ثلاثۃ وثلاثون الف انسان لم یُحبَسوا فی دم ولا تبِعۃ ولا دین و اُحصِیَ مَن قتلہ صبراً فبلغوا مائۃ وعشرین الفاً۔

وذُکِرَ الحجاجُ الثقفی عند عبد الوھاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما تذکرون المساوی اوما تعلمون انہ اوّل من ضرب درھماً علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ واوّلُ من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وانّ امرأۃ من المسلمین سُبیت بالھند فنادت یا حجاجاہ فاتّصل بہ ذلک فجعل یقول لبّیك لبّیك وانفق سبعۃ آلاف الف درھم وارسل محمد بن قاسم علی الافواج حتی افتتح الھند والسند۔ وافتتح تلك الاراضی ومنھا ملتان و استنقذ المرأۃ واحسن الیھا کذا ذکرہ یاقوت۔

یمن ۔ آیت وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خیرالزاد التقوٰی کی تفسیر میں مذکور ہے۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رُخ و منہ کرنے والے شخص کی جانبِ یمین میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیامن منھم سُمّیت الیمن ویقال اِنّ الناسَ کثروا بمکۃ فلم تحملھم فالتأمت بنو یمن الی الیمن وھی ایمن الارض فسمیت بذلک کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۷ صنعاء۔ حضرموت۔ عمان۔ عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یَمَنِیٌّ۔ دوم یمانی بتخفیف یا بر وزن ثمانی یقال رجلٌ یمانٍ وامرأۃٌ یمانیۃ مثل ثمانٍ وثمانیۃ اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یا مشدّدہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لامتناع جمع العوض والمعوض عنہ۔ لیکن سیبویہ بطور قلت وندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمانیّ بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں اَیْمَنَ الرجل ویَمَّنَ ویامَنَ اذا اَتَی الیمن۔

اصمعی فرماتے ہیں اربعۃٌ اشیاءَ قد ملأت الدنیا ولا تکون الا بالیمن الورس والکندر والخطر والعصب۔

ابراہیم بن مخرمہ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا وبعدُ فما منکم الا دابغُ جلدٍ اوناسجُ بُردٍ اوسائسُ قردٍ اوراکبُ عِردٍ دلّ علیکم ھُدھُد وغرّ تکم جرذٌ وملکتکم اُمُّ ولدٍ فسکتَ وکانما اُلجمَ۔

بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متعدد برکات وکمالات کی وجہ سے اَیْمَن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اوّل شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ اوّل من تکلّم بالعربیۃ یعرب بن قحطان ویعرب ھذا قیل لہ ایمن لان ھوداً نبی اللہ علیہ السلام قال لہ انت ایمنُ وُلدِی وسُمی الیمن یمناً بنزولہ فیہ انتھی۔

فائدہ ۔ یمن پر جن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصراً ان کے نام۔ بعض احوال اور مدتِ حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوکِ یمن میں پہلا بادشاہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبا کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوکِ یمن کے اسماء ومدتِ حکومت میں اصحاب تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب ویشجب و قحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

عدد	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	مدت حکومت سالوں میں
۱	سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان	۴۸۴
۲	ثم حمیر بن سبأ۔ کان شجاعًا وھو اول من وضع علی رأسہ تاج الذھب من ملوک الیمن۔	۵۰ تقریبًا
۳	ثم کھلان بن سبأ بن یشجب۔	۳۰۰ تقریبًا
۴	ثم ابو مالک عمرو بن سبأ۔ وکان عادلًا محسنًا۔	۳۰۰
۵	ثم جبار بن غالب بن زید بن کھلان۔	۱۲۰
۶	ثم الحارث بن مالک بن افریقس بن صیفی بن یشجب بن سبأ	۱۴۰
۷	ثم الرائش بن شداد بن ملطاط۔	۱۲۵
۸	ثم ابرھۃ بن الرائش وھو ذو المنار۔	۱۸۰
۹	ثم افریقس بن ابرھۃ۔	۱۶۴
۱۰	ثم العبد بن ابرھۃ۔ وھو ذو الاذعار۔	۲۵
۱۱	ثم الھدھاد بن شرحبیل بن عمرو بن الرائش۔	۱۰ یا ۷
۱۲	ثم تُبّع الاول ذکروا ان بلقیس قتلتہ	۴۰۰
۱۳	ثم بلقیس بنت الھدھاد قیل کانت امّہ جنّیۃ واُمّھا غابت بعد ماولدت بلقیسًا ولھا خبر ظریف وامرھا مع سلیمان علیہ السلام وامر الھدھد ذکرہ اللہ فی القرآن۔	۱۲۰
۱۴	ثم ملک الیمن سلیمان علیہ السلام ثلاثًا وعشرین سنۃ۔ ثم عاد الملک بعد سلیمانؑ الی حمیر۔	۲۳
۱۵	ثم ناشر النعم بن عمرو بن یعفر۔	۳۵
۱۶	ثم شمر بن افریقس بن ابرھۃ۔	۵۳
۱۷	ثم تبع الاقرن بن شمر۔	۱۶۳
۱۸	ثم کلیکوب بن تبّع۔	۱۲۰
۱۹	ثم حسّان بن تبّع فاستقام لہ الامر ثم قُتِل۔	۲۵
۲۰	ثم عمرو بن تبع وھو القاتل لاخیہ حسّان المتقدم ذکرہ۔ ویقال انہ عدم النوم	

	لما کان قتل اخاہ۔	٦٣
٢١	ثم تبع بن حسان بن کلیکرب وهو الملك السائر من الیمن الی الحجاز و کانت له مع الاوس والخزرج حروب واراد هدم الکعبة فمنعه من کان معه من احبار یهود فکساها القصب والیمانی وغلبت فی زمنه علی الیمن الیهودیة ورجع الناس عن عبادة الاصنام۔	١٠٠
٢٢	ثم عمرو بن تبع ملك الیمن بعد تنازع۔	٣٠
٢٣	ثم ولیعة بن مرثد	٣٩
٢٤	ثم ابرهة بن الصباح بن ولیعة بن مرثد۔	٩٣
٢٥	ثم عمرو بن ذی قیفان	١٧
٢٦	ثم ذو شناتر ولم یکن من اهل بیت الملك نغری بالاحداث من ابناء الملوك واظهر الفسق بالیمن واللواط ومع ذلك کان عادلاً فی رعیته فقتله ذونواس یوسف وکان من ابناء الملوك خوفاً من ان یفسق به۔	٢٩
٢٧	ثم یوسف ذونواس بن زرعة بن تبع الاصغر بن حسان بن کلیکرب و هو صاحب قصة اصحاب الاخدود وتحریقه ایاهم بالنار وکان ملکه ٢٦٠ سنةً۔	٢٦٠

له لاصحاب الاخدود ذکر فی القرآن قال الله تعالی قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود الی قوله وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا بالله العزیز الحمید۔ قالوا انهم کانوا فی الفترة بین عیسی ونبینا محمد علیهما الصلوٰة والسلام فی مدینة نجران بالیمن۔ کما قال المسعودی فی مروج الذهب ج ١ ص٦٤ وقد ذکرنا حال نجران فی فصل آخر من هذا الکتاب۔ وکانوا فی زمن ذی نواس وکان علی دین الیهودیة فبلغ ذا نواس ان قوماً بنجران علی دین المسیح علیه السلام فسار الیهم واحتفر اخادید فی الارض وملأها ناراً ثم عرضهم علی الیهودیة فمن تبعه ترکه ومن ابی قذفه فی النار۔

فاتی بامرأة معها طفلها ابن سبعة اشهر فابت فادنیت من النار فجزعت فانطق الله الطفل فقال یا امه امض علی دینك فلا نار بعد هذه النار فالقاها فی النار وکانوا موحدین لا علی رأی النصرانیة اصحاب التثلیث وفی بعض الروایات انه اخذ منها الطفل والقوه فی النار فجزعت الام وارادت ان تتبع الیهودیة فناداها الطفل من النار یا امه ادخلی النار فانها حدیقة ولیست بنار فدخلت فیها ودخل فیها جمیع الموحدین قال الشیخ الرومی فی المثنوی ے

۲۸	ثم اریاط بن اصحمۃ۔	۲۰
۲۹	ثم ابرھۃ[2] الاشرم ابویکسوم ۔ وکان ذلک فی ملک قباذ ملک فارس۔	۴۳

خواست تا سجدہ کند او پیش بت　　بانگ برزد طفل انّی لم امُت

اندر آیید اے مسلمانان ہمہ　　پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

وقالت النار لذی نواس حین تحیّر ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم　　اندر آں تا تو ببینی تابشم

فمضی رجل الی قیصر یستنجدہ فکتب لہ قیصر الی النجاشی ملک الحبشۃ لانہ کان اقرب دارا فبعث النجاشی الحبشۃ وعلیھم اریاط بن اصحمۃ فانھزم ذو نواس بعد حرب طویلۃ وغرق نفسہ خوفا من العار کما فی مروج الذھب ج ۲ ص۴ فملک اریاط الیمن عشرین سنۃ ثم وثب علیہ ابرھۃ الاشرم ابویکسوم فقتلہ وملک الیمن۔

[2] کان ابرھۃ فی القرن السادس من المیلاد نائبا علی الیمن عن اصحمۃ ملک الحبش وھو صاحب الفیل الذی اراد ھدم بیت اللہ ولہ ذکر فی القرآن قال اللہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ وقصتہ انہ حسد بیت اللہ فبنی کنیسۃً بصنعاء سماھا القلیس وزیّنھا الی غایۃ واراد ان یصرف حجّ العرب الیھا وکان ابرھۃ من النصاری فجاء شخص من العرب لما سمع مقالۃ ابرھۃ واحدث فیھا فغضب ابرھۃ واقسم لیسیر الی البیت فیھدمہ وسار بجیشہ ومعہ الفیل الابیض اسمہ محمود وقیل معہ ثلاثۃ عشر فیلاً لیھدم کعبۃ اللہ فتھیأ بعض العرب لجھادہ فکان اول من قابلہ ذو یفر من ملوک الیمن فھزمہ ابرھۃ حتی جاء الی الطائف ثم سار الی مکۃ وارسل الی قریش وقال لھم لستُ اقصد حربکم بل جئت لاھدم الکعبۃ فقال عبد المطلب واللہ لا نرید حربہ ولا نقدر ھذا بیت اللہ فھو یمنعہ من ابرھۃ۔

ثم عبد المطلب ذھب الی ابرھۃ مع رسولہ فقیل لہ ایھا الملک ھذا سید قریش وھو یطعم الناس بالسھل والوحوش فی رؤس الجبال فلما راٰہ ابرھۃ اجلّہ واکرمہ ونزل عن سریرہ وجلس معہ وسألہ عن حاجتہ فقال عبد المطلب حاجتی ان یردّ علیّ الملکُ مائتی بعیر لی اخذھا رجال الملک فردّھا علیہ وقال لہ ابرھۃ قد اعجبتنی حین رأیتُک ثم زھدتُّ فیک حین کلّمتنی أتکلّمنی فی البعیر وتترک بیتا ھو دینُک ودین اٰبائک قد جئتُ لھدمہ فقال لہ عبد المطلب انّی انا ربُّ الابِل وانّ للبیت ربًّا سیمنعہ قال ابرھۃ ما کان لیمنعہ منّی فرجع عبد المطلب الی قریش فاخبرھم الخبر وامرھم بالخروج من مکۃ الی سعف الجبال تخوّفا علیھم من معرّۃ الجیش۔

راجع انسان العیون ج ۱ ص ۶۰ ودائرة المعارف ج ۱ ص ۲۰ ولقطة العجلان ص ۵۱ ومروج الذهب ج ۲ ص ۷۸ واخبار مکة للازرقی ج ۱ ص ۹۱ وروض الانف ج ۱ ص ۴۳ ۔

وروی ان الفیل العظیم لما رای عبد المطلب برك کما یبرك البعیر وخرّ ساجدًا وانطق الله الفیل فقال السلام علی النور الذی فی ظهرك یا عبد المطلب هذا والله اعلم بصحة قصة منطق الفیل وسجدته فلما شرع ابرهة فی الذهاب الی مکة ووصل الفیل الی اول الحرم فبرك فصاروا یضربون رأسه ویُدخلون الکلالیب فی مراق بطنه فلا یقوم فوجّهوا وجهه الی جهة الشام فقام یُهرول وامر ابرهة ان یُسقی الفیل الخمر لیذهب تمییزه فسقوه فثبت علی امره وارسل الله علیهم الطیر الابابیل ای جماعات من البحر امثال الخطاطیف مع کل طیر ثلاثة احجار مثل العدس او الحمص لا یصیب منهم احدًا الّا اهلکه فخرجوا هاربین وضلّوا الطرق فهلك اکثرهم واصاب ابرهة حجر فجرحه وما زال به حتی اهلکه و لیس کلهم اصابه الحجر ثم ارسل الله سیلًا فالقاهم فی البحر وصاروا یتساقطون بکل منهل وسقطت اعضاء ابرهة ووصل الی صنعاء کذلك مع نفر خرجوا به معهم تسقط له انملة انملة کلما سقطت منه انملة اتبعتها مدة تمث قیحا ودما حتی قدموا به صنعاء وهو مثل فرخ الطائر فما مات حتی انصدع صدره عن قلبه ۔

ثم رکب عبد المطلب لما استبطأ مجئ القوم الی مکة ینظر ما الخبر فوجدهم قد هلکوا ای غالبهم فاحتمل ما شاء من صفراء وبیضاء ثم اعلم اهل مکة بهلاك القوم فخرجوا فجمعوا اموالًا کثیرة وفی کلام سبط ابن الجوزی وسبب غنا عثمان بن عفان رضـ ان اباه عفان وعبد المطلب وابا مسعود الثقفی کانوا اول من نزل مخیم الحبشة فاخذوا من اموال ابرهة واصحابه شیئًا کثیرًا ودفنوه عن قریش فکانوا اغنی قریش واکثرهم مالًا ولما مات عفان ورثه عثمان رضی الله عنه ومن جملة من سلم من عسکر ابرهة ولم یذهب سائس الفیل وقائده فعن عائشة رضی الله عنها ادرکت قائد الفیل وسائسه بمکة اعمیین مقعدین یستطعمان الناس وذکر البعض انه اقام بمکة فلال من الجیش وعسفاء وبعض من ضمّه العسکر الحبشی فکانوا بمکة یعملون ویرعون لاهل مکة وذکر ابن اسحاق ان اول ما رُءیت الحصبة والجدریّ بارض العرب ذلك العام و انه اول ما رُءی بها من مرایر الشجر الحرمل والحنظل من ذلك العام وقال بعض اهل مکة کما فی کتب التاریخ انه اول ما کانت بمکة حمام الیمام حمام مکة الحرمیّة ذلك الزمان یقال انها من نسل الطیر التی رمت اصحاب الفیل حین خرجت من البحر من جدة. کذا فی اخبار مکة للازرقی، ج ۱ ص ۹۲ ۔

ویمکن ان یقال هذا اشتباه لان الذی قیل انه من نسل الابابیل انما هو شئ یشبه الزرازر

یکون بباب ابراهیم من الحرم والا فحمام الحرم من نسل الحمام الذی عشّش علی فم الغار۔ کذا فی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۶۱۔

ولما هلك صاحب الفیل وقومه وجیشه وکان من الحبشة وکان ابرهة حبشیا عزّت قریش و هابتهم الناس کلهم وقالوا اهل الله لان الله تعالی معهم وان الله قاتل عنهم وکفاهم مؤنة عدوّهم الذی لم یکن لسائر العرب بقتاله قدرة۔ وکانت قصة الفیل اول المحرم من سنة ۸۸۲ من تاریخ ذی القرنین کذا فی الروض ج ۱ ص ۴۵ وفیه وفی روایة انهم استشعروا العذاب فی لیلة ذلك الیوم لانهم نظروا الی النجوم کالحة الیهم تکاد تکلمهم من اقترابها منهم ففزعوا لذلك اه۔

ثم اعلم ان ولادته صلی الله علیه وسلم کانت فی عام الفیل وقیل فی یومه فعن ابن عباس قال ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الفیل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفیل لا یوم الفیل والیوم فی قول ابن عباس بمعنی مطلق الوقت وفی تاریخ ابن حبان ولد عام الفیل فی الیوم الذی بعث الله تعالی الطیر الابابیل فیه علی اصحاب الفیل وقیل ولد بعد الفیل بخمسین یوما وقیل بخمسة وخمسین یوما وقیل باربعین یوما وقیل بشهر وقیل بعشر سنین وقیل بثلاث وعشرین سنة وقیل بثلاثین سنة وقیل باربعین سنة وقیل بسبعین سنة۔

والجمهور علی انه ولد فی عام الفیل قاله ابن کثیر وغیره من المحققین۔ وفی المواهب انه علیه السلام ولد بعد الفیل (ای بعده بایام) لان قصة الفیل کانت توطئة لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته و وقال القاضی البیضاوی وغیره انها من الارهاصات اذ روی انها وقعت فی السنة التی ولد فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال ابن القیم فی الهدی ان مما جرت به عادة الله تعالی ان یقدم بین یدی الامور العظیمة مقدمات تکون کالمدخل لها فمن ذلك قصة مبعثه صلی الله علیه وسلم تقدمها قصة الفیل۔

ولو لم ینطق القرآن بقصة الفیل لکان فی الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاهرة فی الجاهلیة والاسلام حجة وبیان لشهرتها وما کانت العرب تؤرخ بها فکانوا یؤرخون فی کتبهم ودیونهم من سنة الفیل فلم تزل قریش والعرب بمکة وغیرها تؤرخ بعام الفیل ثم ارخت بعام الفجار ثم ارخت ببنیان الکعبة۔ وفی القرآن وارسل علیهم طیرا ابابیل ترمیهم بحجارة من سجیل فجعلهم کعصف مأکول۔

ومعنی ابابیل جماعات متفرقة جمع إبالة وهی الحزمة الکبیرة شبهت الطیر فی اجتماعها بالحزم وقال ابو عبیدة ابابیل مثل عبادید لا واحد لها ولم یأت نص صحیح فی صفة الطیر واشکالها فقیل فی لونها انها کانت بیضاء وقیل سوداء وقیل خضراء لها خراطیم کخراطیم الطیر واکف کاکف الکلاب و قیل کانت رؤوسها کرؤس السباع ومعنی سجّیل ای طین متحجّر وقیل من طین وقیل السجّیل هو

۳۰	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعم اذاه عشرين سنة۔	۲۰
۳۱	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على سائر اهل اليمن وكانت امه من آل ذي يزن فقتل بعد ثلاثة اعوام۔ فكانت مدة ملكه ثلاث سنين۔	۳
۳۲	ثم سيف بن ذي يزن اومعدى كرب بن سيف بن ذي يزن۔	۴

سنگ وگل في الفارسية۔

ثم لا مجال للشك في ارسال الطير ورميها بالحجارة لشهرة امرها في العرب وتواترها ولما صرح به القرآن والسنة۔ وبعض اهل اوربا والمتنورين ينكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال في دائرة المعارف ج ۱ ص ۳۳ وقد يذهب بعض علماء العصر ان هذه الطيور عبارة عن الميكروبات (جراثيم) ونحو ذلك حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميات الخبيثة" اوميكروبات الجدري انتهى۔

۳۵ بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابش وملكهم على اليمن وكانوا ملكوها ۷۲ سنة ولاصحاب التاريخ في ذلك اختلاف كبير۔ وكان ملوكهم اربعة اولهم ارياط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق۔

ذكر الطبري ان سيف بن ذي يزن لما فعل ذونواس بالحبشة" ما فعل ثم ظفروا به توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة" فوعد واقام سنين عنده ثم مات وخلفه ابنه معدى كرب بن سيف بن ذي يزن فبعث كسرى مع معدى كرب جيشاً الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدى كرب اليمن بغير منازع۔ هذه رواية المسعودي وغيره راجع مروج الذهب ج ۲ ص ۸۰ و الروض الانف ج ۱ ص ۳۶

والتحقيق عدم موت سيف بن ذي يزن عند كسرى بل هو الذي جاء بجيش كسرى وملك اليمن كما في اخبار مكة للازرقي ج ۱ ص ۹۲ وتاريخ الطبري ج ۲ ص ۱۱۸۔ وفيه ان عبد المطلب لقى سيف بن ذي يزن بعد ما رجع اليه ملكه وانه اخبر عبد المطلب وبشره بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسنذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى۔

وكان ملك سيف بن ذي يزن او معدى كرب بن سيف على اليمن اربع سنين قتله رجال بطانته من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقل اهل كل ناحية بما لديهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت في حوزة الاسلام۔

فائدة۔ روى الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذي يزن بالحبشة و

مَلَكَ اليمن وذلك بعد مولد النبی صلی الله علیہ وسلم اتاه وفود العرب واشرافها وشعراؤها التهنئة وتمدحه وتذكر ما كان من بلائه وطلبه بثار قومه فاتاه وفد قريش وفيهم عبد المطلب بن هاشم وامية بن عبد شمس وخويلد بن اسد فی ناس من وجوه قريش من اهل مكة فاتوه بصنعاء وهو فی قصر له يقال له غمدان فاذن لهم فاذا الملك متضمخ بالعنبر ووبيص المسك من مفرقه الی قدمه وسيفه بين يديه وعن يمينه وعن يسارة الملوك وابناء الملوك۔

فدنا عبد المطلب فاستأذن فی الكلام فقال له الملك ان كنت ممن يتكلم بين يدی الملوك فقد أذنّا لك فتكلم عبد المطلب بكلام طويل فصيح بليغ مدح به الملك وذكر انهم اهل حرم الله و انهم وفد التهنئة۔ قال وايهم انت ايها المتكلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا؟ قال نعم فادناه ثم اقبل عليه وعلى القوم فقال مرحبا واهلا وناقة ورحلا ومستناخا سهلا وملكا ربحلا يعطی عطاء جزلا ثم قال انهضوا الی دار الضيافة فاقاموا شهرا لا يأذن لهم فی الانصراف واكرمهم اكراما۔

ثم ارسل الی عبد المطلب فادناه واخلا مجلسه ثم قال سيف بن ذی يزن وكان من اليهود عالما ببعض ما فی الصحف يا عبد المطلب انی مفوض اليك من سر علمی امرا لو غيرك يكون لم ابح به له ولكنی وجدتك معدنه فاطلعتك طلعه وليكن عندك مطويا حتی يأذن الله فيه فان الله بالغ فيه امره انی اجد فی الكتاب المكنون والعلم المخزون الذی اخترناه لانفسنا واحتجناه دون غيرنا خبرا جسيما وخطرا عظيما فيه شرف للحياة وفضيلة للناس عامة ولرهطك كافة ولك خاصة۔ قال ايها الملك مثلك سر وبر فما هو فداك الله اهل الوبر والمدر زمرا بعد زمر۔

قال فاذا ولد بتهامة ولد غلام به علامة كانت له الامامة ولكم به الزعامة الی يوم القيامة فقال له عبد المطلب ابيت اللعن لقد اتيت بخبر ما اب بمثله وافد قوم ولولا هيبة الملك واعظامه واجلاله لسألته من سارة اباى ما ازداد به سرورا فان رأى الملك أن يخبرنی بافصاح فقد اوضح لی بعض الايضاح۔

قال هذا حينه الذی يولد فيه اوقد ولد اسمه محمد بين كتفيه شامة يموت ابوه وامه و يكفله جده وعمه والله باعثه جهارا وجاعل له منا انصارا . . . . (لعل فی قوله منا انصارا اشارة الی انصار المدينة فانهم من اليمن) يعز بهم اولياءه ويذل بهم اعداءه ويضرب بهم الناس عن عرض ويستبيح بهم كرائم الارض يعبد الرحمن ويدحر الشيطان ويكسر الاوثان ويخمد النيران قوله فصل وحكمه عدل يأمر بالمعروف ويفعله وينهى عن المنكر ويبطله۔

قال فخرّ عبد المطلب ساجدًا فقال له الملك ارفع رأسك ثلج صدرك وعلا كعبك فهل أحسست من امره شيئًا ؟ قال نعم ایها الملك كان لی ابن وکنت به معجبًا وعلیه رقيقًا فزوّجته کریمةً من کرائم قومه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فجاءت بغلام سمّيته محمدًا مات ابوه وامّه وکفلته انا وعمّه بین کتفیه شامة وفیه کل ما ذکرت من علامة ۔

قال له الملك والبیت ذی الحجب والعلامات علی النصب انك یا عبد المطلب لجدّه غیر الکذب وان الذی قلت لکما قلتُ فاحتفظ بابنك واحذر علیه من الیهود فانهم له اعداء ولن یجعل الله لهم علیه سبیلًا فاطوِ ما ذکرتُ لك دون هؤلاء الرهط الذین معك فانی لستُ آمن ان تداخلهم النفاسةُ من ان تکون لك الریاسة فیبتغون لك الغوائل وینصبون لك الحبائلُ هم فاعلون او ابناؤهم ۔

ولولا ان الموت مجتاحی قبل مبعثه لسرتُ بخیلی ورجلی حتی اصیر بیثرب دار مملکته فانی اجد فی الکتاب الناطق والعلم السابق ان بیثرب استحکام امره واهل نصره وموضعُ قبره ولولا انّی اقیه الآفات واحذر علیه من العاهات لاوطأتُ أسنان العرب کعبه ولأعلیتُ علی حداثة سنّه ذکره ولکنی صارف ذلك الیك عن غیر تقصیر بمن معك ۔

ثم امر لکل رجل من وفد قریش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة ارطال ذهب وعشرة ارطال فضّة وکرش مملوّة عنبرًا وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال له ایتنی بخبره وما یکون من امره عند رأس الحول فمات سیف بن ذی یزن من قبل ان یحول الحول ۔ کذا ذکر الازرقی ۔

وکان عبد المطلب یقول ایها الناس لا یغبطنی رجل منکم بجزیل عطاء الملك فانه الی نفاد ولکن لیغبطنی بما یبقی لی ولعقبی شرفه وذکره وفخره فاذا قیل له وما ذاك ؟ یقول ستعلمنّ ولو بعد حین اه ۔ هذا والله اعلم وعلمه احکم واتمّ ۔

یوم السبت ۔ سبت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے قال الله تعالی ۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت الآیة سبت لغت عربی میں ہفتہ یعنی سنیچر کا نام ہے ۔ یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم ومعظم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاری کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم ومعظم ہے ۔ یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا ۔

سبت کا معنی ہے استراحت وقطع وحلق ۔ یقال سبت یسبت سبتًا استراح وسبت الشئ سبتًا ای قطعه وسبّت الرأس تسبیتًا حلقه وسبت الیهودی قام بامر السبت وأسبت دخل فی

السبت قال البیضاوی یقال سبتت الیهود اذا عظمت یوم السبت ـ

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے۔ لہذا سابقہ تمام ادیانِ انبیا علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنیچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے۔ اور امتِ محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ تک رسائی حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراطِ مستقیم معلوم کرنے کی امتِ محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہوگئی۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ پھر یہود نے یوم سبت کو پسند کیا۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنیچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی۔ قال اهل العلم ان الیهود اُمِروا بیوم من الاسبوع یُعظّمون اللہ فیه ویتفرّغون لعبادته فاختاروا من قبل انفسهم السبت فالزموه فی شرعهم وکذلک النصاری امروا علی لسان عیسی علیه السلام بیوم من الاسبوع فاختاروا من قبل انفسهم الاحد فالزموه شرعًا لهم کذا قال العلامة السهیلیؒ فی الروض ـ

ثم قال وکان الیهود انما اختاروا السبت لانهم اعتقدوه الیوم السابع ثم زادوا الکفرهم ان اللہ استراح فیه۔ تعالی اللہ عن قولهم۔ لان بدء الخلق عندهم الاحد و اٰخر الستة الایام التی خلق اللہ فیها الخلق الجمعة وهو ایضًا مذهب النصاری فاختاروا ای النصاری الاحد لانّه اول الایام فی زعمهم وقد شهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم للفریقین باضلال الیوم وقال کما فی صحیح مسلم ان اللہ خلق التربة یوم السبت فبیّن ان اول الایام التی خلق اللہ فیها الخلق السبت و اٰخر الایام الستة اذًا الخمیس و کذلک قال ابن اسحٰق فیما ذکر عنه الطبری اھ ـ

وقال فی انسان العیون ج ۲ صـ ۱ ویؤیّد ذلک ما جاء ان اللہ تعالی فرض علی الیهود الجمعة فابَوا و قالوا یا موسی اجعل لنا یوم السَّبت فجُعِل علیهم وهدی اللہ تعالی المسلمین لیوم الجمعة ای وهدایة المسلمین له تدلّ علی انهم لم یعلموا عینه وانما اجتهدوا فیه فصادفوه انتهی ـ وقال علیه الصلوٰة والسلام فی حق ذلک الیوم انه الیوم الذی فرض علیهم ای علی الیهود والنصاری ای طلب منهم تعظیمه والتفرغ

للعبادة فیه کما فرض علینا اضلته الیهود والنصاری وهداکم الله تعالی له ای واختار الیهود من قبل نفسهم بدله السبت لانهم یزعمون انه الیوم السابع الذی استراح فیه الحق سبحانه من خلق السموت والارض و مافیهن من المخلوقات ای بناءً علی ان اول الاسبوع الاحد وانه مبدأ الخلق قال بعضهم وهو الراجح کذا فی انسان العیون۔ والذی فی البخاری ثم هذا ای یوم الجمعة یومهم الذی فرض علیهم فاختلفوا فیه فهدانا الله له فالناس لنا فیه تبع الیهود غدا والنصاری بعد غد۔

وفی سفر السعادة کان من عوائده الکریمة صلی الله علیه وسلم ان یعظم یوم الجمعة غایة التعظیم و یخصه بانواع التشریف والتکریم وجاء ان اهل الجنة یتباشرون فی الجنة بیوم الجمعة کما تتباشر به اهل الدنیا فی الدنیا واسم الجمعة عندهم یوم المزید لان الله تعالی یتجلی علیهم فی ذلک الیوم و یعطیهم کل ما یتمنونه و یقول لهم لکم ما تمنیتم ولدینا مزید فهم یحبون یوم الجمعة لما یعطیهم فیه ربهم من الخیر وفی الحدیث المرفوع یوم الجمعة سید الایام واعظمها عند الله فهو فی الایام کشهر رمضان فی الشهور وساعة الاجابة فیه کلیلة القدر فی رمضان اھ۔

وفی کتاب السبعیات للهمدانی اکرم الله موسی علیه السلام بالسبت وعیسی علیه السلام بالاحد داؤد علیه السلام بالاثنین وسلیمان علیه السلام بالثلاثاء ویعقوب علیه السلام بالاربعاء وآدم علیه السلام بالخمیس ومحمد صلی الله علیه وسلم بالجمعة هذا ولا اری صحة قول الهمدانی لعدم ثبوته فی الآثار الصحیحة۔

وذکر الکشی وهو عبد بن حمید باسناده الی ابن سیرین قال جمّع اهل المدینة قبل ان یقدم النبی علیه السلام المدینة وقبل ان تنزل سورة الجمعة وهم الذین سمّوا الجمعة قال الانصار للیهود یوم یجتمعون فیه کل سبعة ایام وللنصاری مثل ذلک فهلم فلنجعل یومًا نجتمع فیه ونذکر الله ونصلی ونشکر اوکما قالوا فقالوا یوم السبت للیهود ویوم الاحد للنصاری فاجعلوا یوم العروبة کانوا یسمون یوم الجمعة یوم العروبة فاجتمعوا الی اسعد بن زرارة فصلی بهم یومئذ رکعتین فذکرهم فسموا الجمعة حین اجتمعوا الیه فذبح لهم شاة فتغدّوا وتعشّوا من شاة وذلک لقلتهم فانزل الله فی ذلک اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله اھ۔

قلنا ومع توفیق الله لهم الیه فیبعد ان یکون فعلهم هذا عن غیر اذن من النبی صلی الله علیه وسلم فقد روی الدارقطنی باسناده عن ابن عباس قال اذن النبی صلی الله علیه وسلم بالجمعة قبل ان یهاجر ولم یستطع رسول الله علیه السلام ان یُجمّع بمکة ولا یبدی لهم فکتب الی مصعب بن عمیر اما بعد فانظر الیوم الذی تجهر فیه الیهود بالزبور لسبتهم فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من یوم الجمعة فتقربوا الی الله برکعتین۔

سوال ۔ عبادت و تعظیم کے لیے تقرری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و اَحَد (سنیچر و اتوار) پر فضیلت و ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وجہ اول ۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاری پر بھی اللہ تعالی نے اولاً جمعہ کے اکرام و عبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالی کی طرف سے سبت و اَحَد کی تقرری ہوئی کما فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدمت عبارتہ۔ اللہ تعالی کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالی کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تحریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد و رائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالی نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق و مطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کما یدل علیہ صریح الحدیث اضلتہ الیہود والنصاری ھدا کم اللہ تعالی لہ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبۂ امتِ محمدیہ کے تقدم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاہر عنوان الباطن واشار الی ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیہود غداً والنصاری بعد غد. قال السھیلی فی الروض فکان من ھدی اللہ لھذہ الامۃ ان الھموا الیہ ثم اقروا علیہ لما وافقوا الحکمۃ فیہ فھم الآخرون السابقون یوم القیامۃ کما قال علیہ السلام کما ان الیوم الذی اختاروہ سابق لما اختارتہ الیہود والنصاری ومتقدم علیہ اھ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسم جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع و اتفاق اہل اسلام بہر حال عظیم برکت و سعادت ہے۔ یہ اسم و نام کی برکت ہے۔ اسم سبت و اسم احد اس برکت و فائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع و اتحاد اہل اسلام کے پیشِ نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت و برکت بطریق اکمل حاصل نہیں ہو سکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد کا داعی اور افتراق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلتِ جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا و صحیح و مطابق واقعہ و موافقِ مسمّی و

مصداق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اسم جمعہ اسم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ بخلاف سبت و احد کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم وفتویٰ صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا انتخاب سبت و احد ان کے اس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتدا اتوار کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سنیچر سے شروع ہو کر خمیس پر ختم ہوئی کما ورد فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم: بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم: بقیہ دنوں کی بہ نسبت جمعہ کی تخصیص بالاکرام والعبادۃ اولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنس بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم: خمیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہٰذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضۂ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم: جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی بہ نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء وفضیلة الاخراج من الجنة لکونه سببا لوجود الانبیاء والاولیاء وتضمنه حکماً وبرکات لا تعد ولا تحصی وکذا موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الآخر لکونہ سبباً لوصولہ الی جوار رحمۃ اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورد ان الموت تحفۃ المؤمن اھ۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہٰذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار و عبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منھا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔ ترمذی ج ۱ ص ۹۰

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھٹے ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر۔ قال العلامۃ السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۲۷۱ ان اللہ تعالی لما بدأ فیہ خلق ابینا آدم علیہ السلام وجعل فیہ بدأ ھذا الجنس وھو البشر وجعل فیہ ایضاً فناءھم وانقضاءھم اذ فیہ تقوم الساعۃ وجب ان یکون یوم ذکر وعبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ وتذکرۃ بالمعاد وانظر الی قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ وخص البیع لانہ یوم یذکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلۃ مع انہ وتر للایام التی قبلہ فی الاصح من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعۃ کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام واتباعھا بذکر خلق آدم من طین وذلک فی یوم الجمعۃ تنبیھاً منہ علیہ السلام علی الحکمۃ وتذکرۃ للقلوب بھذہ الموعظۃ انتھی بحذف۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اھون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سُریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

رائج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنین	الثلثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعۃ	السبت
قدیم عربی	اوّل	اھون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شِیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بُدھ بار	برہسپت بار	شکر بار	شنیشچر بار
سریانی	ابوجاد	ھوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	۔



اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوالِ فِرق وطوائف میں اس بندۂ عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشھورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تلخیص ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرّامیہ ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدعۂ ضالّہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ مشبھہ ومجسّمہ ہے۔ محمد بن کرّام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ سجستان کا باشندہ تھا۔ ابتداء میں بظاہر زاہد وعابد تھا۔ پھر زمانۂ ولایت محمد بن طاہر بن عبداللہ میں نیسابور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہو گئے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی بدعات وخبائث کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی وہ تجسیمِ معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف وتشدید راء ہے۔ انظر اللباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محلِّ حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہو سکتا ہے خلافاً الجمھور اھل الکلام والمحدّثین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالمِ اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ وفلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک وکواکب عنصر خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد وفناء نہیں ہیں۔ کان الناس یتعجبون من قول المعتزلۃ ان اللہ تعالیٰ یقدر علی اِفناء الاَجسام کلھا دفعۃً واحدۃً ولا یقدر علی اِفناء بعضِھا مع بقاء بعضٍ منھا وزال ھذا التعجب بقول بعض الکرامیۃ انہ تعالیٰ لا یقدر علی اِعدام جسمٍ بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالیٰ بالثقل وقال فی قولہ تعالیٰ اذا السماء انفطرت۔ انھا انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لا یجوز فی حکمۃ اللہ اخترامُ الطفلِ الذی یعلم اللہ اَنّہ اِن اَبقاہ الی زمانِ بلوغِہ اٰمن ولا اخترامُ الکافر الذی لو اَبقاہ الی مدّۃٍ اٰمن ویلزمھم ان اللہ انما اخترم ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانّہ

علم انہ لو ابقاہ لم یؤمن وفی ہذا قدح فی قولہ علیہ السلام لو عاش لکان نبیا وقدح فی کل من مات من ذراری الانبیاء علیہم السلام طفلاً ۔ کذا ذکر عبد القاہر البغدادی ۔

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاہر فی کتاب الفرق ص۲۲۳ و زعموا ای الکرامیۃ انّ المقر بالشہادتین مؤمن حقاً وان اعتقد الکفر بالرسالۃ و انّ المنافقین الذین أنزل اللہ تعالیٰ فی تکفیرہم آیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقاً وان ایمانہم کایمان الانبیاء والملائکۃ اھ

وقال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۱۳ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان ہو الاقرار باللسان فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وفرّقوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمناً فیما یرجع الی احکام الظاہر والتکلیف وفیما یرجع الی احکام الآخرۃ والجزاء فالمنافق عندہم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ مستحقّ للعقاب الابدیّ فی الآخرۃ ورأوا تصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبدّ من الاحکام الشرعیۃ قتالا علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالاً ببیت المال ومذہبہم اتّہام علیّ رضی اللہ عنہ فی الصبر علی ماجری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اھ ۔

بہرحال کرامیہ کے خرافات وعجائبات بے شمار ہیں ۔ ابن کرّام کہتا ہے نمازِ مسافر میں کہ مسافر کے لیے صرف دو تکبیریں بغیر رکوع وسجود وبغیر قیام وقعود وبغیر تشہد وسلام کافی ہیں ۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے طہارت من الاحداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے ۔ لہٰذا اس کے نزدیک ثوبِ نجس میں ارضِ نجس پر بدنِ نجس سے نماز جائز وصحیح ہے ۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصافِ جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور ذاتاً جہت فوق سے متصف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے مُماس وپیوست ہیں ۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھر دیا ہے اور بعض کی رائے میں اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر متمکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و نزولِ مکانی جائز قرار دیتے ہیں ۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں ۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھے جہات سے متناہی یعنی ذو نہایہ ہیں اور عند بعضہم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں او باقی جہات خمسہ میں لامتناہی ہیں ۔ ہذا واللہ اعلم ۔

الصابئۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے ۔ صابئہ کواکب پرست فرقہ ہے ۔ صابئہ بنی آدم میں قدیم ترکافر فرقہ ہے ۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا ۔ بوداسف بادشاہ طہمورث بن نوبجہان بن ارفخشذ بن اوشہنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا ۔ طہمورث سابور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ کے

اس کی حکومت تھی۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدۂ صابئیت اختیار کرنے لگے۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں اور ہیکل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ مسعودی مروج الذہب ج ا ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملك من ملوك فارس طهمورث بن نوبجهان وكان ينزل سابور وظهر فی سنة من ملكه رجل يقال له بوداسف احدث مذاهب الصابئة وقال بوداسف ان معالی الشرف الكامل والصلاح الشامل ومعدن الحياة فی هذا السقف المرفوع وان الكواكب هی المدبرات والواردات والصادرات وهی التی بمرورها فی افلاكها وقطعها مسافاتها واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة يتم ما يكون فی العالم من الآثار من امتداد الاعمار وقصرها وتركب البسائط وانبساط المركبات وتتميم الصور وظهور المياه وغيضها وفی النجوم السيارة فی افلاكها التدبير الاكبر وغير ذلك مما يخرج وصفه عن حد الاختصار والايجاز واحتذی به جماعة من ذوی الضعف فی الآراء فيقال ان هذا الرجل اول من اظهر آراء الصابئة من الحرانيين والكيماريين وهذا النوع من الصابئة مباينون للحرانيين فی نحلتهم وديارهم بين بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو البطائح والآجام اھ بعض علماء کا قول ہے کہ صابئہ فرقہ منسوب ہے صابی بن لمک بن اخنوخ کی طرف وقيل من ولد صابی بن لامك واخنوخ هو ادريس عليه السلام وادريس عليه السلام عند المحققين ليس بجد لنوح عليه السلام ولا فی عمود نسبه وقيل ان صابئ بن لامك (لمك) اخ لنوح عليه السلام وقيل ان صابی هو متوشلح جد نوح عليه السلام كذا فی اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابئہ روحانیین وانوار کو وسائط تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ انسان زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں (ہیاکل) اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی۔

بہر حال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے۔ قال الامام ابو حنيفة رحمه الله انهم ليسوا بعبدة الاصنام وانما يعظمون النجوم كما تعظم الكعبة۔ قال الآلوسی مدار مذاهب الصابئة علی التعصب للروحانيين واتخاذهم وسائط ولما لم يتيسر لهم التقرب اليها باعيانها والتلقی منها بذواتها فزعت جماعة منهم الی هياكلها فصابئة الروم مفزعها السيارات وصابئة الهند مفزعها الثوابت وجماعة نزلوا عن الهياكل الی الاشخاص التی لا تبصر ولا تغنی فالفرقة الاولی هم عبدة الكواكب والثانية هم عبدة

الاصنام وکل من هاتین الفرقتین اصناف شتّی مختلفون فی الاعتقادات والتعبدات وقیل هم قوم مُوحّدون یعتقدون تاثیر النجوم ویقرّون ببعض الانبیاء کیحیی علیه السلام وقیل انهم یقرون باللہ تعالیٰ ویقرءون الزبور ویعبدون الملائکة ویصلون الی الکعبة وقیل الی مَهَبِّ الجنوب وقد اخذوا من کل دین شیئًا وفی جواز مناکحتهم واکل ذبائحهم کلام للفقهاء یطلب فی محله۔ ولفظ الصابئة قیل غیر عربی وقیل عربی من صبأ بالهمز اذا خرج او من صبا معتلاً بمعنی مال لخروجهم عن الدین الحق ومیلهم الی الباطل اھ۔

ابن القیم رحمہ اللہ کتاب تلبیس ابلیس ص ۷۴ پر لکھتے ہیں اصل هذه الکلمة اعنی الصابئین من قولهم صبأت اذا خرجت من شئ الی شئ وصبأت النجوم اذا ظهرت وصبأ به اذا خرج والصابئون الخارجون من دین الی دین وللعلماء فی مذاهبهم عشرة اقوال ثم ذکر تلک الاقوال ان شئت فراجعه۔ ثم قال فاما المتکلمون فقالوا مذهب الصابئین مختلف فیه فمنهم من یقول ان هناک هیولی کان لم یزل ولم یزل یصنع العالم من ذلک الهیولی وقال اکثرهم العالم لیس بمحدث وسموا الکواکب ملائکة وسماها قوم منهم الٰهةً وعبدوها وبنوا لها بیوت عبادات وهم یدّعون ان بیت اللہ الحرام واحد منها وهو بیت زحل ولهم تعبدات فی شرائع منها انهم زعموا ان علیهم ثلاث صلوات فی کل یوم اُولاها ثمان رکعات وثلاث سجدات فی کل رکعة وانقضاء وقتها عند طلوع الشمس والثانیة خمس رکعات والثالثة کذلک وعلیهم صیام شهر اوله الثمان لیال یمضین من اٰذار وسبعة ایام اولها التسع یبقین من کانون الاول وسبعة ایام اولها الثمان لیال یمضین من شباط ویختمون صیامهم بالصدقة والذبائح وحرّموا لحم الجزور اھ هذا واللہ اعلم۔

الحَشَوِيّة۔ قصہ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمتُ علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے۔ حشویہ بسکونِ شین بھی صحیح ہے اور بفتح شین بھی۔ یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ قدیم فرقوں میں سے ہے۔ یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تجسیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے۔

تسمیہ بحشویہ میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ قیل سُمّوا بذلک لان منهم المجسمة اوهم المجسمة والجسم حشو ای زائد بالنسبة الی الروح والروح اصل والحشو هو الشئ الزائد۔ بنا بر ایں حشویہ بسکونِ شین منسوب ہے حشو کو۔

قول ثانی۔ یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقة طرفها او ناحیتها لہذا حشویہ بفتح شین پڑھا جائے گا۔ قال العلامة السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویة طائفة ضلّوا عن سواء السبیل وعُمیت

ابصارهم یجرون آیات اللہ علی ظاہرها و یعتقدون انہ المراد سموا بذلك لانہم کانوا فی حلقة الحسن البصری رحمہ اللہ فوجدهم یتکلمون کلاماً فقال ردّوا هؤلاء الی حشا الحلقة فنسبوا الی حشا اھ۔

وقیل طائفة یجوزون ان یخاطب اللہ بالمهمل ویطلقونہ علی الذین قالوا الدین یتلقی من الکتاب و السنة. کذا قال الشهاب۔

حشویہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدورِ کبائر ہوسکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبائر کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکلِ شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکلِ شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد جوابات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصدِ مخالفت اکلِ شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنسی ولم نجد لہ عزماً۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبکی وقیل المراد بالحشویة طائفة لا یرون البحث فی آیات الصفات التی یتعذر اجراؤها علی ظاهرها بل یؤمنون بما اراده اللہ مع جزمهم بان الظاهر غیر مراد و یفوّضون التاویل الی اللہ وعلی هذا فاطلاق الحشویة علیهم غیر مستحسن لانہ مذهب السلف انتهی۔ بہر حال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ باطلہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاہریّة۔ آیت فمن کان منکم مریضاً او علی سفرٍ الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباعِ داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عموماً احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ واعلی اللہ درجاتہم فی الجنة۔ داؤدؒ امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلّی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدیٰ و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے مأخوذ ہیں اور پانچوں ائمہ ورع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار معتقدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ھو ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہریؒ کان زاھداً متقللاً کثیر الورع اخذ العلم عن اسحاق بن راھویہ وابی ثور وغیرھما وکان صاحب مذھب مستقل وتبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاھریۃ وانتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد کذا ذکر ابن خلکان فی وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤدؒ نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب و عمرو بن مرزوق و مسددؒ رحمہم اللہ سے۔ اور نیسابور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسند و تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آکر یہیں مقیم ہوئے قال وصنّف کتبہ ببغداد وھو امام اصحاب الظاھر وکان ورعاً ناسکاً زاھداً وفی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جداً۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد و زکریا بن یحیی و یوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جریٔ کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یردّ علی اسحاق بن راھویہ وما رأیتُ احداً قبلہ ولا بعدہ یردّ علی اسحاق ھیبۃً لہ۔ ابو العباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقلہ اکثر من علمہ حسین بن اسمٰعیل کہتے ہیں رأیت داؤد بن علیؒ یصلی فما رأیتُ مسلماً یشبھہ فی حسن تواضعہ داؤد ظاہریؒ فرمایا کرتے تھے خیر الکلام ما دخل الأُذن بغیر اذن واحسن الشعر ما دخل القلب بلا اذن ابو بکر محمد بن داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں سمعتُ ابی وقال لہ رجل یا ابا سلیمان فعلت کذا وکذا اشکر اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وھو اول من اظھر انتحال الظاھر ونفی القیاس فی الاحکام قولاً واضطر الیہ فعلاً فسماہ دلیلاً کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقۂ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انہ کان یحضر مجلسہ اربعمائۃ صاحب طیلسان اخضر۔

داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابو یعقوب شریطی بصریؒ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدّر الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد وجلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عمّا بدی لک فکأنّی غضبتُ منہ فقلتُ لہ مستھزءً اسألک عن الحجامۃ فبرک ابو یعقوب ثم روی طرق حدیث افطر الحاجم والمحجوم ومن ارسلہ ومن اسندہ ومن وقفہ ومن ذھب الیہ من الفقہاء

وروی اختلاف طریق احتجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطاء الحجام اجرۃ ولوکان حراماً لم یعطہ ثم روی طرق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم بقرن وذکر احادیث صحیحۃ فی الحجامۃ ثم ذکر الاحادیث المتوسطۃ مثل مامررت بملإ من الملائکۃ ومثل شفاء امتی فی ثلاث وما اشبہ ذلک وذکر الاحادیث الضعیفۃ مثل قولہ علیہ السلام لاتحتجموا یوم کذا ولاساعۃ کذا ثم ذکر ماذھب الیہ اھل الطب من الحجامۃ فی کل زمان وماذکروہ فیھا ثم ختم کلامہ بان قال واول ماخرجت الحجامۃ من اصبھان۔ قال داؤد فقلت لہ واللہ لاحقرت بعدک احداً ابداً۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی، ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۴۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۲ ۵۷۔ میزان الاعتدال ج ا ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصبھان ج ا ص ۳۱۲۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکیؒ لکھتے ہیں وکان من المتعصبین للشافعیؒ صنف کتابین فی فضائلہ وقال ابو اسحاق انتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد واصلہ من اصفھان ومولدہ بالکوفۃ ومنشأہ ببغداد وقبرہ بھا۔ قال داؤد دخلت علی اسحاق بن راھویہ وھو یحتجم فجلست فرأیت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلتُ معاذ اللہ ان نأخذ الا من وجدنا متاعنا عندہ۔ فجعل یضحک ویتبسم قال السبکی فی طبقاتہ کان داؤد احد ائمۃ المسلمین وھداتھم موصوفاً بالدین المتین۔

داؤد ظاہریؒ بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت وفقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت واستغناء کا ایک قصہ سنیے۔ "قاضی ابو عبد اللہ محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلت علیہ مھنئاً بالعید واذا بین یدیہ طبق فیہ اوراق ھندبا وعصارۃ فیھا نخالۃ وھو یأکل فھنأتہ وتعجبت من حالہ ای فقرہ وخلو یدہ ورأیتُ ان جمیع مانحن فیہ من الدنیا لیس بشئ فخرجتُ من عندہ ودخلتُ علی رجل یعرف بالجرجانی من محبی الصنیعۃ فلما علم بمجیئی خرج الیّ حاسر الرأس حافی القدمین وقال لی ما عنی القاضی ایدہ اللہ ؟ قلتُ مُہم قال وماھو ؟ قلتُ فی جوارک داؤد بن علی ومکانہ من العلم ماتعلمہ وانت فکثیر البر والرغبۃ فی الخیر تغفل عنہ وحدثتہ مارأیت منہ فقال لی ان داؤد شرس الخلق اُعلم القاضی انی وجھت الیہ البارحۃ الف درھم مع غلامی لیستعین بھا فی بعض امورہ فردھا مع الغلام وقال للغلام قل لہ بایّ عین رأیتنی وما الذی بلغک من حاجتی وخلتی حتی وجھت الیّ بھذا۔ قال فتعجبتُ من ذلک وقلتُ لہ ھات الدراھم فانی احملھا الیہ فدفعھا الیّ ثم قال یا غلام

الكيس الآخر فجاء بكيس فوزن الفاً أخرى وقال تلك لنا وهذه لموضع القاضي وعنايته قال فخرجتُ وجئتُ اليه فقرعت الباب فخرج داؤد وكلمني من وراء الباب وقال ما ردّ القاضي قلتُ حاجة اكلمك فيها فدخلت وجلست ساعة ثم اخرجت الدراهم وجعلتها بين يديه فقال داؤد هذا جزاء من ائتمنك على سرّه أنا بأمانة العلم أدخلتك الى ارجع فلا حاجة فيما معك قال المحاملي فرجعت وقد صغرت الدنيا في عيني ودخلت على الجرجاني فاخبرته بما كان فقال أمّا انا فقد أخرجتُ هذه الدراهم لله تعالى لا ارجع في شئ منها فليتولّ القاضي إخراجها في اهل الستر والعفاف على ما يراه القاضي۔

داؤد ظاہریؒ کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد كان داؤد اراد الدخول على الامام احمدؒ فمنعه وقال كتب الىّ محمدُ بن يحيى الذهلي النيسابوري في امره وانه زعم انّ القران محدَث فلا يقربني فقال لاحمدؒ ابنه صالح بن احمد يا ابت انه ينتفي من هذا وينكره فقال احمد محمد بن يحيى اصدق منه لا تأذن له في المصير الىّ۔ وحكى انّ اسحاق بن راهويه لما سمع كلام داؤد بن على في بيته وثب وضربه وانكر عليه وكان داؤد يقول القران محدث ولفظي بالقرآن مخلوق۔ كذا في الميزان ج ۱ ص ۳۲۲ خطیبؒ اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں۔

سئِل داؤد عن القران فقال اما الذى في اللوح المحفوظ فغير مخلوق واما الذى هو بين الناس فمخلوق۔ وسُئل مرةً عن القرآن فقال القران الذى قال الله تعالى لا يمسّه الا المطهّرون وقال في كتاب مكنون غير مخلوق واما الذى بين اظهرنا يمسّه الحائض والجنب فهو مخلوق۔

قال القاضي ابن كامل هذا مذهب يذهب اليه الناشئ المتكلم وهو كفر بالله صحّ الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى ان يسافر بالقران الى ارضِ العدوِّ مخافة ان يناله العدوُّ فجعل النبي صلى الله عليه وسلم ما كُتِب في المصاحف والصحف والالواح وغيرها قرآناً والقران على اىّ وجه قرئ وتلى فهو واحد غير مخلوق كذا في تاريخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الى داؤد فغضب علىّ احمدُ بن حنبلؒ فدخلت على احمد فلم يكلمني فقال له رجل يا ابا عبد الله انه ردّ عليه مسألةً قال وما هي قال قال الخنثاء اذا مات من يغسله؟ فقال داؤد يغسله الخدم فقال محمد بن عبدة الخدم رجال ولكن يُيمّم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب ما اجود ما اجابه۔

قال تاج الدين السبكي بعد ذكر هذه المسألة قلت ليس في جواب داؤد في مسألة الخنثاء ما هو

بالغ فی النکرة وفی مذهبنا وجه انه یُیمّم ووجه آخر انه یشتری من ترکته جاریة لتغسله والصحیح انه یغسله الرجال والنساء جمیعا للضرورة واستصحابًا لحکم الصِغر فقول داؤد یغسله الخدم لیس ببعید فی القیاس ان یذهب الیه ذاهب ولا اُواصل الی ان یجعل مما یضحک منه وقد کان داؤد موصوفاً بالدین المتین۔ داؤد ظاہری کا سال ولادت ۲۰۰ھ وقیل ۲۰۲ھ اور سال وفات ماہ رمضان ۲۷۰ھ ہے۔ قال ابنه محمد بن داؤد رأیتُ ابی فی المنام فقلتُ ما فعل بك قال غفر لی وسامحنی قلتُ غفر لك فبِمَ سامحك؟ قال یا بنیّ الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسامح۔

فائدہ ۔علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقہ وفروع شریعت میں معتد بہ ہیں یا کہ نہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں۔

قول اول۔ داؤد کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انه الذی استقر علیه الامر آخراً۔

قول ثانی۔ وہ غیر معتبر ہے مطلقا عند الاستاذ ابی اسحق الاسفراینی ونقله عن الجمهور حیث قال قال الجمهور انهم یعنی نفاة القیاس لا یبلغون رتبة الاجتهاد ولا یجوز تقلیدهم القضاء۔ وقال امام الحرمین والمحققون من علماء الشریعة لا یقیمون لاهل الظاهر وزنا۔ وقال القاضی ابوبکر انی لا اعدّهم من علماء الامة ولا ابالی بخلافهم ولا وفاقهم۔ وقال ان اصحاب الظاهر لیسوا من علماء الشریعة وانما هم نقلة ان ظهرت الثقة۔

قول ثالث۔ قولهم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال الشیخ السبکی والد تاج الدین السبکی ان داؤد لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکاره عنه ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیّه وخفیّه طائفة من اصحابه زعیمهم ابن حزم۔ لکن ظاهر کلام داؤد انکاره جملة قال داؤد فی رسالة الاصول والحکم بالقیاس لا یجب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرّم النبی صلی الله علیه وسلم فیحرم محرّم غیر ما حرّم لانه یشبهه الا ان یوقفنا النبی صلی الله علیه وسلم علی علة من اجلها وقع التحریم مثل ان یقول حُرّمت الحنطة بالحنطة لانها مکیلة واغسل هذا الثوب لانّ فیه دمًا او اقتل هذا انه اسود یُعلم بهذا ان الذی اوجب الحکم من اجله هو ما وقف علیه وما لم یکن ذلك فالتعبد واقع بظاهر التوقیف وما جاوز ذلك فمسکوت عنه داخل فی باب ما عفی عنه انتهی۔

فالحق عندنا الاعتبار بقول داؤد خلافاً او وفاقاً کما قال السبکی نعم للظاهریّة مسائل لا یعتدّ بخلاف داؤد فیها لا من حیث ان داؤد غیر اهل للنظر بل لخرقه فیها اجماعًا تقدّمه وعذره انه لم یبلغه الدلیل وذلك کقوله فی التغوط فی الماء الراکد وقوله لا ربا الا فی السنّة المنصوص علیها و

غیر ذلک من مسائل وجّہت سہام الملام الیہم۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

الخوارج۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اوّلین فرقہ فاسقہ ومبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریّہ و شُراۃ و نواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کرنا فرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انھیں خارج وخوارج کہتے ہیں۔ قال الشھرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتّفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیًّا سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ اوکان بعدھم اھ بالخلاصۃ نواصب[۲] جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وھو الغالی فی بغض علیّ رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ[۳] نسبت ہے قریۂ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شُراۃ[۴] جمع شارٍ ہے مثل قُضاۃ جمع قاضٍ۔ سُمّوا انفسھم بذلک لزعمھم أنھم شَرَوا انفسھم من اللہ۔

راجع لتفصیل احوالھم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ والتبصیر ص ۲۶ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۴ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۳۵۳ وکامل المبرد فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القاھر البغدادی ص ۷۲۔

خوارج میں بیس فرقے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں۔ یعنی محکمہ۔ ازارقہ۔ نجدات۔ بیہسیہ۔ عجاردہ۔ ثعالبہ۔ اباضیّہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حَکم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث وحکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالی ان الحکم الا للہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرۂ تحکیم یعنی ان الحکم الا للہ لگاتے تھے جس طرح زمانۂ حال کے مبتدعہ نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃٍ وبدعۃٍ۔

خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اوّل[۱] اکفارِ علیؓ وعثمانؓ۔ دوم[۲] اکفار حَکَمین لعلی ومعاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم[۳] اکفار اصحاب الجمل ومَن رضی بالتحکیم۔ چہارم اکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم[۵] وجوبِ خروج وبغاوت امام جائر کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حد یا وعید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحبِ کبیرہ کافرِ نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ وکتاب الفرق فی الفرق ص ۷۳۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریۂ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبداللہ بن الکوا تھا۔ جو بعد میں تائب ہوگیا۔ بعدہ عبداللہ بن وہب وحُرقوص بن زہیر

معروف بہ ذوالثُدیہ امیر خوارج بنے۔ ذوالثدیہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں وفی المقالات وغیرہ ان عبداللہ بن وھب اول من امّرہ الخوارج علیھم اول ما اعتزلوا بایعوہ لعشر بقین من شوال سنہ ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وفی الخوارج قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاۃ احدکم فی جنب صلاتہم وصوم احدکم فی جنب صیامہم ولکن لایجاوز ایمانہم تراقیہم وقال علیہ السلام سیخرج من ضئضئ ھذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

المرجئۃ۔ مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے قال الشھرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ المرجئۃ صنف اٰخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی تتعلق بالامامۃ اھ۔

ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجئہ چونکہ عمل صالح کو مؤخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجئہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کر کے تکبر ترک کر دے اور اللہ و رسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی و تسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصولِ معرفت و محبت و خضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لایزید ولا ینقص وقال بعضھم یزید ولا ینقص۔

مرجئہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً یونسیہ و عبیدیہ و غسانیہ و ثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لایدخل النار وان عصی۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحابُ الکبائر النار فانہم یخرجون عنہا بعد ان یعذبوا بذنوبھم واما التخلید فمحال ولیس بعدل یعنی کفار کا نار میں معذب ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ تعالیٰ علی الاطلاق وان الصلاۃ لیست بعبادۃ للہ تعالیٰ وانہ لاعبادۃ لہ الا الایمان بہ وھو معرفتہ۔

شہرستانی لکھتے ہیں ان اول من قال بالارجاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔

ایک مرفوع حدیث ہے وھو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لُعنتِ المرجئۃ علی لسانِ سبعین نبیًا قیل ومن المرجئۃ یارسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعموا ان الایمان ھو الاقرار وحدہ دون غیرہ۔

مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص۵۹، الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۹، مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۹۷، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر البغدادی ص ۲۰۲۔

فائدہ - بعض جہال نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہ ؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے۔ یہ تہمت اولاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات و تائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے۔ جیساکہ ہر گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام و جہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں سے بری ہوتے ہیں۔

لہذا امام ابو حنیفہ ؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ عبد القاہر بغدادی اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہ ؒ کی برات کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہ ؒ پر تہمتِ ارجاء کی سخت تردید کی ہے۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہ ؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہ ؒ کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کہاں ابو حنیفہ ؒ اور کہاں مرجئہ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات و نیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہ ؒ ان سے بری ہیں۔

ابو حنیفہ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیلِ ایمان کے لیے اور حصول نجاتِ اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مؤمن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالی چاہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت و علم باللہ سے کوئی شخص مؤمن نہیں بنتا بلکہ مؤمن کے لیے تصدیق و تسلیم و تصدیق بالرسول ضروری ہے نفسِ معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی۔ کما قال اللہ تعالی یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صرف معرفت سے کوئی شخص مؤمن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجئہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرجئۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان الغسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذہبہ ویعدّہ من المرجئۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تحریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل اھ۔

بہرحال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت واتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ ومحدثین وائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ وخوارج بھی ایمان کو تصدیق واقرار واعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ وخوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ وخوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین وائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق وگنہگار ہوا۔ بہرحال لفظی وتعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ وامام احمدؒ ودیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابو حنیفہؒ قدریہ ومعتزلہ وخوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ وخوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجئہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرجئۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب اٰخر وھو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصدر الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجئا وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلۃ والخوارج اھ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ وکلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجئہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجئہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجئہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے۔ چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔

نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم مؤخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کر دے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کر دے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت وجماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ وخوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قالت المعتزلۃ یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا بریں معنی کل اہل سنت مرجئہ ہیں۔

نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اول و ثانی و ثالث بنا بریں شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین ومفسرین ومتکلمین وفقہاء حضرت علیؓ کو درجۂ اُولیٰ سے مؤخر کر کے درجۂ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا حق ہی یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔

یہ ہیں تین انواع مرجئہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳۹ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرۃ الی یوم القیامۃ فلا یقضی علیہ بحکم ما فی الدنیا من کونہ من اھل الجنۃ او من اھل النار فعلی ھذا المرجئۃ والوعیدیۃ فرقتان متقابلتان. وقیل الارجاء تاخیر علیؓ عن الدرجۃ الاولیٰ الی الرابعۃ فعلی ھذا المرجئۃ والشیعۃ فرقتان متقابلتان انتھی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجئہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجئۃ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ ھذا واللہ اعلم۔

الجھمیّۃ یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم ہذا جعد بن درہم زندیق کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد وخبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلقِ قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درھم عدادہ فی التابعین مبتدع ضالّ زعم ان اللہ لم یتّخذ ابراھیم خلیلا ولم یکلّم موسیٰ تکلیما وقُتِل علی ذلک بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن عبد اللہ قسری نے اپنی ولایت وامارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔

جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضالّ المبتدع راس الجھمیّۃ ھلک فی زمان صغار التابعین وما علمتہ روی شیئا ولکنہ زرع شرًّا عظیما۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان کاتبا للحارث بن سریج الذی خرج فی خراسان فی آخر دولۃ بنی امیّۃ۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر ص ۶۲ وکتاب ملل ونحل ج ۱ ص ۸۶۔

جہمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فهذه النسبة الى الانسان مثل نسبة الاثمار الى الشجرة والجرى الى الماء والحركة الى الحجر۔

قال الشهرستاني نقلاً عنهم قالوا لا قدرة للانسان ولا ارادة ولا اختيار وتنسب اليه الافعال مجازاً كما تنسب الى الجمادات كما يقال اثمرت الشجرة وجرى الماء وتحرك الحجر وطلعت الشمس وغربت وتغيمت السماء وامطرت الى غير ذلك والصواب والعقاب جبر كما ان الافعال كلها جبر واذا ثبت الجبر فالتكليف ايضاً كان جبراً۔

وقال الشهرستاني جهم بن صفوان من الجبرية الخالصة ظهرت بدعته بترمذ وقتله سلم بن احوز المازني بمروة في آخر ملك بنى امية اه۔ الملل والنحل ج ۱ ص۸۶۔ جہمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جهم ان الجنة والنار تفنيان۔

(۲) وان الايمان هو المعرفة بالله فقط وان الكفر هو الجهل به فقط كذا في كتاب الفرق بين الفرق ص۲۱۱۔

(۳) وان من اتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بجحده لان العلم والمعرفة لا يزولان بالجحد فهو مؤمن۔

(۴) ولا يتفاضل اهل الايمان فيه فايمان الانبياء وايمان الامة على نمط واحد اذ المعارف لا تتفاضل۔

(۵) وان رؤية الله من المحال كما قالت المعتزلة۔ كذا في الملل ص۸۸ ج ۱۔

(۶) لا فعل ولا عمل لاحد غير الله وانما تنسب الاعمال الى الخلق على المجاز۔

(۷) وان علم الله حادث۔

(۸) وامتنع ان يوصف الله بانه شئ او حي او عالم او مريد قال جهم لا اصفه بوصف يجوز اطلاقه على غيره تعالى ثم انه وصفه بانه قادر وموجد وفاعل وخالق ومحيي ومميت لان هذه الاوصاف مختصة بالله تعالى۔ وكان جهم يخرج باصحابه فيقفهم على المجذومين ويقول انظروا ارحم الراحمين يفعل مثل هذا انكاراً لرحمته كما انكر حكمته۔ بہرحال جہمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ هذا والله اعلم۔

المعتزلہ۔ آیت ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم الخ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں۔ اور خلقِ افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ و خوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گزرے ہیں مثل زمخشری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ و علوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن واحادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد و تقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل و صحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل و تطبیق نہ ہو سکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشائخ اہل سنت والجماعت محدثین و مفسرین کا معروف و مسلّم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل و عقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اول۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ کے منکر ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصفِ علم و وصفِ قدرت و حیات و سمع و بصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع و بصیر بھی بعلم ذاتی و بقدرتِ ذاتی و بسمع ذاتی و ببصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم و قادر و سمیع و بصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم و قادر ہے سمیع و بصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف و اتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں وزعموا انہ لا یریٰ نفسہ ولا یراہ غیرہ واختلفوا هل هو رائی لغیرہ ام لا فاجاز قوم منھم وأباہ قوم اٰخرون منھم۔

سوم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث و مخلوق کہتے ہیں۔

چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیاریہ کے خالق ہیں۔ بنا بریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر و عمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انہیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدریۃ مجوس هذہ الامۃ وقال علیہ السلام القدریۃ خصماء اللہ بالقدر۔

پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔

ششم۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام وکفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔

ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح ومطیع مستحق ثواب وجنت ہے لہذا اللہ تعالی پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالی کا تفضل ومہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف وجدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعالِ اختیاریہ میں تخلیق خدا تعالی کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے برطرف اور مخالف ہیں یا تقدیرِ خدا تعالی کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کما صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکاء میں سے تھا، پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہو کر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کر لیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنّا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس ورئیسِ اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جہنی وغیلان دمشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جہنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدر وذکروا انہ اخذ ذلك عن نصرانی اسمہ ابو یونس سیسویہ ویعرف بالاسواری معبد بن خالد الجہنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناسًا انتہی۔ دارقطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالح ومذہبہ ردیؒ وعن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اہل العراق یقال لہ سوسن کان نصرانیًا فاسلم ثم تنصّر اخذ عنہ معبد الجہنی واخذ غیلان عن معبد صلبہ عبد الملك بن مروان وقیل قتل الحجاج ۸۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۲ وتہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر بغدادی ص ۱۸

غیلان دمشقی اس الحاد وزندقہ میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ نے گرفتار کر کے اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار توبہ کیا۔ بعدہ پھر اس نے وہی الحاد شروع کر دیا تو

ہشام بن عبدالملک نے اسے باب دمشق میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۲۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الثغ تھا یعنی حرف را، ادا نہیں کر سکتا تھا۔

اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر۔ ص ۴۰ وطبقات معتزلہ ص ۲۸ ووفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبرد ج ۲ ص ۱۲۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ا ص ۲۱۔

معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبدالقاہر نے ان کے بیس۲۰ فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء (۲) ہذیلیۃ اتباع ابی الہذیل حمدان بن الہذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعریؒ ج ۲ ص ۴۸۲ (۳) النظامیہ۔ اتباع ابراہیم بن سیّار المعروف بالنظام بہ ابی الہذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سالِ وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعمریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۰ھ (۶) الھشامیۃ۔ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاحظیۃ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبر ج ا ص ۴۵۶ ووفیات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ وطبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبداللہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبھشمیۃ اتباع ابوعلی جبائی متوفی ۲۹۵ھ واتباع ابنہ ابوہاشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ ہذا واللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیّع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام ومسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت وعلی رضی اللہ عنہم کے عقائد وآراء کے مخالف ہیں۔

تشیّع کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعوں کے بعض عقائد مُضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس ومشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنھیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ کتبِ تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہوگیا تھا۔ اور محبتِ علیؓ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔
کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتھیار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں ثابت ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔
تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ا ص ۱۲۹ و الملل و النحل ج ا ص ۱۴۶ و کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ و مروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ و التبصیر ص ۱۷ و شرح عقیدۃ السفارینی ج ا ص ۸۰۔
شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ، و زیدیہ و امامیہ و غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔
اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ[1] اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی الہاشمیہ[2]۔ البیانیہ[3]۔ الرزامیہ[4]۔
فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین فرقے ہیں جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔
فرقہ سوم امامیہ۔ ہم قائلون بامامۃ علی بعد النبی علیہ السلام نصًّا ظاہرًا قالوا لیس فی الدین و الاسلام امرٌ اہم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہوگئے اور بعض مشبہہ ہوگئے۔ اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔
فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حدود مخلوق سے نکال کر ان کے لیے احکامِ ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ الخطابیہ وغیرہ۔
فرقہ پنجم اسمٰعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔
شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتے نمونہ خروارے یہ ہیں۔
(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامتِ علیؓ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کافر ہوگئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیہ کہتے ہیں کہ امامتِ ابوبکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہٰذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زیدیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مؤمن جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوا ہو وہ مخلد فی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالی کے بارے میں بداء کے قائل ہیں۔ بداء کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہوا اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گاہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیّع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیّع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالی کے بارے میں بداء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تناسخ کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کما فی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانیہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قالوا حلّ فی علیؓ جزء الٰهی واتّحد بجسده ولذا کان علیؓ یعلم الغیب ویحارب الکفار وبهذا الجزء الالٰهی قلع باب خیبر۔ وقالوا اختفی علی رضی الله عنه وربما یظهر فی بعض الازمان وقالوا فی تفسیر قوله تعالی هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام اراد به علیاً رضی الله عنه وقالوا هو الذی یأتی فی الظلل والرعد صوته والبرق ابتسامه۔ عبد اللہ بن سبأ کے بارے میں شہرستانی لکھتے ہیں انه قال لعلیؓ کرم الله وجهه انت انت یعنی انت الاله فنفاه علی رضی الله عنه الی المدائن۔

زعموا انه کان یهودیا فاسلم وکان فی الیهودیة یقول فی یوشع بن نون وصی موسی علیهما السلام مثل ما قال فی علی رضی الله عنه۔

وزعم ان علیاً رضؓ حیٌّ لم یمت ففیه الجزء الالٰهی وهو الذی یجئ فی السحاب والرعد صوته والبرق تبسمه انتهی۔ کتاب الفرق ص ۲۳۳ میں ہے زعم عبد الله بن سبا ان علیاً کان نبیاً ثم غلا فیه حتی زعم انه الله ودعا الی ذلك قوماً من غواة الکوفة فامر علیؓ باحراق قوم منهم ثم خاف اختلاف اصحابه علیه فنفی ابن سبأ الی ساباط المدائن فلما قتل علیؓ زعم ابن سبأ ان المقتول لم یکن علیاً وانما کان شیطاناً تصوّر للناس فی صورة علیؓ وان علیاً صعد الی السماء کما صعد الیها عیسی بن مریم وانه سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائه۔ وزعم بعضهم ان علیاً فی السحابة وان الرعد صوته والبرق سوطه ومن سمع من هؤلاء الشیعة صوت الرعد قال علیك السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی صورت مثل صورتِ انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالی کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لقولہ تعالیٰ کل شئ ھالك الا وجهه شیعوں کا یہ فرقہ بیانیہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمعان تمیمی۔

یہ بیان بن سمعان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا وادعی اولاً ان جزءاً الھیاً حل فی علی رض ثم فی محمد بن الحنفیۃ ثم فی ابنہ ابی ھاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوۃ حتی اخذہ خالد القسری وصلبہ۔ وکان بیان بن سمعان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یھزم بہ العساکر وانہ یدعوبہ الزھرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہ فاھزم بہ اعوانی عنك۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۶۶ - التبصیر ص ۷۳، الحور العین ص ۱۶۱ تا ص ۲۲۶، اعتقادات فرق المسلمین ص ۵۷، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص ۸۲، کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰ و ص ۲۳۷۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزء بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر و فریب دہی ہر شیعی کے ساتھ لازم بیّن ہے۔ خصوصاً زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافضِ کوفہ کا شیوہ ہے غدر و بخل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفی واغدر من کوفی ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساباط مدائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزارہا خطوط لکھ کر یزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کربلا میں وہ سارے ان کے خلاف عبید اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تا آنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع ہوئے اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونتِ زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زید نے کہا انی لا اقول فیھما الا خیراً وما سمعت ابی یقول فیھما الا خیراً انما خرجت علی بنی امیة الذین قتلوا الحسین واغاروا علی المدینة یوم الحرة ثم رموا بیت اللہ بحجر المنجنیق والنار ففارقوہ فقال لھم رفضتمونی ومن یومئذٍ سموا الرافضة اھ۔

المجوس ۔ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین الخ کی شرح میں مذکور ہے مجوس مشرکین وکفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کواکب پرست۔ مجوس اتباعِ ابراھیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملتِ ابراھیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبّر و متصرف ہیں۔ اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام، فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدۂ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدۂ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاصِ نور ظلمت سے اور خلاص و امتیازِ ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط مبدءِ عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا معاد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کرلے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو ثنویہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو مدبّرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے الحیّ الناطق۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان و اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رای ہیں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیقِ اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل وخصم ومنازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیسا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبّر چونکہ بالکل بُرا اور ردّی تھا اور طبیعتِ نور کے مناسب نہ تھا لہٰذا اس فکر وتدبر سے خودبخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر وفتنہ وفساد وفسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہوتے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہوگیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق وفساد، شر وفتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوسکی۔

چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انہوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کردے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریباس پیدا ہوا۔ پھر ریباس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میشہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انھیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمھیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمھیں اجساد وابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انھوں نے لباسِ اجساد ومحاربہ اہرمن کو پسند کیا بایں شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت وکامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت وحسنِ خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرلے گا اسی وقت قیامت برپا ہوجائے گی۔

یہ ہے سببِ امتزاج واختلاط اور یہ ہے سببِ خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی ربّانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زروان کو ایک بار کسی شئے میں شک درپیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شئ ہے تو اس شک سے اہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے مچھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر اہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح وشریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زروانِ کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر واذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہوجائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زروان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام اہرمن ہے۔ اہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطنِ واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز بابِ خروج وظہور کے قریب تھا لہٰذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہوسکتا تھا اہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہوجاؤں۔

چنانچہ اہرمن یعنی شیطان کسی حیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کرکے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کرلیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب اہرمن اپنے والد زروان کے پاس آیا اور زروان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث وشریر ومفسد ہے تو اسے ملعون ومبغوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ اہرمن اپنے باپ سے باغی ہوکر دنیا پر قابض ہوگیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک و صالح تھا اور حسن اخلاق وخیر وصلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب ومعبود بنالیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیقِ شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردّی وقبیح شئے بھی پیوست تھی وہ قبیح شئے فکر ردیٔ تھی یا عفونت ردیئہ تھی اور یہی ردیٔ وقبیح شئے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور وآفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض ونعیم خالص وسرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور وآفات و

فتن ومصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتدا میں شیطان آسمان میں نہیں جا سکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی حیلہ سے آسمان کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرمن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی حیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرانے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض رہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمالی کیونکہ بزعم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدتِ مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں۔ صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب وفتن ومحن وبلایا و دیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدتِ مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کرانے کی آزادی ہوگی۔ حسبِ زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال وکبریاء وعظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچگانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

فرقہ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو گشتاسب بن لہراسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذربیجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر رے کی تھی جس کا نام دغدویہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندیق کے بیان میں ہم نے زرادشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجعہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام ومسکن اصطخر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ گشتاسب بن لہراسب بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔

یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر ستر فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شبح ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفایاب ہوگئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی حیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔

زردشت نے گشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی گشتاسب اس پر ایمان لے آیا و کان دینہ عبادۃ اللہ والکفر بالشیطان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الخبائث۔

زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان و اہرمن دونوں متضاد ہیں اور موجوداتِ عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی تراکیبِ مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لاشریک لہٗ ولاضدّ لہٗ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر، صلاح و فساد، طہارت و خباثت کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔

اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالمِ بالا ہے اور شر اپنے عالمِ اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سببِ خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ھو الذی مزجھما وخلطھما الحکمۃ راھا فی التراکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ فتبع کالظل۔

زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زند اوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ و گیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) گویش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔

زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منہا دخول قوائم فرس گشتاسب فی بطن

کشتاسب وکان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس۔ ومنها انه مر علی اعمی بالدینور فقال خذ واحشیشة وصفها لهم واعصروا مائها فی عینه فانه یبصر ففعلوا فابصر الاعمی۔ ھذا واللہ اعلم۔

الثنویة۔ ثنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے۔ ثنویہ مجوس کی طرح اصلین ازلیین قدیمین یعنی نور وظلمت کے قائل ہیں۔ یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک۔ بخلاف الثنویہ کہ وہ اصلین یعنی نور و ظلمت دونوں کو ازلی وقدیم مانتے ہیں۔ تاہم یہ فرقہ عقائد وحقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے۔

ثنویہ کہتے ہیں کہ نور وظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے۔ البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر وطبع وفعل وحیز ومکان واجناس وابدان وارواح وصفات فرق ہے۔

ثنویہ میں کئی فرقے ہیں۔ ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا فرقہ مانویہ ہے۔ یہ اصحاب مانی بن فاتک حکیم ہیں۔ مانی سابور بن اردشیر کی حکومت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ مانی کو بہرام بن ہرمز بن سابور نے قتل کیا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔

مانی نے مجوسیت ونصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول وعقائد مجوسیت سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے۔ وہ نبوت موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوت مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں۔ اس کے زعم وعقیدے کے لحاظ سے کوئی شئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں۔ نیز دونوں حساس ودراک وعاقل وسمیع وبصیر ہیں۔ البتہ دونوں میں باعتبار نفس وصورت وفعل وتدبیر تضاد ہے اور دونوں کا حیز ومکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں۔

وہ اس تقابل وتضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حسن۔ فاضل۔ کریم۔ صافی۔ نقی۔ طیب الریح و حسن المنظر ہے۔ اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح۔ ناقص۔ لئیم۔ کدر۔ خبیث۔ منتن الریح اور قبیح المنظر ہے۔

نیز نور کا نفس خیر۔ کریم۔ حکیم۔ نافع وعالم ہے۔ اور ظلمت کا نفس شریر۔ لئیم۔ سفیہ۔ ضار اور جاہل ہے۔

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہتِ فوق ہے واکثرھم علی انہ مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہتِ تحت ہے واکثرھم علی انھا منحطۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس اس کی رُوح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ ماء۔ اور ان کی رُوح نسیم ہے۔ وھی تتحرک فی ھذہ الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس ان کی رُوح۔ ابدانِ اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اور ان کی رُوح دُخان ہے وھی تتحرک فی ھذہ الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ والھۃ واولیاء لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحکمۃ من الحکیم والمنطق الطیب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحشرات من العفونات القذرۃ۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دخان نسیم سے خلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب ماء سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں ہر خیر و نفع و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناسِ نور۔ اور ہر ضرر و شر و فساد و مصائب کا ماخذ ظلمت ہے یا اجناسِ ظلمت۔ پھر نور نے اجناسِ نور کو اجناسِ ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کواکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناسِ نور اجناسِ ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کرلے۔

اجزاءِ نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاءِ ظلمت ہمیشہ نزول و تسفّل کے طالب ہیں۔ اسی طرح یہ کشمکش اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہوکر اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑالیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کررہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاءِ نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاءِ نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے ہلال کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تاآنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مہینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہونے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو ہلال کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالتِ بدر کی بچگانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانۂ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تاآنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تاآنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔

اس کے بعد وہ فرشتہ جو حاملِ ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھامنے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تاآنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقۂ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقۂ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والدِ انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بُرے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصلِ عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والاختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج و اختلاط کا سبب اتفاق و خبط تھا نہ کہ قصد و اختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندیق کہا جاتا ہے۔ فارس کے تخت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظِ زند اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کر کے ہر ملحد کو زندیق کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانۂ قدیم کے کمیونسٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں رکھ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتبِ فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدک ینہی الناس عن المخالفۃ والمباغضۃ والقتال ولما کان اکثر ذلك انما یقع بسبب النساء والاموال احل النساء و اباح الاموال وجعل الناس شرکۃ فیھما کاشتراکھم فی الماء والنار والکلاء وحکی عنہ انہ امر بقتل الانفس لیخلصھا من الشر ومزاج الظلمۃ۔

فرقہ ثالثہ دیصانیہ ہے۔ یہ اصحاب دیصان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونیہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصلِ ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامعہ رکھا ہے اور یہی اصلِ ثالث نور و ظلمت کے امتزاج و اختلاط کا سبب ہے۔ فان المتنافیین المتضادین لایمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل الجامع دون النور فی المرتبۃ وفوق الظلمۃ وحصل من الاجتماع والامتزاج ھذا العالم۔

وحکی بعض العلماء عن الدیصانیۃ انھم زعموا ان المعدل الجامع ھو الانسان الحساس الدراك اذ ھو لیس بنور محض ولا ظلام محض وحکی عنھم انھم یرون المناکحۃ وکل ما فیہ منفعۃ لبدنہ وروحہ حراماً ویحترزون عن ذبح الحیوان لما فیہ من الالم ھذا واللہ اعلم۔

الیھود۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عربی ہے ماخوذ ہے ھاد سے یقال ھاد یھود الرجل اذا تاب۔ سُمّوا بذلك لانھم تابوا عن عبادۃ العجل ووجہ التخصیص کون توبتھم اشق الاعمال۔ اشقیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزارہا یہود قتل ہو گئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء۔ یہ ماخوذ ہے ہاد الرجل یہود اذا سکن سے۔ و منہ الھوادۃ۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہوذا ہے۔ تعریب کے بعد یہوذا یہود ہو گیا یہوذا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصاریٰ۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانۃ مستعمل ہے مثل ندمان وندمانۃ قالہ سیبویہ۔ بنا بر ایں نصرانیؔ میں یاء مبالغہ کے لیے ہے کما یقال للاحمر احمریؔ اشارۃً الی انہ عریق فی وصف الحمرۃ۔ اور عند البعض یہ یاء واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجیؔ و روم و رومیؔ۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل ندامی جمع ندمان۔

اور بعض علماء ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے مثل مہاریٰ جمع مہریؔ۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے۔ حذفت احدی یائیہ وقلبت الکسرۃ فتحۃً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاً۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔

اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم امّ عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانیؔ اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرایا اور عند البعض نصریؔ اور عند البعض نصرانۃ اور عند البعض نصران تھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

تمّ تلخیص کتابی المطالب المبرورۃ فی الفرق المشھورۃ۔ وللہ الحمدُ والمنّۃ۔



اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آدم علیہ السلام:۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیق آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان یعنی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مامور بالسجدہ کل ملائکہ تھے کما قال الجمہور یا فقط ملائکۃ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن واحادیث میں یہ قصہ بتفصیل موجود ہے۔

ڈاروِن کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقۂ ارتقاء اِس شکل وہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کر کے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن واحادیث واسلام کے خلاف ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق آدم وفیہ اُدخل الجنۃ وفیہ اُخرج منہا۔ رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب مرفوعاً ان اباکم آدم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعاً کثیر الشعر۔ رواہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اھبط آدم ای بعد اکل الشجرۃ بالھند وحواء بجدۃ وابلیس بدستمیسان من البصرۃ علی امیال واھبطت الحیۃ باصفھان۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۰

وقال وھب بن منبہ لما تاب اللہ علی آدم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکۃ فطوی لہ الارض وقبض عنہ المفاوز فلم یضع قدمہ الی شئ من الارض الا صار عمرانا حتی انتھی الی مکۃ وکان مھبطہ حین اھبط من جنۃ عدن فی شرقی ارض الھند واھبط اللہ حواء بجدۃ والحیۃ بالبریۃ وابلیس علی ساحل

بحر الابلۃ والابلۃ مدینۃ صغیرۃ بالبصرۃ فیہا نہر الابلۃ وکان آدم امرد وانما نبتت اللحی لولدہ بعدہ و کان طویلاً کثیر الشعر جعداً آدم اجمل البریۃ ولما ھبط الی الارض حرث وغزلت حواء الشعر وحاکتہ بیدھا۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ صٹ وایضاً فیہا ولد لآدم اربعون ولداً فی عشرین بطنا وانزل علیہ تحریم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وحروف المعجم فی احدی وعشرین ورقۃ وھواول کتاب کان فی الدنیا ولما مات آدم علیہ السلام حفر لہ فی موضع من جبل ابی قبیس یقال لہ غار الکنز فلم یزل آدم فی ذلک الغار حتی کان زمان الغرق فاستخرجہ نوح علیہ السلام وجعلہ فی تابوت معہ فی السفینۃ فلما نضب الماء وبدت الارض ردّہ نوح علیہ السلام الی مکانہ وعاش آدم الف سنۃ انتھی باختصار۔

وکان شیث بن آدم اجلّ ولد آدم وکان وصیّ ابیہ وکل البشر من ولدہ وانزل اللہ علی شیث خمسین صحیفۃ وعاش ۹۱۲ سنۃ۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ کما فی تاریخ الطبری، ج ۱ ص۸۴ قال لم یمت آدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفاً بنوذ ورأی آدم فیہم الزنا وشرب الخمر والفساد۔

صوفی ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات کے باب تسعین وثلثمائۃ میں لکھتے ہیں لقد طفت بالکعبۃ مع قوم لا اعرفہم فانشدونی بیتین حفظت واحداً ونسیت الآخر وھو ؎

لقد طُفنا کما طُفتم سنینا بھذا البیت طرّاً اجمعینا

وقال لی واحد منہم اما تعرفنی فقلت لا قال انا من اجدادک الاول قلت کم لک منذ مت قال لی بضع واربعون الف سنۃ فقلتُ لہ لیس لآدم علیہ السلام ھذا القدر من السنین فقال لی عن ای آدم تقول عن ھذا الاقرب الیک اوعن غیرہ فتذکرت حدیثا روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی قد خلق مائۃ الف آدم۔ انتہی۔ قلت لم یثبت فی حدیث صحیح کثرۃ آدم والصحیح انہ واحد۔

وفی بعض الکتب ولد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لمضی ۶۵۰۰ سنۃ من زمن آدم علیہ السلام او نحو ذلک وقد روی انہ علیہ السلام قال ان احسنت امتی فبقاؤھا یوم من ایام الآخرۃ وذلک الف سنۃ وان اساءت فنصف یوم۔ وقیل ولد نبیّنا علیہ السلام لتمام ۶۰۰۰ سنۃ من عھد آدم علیہ السلام۔ وعن ابن عباس رض الدنیا جمعۃ من جمع الآخرۃ سبعۃ الاف سنۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

نوح علیہ السلام - ھو نوح بن لامك بن متوشلخ بن خنوخ وھو ادریس بن برد بن مھلاییل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم ابی البشر علیہما السلام - آپ کے چند احوال یہ ہیں - (١) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ١٢٦ سال گزرے تھے - کما ذکرہ ابن جریر وغیرہ یا ١٤٦ سال - بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے - یہ سب تخمینی اور ظنّی باتیں ہیں -

اخرج ابن حبان بسندہ عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یارسول اللہ أنبیّ کان آدم قال نعم مکلّم قال فکم کان بینہ وبین نوح قال عشرۃ قرون اس حدیث کے پیش نظر آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے - آپ کی عمر بڑی طویل تھی - قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الّا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون - آپ کی بددعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہوگئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ٨٠ مسلمان تھے عند ابن عباسؓ، اور ٧٢ تھے بقول کعب احبار -

آپ آدم ثانی تھے - کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام وحام ویافث سے آگے پھیلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہوگئی جو آپ کے رفقاء تھے - قال اللہ تعالی وجعلنا ذرّیّتہ ھم الباقین - وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب وحام ابو الحبش ویافث ابو الروم - رواہ احمد - وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا وُلد لنوح علیہ السلام سام وحام ویافث فولد لسام العرب وفارس والروم والخیر فیھم وولد لیافث یاجوج وماجوج والترك والسقالبۃ ولاخیر فیھم وولد لحام القبط والبربر والسودان اخرجہ البزار -

اہل پاکستان وہندستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں - نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے روی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمرو یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الّا یوم عید الفطر ویوم الاضحیٰ وزاد الطبرانی وصام داؤد نصف الدھر وصام ابراھیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر وافطر الدھر -

تاریخ طبری میں ہے کہ لمک بن متوشلخ نوح بن لمک کی ولادت کے بعد ٥٩٥ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمورہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمورہ کے بطن سے حام - سام - یافث پیدا ہوئے - لمک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا - اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے - وقیل غیر ذلك وقد روی عن جماعۃ من السلف انہ کان بین آدم ونوح علیہما السلام عشرۃ قرون کلھم علی ملّۃ الحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیھم نوح علیہ السلام وقالوا ان اول نبی ارسلہ اللہ الی قوم بالانذار والدعاء الی توحید نوح علیہ السلام۔

اولاد آدم میں طویل ترعمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل نوحًا الی قومہ وھو ابن خمسین وثلثمائۃ سنۃ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا ثم عاش بعد ذلک خمسین وثلثمائۃ سنۃ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال بعث اللہ نوحا الیھم وھو ابن اربعمائۃ سنۃ وثمانین سنۃ ثم دعاھم فی نبوتہ مائۃ وعشرین سنۃ ورکب السفینۃ وھو ابن ستمائۃ سنۃ ثم مکث بعد ذلک ثلثمائۃ وخمسین سنۃ نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین وطریقے سے اختلاف کرکے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی حام وسام ویافث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس وہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قولہ تعالیٰ وفار التنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انبجس الماء من وجہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنورًا قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض واعلی مکان فیھا قالہ قتادۃ۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قالہ الحسن وکان تنورًا من حجارۃ وکان لآدم ثم انتقل الی نوح علیھما السلام فنبع الماء منہ فعلمت بہ امرأتہ فاخبرتہ۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاھد کان ذلک فی ناحیۃ الکوفۃ وعن الشعبی کذلک وقال اتخذ نوح علیہ السلام السفینۃ فی جوف مسجد الکوفۃ وعن مقاتل ذلک تنور آدم وانما کان بالشام وعن ابن عباس کان التنور بالھند۔

وعن مالک بن سلیمان بن الھروی ان الحیۃ والعقرب اتیا نوحا فقالا احملنا فی السفینۃ فقال انکما سبب الضر والبلایا فلا احملکما قالا احملنا ونحن نضمن لک ان لا نضر احدًا ذکرک فمن قرأ حین یخاف مضرتھما سلام علی نوح فی العالمین انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین لم یضراہ۔ کذا فی العرائس للثعلبی ص۳۶

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۴۲ھ من ہبوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جودی پہاڑ پر استقرار کے بعد۔ نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ھ من الھبوط ہے

هذا والله اعلم۔

ابراهیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے هو ابراهیم ابن تارخ بن ناحور علیہ السلام۔ یہ جد الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام اُمیلہ ہے کما ذکر ابن عساکر وقال الکلبی اسمها بونا بنت کربُنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وهو الاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کواکب سبعہ کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں. قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال الله تعالیٰ واذ قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذ اصناماً الهة۔

بعض علماء مثل حافظ سیوطیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر اَب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحّد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست و مشرک و کافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وتقلّبك فی الساجدین۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ بطنِ سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ بطنِ ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلادِ شام کو پھر دیارِ مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارضِ مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم و محمد و موسیٰ و نوح و عیسیٰ علیهم الصلاة والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملة ابراهيم الا من سفه نفسه۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفی الصحیحین عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ایها الناس ان الله اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلاً وذکر ابن ابی حاتم باسناده لما اتخذ الله ابراهیم خلیلا القی فی قلبه الوجل حتی ان کان خفقان قلبه یسمع من بعد کما یسمع خفقان الطیر فی الهواء۔ (۴) آپ تمام امم میں محبوب و معظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۂ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) روی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعًا یحشر الناس حفاۃ عراۃ غرلا فاول من یکسی ابراھیم علیہ السلام (۷) واخرج احمد باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یا خیر البریۃ فقال ذاک ابراھیم ورواہ مسلم ایضًا۔ وقال ذلک تواضعًا اوقبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراھیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراھیم الخ

(۹) آپ نے بامر اللہ تعالیٰ ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا۔ اس سے پہلے ختنہ کا حکم نہ تھا اور نہ رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراھیم علیہ السلام اول من اضاف الضیف واول من اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رأی الشیب فقال یارب ماھذا فقال وقار فقال یارب زدنی وقارًا واول من استحد واول من لبس السراویل وفی محاضرۃ الاوائل ص۳۷ ان ابراھیم اول من ھاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ ابا الانبیاء فروی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف الضیفان واول من قلم الاظفار وقص الشارب وثرد الثرید وصافح وعانق وخطب علی المنبر و اول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ الھرم ولم یشب وکان الرجل یأتی وفیھم الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراھیم علیہ السلام رب اجعل لی شیئا وقارًا اعرف بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللھم زدنی وقارًا۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبطیہ مصریہ سے۔ پھر اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھ بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سورج۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السھیلی فی کتابہ التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص ۱۷۵۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراھیم علیہ السلام لمضی ۱۰۸۱ سنۃ من الطوفان ولمضی ۳۳۲۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراۃ ان عمر ابراھیم کان یوم وفاۃ نوح علیھما السلام ۵۳ سنۃ وابراھیم علی رأی بعضھم اب لجمیع الشعوب من بعدہ فلذلک کان الاب الثالث للخلیقۃ من بعد آدم ونوح علیھما السلام وتوفی ابراھیم علیہ السلام لمضی ۳۴۹۸ سنۃ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عزیر علیہ السلام - آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انھیں زندہ کر کے اٹھادیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل دے کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالیٰ وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیة للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بُعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام وزکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال انہ کان فیما بین داؤد وسلیمان وبین زکریا ویحییٰ ۔ بنابریں قول آپ کا زمانہ زمانہ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رض ان عزیراً کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام - ھو موسیٰ بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام۔ مدین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام ایارخا ہے بقول سہیلی وقیل ایاذخت وفی تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمھا لوخابنت ھاند وفی بعض التفاسیر یوجاند۔ کذا فی البدایة والنھایة وھو اشبه - آپ ذوالعزم نبی و رسول ہیں۔ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عموماً ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہو کر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے روی احمد عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ موقوفاً قال جاء ملك الموت الی موسیٰ علیہ السلام فقال اجب ربك فلطم موسیٰ عین ملك الموت ففقأھا ورواہ ابن حبان مرفوعاً ثم استشکله ابن حبان واجاب عنه بما حاصله انه علیہ السلام

لم یعرفہ لمجیئہ علی غیر صورۃ یعرفھا موسی علیہ السلام فلطمہ لانہ دخل دارہ بغیر اذنہ ھذا موافق لشریعتنا فی جواز فقء عین من نظر الیک فی دارک بغیر اذن اہ وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان ملک الموت کان یأتی الناس عیانًا (ای فی صورۃ انسان) حتی اتی موسی علیہ السلام فلطمہ ففقأ عینہ قال فرجع فقال یارب ان عبدک موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشققت علیہ فقال ائت عبدی موسی فقل لہ فلیضع کفہ علی متن ثور فلہ بکل شعرۃ وارت یدہ سنۃ وخیرہ بین ذلک وبین ان یموت الاٰن قال فاتاہ فخیرہ فقال موسی علیہ السلام فما بعد ذلک قال الموت قال فالاٰن اذاً۔ قال فشمہ شمۃ قبض روحہ قال فجاء بعد ذلک الی الناس خفیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقتِ وفات ۱۲۰ سال تھی۔ عشرون من ذلک فی ملک افریدون ملک فارس ومائۃ منھا فی ملک منوشھر وکان ابتداء امرہ من لدن بعثہ اللہ نبیًا الی ان قبضہ اللہ الیہ فی ملک منوشھر کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

موسی علیہ السلام کی وفات ۷ ماہ آذار میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوط آدم علیہ السلام از جنت کے ۳۸۶۸ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ۵۴۴ سال گزر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ پھر ۴۰ سال میدان تیہ میں گزارے تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج وغرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

شہر مدین میں موسی علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یثرون سے ہوا۔ یثرون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بکریوں کے لیئے آپ نے مدین میں کنوئیں سے پانی نکالا تھا۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالی حکایۃ۔ فجاءتہ احدٰھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا۔ قیل ان یثرون کان کاھن مدین والکاھن الحبر وقیل الذی استأجر موسی علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین ھو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ای الاجلین قضی موسی (عشر سنین او ثمان) قال اتمھما واکملھا۔ کذا قال الطبری فی تاریخ ج ۱ ص ۲۰۶

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسی من مصر الی مدین وبینہما مسیرۃ ثمان لیال و یقال نحو من الکوفۃ الی البصرۃ۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسۃ امرأتان کلتاہما تفرّستا فی موسی علیہ السلام فاصابتا احداہما امرأۃ فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولک لا تقتلوہ والاخری بنت شعیب حیث قالت یا ابت استأجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قالوا وتزوج موسی علیہ السلام بالصغریٰ ہذا واللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعدہٗ اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اوّل من رکب الخیل وکانت وحوشاً فانسہا ورکبہا وانہ اول من تکلّم بالعربیۃ الفصیحۃ البلیغۃ۔ وذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ص ۱۹۲ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیۃ البینۃ اسماعیل وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی روایت ہے قال شکی اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حرّ مکۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ انی سأفتح لک باباً الی الجنۃ الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیک روحہا الی یوم القیامۃ۔ کذا فی البدایۃ۔ ہذا واللہ اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیہ کے آس پاس پہاڑ میں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص ۲۱۶ یقال ان فی جبل احد قبر ہارون اخی موسیٰ علیہما السلام وفیہ قبض فواراہ موسی علیہ السلام فیہ وکانا قد مرّا حاجّین او معتمرین وعن ابن دحیۃ ان ہذا باطل بیقین وانّ نصّ التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفۃ لانہ یقال المدینۃ شامیۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسی علیہما السلام۔ اہ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالی لما دعا موسی علیہ السلام یعنی بد عائہ قولہ رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانها محرمة علیهم اربعین سنة یتیهون فی الارض قال فدخلوا التیه فکل من دخل التیه ممن جاوز العشرین سنة مات فی التیه قال فمات موسی علیہ السلام فی التیه ومات هارون علیہ السلام قبله قال فلبثوا فی تیههم اربعین سنة وناهض یوشع علیہ السلام بمن بقی معه مدینة الجبارین فافتتح یوشع المدینة وعن قتادة ان موسی علیہ السلام مات فی الاربعین سنة ولم یدخل بیت المقدس منهم الا ابناؤهم اه - کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص۲۲۵

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص۳۲۳ الذی علیه الجمهور ان هارون علیہ السلام توفی بالتیه قبل موسی علیہ السلام بنحو من سنتین وبعده موسی علیہ السلام فی التیه ایضاً وفیه ج ۱ ص۳۱۷ ان موسی علیہ السلام سأل اللہ تعالی عند موته ای فی التیه ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر قال ابو هریرة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لأریتکم قبره الی جانب الکثیب الاحمر۔ هذا واللہ اعلم۔

زکریا علیہ السلام - شرح ذلك بانهم کانوا یکفرون بایت اللہ ویقتلون النبیین الآیة میں آپ اور یحیی علیہما السلام مذکور ہیں۔ آپ یحیی علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالی یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمه یحیی لم نجعل له من قبل سمیا زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے کفیل تھے روی ابو هریرةؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ رواہ احمد۔

وفی المعارف ص۲۴ تزوج زکریا ایساع ابنة عمران اخت مریم ابنة عمران واسم ام مریم حنة وکان یحیی وعیسی علیہما السلام ابنی خالة واشاعت الیهود انه رکب من مریم الفاحشة وقتلوه فی جرف شجرة قطعوها وقطعوه معها اه۔ هذا واللہ اعلم۔

شعیب علیہ السلام - آیت واذ استسقی موسی لقومه الآیة اور آیت وباءوا بغضب من اللہ ذلك بانهم الآیة کے بیان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا بلیغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالی والی مدین اخاهم شعیبا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابوذرؓ ہے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسل اربعة من العرب هود وصالح وشعیب ونبیك یا اباذر۔ وہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیبا مات بمکة ومن معه من المؤمنین وقبورهم غربی الکعبة بین دار الندوة ودار بنی سهم۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخه۔

وفی اللفظۃ ص۳۵ بُعث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکۃ واھل مدین و قد اختلفوا فی نسبہ فقیل من ولد ابراھیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابراھیم وکان الایکۃ من شجر ملتف فلم یؤمنوا فاھلکھم بسحابۃ امطر علیھم نارا یوم الظلۃ واھلک اھل مدین بالزلزلۃ اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ا ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بھتیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یثرون تھا اور یثرون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن بوذی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزارہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈر کر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یکدم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مر گئے۔ بڑی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کر دیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرما دیا وہ مردے زندہ ہو کر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تکبیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانک ربنا وانا نحمدک لا الہ الا انت۔ قال اللہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم حدیث شریف ہے عن عبد الرحمٰن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السقم عذب بہ الامم قبلکم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ اخرجہ احمد۔ ھذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ھو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادتِ بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ ایساخر۔ زابلون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل وحسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کر کے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ. تفصیلی قصہ قرآن میں موجود ہے۔
پھر آپ مصر کے وزیر بنے۔ حدیث اسراء میں ہے فمررت بیوسف واذا ھو قد اعطی شطر الحسن
ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السھیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان
اذا اتتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجھہ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ فلما
دخلوا علی یوسف اٰوی الیہ ابویہ الآیۃ بروایت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸۰ سال کے بعد
یوسف اور ان کے والد کی ملاقات ہوئی۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے
بعد ملاقات ہوئی۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنۃ کان فراقہ لابیہ
وبقیا مفترقین ۲۱ سنۃ ثم اجتمعا فی مصر وبقیا مجتمعین ۱۷ سنۃ وعاش یوسف علیہ السلام
۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنۃ من مولد ابراھیم علیہ السلام وکان وفاۃ یوسف علیہ السلام
قبل مولد موسی علیہ السلام باربع وستین سنۃ۔

وکانت وفاۃ یوسف بمصر و دفن بھا حتی کان بین موسی وفرعون ما کان فلما سار موسی
علیہ السلام من مصر ببنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معہ فی التیہ حتی
مات موسی علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس
وقیل عند الخلیل علیہ السلام اھ ھذا واللہ اعلم۔

داؤد علیہ السلام ۔ جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اوّاب
انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اوّاب وشددنا ملکہ واٰتیناہ
الحکمۃ وفصل الخطاب۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوتِ زبور کے وقت پہاڑ اور
پرندے بھی متاثر ہو کر شریکِ تلاوت ہو جاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یا جبال اوّبی معہ والطیر والنّا
لہ الحدید الآیۃ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرما دیا تھا جس سے آپ اشیاء ضرورت
بناتے تھے۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے۔ خامساً آپ اما بعد کے اول قائل ہیں اور یہی
فصل خطاب ہے۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوۃ والسلام احب الصلاۃ
الی اللہ صلاۃ داؤد۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد۔ کان یصوم یوماً و یفطر یوماً۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن
الصوت مالم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینعکف حولہ حتی یموت عطشا وجوعا و

حتی ان الانہار لتقف۔ ثامنًا روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعًا خُفّف علی داؤد القراءۃ فکان یأمر بدابتہ فتسرج فکان یقرأ القراٰن (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابتہ وکان لا یأکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ احمد والبخاری۔ تاسعًا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملأ اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی۔ پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اسے چالیس سال اور دیدیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰ سال کی عمر پائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کردی۔ والقصۃ طویلۃ مرویۃ فی الترمذی ومسند احمد وغیرہما۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت ولادۃ داود علیہ السلام سنۃ ۳۳۳۳ من ہبوط آدم علیہ السلام وملک ۴۰ سنۃ وتوفی ولہ سبعون سنۃ فی اواخر سنۃ ۵۳۵ من وفاۃ موسی علیہ السلام وفی کتاب تقویم التواریخ وفیہا ای فی سنۃ مولد داؤد علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشہر کان فی زمن موسی علیہ السلام وکان کیقباذ فی زمن داؤد علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

سُلیمان علیہ السلام۔ قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس عُلّمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیٔ۔ مراد وراثتِ نبوت وملک ہے نہ کہ وراثتِ مالی۔ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نُورّث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان واحوال بالکل نرالے ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھادی تھی۔ ثانیًا۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملۃ الی قولہ فتبسم ضاحکًا من قولہا۔ ثالثًا کل انسانوں پر آپ کی حکومت تھی۔ رابعًا۔ انسانوں کے علاوہ کل جنّات وشیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی خامسًا۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پر بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے۔ سادسًا ہوا بھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رُخاءً حیث اصاب۔

سابعًا۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج وتخت

سمیت ہوا کے دوش پر طے کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ ولسلیمان الریح غدوّھا شھر و رواحھا شھر۔ ثامنًا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تجدید کی۔

وفی اللقطة" ص۳۶ ابتدأ سلیمان علیہ السلام عمارة بیت المقدس واقام فیھا سبع سنین و فرغ فی السنة الحادیة عشرة من ملکہ وکان ارتفاع البیت ۳۰ ذراعًا وطولہ ۶۰ ذراعًا فی عرض ۲۰ ذراعًا وعمل خارج البیت سورًا محیطًا بہ امتدادہ ۵۰۰ ذراع وفی السنة الخامسة والعشرین من ملکہ جاءتہ بلقیس ملکة الیمن ومن معھا واطاعتہ جمیع ملوک الدنیا واستمر سلیمان علیہ السلام علی ذلک حتی توفی وعمرہ ۵۲ سنة۔

وکانت مدة ملکہ اربعین سنة فیکون وفاة سلیمان علیہ السلام فی اواخر سنة ۵۷۵ لوفاة موسی علیہ السلام وکانت ولادة سلیمان علیہ السلام سنة ۴۳۹۱ من ھبوط آدم علیہ السلام وملک بعد ابیہ وعمرہ اثنتا عشرة سنة فی سنة ۴۴۰۳ھ من الھبوط وفیھا توفی داؤد علیہ السلام وابتدأ عمارة بیت المقدس فی السنة الرابعة من ملکہ وھی سنة ۵۳۹ھ لوفاة موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔ وفی بعض ھذہ التواریخ اختلاف کثیر وصرح اصحاب التاریخ ان سلیمان علیہ السلام کان قبل عیسٰی علیہ السلام بنحو ۹۵۰ سنة وتولّٰی بخت نصر علی بابل فی سنة ۹۵۳ھ لوفاة موسی علیہ السلام وقیل فی سنة ۹۷۸ھ من وفاة موسٰی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔

ادریس علیہ السلام۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلھا اور تفسیر تلک الرسل فضّلنا بعضھم علی بعض الآیة میں مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتٰب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًّا۔ آدم و شیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اوّل نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں واقع ہیں۔

ادریس علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف بہت سی اوّلیات منسوب ہیں قیل ھو اوّل من خطّ بالقلم واوّل من تکلّم فی علم الرمل واول من تکلّم فی الھیئة" واول من تکلّم فی علم الفلک وفی المعارف لابن قتیبة "منہ ما حاصلہ ان اسمہ اخنوخ فاخنوخ ھو ادریس وھو ابن الیارد بن مھلاییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیھم السلام وانما سمی ادریس لکثرة ما کان یدرس من کتب اللہ تعالیٰ وسنن الاسلام و انزل علیہ ثلاثون صحیفة وھو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون الجلود اھ بعض کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعین من الفتوحات ماحاصله ان العالم لا یخلو زماناواحدًا من قطب یکون فیه کماھوفی الرسل علیھم السلام ولذلك ابقی اللّٰه تعالی من الرسل الاحیاء باجسادھم فی الدنیا اربعة ثلاثة مشرّعون وھم ادریس والیاس وعیسٰی وواحد حامل العلم اللدنی وھو الخضر علیھم الصلاۃ والسلام اھ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے مأخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلافِ شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال ابن عربی فی لواقح الانوار اعلم ان الغلط ماداخل علی الفلاسفة الّامن تاویلھم وذلك انھم اخذوا العلم من شریعة ادریس علیه السلام فاوّلوا ما بلغھم من کلامه لمارفع فاختلفوا کما اختلفنا نحن فی کلام نبینا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم بعد وفاته فاحلّ ھذا العالم ماحرّمه العالم الاٰخر قال الشیخ وماعلمت اخطائی الامن ادریس علیه السلام حین اجتمعت به فی واقعة من الوقائع فاخذت عنه علمه علی وجه الحق انتھی کذافی الیواقیت ج ا ص۱۰۵

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول ۔ آپ کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہوچکا والثانی ماذکرہ البعض انه من ولد شیث علیه السلام بینه وبین شیث بن اٰدم علیھم السلام اربعة اٰباء ارسل بعد موت اٰدم علیه السلام بمائتی سنة۔ ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقیل لمامات احیاہ اللّٰه تعالٰی وادخله الجنة وھوفیھا الاٰن ۔ کذافی انسان العیون ج ا ص۳۹۶ ۔ ھذا واللّٰه اعلم۔

یحیٰی علیہ السلام ۔ یحییٰ وعیسٰی علیہما السلام معاصر تھے۔ یحییٰ علیہ السلام پر خوف وبکا کا غلبہ تھا۔ عن قتادۃ رح ان الحسن رح قال ان یحیٰی وعیسی علیھما السلام التقیا فقال له عیسٰی علیه السلام استغفر لی انت خیر منّی فقال له الاٰخر استغفر لی انت خیر منّی فقال له عیسی علیه السلام سلّمت علی نفسی وسلّم اللّٰه علیك فعرف اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے وسلام علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا۔

وروی ابن عساکر ان ابوی یحیٰی خرجا فی تطلّبه فوجداہ عند بحیرۃ اردن فلما اجتمعابه ابکاھما بکاءً شدیدًا لماھوفیه من العبادۃ والخوف من اللّٰه عزوجل وروی ابن المبارك رح عن وھیب قال فقد زکریا ابنه یحیٰی ثلثة ایام فخرج یلتمسه فی البریة فاذا ھوقد احتفر قبرًا وقام فیه یبکی علی نفسه فقال یا بُنیّ انا اطلبك من ثلثة ایام وانت فی قبر قد احتفرته قائم تبکی فیه فقال یا ابت الست انت اخبرتنی ان بین الجنة والنار مفازۃ لا تقطع الّا بدموع البکّائین فقال له ابك یا بُنیّ فبکیا جمیعًا۔

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین و مؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صخرہ پر ہوا۔ جہاں پر ستر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجدِ دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فعن زید بن واقد قال وکلنی الخلیفۃ الولید علی العمال فی بناء جامع دمشق فوجدنا فیہ مغارۃ فعرفنا الولید ذلک فوافانا فی اللیل وبین یدیہ الشمع فنزل فاذا ھی ای المغارۃ کنیسۃ لطیفۃ ثلاثۃ اذرع فی ثلاثۃ اذرع واذا فیھا صندوق ففتح الصندوق فاذا فیہ سفط وفی السفط رأس یحیی بن زکریا علیھما السلام مکتوب علیہ ھذا رأس یحیی بن زکریا فأمر بہ الولید فردّہ الی مکانہ وقال اجعلوا العمود الذی فوقہ مغیّرًا من بین الاعمدۃ فجعل علی الرأس عمود مسفط الرأس وفی روایۃ عن زید بن واقد ان ذلک الموضع کان تحت رکن من ارکان القبۃ یعنی قبل ان تبنی قال وکان علی الرأس شعر وبشر وذکر فی البدایۃ ج ۹ ص ۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس یحیی بن زکریا وقد اخرج من اللیطۃ القبلیۃ الشرقیۃ التی عند مجلس بجیلۃ فوضع تحت عمود الکاسۃ قال الاوزاعی ھو العمود الرابع المسفط انتھی

قد جاء فی بعض الروایات ان یحییٰ علیہ السلام ھو الذی یذبح الموت یوم القیامۃ یضجعہ ویذبحہ بشفرۃ تکون فی یدہ والناس ینظرون الیہ والموت یکون فی صورۃ کبش املح فیوقف علی سور بین الجنۃ والنار وقیل الذی یذبح الموت جبریل علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صفِ انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اولاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت فی صحیح الروایات وبنص القرآن۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا ورفعناہ مکانًا علیًّا لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامسًا۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجّال کو قتل کریں گے۔ سادسًا۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے با جماعت ادا فرمائیں گے وھذا اکرام عظیم للہ تعالیٰ لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سابعًا۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال اللہ تعالیٰ حکایۃً یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ ثامنًا حدیث ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا کل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبہ حین یولد الا عیسی بن مریم ۔ ذھب یطعن فطعن فی الحجاب۔ اخرجہ احمد ۔ تاسعًا پیدا ہونے کے فوراً بعد آپ نے کلام کیا ۔ اور اپنی والدہ کی برات اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ و یکلم الناس فی المھد ۔ کما صرح بہ القرآن ۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المھد میں آپ کے شرکار تین چار اشخاص اور بھی ہیں ۔ عاشراً ۔ آپ کی والدہ بقول بعض علما ۔ نبیّہ تھیں ۔ ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علما ۔ کہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا ۔ اور مریمؑ نبیّہ تھیں ۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے ۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصۂ رجال ہے ۔

وفی کتب التاریخ ان عیسی علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأۃ من جذام قبیلۃ بالیمن و یولد لہ ولدان یسمّی احدھما محمدًا والاٰخر موسی یمکث اربعین سنۃ وقیل خمسًا واربعین سنۃ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعًا وقیل خمسًا و یدفن اذا مات فی روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل فی حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤیدہ ما ورد و یدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی من قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک پہنچتا ہے ۔ لہٰذا آپؐ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی ۔ سلسلۂ نسب یہ ہے ۔

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان ۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ واخبار میں اختلاف ہے ۔ عبدالمطلبؓ کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس لہ اولانہ وُلد و فی رأسہ شیبۃ ۔

عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا ، ۱۴۰ سال کی عمر پائی ۔ انھیں عبدالمطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے ۔

وقال البعض ان عبد المطلب یقول للناس السائلین ھذا عبدی حیاءً فلما دخل مکۃ احسن من حالہ واظھر انہ ابن اخیہ ۔

ہاشم کا اصل نام عمرو العُلا تھا سمی ھاشما لھشم الثرید واطعامہ الناس ۔ عبد مناف کا نام مغیرہ تھا قصی کا نام زید تھا وعن الشافعیؒ ان اسمہ یزید ۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور چھے بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وھو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابو طالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضِرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولھب اور اس کا نام عبد العزی تھا (۹) حارث (۱۰) غیداق۔ اور اس کا نام حجل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوۃ والسلام۔ بنات عبدالمطلب یعنی عمات نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمۃ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) برہ (۵) صفیہ (۶) اروی۔

عبداللہ والد نبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ[۱] بنت عمر بن عائذ ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبد المطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نُتیلہ[۲]۔ ھالہ[۳]۔ لُبنیٰ[۴]۔ صَفیہ[۵]۔ ممنّعہ[۶]۔ فاطمہ زوجہ عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں عبداللہ۔ زبیر۔ ابوطالب۔ عاتکہ۔ امیمۃ۔ بیضاء۔ برہ۔ عبدالمطلب کی دوسری زوجہ نتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ نتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس و ضرار۔ عبدالمطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبدالمطلب کی چوتھی زوجہ لبنیٰ تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنیٰ کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولھب۔ عبدالمطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث و اروی۔ عبدالمطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممنّعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غیداق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۵۲۔

نسب آمنہ ام النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپؐ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنو زہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے اخوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام واقعۂ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعۂ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکمؒ چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپؐ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولّد میں مشہور چار اقوال ہیں۔(۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔(۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقتِ چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبیّ علیہ السلام یوم الاثنین ونُبّیَ یوم الاثنین وھاجرَ من مکّۃ یوم الاثنین ودخل المدینۃ یوم الاثنین وتوفّیَ یوم الاثنین وعن ابن عباسؓ وُلِدَ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ النبوۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وتوفّی یوم الاثنین فی ربیع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقولِ بعض آپ ﷺ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ما روی عن عثمان بن ابی العاص عن امّہ رضی اللہ عنہما، انہا شھدت ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شئ انظر الیہ من البیت الّا نورًا وانی لا نظر الی النجوم تدنُو حتی انّی لاقول لتقعنّ علیَّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سُئِل عن صَوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدتُّ۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء واہلِ کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپ ﷺ کے تولّد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولّد کی تکمیل ہو کر آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقتِ قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولّد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سہیلیؒ واقدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تولّد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبانِ فصیح ان الفاظ پر تکلّم فرمایا جلال ربّی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکلم فرمایا اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ اس بات میں کوئی بُعد نہیں کہ ان سب پر تکلم فرمایا ہو ولادت کے ساتویں دن عبد المطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا اَردتُ اَن یحمدہ اللہ فی السماءِ ویحمدہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ مبارک محمد اشہر اسماء ہے

نبی علیہ السلام کے دو نامِ مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمدؐ (۲) احمدؐ۔
کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپؐ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تا کہ نبی آخر الزماںؐ کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپؐ کے تولد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہلِ کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرفِ نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔
تولد کے بعد اولاً آپؐ کو ثوبیہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمۃ کان محمد یشبّ فی الیوم شباب الصبیّ فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبد اللہ وفات پا گئے۔ لیکن یہ بات واقدی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولد کے آٹھ ماہ بیس دن کے بعد عبد اللہ کی وفات ہوئی۔ آپؐ کے سرپرست آپؐ کے جد عبد المطلب تھے۔ جب آپؐ چھے یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبد المطلب کا بھی انتقال ہو گیا اور عبد المطلب نے آپؐ کے بارے میں ابو طالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔
اور جب آپؐ کی عمر چھے سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپؐ کے والد عبد اللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔
ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبد اللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومتِ سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبد اللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفور ہیں
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور زمانۂ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہذا اس میں صرف

توحید ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موحّد تھے۔

قول ثانی توقّف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پا گئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپؐ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہذا جو احادیث ان کے عدم ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما روی مسلم انّ رجلاً قال یا رسولَ اللہ اَینَ اَبِی؟ قال فی النار فلما قفی دعاہ فقال اِنّ اَبِی و اَباكَ فی النار۔ وما روی الحاکم عن ابن مسعودؓ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلسَ الی قبرٍ فناجاہ طویلاً ثم بکی فبکینا لبکائہ وفیہ فقال ما ابکاکم فقلنا بکینا لبکائك فقال اِنّ القبر الذی جلستُ عندہ قبر امنۃ وانّی استاذنتُ ربّی فی زیارتہا فاذِن لی وانّی استاذنتُہ فی الاستغفار فلم یاذن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپؐ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پا گئے۔ قال الحاکم وبدئ الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یومَ الاربعاء للیلتین بقیتا من شہر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپؐ کو ابوالقاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے عبداللہ تھے۔ انھیں طیب وطاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقولِ بعض طیب وطاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم وعبداللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہذا حضرت خدیجہؓ سے صرف دو بیٹے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے تھے آپؐ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اول زینبؓ زوجہ ابوالعاص بن ربیعؓ (۲) فاطمہؓ زوجہ علی بن ابی طالبؓ (۳) رقیہؓ زوجہ عثمان بن عفانؓ (۴)

ام کلثوم رض زوجہ عثمان بن عفان رض۔ جب رقیہ رض کی وفات ہوئی تو ام کلثوم رض کے ساتھ عثمان رض کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رض کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہ رض کی وفات رمضان شریف ۲ھ میں ہوئی اور حضرت ام کلثوم رض نے شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہ رض میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینب رض پھر رقیہ رض پھر ام کلثوم رض پھر فاطمہ رض۔ تو فاطمہ رض سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علما۔ ام کلثوم رض فاطمہ رض سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہ رض سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہ رض کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجہ ثم سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ وامّ حبیبۃ وامّ سلمۃ وزینب بنت جحش ومیمونۃ وجویریہ وصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال وابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں وابو محذورہ مکہ میں وسعد القرظ قُبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے ۱۰ھ میں اور چار عمرے کیے ہیں اور بنفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوئے ہیں کما قال محمد بن اسحٰق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرایا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابناء ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ووصّٰی بھا ابراھیم بنیہ الآیۃ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مؤرخ اپنی کتاب المحبر، ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں بنو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل وامہ ھاجر امّ ولد (۲) واسحاق وامہ سارۃ بنت لابن بن بثویل بن ناحور (۳) ومَدَین و (۴) مَدُون و (۵) یقشان و (۶) زمرون و (۷) آشبُق و (۸) شُح وامھم قنطورا ابنت مقطور من العرب العاربۃ۔ فسیّر ابراھیم علیہ السلام مدون وآشبُق وشح وضم الباقین فوقع ھؤلاء الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بھا فترکُ خراسان منھم انتھی۔

مؤرخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ وقنطورا وہاجر۔ ہاجر میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ امّ ولد تھیں۔ ہاجر وسارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوجہ کا نام حجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شورخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوجہ کا نام قنطورا بنت مفطور تھا۔ ان سے چھے بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقشان (۴) زمران (۵) یسبق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسبق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقشان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارضِ مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا أنزلت اسماعیل و اسحاق معك وأمرتنا ان ننزل ارض الغربة والوحشة فقال ابراهیم بذلك أمرت فعلّمهم اسما من اسماء الله تعالی فکانوا یستسقون به ویستنصرون فمنهم من نزل خراسان فجاءتهم الخزر فقالوا ینبغی للذی علّمکم هذا ان یکون خیر اهل الارض او ملك الارض انتهی ماذکر ابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص ۳۸۹ وکان من ولد مدین بن ابراهیم علیه السلام۔ شعیب بن یوبب بن عیفا بن مدین۔ ومالك بن ذُعر بن یوبب بن عیفا الذی استخرج یوسف علیه السلام من الجبّ۔ هذا والله اعلم۔

ابناء اسمٰعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحابِ تاریخ کا اختلاف ہے۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ أدبیل۔ مبسم۔ مشمع۔ دوما۔ دوام۔ مسّا۔ حداد۔ ثیما۔ یطور۔ نافش۔ ثم قال وکل هؤلاء قد أنسل ولما قبض اسماعیل علیه السلام قام بالبیت بعده نابت بن اسمٰعیل ثم قام من بعده اناس بن جرهم لغلبة جرهم علی ولد اسماعیل علیه السلام اه۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدر۔ ادبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ ادد۔ وطور۔ نفیس۔ طما۔ قیدمان۔ اکثر عرب نابت وقیدر کی اولاد ہیں۔ قال وامهم اسمها السیّدة بنت مضاض بن عمرو الجرهمی وهی التی قال لها ابراهیم علیه السلام اذ قدم مکة وهی زوجة اسمٰعیل علیه السلام قولی لزوجك اذا جاء قد رضیتُ لك عتبة بابك اه تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۱۔

ابن حبیب مؤرخ محبر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیذر۔ نیاوذ (وھونبث)
اَذبل۔ منشا۔ مشماعۃ۔ دوما۔ ماش۔ اٰذور۔ طیما۔ یطور۔ نبش۔ قیذم۔ کتاب المحبر ص ۳۸۶ ھذا و
اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اولاد یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے کہتے ہیں کہ دونوں توأمین تھے۔ عیص بڑے تھے۔ عیص کی شادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیا بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیا آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھے ۶ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسحر وقیل فی یسحر یشحر۔ لیا سے ایک بیٹی بھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راحیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو باندیوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی دان۔ نفتالی۔ حادر۔ آشر۔ لہٰذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولادِ یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعالہ اسحاق ان یجعل اللہ فی ذریتہ الانبیاء والملوک ودعا لعیص ان تکون ذریتک عددا کثیرا کالتراب ولا یملکھم احد غیرھم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۶۴۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راحیل ولیا ابنتی لیان بن بتویل بن الیاس وکان الناس یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالی موسی علیہ السلام وانزل علیہ التوراۃ فذلک قولہ تعالی وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا وراحیل۔ قالہ الطبری فی تاریخ ج ۱ ص ۱۶۵۔ قال وماتت راحیل فی نفاسھا بنیامین فکان الغلامان یوسف وبنیامین فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحبّھما وعطف علیھما لیتمھما من امھما وکان احبّ الخلق الیہ یوسف علیہ السلام فحسدہ اخوتہ ورای یوسف فی المنام کأنّ احد عشر کوکبا والشمس والقمر راٰھم ساجدین لہ فحدّث اباہ فقال یا بنیّ لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان

الشیطان للانسان عدوّ مبین۔

یعقوب علیہ السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں تھیں وھو ایوب بن موص ابن رغویل وکان ابو ایوب ممن اٰمن یابراھیم علیہ السلام یوم احراق نمرود وکانت زوجتہ التی امر بضربھا بالضغث ابنۃ لیعقوب بن اسحاق علیھما السلام یقال لھا لیا کان یعقوب زوّجھا منہ۔ بعض مؤرخین کی رائے میں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متأخر اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں۔

مجبرؔ، ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام وھو اسرائیل علیہ السلام۔ قال فیہ واسماء وُلد یعقوب شمعون وروبیل ویھوذا ولاوی و یسّاخر وزبلون و دِنیا (وامّھم اُلیّۃ بنت احبن بن بتویل بن ناحور) وجاذ و اُشّیر (واُمّھما بلھا اَمۃ راحیل) ویوسف و بِنیامین (وامّھما راحیل اخت اُلیّۃ) ودان ونفثالی (وامّھما زلفا اَمۃ اُلیّۃ)

فمن وُلد لاوی بن یعقوب موسیٰ وھارون[۲] علیھما السلام۔ ابنا عمران بن قاھث بن لاوی ابن یعقوب وزکریا بن بکشوی وابنہ یحییٰ من ولد ھارون بن عمران وقارون بن یصھر بن قاھث ابن لاوی۔ والسّامری۔ واسمہ میخا بن رعویل بن قاھث بن لاوی وامّ موسیٰ اسمھا یوخابذ بنت لاوی وھی عمۃ ابیہ۔

ومن ولد یھوذا سلیمان بن داؤد بن اِیشی بن عُوبذ بن باعذ بن شلمون بن نحشون بن عمّینادب بن اٰرم بن حضرون بن فارص بن یھوذا ومن بنی لاوی ایضاً قریضۃ والنضیر وھدل من یھود المدینۃ بنو النحام بن یحوم بن عوف بن قیس بن فنحاص بن العازر بن الکاھن بن ھارون ابن عمران بن قاھث بن لاوی۔

ومن ولد یوسف النبی علیہ السلام الیسع بن عدی بن شُوتلح بن اِفرایم بن یوسف بن یعقوب علیھما السلام۔ ویوشع[۱] بن نون بن اِفرایم بن یوسف وھو فتی موسیٰ علیہ السلام وکان یونس بن متی من ولد بنیامین بن یعقوب وکان من ولد العیص بن اسحاق ایوب علیہ السلام بن زارح بن اَموص بن لیفرز بن العیص بن اسحاق۔ والخضر[۲]۔ وھو خضرون بن عمیایل بن فلان بن العیص۔ و الیاس[۳] بن تشبین بن العازر بن الکاھن بن ھارون علیہ السلام انتہی بلفظہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

تمت خلاصۃ کتابی مرأۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء

ہاروت و ماروت ۔ قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکلین ببابل ھاروت و ماروت وما یعلمٰن من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ الایۃ ہاروت وماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قراءتِ الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحانِ انسان سحر سکھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقولِ بعض ہاروت وماروت زمانہ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت وماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو اُن کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کرلو۔ فرشتوں نے ہاروت وماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورتِ بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوتِ شہویہ پیدا فرمادی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل وانصاف سے فیصلے کرتے رہے تاآنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بت کی پرستش شروع کردیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کردیں۔

ہاروت وماروت نے زہرہ کی شرط قبول کرلی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جاسکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کرکے وہ ستارہ بنادیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جاسکے اللہ تعالیٰ نے قوتِ صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذابِ دنیا و عذابِ آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذابِ دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیھما ان ائتیا بابل فانطلقا الی بابل فخسف بھما فھما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الی یوم القیامۃ وعن مجاھد قال کنت مع ابن عمر فی سفر فقال لی ارمق الکوکب فاذا طلعت ایقظنی فلما طلعت ایقظتہ فاستوی جالسًا فجعل ینظر الیھا ویسبھا سبًّا شدیدًا فقلت یرحمک اللہ ابا عبد الرحمٰن نجم ساطع مطیع مالہ تسبّہ فقال اما ان ھذہ کانت بغیًا فی بنی اسرائیل فلقی الملکان منھا ما لقیا۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان المرأۃ التی فتن بھا الملکان مسخت فھی ھذہ الکوکبۃ الحمراء یعنی الزھرۃ واخرج الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن المسوخ فقال ھم ثلاثۃ عشر الفیل والدبّ والخنزیر والقرد والجریث والضبّ والوطواط والعقرب والدعموص والعنکبوت والارنب وسھیل والزھرۃ فقیل یا رسول اللہ وما سبب مسخھم فقال اما الفیل فکان رجلًا جبارًا لوطیًّا لا یدع رطبًا ولا یابسًا واما الدبّ فکان مؤنثًا یدعو الناس الی نفسہ واما الخنزیر فکان من النصاری الذین سألوا المائدۃ فلما نزلت کفروا واما القردۃ فیھود اعتدوا فی السبت واما الجریث فکان دیوثًا یدعو الرجال الی حلیلتہ واما الضبّ فکان اعرابیا یسرق الحاج بمحجنہ واما الوطواط فکان رجلًا یسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فکان رجلًا لا یسلم احد من لسانہ واما الدعموص فکان نمّامًا یفرق بین الاحبۃ واما العنکبوت فامرأۃ سحرت زوجھا واما الارنب فامرأۃ کانت لا تطھر من حیض واما سھیل فکان عشارًا بالیمن واما الزھرۃ فکانت بنتًا لبعض ملوک بنی اسرائیل افتتن بھا ھاروت وماروت کذا فی الدر المنثور ج ۱ ص۱۰۲

اس قسم کے متعدد آثار درمنثور وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف، موضوع ومردود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیر مرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ محدثین ومحققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں ما ذکرہ اھل الاخبار ونقلہ المفسرون فی قصۃ ھاروت وماروت لم یرد منہ شئ لا سقیم ولا صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البحر المحیط ان جمیع ذلک لا یصح منہ شئ ولم یصح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعن الزھرۃ ولا ابن عمر رضی اللہ عنھما وقال الامام الرازی ھذہ الروایۃ فاسدۃ مردودۃ غیر مقبولۃ۔

ونص الشھاب العراقی علی ان من اعتقد فی ھاروت وماروت انھما ملکان یعذبان علی خطیئتھما مع الزھرۃ فھو کافر باللہ العظیم فان الملائکۃ معصومون قال اللہ تعالی لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون والزھرۃ کانت یوم خلق اللہ تعالی السمٰوٰت والارض۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۹۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزھرۃ وسھیل وھما نجمان فقیل ھما ممسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأی سھیلا شتمہ واذا رأی الزھرۃ شتمھا وقال ان سھیلا کان عشارا بالیمن یظلم الناس وان الزھرۃ کانت صاحبۃ ھاروت وماروت نمسخھما اللہ تعالی شھابا وقال مجاھد کان ابن عمر اذا قیل لہ طلعت الحمرۃ قال لا مرحبا بھا ولا اھلا یعنی الزھرۃ وقال بعضھم ھذا لا یصح فان ھذہ النجوم خلقت حین خلقت السماء لانہ روی فی الخبر ان السماء لما خلقت خلق فیھا سبعۃ دوّارات زحل والمشتری وبھرام والزھرۃ وعطارد والشمس والقمر وھذا معنی قولہ تعالی و ھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون ۔ وجعل مصلحۃ الدنیا بھذہ السبعۃ الدوّارات ۔

فثبت بھذا ان قول المسخ لا یصح فان الزھرۃ وسھیلا کانا قبل آدم علیہ السلام والذی روی عن ابن عمرؓ ان سھیلا کان عشارا وان الزھرۃ فتنت ھاروت وماروت فھو کما قالوا کان رجل اسمہ سھیل وامرأۃ مسماۃ بالزھرۃ نمسخھما اللہ شھابا ولکنھما لم یبقیا بل ھلکا وصارا الی النار واما الذی روی انہ کان یشتمہ فاحتمل انہ لم یشتم الکواکب وانما شتم سھیلا الذی کان عشارا وکذلک الزھرۃ انتھی بتصرف

علامہ آلوسی روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلک من باب الرموز والاشارات فیراد من الملکین العقل النظری والعقل العملی اللذان ھما من عالم القدس ومن المرأۃ المسماۃ بالزھرۃ النفس الناطقۃ ومن تعرّضھما لھا تعلیمھما لھا ما یسعدھا ومن حملھا ایاھما علی المعاصی تحریضھا ایاھما بحکم الطبیعۃ المزاجیۃ الی المیل الی السفلیات المدنّسۃ لجوھریھما ومن صعودھا الی السماء بما تعلمت منھما عروجھا الی الملأ الاعلی ومخالطتھا مع القدسیّین بسبب انتصاحھا بنصحھما ومن بقائھما معذّبین بقاؤھما مشغولین بتدبیر الجسد وحرمانھما عن العروج الی سماء الحضرۃ لان طائر العقل لا یحوم حول حماھا ھذا واللہ اعلم ۔

الجنّ قرآن شریف میں جنّ کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ وبالیوم الاٰخر الخ کی شرح میں مذکور ہے ۔ جنّ نوعِ انس کی طرح مکلّف بالایمان اور عقل و حواس رکھنے والی نوع ہے ۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے ۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے ۔ اور بدنِ جنّ لطیف ہوتا ہے لہذا قابل رؤیت نہیں ۔ البتہ جب جنّ دیگر حیوانات کی شکل میں ہو جائے تو وہ نظر آتا ہے ۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعاً ضروری ہے ۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود ہے ۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجودِ جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ صحابہؓ اور اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جھمیہ اور معتزلہ میں سے بعض

وجودِ جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں لم یخالِف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجنّ وجمهور طوائف الکفار علی اثباتِ الجنّ فوجود الجن تواترت به اخبارُ الانبیاء علیهم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انهم اَحیاء عقلاء فاعلون بالارادة ماْمورون منهیّون لیسوا صفاتٍ واَعراضاً قائمة بالانسان اوغیره کما یزعمه بعض الملاحدة۔ فامر الجن ظاهر یعرفه العامة والخاصّة لم یمکن لطائفة من طوائف المؤمنین بالرسل ان ینکرهم وکذلک جمهور الکفار کعامة اهل الکتاب قائلون بهم وکذلک عامة مشرکی العرب وغیرهم من اولاد سام والهند وغیرهم من اولاد حام انتهی بحاصله۔

قال امام الحرمین فی کتابه الشامل انّ کثیراً من الفلاسفة وجماهیر القدریّة وکافّة الزنادقة انکروا الشیاطین والجن رأساً ولایبعد لوانکرذلک من لایتشبّث بالشریعة وانما العجب من انکار القدریة مع نصوص القراٰن وتواتر الاخبار واستفاضة الاٰثار ثم ساق جملة من نصوص الکتاب والسنة۔ وقال ابو القاسم الانصاریؒ فی شرح الارشاد وقد انکرهم معظم المعتزلة ودلّ انکارهم ایّاهم علی قلّة مبالاتهم ورکاکة دیاناتهم فلیس فی اثباتهم مستحیل عقلیّ انتهی۔ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول ومکلف تین انواع ہیں ملائکہ وانسان وجن۔ قال الله تعالی یا معشر الجنّ والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی هریرة رض مرفوعاً ان الله تعالی خلق الخلق اربعة اَصناف الملائکة والشیاطین والجنّ والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس وشیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال الله تعالی وخلق الجانّ من مارج من نار وقال الله والجانّ خلقناه من قبل من نار السموم وقال حکایةً عن ابلیس خلقتنی من نار وخلقته من طین عام احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجنّ تو جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر وگمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوهری کل عاتٍ متمرّد من الجن والانس والدواب شیطان وقال ابن عبد البر کل جنّی ان خبث فهو شیطان فان زاد علی ذلک فهو مارد فان زاد علی ذلک وقوی امره قالوا عفریت والجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبد اللہ بن عمروؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابو الجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابو الانس ہیں۔

عن ابن عباس رضی قال خلق اللہ شومیا ابا الجنّ وھو الذی خلق من مارج من نار وعن عبد اللہ بن عمرو رضی قال خلق اللہ تعالیٰ بنی الجان قبل آدم بالفی سنۃ۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنھوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابو الجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنّ کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداء رض مرفوعاً خلق اللہ الجنّ ثلاثۃ أصناف۔ صنفٌ[1] حیاتٌ وعقارب وخشاش الارض وصنفٌ[2] کالریح فی الھواء وصنفٌ[3] علیھم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثۃ اصناف، صنف[1] کالبھائم قال اللہ تعالیٰ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا الآیۃ وصنفٌ[2] اجسادھم اجساد بنی آدم وارواحھم ارواح شیاطین وصنفٌ[3] فی ظلّ اللہ تعالیٰ یوم لا ظلّ الا ظلہ۔

جنّ مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدری رض مرفوعاً ان بالمدینۃ نفراً من الجنّ قد اسلموا فاذا رأیتم من ھذہ الھوامّ شیئاً فانذروہ ثلاثاً فان بدا لکم فاقتلوہ۔ اور بعض علماء تشکل جن بصور مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصور مختلفہ نہیں ہو سکتے واختارہ القاضی ابو یعلیٰ۔ ابو یعلی اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال انّ احداً لا یستطیع ان یتغیّر عن صورتہ التی خلقہ اللہ علیھا ولکن لھم سحرۃ کسحرتکم فاذا رأیتم ذلک فاذّنوا۔

بہر حال جنات کی اصل شکل قابل رؤیت نہیں ہے ولذا قال الشافعیؒ من زعم انہ یری الجنّ ابطلنا شھادتہ ای یری الجنّ فی صورتھم الاصلیۃ لقول اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم۔

جنّ عموماً جنگلوں اور نجس جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان ھذہ الحشوش محضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث رواہ الترمذی والنسائی وفی روایۃ ابن سنی فلیقل بسم اللہ وروی ابوداؤد عن جابر مرفوعاً اذا دخل الرجل منزلہ وذکر اسم اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لا مبیت لکم ولا عشاء واذا ذکر اسم اللہ عند

دخوله ولم یذکرہ عند طعامه یقول ادرکتم العشاء ولا مبیت لکم واذا لم یذکر اسم اللہ عند دخوله قال ادرکتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقۂ اکل و شرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضھم اکلھم وشربھم تشمم استرواح لا مضغ ولا بلع وھذا القول لا دلیل له والقول المختار ان اکلھم وشربھم مضغ وبلع کما ثبت فی الاحادیث الصحیحۃ وفی حدیث امیۃ عند ابی داؤد وفیہ ما زال الشیطان یأکل معه فلما ذکر اللہ استقاء ما فی بطنه وفی حدیث صحیح نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یستنجی بالعظم والروث وقال انه زاد اخوانکم من الجن وفی حدیث ابن عمرؓ عند مسلم مرفوعاً لا یأکلن احد منکم بشماله ولا یشربن بها فان الشیطان یأکل بشماله ویشرب بها۔ وکان الامام الاعمش یقول تزوج الینا جنی فقلت له ما احب الطعام الیکم فقال الارز قال فاتیناہ به فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احداً فقلت فیکم من ھذہ الاھواء التی فینا قال نعم قلت فما الرافضۃ فیکم قال شرنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح وتوالد و اولاد اور بیاہ و شادی کا سلسلہ جاری ہے قال اللہ تعالیٰ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان والطمث ھو الجماع والافتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقوله تعالیٰ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ نیز قرآن و سنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفتِ امر و نہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول و نبی نہیں آیا بلکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا روی عن ابن عباسؓ ومجاھدؒ وابن جریجؒ۔ لیکن ابن حزم ظاہری و ضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباسؓ ان الجن قتلوا نبیاً لهم قبل آدم اسمه یوسف وان اللہ تعالیٰ بعث الیھم رسولاً فامرھم بطاعته وان لا یشرکوا به شیئاً وان لا یقتل بعضھم بعضاً۔ ضحاکؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوئے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجنّ والانس الم یأتکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیاتی یعنی بذلك رسلا من الانس ورسلا من الجنّ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انہم قد انذروا فصحّ انہم جاءھم انبیاء منھم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجنّ نبیّ من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجنّ من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصّۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جنّ و انس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رض مرفوعًا بعثت الی الاحمر والاسود۔ قیل ھم العرب والعجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اُرسلت الی الجنّ والانس والی کل احمر واسود قرآن مجید میں استماع جن للقرآن اوران کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذصرفنا الیك نفرًا من الجن یستمعون القراٰن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعتِ جنّ نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جاکر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایاتِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھ بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مؤمن جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل وشرب کریں گے یا نہیں۔ حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں ان الجنّ الذین یدخلون الجنۃ یوم القیامۃ نراھم فیھا ولایرونا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انہم لایدخلونھا بل یکونون فی ربضھا یراھم الانس من حیث لایرونھم وھذا القول ماثور عن مالك والشافعی واحمد ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ وقال البعض انہم علی الاعراف وقال البعض بالوقف ابوحنیفہؒ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی وجنّی کے مابین انعقادِ نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ بلکہ بلقیس کے والدین میں سے ایک نوع جنّ میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جنّی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالعکس ہوا اور بعض میں توالد بھی ہوا قول امام اعمش اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہوچکا ہے۔ وعن الزھری مرسلا قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجنّ وقال عقبۃ الرومانی سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکرھہ وسألت الحسن البصریؒ عن ذلك فکرھہ وحکی ان رجلا اتی الحسن البصریؒ فقال ان رجلا من الجنّ یخطب

فتاتنا فقال الحسن لا تزوّجوہ ولا تکوموہ وقال حرب قلت للامام اسحٰق رجل رکب البحر فکسر بہ فتزوّج جنیۃ قال مناکحۃ الجنّ مکروھۃ وفی الفتاوی السراجیّۃ من کتب الاحناف لا تجوز المناکحۃ بین الجنّ والانس وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفی قنیۃ المنیۃ سئل الحسن البصری عن التزویج بجنیۃ فقال یجوز بشھود رجلین شیخ سنوی شافعیؒ نے عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیہ وبالعکس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورۃ النحل و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وفی سورۃ الروم ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا من انفسکم ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعمش کے نزدیک بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے فانّہ حضر نکاحا للجنّ بکوثی اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالکؒ کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ ہے جو آکام المرجان، ص ۶۹ پر قاضی بدرالدین حنفی متوفی ۷۶۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سفّرنی والدی لاحضار اٰھلہ من الشرق فلما جزتُ البسیرۃ الجأنا المطر الی ان بِتنا فی مغارۃ وکنتُ فی جماعۃ فبینا انا نائم اذا انا بشیئ یوقظنی فانتبھت فاذا بامرأۃ وسط من النساء لھا عین واحدۃ مشقوقۃ بالطول فارتعت فقالت ما علیک من بأس انما اتیتک لتتزوّج ابنۃً لی کالقمر فقلت لخوف منھا علی خیرۃ اللہ تعالی ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتھم فاذا ھم کھیئۃ المرأۃ التی اتتنی عیونھم کلّھا مشقوقۃ بالطول فی ھیئۃ قاضٍ وشھود فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم نھضوا وعادت المرأۃ ومعھا جاریۃ حسناء الّا ان عینھا مثل عین امّھا وترکتھا عندی وانصرفت فزاد خوفی واستیحاشی وبقیت ارمی من کان عندی بالحجارۃ حتی یستیقظوا فما انتبہ منھم احدٌ فاقبلتُ علی الدعاء والتضرّع ثم اٰن الرحیل فرحلنا وتلک الشابّۃ لا تفارقنی فدمت علی ھذا ثلاثۃ ایّام فلما کان الیوم الرابع اتتنی المرأۃ وقالت کانّ ھذہ الشابّۃ ما اعجبتک وکأنّک تحبّ فراقھا فقلت اِی واللہ قالت فطلّقھا فطلّقتھا فانصرفت ثم لم ارھما بعد۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابلیس۔ ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں متکرر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا عَلَم ونام ہے جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلایا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود ورجیم ہوجانے کے بعد اس کا نام ابلیس ہوگیا فھو من الابلاس کأنہ اُبلس ای یئس من رحمۃ اللہ یقال ابلس الرجل ابلاسا فھو مُبلس اذا یئس۔ مردود ورجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعدہ

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاخرج ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رضؓ قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزازیل وکان من الملائکۃ ذوی الاجنحۃ الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

وعن ابی المثنّی قال کان اسم ابلیس نائل فلما سخط اللہ تعالیٰ سمی شیطاناً۔ وعن ابن عباسؓ لما عصی ابلیس لُعِن وصار شیطانا وعن سفیان قال کنیۃ ابلیس ابوکدوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنا برایں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہوسکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجمہ وعلمیّت کے۔ بہرحال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل ہو عربیّ ولم ینصرف للتعریف ولانہ لانظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثلہ نحو اخریط واحفیل واصلیت اھ۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسم کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولادِ ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسم عَلَم ومختص ہے رئیسِ طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم وانسان ہے۔ آدم اسم عَلَم ہے اور انسان اسم کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوّذ واستعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہوجائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے۔ صرف فردِ واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں مروی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور مأخذ شطن ہے۔ لہٰذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یاء زائدہ ہے۔ بنا برایں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذلك کل متمرّد لبعد غورہ فی الشر قالہ ابو البقاء ویقال لبعدہ عن رحمۃ اللہ اولبعدہ عن الخیر اولبعد عداوتہ للانسان اولبعد من اتّبعہ من اللہ ومن الجنّۃ وقال الجوھری شطن عنہ بَعُدَ واَشطَنَہ اَبعَدَہ وقال ابن السکّیت شطنہ یشطنہ شطناً اذا خالف عن نیّۃ وجھۃ وبئر شطون بعیدۃ القعر وقال القاضی ابو یعلی الشیاطین مردۃ الجن واشرارھم یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش وگمراہ وشریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوھری کل عات متمرّد من الجنّ والانس والدواب شیطان والعرب تسمی الحیّۃ شیطانا انتھی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاۃ من الجن وھم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یاء اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف و نون مزیدتین کی وجہ سے یقال شاط یشیط اذا ہلك فالشیطان لتمردہ ھالك وقال البعض ھو منصرف لثبوت مؤنثہ شیطانۃ ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یکون مؤنثہ علی فعلانۃ۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ یہ جنسِ ملائکہ میں سے تھا پھر مردود و رجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنسِ ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنسِ جنّ میں سے ہے لقولہ تعالیٰ الا ابلیس کان من الجنّ و لانّ الملائکۃ لا یستکبرون وابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من مارج من نار کما فی القرآن وقال اللہ تعالیٰ حکایۃً عنہ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین والملائکۃ خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا الملائکۃ خلقوا من النور ولما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعۃ والموقوفۃ انہ کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا الخ سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اُس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمانِ دنیا میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو بھی شامل ہے اور اس ظاہری خلط کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مامور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد و اختلاط کی وجہ سے متصل ہو سکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے مستقل امر ہوا ہو لقولہ تعالیٰ اذ امرتك اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحیوان، ج ا ص ۳۱۰ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکۃ طرفۃ عین وانہ لاصل الجنّ کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمٰن بن زید وشہر بن حوشب ما کان من الملائکۃ قط والاستثناء منقطع وقال شہر بن حوشب وغیرہ من العلماء کان من الجنّ الذین ظفر بھم الملائکۃ فاسرہ بعضھم وذھب بہ الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انہ ابو الجن کما ان آدم ابو البشر والاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال اللہ تعالیٰ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنّی ہونے ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد ہیں اور خود اس کا

سلسلۂ تناسل وتوالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ توان میں تناسل وتوالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیات الحیوان میں ہے واعلم ان المشھور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلك یستدل علی ان لیس من الملائکۃ لان الملائکۃ لایتناسلون لانہم لیس فیھم اناث وقیل الجنّ جنس وابلیس واحد منھم ولاشك ان الجنّ ذریتہ بنص القراٰن ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان ۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلق لابلیس نسلاً وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منہ شظیۃ من نار فخلق منھا امرأتہ ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلتُ نعم قال أخبِرنی ھل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلك العرس ماشھدتہ ۔ قال ثم ذکرتُ قولہ تعالی افتتخذونہٗ وذریتہ اولیاء من دونی فقلتُ انہ لاتکون ذریۃ اِلّا من زوجۃ فقلت نعم ۔

وذکر مجاھد ان من ذریۃ ابلیس لاقیس[1] وولھان[2] وھو صاحب الطھارۃ والصلاۃ والھفاف[3] وھو صاحب الصحاری ومرۃ[4] وبہ یکنی ابلیس ابامرۃ وزلنبور[5] وھو صاحب الاسواق یزیّن اللغو والحلف الکاذب ومدح السلعۃ وبثر[6] وھو صاحب المصائب یزیّن خمش الوجوہ ولطم الخدود وشقّ الجیوب والابیض[7] وھو الذی یوسوس للانبیاء علیھم السلام والاعور[8] وھو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل وعجز المرأۃ وداسم[9] وھو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلّم ولم یذکر اسم اللہ تعالی دخل معہ ووسوس لہ فالقی الشر بینہ وبین اھلہ فان اکل ولم یذکر اسم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ و رأی شیئاً یکرھہ وخاصم اھلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ ومطوس[10] وھو صاحب الاخبار یأتی بھا فیلقیھا فی افواہ الناس ولایکون لھا اصل ولاحقیقۃ والاقنص[11] وامھم طرطبۃ ثم کلھم عدوّ لبنی اٰدم لقولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدوّ ۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب محبر، ص ۳۹۵ پر اسماء اولادِ ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں عن مجاھد قال ولد ابلیس خمسۃ قسّم الشرّ بینھم وھم الثبر وزلفیون وداسم وقال الزیادی الثبر وداسم و الاعور ومسوط فالثبر صاحب المصیبات وزلفیون الذی ینزغ بین الناس وداسم صاحب الوسواس و الاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکزھا وسط السوق یغدو امعہ اول من یغدو فیطرح بین الناس الخصومات والجدال انتہی ۔ قال النوویؒ وغیرہ ابلیس کنیتہ ابو مرۃ واختلف العلماء فی انہ ھل ھو من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن ام لا ۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؒ وقتادۃؒ وابن جریرؒ والزجاجؒ وابن الانباریؒ کان ابلیس من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن وکان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وکان من خزّان الجنۃ

وکان رئیس ملائکۃ سماء الدنیا وسلطانہا وسلطان الارض وکان من اشد الملائکۃ اجتہاداً واکثرھم علماً وکان یوسوس مابین السماء والارض فرأی بذلک لنفسہ شرفاً عظیماً فذلک الذی دعاہ الی الکبر فعصی وکفر ولذلک قیل اذا کان خطیئۃ الانسان فی کبر فلا ترجہ وان کانت خطیئتہ فی معصیۃ فارجہ انتھی۔ بیضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ا ص ۲۲۹ و آکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عموماً شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقۃ بن مالک کی صورت میں شریک ہوکر میدانِ بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کہتا تھا لاغالب لکم انی جارلکم۔ اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤید دسمبر ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مُستکرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح و بدشکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بدشکلی و ہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کمرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العیاذ باللہ۔

ان کلماتِ خبیثۂ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجیم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اوّل اوّل یہ جہلاء اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کہ یہ بو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔

ایک مصوّر نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیام وانڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصوّر ولیام وانڈی کو ان کی حالتِ عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلّظ قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیام وانڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے روح الحق و خلاصۃ الصلاح والخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نورِ ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فریب، کذب و ریا و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کرینگے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقتِ موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

ولیام وانڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنیے۔

قال المصور ولیام وانڈی بقیت فی ضیافتهم وقتاً طویلاً وسمعتُ صلاتهم الشیطانیة مراراً ونقلتها و هی هذه الکلمات "لك یا نور الوجود اکرس نفسی باحترام ومحبة وایمانٍ انت خلاصةُ الصلاح ولهذا اَعُدُّك بانّی سأکون عدوّاً لِالٰه الشر انت روح الحق ولهذا اعدك بکره الکذب والرّیاء و الخرافات۔

انت یا ابلیس النور الابدی ولهذا سوف أکون کارهاً للظلام وابذل فی خدمتك نفسی و نفیسی انالك یا ابلیس! جسماً وروحاً فافعل بی کل مایؤول الی تمجید اسمك اقبل صلاتی و تذلّلی واثر طریقی ببهائك الساطع وعند ماید نو یومی الاخیر تجدنی شجاعاً هادئاً عند استقبال الموت وعلی تمام الاستعداد للانتقال الی امجادك فی النیران الابدیة آمین۔

قال المصور المذکور هذه هی الصلاة وعلی الذین یدخلون فی هذا الدین الشیطانی ان یعیدوها کلمة فکلمة عند مایلقیها علیهم الکاهن الاکبر الملقب بطران جهنم ویضع الرجل الذی ید خل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعاً سمیکا اسود اللون علی وجهه و یقام الی امام الکاهن بوقار
وانکسار قلب ۔ ففی اللیلة التی اجتمعت فیها بجنود ابلیس کانت طالبة الدخول فی دینهم امرأة
فذهلت لرؤیتها فلما جیئ بهذه المؤمنة الجدیدة الی دائرة جوق جهنّم وهم صنعوا هناك دائرة
اسمها جوق جهنّم امرت تلك المرأة بالرکوع فامتثلت ورفع یدیها للصلاة ففعلت واذ ذاك تلا
مطران جهنّم کلاما کفریا یقشعرّ لسماعه الجسم کانت تلك المرأة المغرورة تعیده بصوت جهوری و بکلّ
خشوع وبعد الفراغ منه أعلن ایمانها وقبولها بنتا لابلیس اللعین ۔

قال ذلك المصور ولیام والدی وبعد ان رأیت کل هذه الغرائب والمدهشات سألت احدًا
من أجناد ابلیس قائلاً مامعنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیحها علی عبادة الله ربّ
العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلك انّنا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذة والجمال فی عبادته ممّا لا
نجده فی عبادة الله فالله الذی نفرأعن شرائعه المملوأة بالوعید والخوف من عذاب الاٰخرة وترك
کل مایلذّ للنفس فی العالم من اجله لایجتذب قلوبنا الی الله بل یبعدها عنه فالله تعالیٰ ینکر
علینا حریة القول والعمل بما یخالف شریعته ویحرم کل ماتمیل الیه الشهوات من ملاذ
الدنیا اما الشیطان فعلی عکس ذلك فهو یبیح لنا التصرف کما نحبّ ونشتهی فایّهما الافضل الشیطان
أم الله ۔

هذا خلاصة ماذکر المصور ولیام والدی حسب مانشره جریدة المؤیّد ۔ اعاذنا الله من اغواء
الشیطان، وهدانا صراطا مستقیما ۔ هذا والله اعلم وعلمه احکم ۔

الخضر علیه السلام أوکالذی مرّ علیٰ قریة وهی خاویة علی عروشها کی شرح میں مذکور ہیں
خضر علیہ السلام کا نام بَلیا بن مَلکان ہے ۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبه اسم
الخضر بَلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیه السلام قال وکان ابوه
من الملوك اه ۔

خضر اُن کا لقب ہے ۔ وجہ تلقیب میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانه جلس علی فروة بیضاء
فصارت خضراء والفروة وجه الارض اولانه کان اذا صلّی اخضرّ ما حوله وفی صحیح البخاری عن ابی
هریرة مرفوعاً انما سمی الخضر لانه جلس علی فروة فاذا هی تهتزّ من خلفه خضراء آپ کی کنیت ابوالعباس
ہے ۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور
پھر کشتی توڑنا ۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے ۔ خضر علیہ السلام کے بارے
میں متعدد اختلافات ہیں ۔

اختلافِ اوّل۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلبی وبلا واسطہ بیٹے ہیں۔ فھو ابن آدم علیہ السلام ولد من بطن حوّاء بغیر واسطۃ رواہ الدار قطنی بسند ضعیف (۲) ھو ابن قابیل بن آدم واسمہ خضرون وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابو حاتم (۳) انہ من سبط ھارون اخی موسی علیہما السلام (۴) انہ ابن بنت فرعون حکاہ محمد بن ایوب (۵) انہ الیسع حکی ذلک عن مقاتل (۶) انہ من ولد فارس (۷) انہ من ولد بعض من اٰمن بابراھیم علیہ السلام (۸) قیل کان ابوہ فارسیًا واُمُّہ رومیۃ۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند الاکثر نبی ہیں لما فی القراٰن وما فعلتہ عن امری وھذا ظاھر فی انہ فعلہ بامر اللہ والقول بالالھام بعید اذ لا یجوز القتل بالالھام وایضًا فکیف یکون النبی تابعا لغیر النبی فی قصۃ موسی علیہ السلام شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیًا انما کان ولیًا وبذلک قال کثیر من الصوفیۃ وقال الماوردی انہ ملک من الملائکۃ۔

اختلافِ سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر علماء کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخضر علیہ السلام فی البحر والیسع فی البر یجتمعان کل لیلۃ عند الردم الذی بناہ ذو القرنین ویحجان ویعتمران کل عام وروی ابن شاھین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعۃ من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس واثنان فی الارض الخضر والیاس کذا فی الاصابۃ۔

وقال النووی فی التھذیب ج۱ ص۱۷۷ قال الاکثرون من العلماء ھو حیٌّ موجود بین اظھرنا وذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ واھل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتھم فی رؤیتہ والاجتماع بہ والاخذ عنہ وسؤالہ وجوابہ ووجودہ فی المواضع الشریفۃ ومواطن الخیر اکثر من ان تحصر قال ابن الصلاح ھو حیٌّ عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ معھم فی ذلک وانما شذّ بانکارہ بعض المحدثین وفی اٰخر صحیح مسلم فی احادیث الدجال انہ یقتل رجلًا ثم یحیی قال ابراھیم بن سفیان صاحب مسلم یقال ان ذلک الرجل ھو الخضر وکذا قال معمر فی مسندہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پاچکے ہیں واستدلّ البخاری بالحدیث ان علی رأس مائۃ سنۃ لا یبقی علی وجہ الارض ممن ھو علیھا احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمھور علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لو کان حیًا لزمہ المجیئ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان بہ واتباعہ وقد قال علیہ السلام لوکان موسی حیًّا ما وسعہ الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے وروی ابو حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجاءت التعزیۃ فجاءھم ات یسمعون حسہ ولا یرون شخصہ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ و خلفًا من کل ھالک ودرکًا من کل ما فات فباللہ فثقوا وایاہ فارجوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من ھذا؟ ھذا الخضر وذکر ابن حجر باسنادہ عن رباح بن عبیدۃ قال رأیتُ رجلًا یُماشی عمر بن عبد العزیزؒ معتمدًا علی یدہ فقلت فی نفسی ان ھذا الرجل لجافٍ فلما صلّی قلت یا ابا حفص من الرجل الذی کان معک معتمدًا علی یدک انفا قال وقد رأیتہ یا رباح قلت نعم قال انی لاراک رجلًا صالحًا ذاک اخی الخضر بشّرنی انی سألی فاعدل قال ابن حجر ھذا اصلح اسناد وقفت علیہ فی ھذا الباب۔ الاصابۃ ج۱ ص۴۵۰

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر وذکر لی الحافظ ابو الفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبد اللہ بن اسعد الیافعی کان یعتقد ان الخضر حیّ قال فذکرت لہ ما نقل عن البخاری والحربی وغیرھما من انکار ذلک فغضب وقال من قال انہ مات غضبتُ علیہ قال فقلنا رجعنا عن اعتقاد موتہ اھ۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضرؑ کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جوابًا فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج ۱ ص ۱۳۹ ؎

للناس خلفٌ شاعَ فی خضرٍ وھل	اَوْدٰی قدیمًا اوحیی ببقاء
ولکل قولٍ حجّۃٌ مشھورۃٌ	تَسمو علی الجوزاءِ فی العلیاء
والمرتضٰی قولُ الحیاۃِ فکم لہ	حُجَجٌ تجلّ الدھر عن احصاء
خضرٌ و الیاسٌ بارضٍ مثل ما	عیسٰی و ادریس بَقُوا بسماء
ھذا جوابُ ابنِ السیوطیؒ الذی	یَرجُو مِن الرحمٰن خیرَ جزاء

حافظ ابن تیمیہؒ وفاتِ خضرؑ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازمًا ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علماء سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ هذا والله اعلم وبغيبه احكم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن ماتان بن العازر بن ایلیود بن صادق بن عاذر یون بن ابلیا بن ابیود بن زربابیل بن شلتائیل بن یوحینا بن یاشیا بن راحبعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ کذا ذکر ابن حبیب فی کتابہ المحبر ص۳۹ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورہ صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلبہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسی بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے یحیی علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے وذکروا ان مریم حملت بعیسی ولها ثلاث عشرۃ سنة و ان عیسی علیہ السلام عاش الی ان رفع اثنتین وثلاثین سنة وایاما وان مریم بقیت بعد رفعه ست سنین وکان جمیع عمرها نیفا وخمسین سنة وان یحیی علیہ السلام قتل قبل ان یرفع عیسی علیہ السلام ومات عمران بن ماثان وام مریم حامل بمریم فلما ولدت مریم کفلها زکریا واسم ام مریم حنة بنت فاقود بن قبیل واسم اخت حنة ام یحیی الاشباع ابنة فاقود۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص۵۶ لاخلاف فی ان مریم من سلالة داؤد علیہ السلام وکان ابوها عمران صاحب صلاۃ بنی اسرائیل فی زمانه وکان زکریا علیہ السلام نبی ذلك الزمان زوج اخت مریم اشیاع فی قول الجمهور وقیل زوج خالتها اشیاع اھ۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند عیسی علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالی نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ وتفاسیر میں ہے آیت وانی اعیذها الخ کے تحت وقول امها کما فی التنزیل وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم قد استجیب لها فی هذا کما تقبل نذرها فروی ابوهریرۃ مرفوعا مامن مولود الا والشیطان یمسه حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنها ثم یقول ابوهریرۃ واقرؤا ان شئتم وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم اخرجه احمد واخرج احمد عن ابی هریرۃ مرفوعا کل انسان تلدہ امه یلکزہ الشیطان فی حضینه الا ماکان من مریم وابنها الم تر الی الصبی حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول اللہ قال ذلك حین یلکزہ الشیطان بحضینه۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیّہ تھیں لیکن جمہور کے نزدیک نبوت خاصّہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاک وطھّرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ وہ صدّیقہ تھیں۔ صدّیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامّہ صدّیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعًا خیر نسائہا مریم بنت عمران وخیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد واخرج احمد عن انس مرفوعًا حسبک من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمدؐ واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعًا فاطمۃ سیّدۃ نساء اھل الجنّۃ الّا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردویہ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ مرفوعًا کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الّا ثلاث مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذا لقیت ضرائرک فاقرئیھنّ منّی السلام قالت یا رسول اللہ وھل تزوّجت قبلی قال لا ولکنّ اللہ زوّجنی مریم بنت عمران وآسیۃ بنت مزاحم وکلثم اخت موسیٰ ھذا واللہ اعلم۔

الملائکہ علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبّحون اللیل والنھار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اِعلامِ الکِرام بِاَحوالِ الملائکۃِ العِظام۔ یہ اس کا محصّل ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت وکُنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملاک ہے۔ اصل میں مألک بتقدیم ہمزہ علی اللام نھا من الالوکۃ وھی الرسالۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکتِ ہمزہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ جس طرح عالمِ اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالمِ علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے ؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں۔

مذہب۱ اول ۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال بدلنے پر قادر ہیں ۔ فہی اجسامٌ لطیفۃٌ ھوائیۃٌ تقدر علی التشکّل باشکال مختلفۃٍ مسکنہا السموات وھو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص۲۱۲ ۔ قال الروحانی لیس ھذا قول اکثر المسلمین بل اکثرھم علی انہا اجسام نورانیۃ ۔

مذہب۲ ثانی ۔ قال الشھاب الخفاجیؒ فی شرح انوار التنزیل ج۲ ص۱۱۹ مذھب الملیین انہم اجسام لطیفۃ نورانیۃ قابلۃ للتشکل لان الانبیاء علیھم السلام کانوا یرونہم فی صورٍ مختلفۃ اھ و قال البیضاویؒ اختلف الناس فی حقیقتہم بعد اتفاقہم علی انہا ذوات موجودۃٌ قائمۃٌ بانفسہا فذھب اکثر المسلمین الی انہا اجسام لطیفۃٌ قادرۃ علی التشکل باشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسل کانوا یرونہم کذلک اھ وقال العلامۃ الآلوسیؒ فی تفسیرہ ج ۱ ص۲۱۵ ذھب اکثر المسلمین الی انہا اجسام نورانیۃ وقیل ھوائیۃ قادرۃ علی التشکل والظھور باشکال مختلفۃ باذن اللہ تعالیٰ ۔

ویؤید کونہم اجسامًا نورانیۃ لا ھوائیۃ ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نورٍ وخلق الجانّ من مارجٍ من نارٍ وخلق آدم مما وصف لکم۔ اخرجہ کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزھد والرقاق ولفظہ بصیغۃ المجھول خلقت الملائکۃ من نورٍ الخ ۔

مذہب۳ ثالث ۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کواکب سعادت ونحوست تقسیم کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری ۔

مذہب۴ رابع ۔ مجوس وبعض ثنویہ ظلمت ونور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں ۔ قال النیسابوری ومنہم معظم المجوس والثنویّۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانہما عندھم جوھران حسّاسان مختاران قادران متضادّا النفسِ والصورۃِ مختلفا الفعل و التدبیر فجوھر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌّ طیبُ الریح کریمُ النفسِ یسرُّ ولا یضرُّ وینفع ولا یمنع ویحیی و لا یبلی وجوھرُ الظلمۃِ ضدُّ ذلک فالنور یُولِد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیلِ التناکح بل کتولّد الحکمۃ من الحکیم والضوءِ من المضیئ وجوھرُ الظلمۃ یُولِد الاعداء وھم الشیاطین کتولد السفہ من السفیہ انتھی ۔

مذہب۵ خامس ۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جواہر غیر متحیزہ ہیں۔ یعنی وہ محل ومکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین میں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاری کہتے ہیں انہا ھی الانفسُ الناطقۃُ المفارِقۃُ لابدانِھا فان کانت صافیۃً خیرۃً فھی الملائکۃُ وان کانت خبیثۃً کثیفۃً فالشیاطین تو نصاری کے نزدیک موت کے بعد ارواح خارجہ من الابدانِ فرشتے کہلاتی ہیں ویَرِدُ علیھم قولہ تعالیٰ واذقال ربک للملائکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃً۔ لانہا قبلَ خلقِ البشر۔

مذہبِ سادس۔ قائلین بکونہا جواہر غیر متحیزہ ہیں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انہا جواھر مجردۃٌ مخالفۃٌ للنفوسِ الناطقۃِ فی الحقیقۃِ وصرح بعض الفلاسفۃ بانہا العقول العشرۃ والنفوس الفلکیۃ التی تحرک الافلاک۔ قال النیسابوری وقال آخرون وھم الفلاسفۃ انہا مخالفۃ لنوع النفوس الناطقۃ البشریۃ وانہا اکمل قوۃً واکثر علماً ونِسبتُھا الی النفوسِ البشریۃِ کنسبۃِ الشمس الی الاضواءِ فمنہا نفوسٌ ناطقۃ فلکیۃٌ ومنہا عقول مجردۃ ومنھم من اثبت انواعاً اُخر من الملائکۃ وھی الارضیۃُ المدبرۃُ لاحوال العالم السفلی خیرھا الملائکۃُ وشریرھا الشیاطین وقد یستدل علیہا اصحاب المجاھدۃ من جھۃ المکاشفۃ واصحابِ الحاجاتِ والضروراتِ من جھۃ مشاھدۃ الآثار العجیبۃِ والھدایۃِ الی المعالجات النادرۃ الغریبۃِ وترکیبِ المعجونات واستخراج صنعۃ التریاقات کما یحکی انہ کان لجالینوس وجع فی الکبد فرأی فی المنام کأنّ امراً یامرہ اَن یَفصِدَ الشریان الذی علی ظھر کفہ الیمنی بین السبابۃ والابھام ففعل فعوفی وھما یدلُّ علی ذلک حال الرؤیا الصادقۃ اھ۔

راجع دائرۃ المعارف لمحمد فرید وجدی، ج ۱ ص ۴۶۶

بہرحال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ ملائکہ ہیں اور عقلِ فعال جو ماتحتِ فلکِ قمر میں متصرف ہے۔ جبریل علیہ السلام ہیں عقلِ فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسلمین مخلوق وحادث ہیں اور عقولِ عشرہ کو فلاسفہ قدیم وغیر مخلوق مانتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ ملائکہ مامور من اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مامور نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثاً۔ عقولِ عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحابِ قوتِ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ بدیہی ہو کر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

رابعًا فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علوم کلیہ و مدرکاتِ عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امورِ جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات حِسِ مشترک کا اور حافظہ خزانہ ہے امورِ جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات وہم کے لیے۔ لیکن اہلِ اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامسًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقولِ عشرہ آسمان کے مُوجِد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شفاء امراض و قضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی احلّ المشکلات و قاضی الحاجات و دافع البلیات و رافع الدرجات ہیں اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ لیکن اہلِ اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادسًا۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالقِ عالم و معطی و واہب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول وسائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مُکمّل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیشِ نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن و فعلہ کن۔

سابعًا۔ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقلِ فعّال مراد ہے۔ مثل قولہ تعالیٰ انه لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين مطاع ثمّ امين وما صاحبكم بمجنون ولقد راٰه بالافق المبين وما هو على الغيب بضنين وما هو بقول شيطان رجيم۔ قال ابن تيميّة رحمه الله فى كتاب الردّ على المنطقيين ص۲۷۸ زعم بعض الفلاسفة ان هذا هو العقل الفعّال لانه دائم الفيض فيقال فى ردّه قد قال لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين مطاع ثمّ والعقل الفعّال لو قدّر وجوده فلا تاثير له فيما ثمّ وانما تاثيره عندكم فيما تحت فلك القمر فكيف ولا حقيقة له اھ۔

وبالجملہ فلاسفہ جن جواہرِ مجرّدہ و نفوسِ مجرّدہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصولِ اسلام کی رُو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشيخ الامام ابن تيميّة رحمه الله فى كتاب الردّ على اهل المنطق ص۲۷۵ والملائكة الذين يدبّر بهم امر السماء والارض وهم المدبّرات امرا والمقسمات امرا التى اقسم الله تعالى بها فى كتابه ليست هى الكواكب عند احد من سلف الامة وليست الملائكة هى العقول والنفوس التى تُثبتها الفلاسفة المشّاؤن اتباع ارسطو ونحوهم وبيّن خطأ من يظنّ ذلك ويجمع بين ما قالوه وبين ما جاءت به الرسل ويقول ان قوله عليه السلام اوّل ما خلق الله العقل۔ هو حجّة لهم على العقل الاوّل و يسمّونه القلم ليجعلوا ذلك مطابقا لقوله اوّل ما خلق الله القلم وذكرنا فى غير هذا الموضع ان حديث العقل

ضعیف باتفاق اهل المعرفة بالحدیث بل هو موضوع۔

ومع هذا فلفظه اول ما خلق الله العقل قال له اَقبِل فاَقبَلَ فقال له اَدبِر فاَدبَر فقال وعزتی ما خلقتُ خلقاً اکرم علیّ منك فبِكَ اٰخذُ وبكَ اُعطِی وبكَ الثواب وبكَ العقاب۔ فان کان الحدیث صحیحاً فهو حجة علیهم لان معناه انه خاطب العقل فی اول اوقات خلقه بهذا الخطاب وفیه انه لم یخلق خلقاً اکرم علیه منه فهذا یدل علی انه خلق قبله غیره وایضاً فالعقل فی لغة الرسول واصحابه وامته عرض من الاعراض یکون مصدر عقل یعقِل عقلاً کما فی قوله لعلّهم یعقلون۔ ولعلّکم تعقلون۔ لهم قلوب لایعقلون بها ونحو ذلك قد یراد به الغریزة التی فی الانسان۔ والعقل فی لغة الفلاسفة جوهر مجرد قائم بنفسه فاین هذا من ذاك؟ ولهذا قال فی الحدیث فبك اٰخذ وبك اعطی وبك الثواب وبك العقاب وهذا یقال فی عقل بنی اٰدم وهم یزعمون ان اول ما صدر عن الله جوهر قائم بنفسه وانه رب جمیع العالم وان العقل العاشر هو رب کل ما تحت فلك القمر ومنه تنزلت الکتب علی الانبیاء انتهی بتصرف۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہوسکتا اور جن فلاسفہ اسلام نے تطبیق فلسفہ واسلام کی کوشش کی ہے وہ سعی لاحاصل ہے۔

مذہب سابع۔ بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثا۔ (الزخرف)

مذہب ثامن۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل ومنفعل مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص ۱۴ ومن العجب ان عند الصابئة اکثر الروحانیات قابلة منفعلة وانما الفاعل الکامل واحد وعن هذا صار بعضهم الی ان الملائکة اناث وقد اخبر التنزیل عنهم بذلك وجعلوا الملائکة الذین هم عباد الرحمٰن اناثا۔

مذہب تاسع۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے دو فرقے کواکب پرست ہیں۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ نیّرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے۔ اس فرقہ والے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

قال الشهرستانی فی کتابه الملل ج ۲ ص ۲۵۸ ولم ینقل للهند مذهب فی عبادة الکواکب الا فرقتان توجهتا الی النیّرین الشمس والقمر فعبدةُ الشمسِ زعموا ان الشمس مَلَك من الملائکة ولها نفس وعقل

ومنها نور الکواکب وضیاء العالم وتکون الموجودات السفلیۃ وهی ملک الفلک فتستحق التعظیم السجود والتبخیر والدعاء اھ۔ دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ وزعموا ان القمر ملک من الملائکۃ یستحق التعظیم والعبادۃ والیہ تدبیر هذا العالم السفلی والامور الجزئیۃ فیہ وبزیادۃ القمر ونقصانہ تعرف الازمان والساعات وهو تلو الشمس وقربیها ومنها نورہ اھ هذا واللہ اعلم

تم الفصل الاول ویلیہ الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امین وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیا علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزال عذاب وتباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف جبریل مؤکل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغت سریانی میں عبداللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانیہ میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے وروی عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمۃ ان اسم جبریل عبد اللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص ۷۵

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبد الرحمٰن یا عبد العزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب واضافت مقلوبہ ہے لہٰذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامۃ السهیلی فی الروض ج ۱ ص ۱۵۵ واسم جبریل سریانی ومعناہ عبد الرحمٰن او عبد العزیز هکذا جاء عن ابن عباس موقوفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصح واکثر الناس علی ان آخر الاسم هو اسم اللہ وهو ایل وکان شیخنا رحمہ اللہ یذهب مذهب طائفۃ من اهل العلم فی ان هذہ الاسماء اضافتها مقلوبۃ وکذلک الاضافۃ فی کلام العجم یقولون فی غلام زید زید غلام فعلی هذا یکون ایل عبارۃ عن العبد ویکون اول الاسم عبارۃ عن اسم من اسماء اللہ تعالیٰ الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل کما تقول عبد اللہ وعبد الرحمٰن الا تری ان لفظ عبد یتکرر بلفظ واحد والاسماء الفاظها مختلفۃ اھ۔

وقال فی العمدۃ وذهبت طائفۃ الی ان الاضافۃ فی هذہ الاسماء مقلوبۃ فایل هو العبد و اولہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ والجبر عند العجم هو اصلاح ما فسد وهی توافق معناہ من جهۃ العربیۃ فان فی الوحی اصلاح ما فسد وجبر ما وهی من الدین ولم یکن هذا الاسم معروفاً بمکۃ ولا بارض العرب ولذا انہ علیہ السلام لما ذکرہ لخدیجۃ رضی اللہ عنها انطلقت لتسأل من عندہ علم من الکتاب کعداس ونسطور الراهب فقالا قدوس قدوس ومن این هذا الاسم بهذہ البلاد ورأیت فی اثناء مطالعتی فی الکتب ان اسم جبریل علیہ الصلاۃ والسلام عبد الجلیل وکنیتہ ابو الفتوح واسم میکائیل عبد الرزاق وکنیتہ ابو الغنائم واسم اسرافیل عبد الخالق وکنیتہ ابو المنافخ واسم عزرائیل

عبد الجبار کنیته ابو یحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح و روح القدس والناموس الاکبر وطاؤس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریلؑ کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ ہیں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ له ستۃ اجنحۃ فی کل واحدۃ مائۃ جناح وله وراء ذلك جناحان لاینشرهما الا عند هلاك القری۔

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثر مرسل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائل یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمه اللہ وهذا الاثر یرد قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالی اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر یعنی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال و دوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطیؒ ان جبریل هو السفیر بین اللہ وبین انبیائه ولا یعرف ذلك لغیره من الملائکۃ انتهی۔ واعترض علیه بعضهم بان اسرافیل کان سفیراً بین اللہ وبین نبیه محمد صلی اللہ علیه وسلم فعن الشعبی انه جاءته صلی اللہ علیه وسلم النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ وقرن بنبوته اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوته جبریل کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۴۴ واخرج احمد بن حنبل ویعقوب بن سفیان فی تاریخهما وابن سعد والبیهقی عن الشعبی قال نزلت علیه النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوته اسرافیل ثلاث سنین فکان یعلمه الکلمۃ والشیٔ ولا ینزل القران فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوته جبرئیل فنزل القران علی لسانه عشرین سنۃ عشراً بمکۃ وعشراً بالمدینۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۳۱ وروی ان اسرافیل قرن به صلی اللہ علیه وسلم قبل النبوۃ ثلاث سنین یسمع حسه ولا یری شخصه یعلمه الشیٔ بعد الشیٔ۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمه اللہ تعالی عن ذلك بان السفیر هو المرصد لذلك وذلك لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلك مجیٔ غیره من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی بعض الاحیان ولك ان تقول ان کان المراد بالمجیٔ الیه بوحی من اللہ تعالی کما هو المتبادر فلیس فی هذه الروایۃ ان اسرافیل کان یاتیه بوحی فی تلك المدۃ وجواب الحافظ السیوطی رحمه اللہ یقتضی ان اسرافیل وغیره

من الملائکۃ کان یاتیہ بوحی من اللہ قبل مجئ جبریل لہ صلی اللہ علیہ وسلم بوحی غیر النبوۃ ولا یخرجہ ذلک عن الاختصاص باسم السفیر وبان اسرافیل لم ینزل لغیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کما ثبت فی الحدیث فلم یکن السفیر بین اللہ وجمیع انبیائہ قیل وانما خص بذلک لانہ اول من سجد من الملائکۃ لآدم علیہ السلام ھذا ماھو مذکور فی انسان العیون ج ۳ ص ۲۲۵ ۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے ۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے ۔ سیوطی کی عبارت حاوی یہ ہے ۔

وصل کتاب الاعلام الی حلب فوقف علیہ واقف فرای قولی فیہ ان جبریل ھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ لا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ ۔ فکتب علی الھامش بخطہ ما نصہ بل قد عرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ قال الحافظ برھان الدین الحلبی فی شرح البخاری ۔ اعلم ان فی کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع صور ذکرھا السھیلی فی روضہ الی ان قال سابعھا وحی اسرافیل کما ثبت عن الشعبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل بہ اسرافیل فکان یترایٰ لہ ویاتیہ بالکلمۃ والشئ ثم وکل بہ جبریل . قال ابن عبد البر فی اول الاستیعاب وساق سندہ الی الشعبی قال انزلت علیہ النبوۃ وھو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین ثم نقل عن شیخہ ابن الملقن ۔ ان المشھور ان جبریل ابتدأہ بالوحی انتہی ما کتبہ المعترض ۔

واقول الجواب عن ذلک من وجوہ ۔ احدھا ما نقلہ المعترض نفسہ فی اٰخر کلامہ عن ابن الملقن ان المشھور ان جبریل ابتدأہ بالوحی وانما قال ابن الملقن ذلک لانہ الثابت فی احادیث الصحیحین وغیرھما واثر الشعبی مرسل او معضل فکیف یعتمد علیہ مع ثبوت خلافہ فی الصحیحین وغیرھما والعجب من المعترض کیف اعترض بما لم یثبت مع نقلہ فی اٰخر کلامہ ان المشھور خلاف ما اعترض بہ

الوجہ الثانی ۔ ان المراد بالسفیر الذی ھو مرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجئ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان کما ان کاتب السر مرصد للتوقیع عن السلطان ولا ینافی ذلک ان یوقع عنہ غیرہ فی بعض الاحیان فلا یسلب کاتب السر الاختصاص بھذا الاسم ولا یشارکہ فیہ من وقع مرۃ او مرتین فکذلک لا یسلب جبریل الاختصاص باسم السفیر ولا یشارکہ فیہ احد من الملائکۃ الذین جاءوا الی الانبیاء فی وقت ما وکم من ملک غیر اسرافیل جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قضایا متعددۃ کما ھو فی کثیر من الاحادیث وجاء ملک الموت الی ابراھیم علیہ السلام فبشرہ بالخلۃ فعجب من المعترض کیف اقتصر علی اسرافیل دون مجئ غیرہ من الملائکۃ ۔

الوجه الثالث۔ ان العبارة التی اوردتها وهو السفير بين الله وبين انبيائه بصيغة الجمع واسرافيل لم ينزل الى احد غير النبي صلى الله عليه وسلم كما ورد فی الحديث۔ وذكر بعض العلماء فی حكمته انه الموكل بالنفخ فی الصور والنبي صلى الله عليه وسلم بعث قرب الساعة وكانت بعثته من اشراطها فبعث اليه اسرافيل بهذه المناسبة ولم يبعث الى نبي قبله وحينئذ فالمبعوث الى النبي صلى الله عليه وسلم فقط لا يصدق عليه انه سفير بين الله وبين انبيائه بصيغة الجمع لانه لم يكن سفيرًا الا بين الله وبين نبي واحد والحكم المنفی عن المجموع لا يلزم نفيه عن فرد من افراد ذلك المجموع فلا يصح النقض به۔

الوجه الرابع۔ انه قد ورد فی الحديث ما يوهی اثر الشعبي وهو ما اخرجه مسلم والنسائي و الحاكم عن ابن عباس قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس وعنده جبريل اذ سمع نقيضًا من السماء من فوق فرفع جبريل بصره الى السماء فقال يا محمد هذا ملك قد نزل لم ينزل الى الارض قط قال فاتی النبي صلى الله عليه وسلم فسلم عليه فقال ابشر بنورين اوتيتهما لم يؤتهما نبي قبلك فاتحة الكتاب، و خواتيم سورة البقرة لن تقرأ حرفًا منهما الا اوتيتها قال جماعة من العلماء هذا الملك هو اسرافيل و اخرج الطبراني عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لقد هبط علیّ ملك من السماء ما هبط على نبي قبلی ولا يهبط على احد بعدی وهو اسرافيل فقال انا رسول ربك اليك امرني اخبرك ان شئت نبيًا عبدًا وان شئت نبيا ملكا فنظرت الى جبريل فاومأ الیّ ان تواضع فلو انی قلت نبيا ملكا لسارت الجبال معی ذهبا۔ وهاتان القضيتان بعد ابتداء الوحی بسنين كما يعرف من سائر طرق الاحاديث وهما ظاهران فی ان اسرافيل لم ينزل اليه قبل ذلك فكيف يصح قول الشعبي انه اتاه فی ابتداء الوحی۔

الوجه الخامس۔ انه قد اتممنا فی الاعلام الدليل على ذلك عقبه وهو قول ورقة جبريل امين الله بينه وبين رسوله وقول ابن سابط فوكل جبريل بالكتب والوحی الى الانبياء وقال عطاء بن السائب اول ما يحاسب جبريل لانه كان امين الله الى رسله وميكائيل يتلقى الكتب واسرافيل بمنزلة الحاجب وقوله صلى الله عليه وسلم فاما جبريل فصاحب الحرب وصاحب المرسلين الحديث وآثار اخر (وقلنا فی آخر الكلام) فعرف بمجموع هذه الآثار اختصاص جبريل من بين سائر الملائكة بالوحی الى الانبياء افما كان عند المعترض من الفطنة ما يهتدی به لصحة هذا الكلام اخذا من هذه الادلة هذا آخر الجواب والله اعلم۔

سوال۔ جبریل علیہ السلام نے کُل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب۔ صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے۔ کسی صحیح روایت سے عددِ نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۶ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستّاً وعشرین الف مرۃ ولم یبلغ احد من الانبیاء علیہم السلام ھذا العدد اھ واللہ اعلم بصحۃ ھذا القول ولا ادری ما حجتہ ومن این اخذ ھذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام گاہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور تدقیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایامِ نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایامِ قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد ہذا پر ۲۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہو گیا اور پھر کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مومنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالی فی بیان لیلۃ القدر تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم الآیۃ۔ فعن الضحاک ان الروح ھنا جبریل وانہ ینزل ھو والملائکۃ فی لیلۃ القدر ویسلمون علی المسلمین وذلک فی کل سنۃ" واخرج الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت سعد قالت قلت یا رسول اللہ ھل یرقد الجنب؟ قال ما احب ان یرقد حتی یتوضأ فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فھذا الحدیث یدل علی ان جبریل ینزل الی الارض ویحضر موتۃ کل مؤمن حضرہ الموت وھو علی طہارۃ۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریل اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبرانی ونعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدیث الفتن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وصف الدجال قال فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ ویمر بالمدینۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا جبریل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ بروز قیامت فرشتوں میں یا کل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اول من یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ واخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللہ الی رسلہ واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام عموماً کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریلؑ کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی الخصائص الصغریٰ خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برؤیتہ جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلک الصورۃ الا نبینا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۵۹ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ الا مرتین اما واحدۃ فانہ سألہ ان یریہ نفسہ فاراہ نفسہ فسد الافق واما الاخریٰ فلیلۃ الاسراء عند السدرۃ۔ واخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل فی صورتہ ولہ ستمائۃ جناح کل جناح منہا قد سد الافق یسقط من جناحہ من التہاویل والدر والیاقوت ما اللہ بہ علیم۔ والتہاویل الاشیاء المختلفۃ الالوان ومنہا یقال لما یخرج من الریاض من الوان الزہر التہاویل۔ واخرج الطبرانی واحمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر جبرئیل فی صورتہ التی خلق علیہا الا مرتین راٰہ منہبطا من السماء الی الارض سادّاً عظم خلقہ ما بین السماء والارض واخرج احمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت جبرئیل منہبطا قد ملأ ما بین السماء والارض علیہ ثیاب سندس معلقاً بہ اللؤلؤ والیاقوت واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت جبریل لہ ستمائۃ جناح من لؤلؤ قد نشرہا مثل ریش الطواویس۔ وفی الاحادیث واکثر ما کنت اراہ علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکنت احیانا اراہ کما یری الرجل صاحبہ من وراء الغربال۔ واخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال کان جبرئیل یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبیؓ واخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبرئیل یاتینی علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکان دحیۃ رجلا جمیلا

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین وجمیل صحابی ہیں ھو دحیۃ بن خلیفۃ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانۂ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کما فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۵۳ وکان اذا اتاہ علی صورۃ الآدمی یاتیہ بالوعد والبشارۃ اھ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر انہ ما نزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظۃ یحیطون بہ وبالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہما لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیاءہم۔ ھذا واللہ اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل ومیکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعاً یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواحِ حیوانات نکالنے پر مؤکل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عزرائیل فی سماء الدنیا وخلق اللہ رجلیہ فی تخوم الارضین ورأسہ فی السماء العلیا ووجہہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اعوان بعدد من یموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی رزقہ وینقضی اجلہ۔ قبضِ ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم وقال تعالی حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون. قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفتہ رسلنا ای اعوان ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جلیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال وامور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعتِ ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن وھب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ھم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم آجالہم فاذا توافوا النفس دفعوھا الی ملک الموت وھو کالعاقب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحتہ۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ھریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حملۃ العرش یاتی بتراب من الارض فلما ھوی لیأخذ قالت الارض اسألک بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

يكون للنار منه نصيب غدا فتركها فلما رجع الى ربه قال ما منعك ان تأتى بما امرتك قال سألتنى بك فعظمت ان ارد شيئا سألنى بك فارسل أخر فقال مثل ذلك حتى ارسلهم كلهم فأرسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذى ارسلنى احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض كلها من طيبها وخبيثها فجاء به الى ربه فصب عليه من ماء الجنة فصار حمأ مسنونا فخلق منه أدم۔ و اخرج ابوحذيفة اسحق بن بشر فى كتاب المبتدا عن ابن اسحق عن الزهرى نحوه وسمى الملك المرسل اولا اسرافيل والثانى ميكائيل. واخرج ابن عساكر من طريق السدى عن ابى مالك وعن ابى صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمى المرسل اولا جبريل والثانى ميكائيل واخرج ابن عساكر ايضا عن يحيى بن خالد نحوه وسمى الاول جبريل والثانى ميكائيل وقال فى أخره فسماه ملك الموت ووكله بالموت۔

۳۔ کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمہیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خداتعالیٰ کی راہ میں اس کی طاعت میں لگادو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبضِ ارواح کے لیے باربار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کرسکتے۔

۴۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقتِ موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔

۵۔ عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔

۶۔ ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے۔ واخرج الطبرانى فى الكبير وابو نعيم وابن مندة كلاهما فى الصحابة من طريق جعفر بن محمد عن ابيه عن الحرث بن الخزرج عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ونظر الى ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال يا ملك الموت ارفق بصاحبى فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عينا واعلم أنى بكل مؤمن رفيق واعلم يا محمد انى لاقبض روح ابن أدم فاذا صرخ صارخ قمت فى الدار معى روحه فقلت ما هذا الصارخ والله ما ظلمناه ولا سبقنا اجله ولا استعجلنا قدره ومالنا فى قبضه من ذنب فان ترضوا بما صنع الله توجروا وان تسخطوا تأثموا وتوزروا وان لنا عندكم عودة بعد عودة فالحذر الحذر وما من اهل بيت شعر ولا مدر بر ولا فاجر سهل ولا جبل الا أنا اتصفحهم فى كل يوم وليلة حتى لأنا أعرف بصغيرهم وكبيرهم منهم بانفسهم والله لو اردت أن اقبض روح

بعوضة ما قدرت علی ذلک حتی یکون الله هو یأذن بقبضها قال جعفر بن محمد بلغنی انه انما یتصفحهم عند مواقیت الصلاة فاذا نظر عند الموت فان کان ممن یحافظ علی الصلوات الخمس دنا منه الملک و طرد عنه الشیطان ویلقنه الملک لا اله الا الله محمد رسول الله فی ذلک الحال العظیم واخرجه ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابو الشیخ فی العظمة عن جعفر بن محمد عن ابیه مرفوعاً معضلا واخرج ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن الحسن قال ما من یوم الا وملک الموت یتصفح فی کل بیت ثلاث مرات فمن وجده منهم قد استوفی رزقه وانقضی اجله قبض روحه فاذا قبض روحه اقبل اهله برنة وبکاء فیأخذ ملک الموت بعضادتی الباب فیقول مالی الیکم من ذنب وانی لمأمور والله ما اکلت له رزقا ولا افنیت له عمرا و لا انتقصت له اجلا وان لی فیکم لعودة ثم عودة حتی لا ابقی منکم احدا قال الحسن فوالله لو یرون مقامه و یسمعون کلامه لذهلوا عن میتهم ولبکوا علی انفسهم۔

۷۔ نیک انسان۔ صالح۔ سخی کے ساتھ بوقتِ موت عزرائیل علیہ السلام نرمی وخوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور بد کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المروزی فی الجنائز عن سلیم بن عطیة قال دخل سلمان علی صدیق له یعوده وهو بالموت فقال یا ملک الموت ارفق به فانه مؤمن فتکلم الرجل وقال انه یقول انی بکل مؤمن رفیق۔ واخرج الزبیر بن بکار وابن عساکر من طرق عن حمید بن میمون عن ابیه قال کنت فیمن حضر المطلب بن عبد الله بن حنطب بمنبج وهو یجود بنفسه ولقی من الموت شدة فقال رجل ممن حضر وهو فی غشیته اللهم هون علیه فانه کان وکان یثنی علیه فافاق فقال من المتکلم فقالوا فلان فقال فان ملک الموت یقول لک انی بکل مؤمن سخی رفیق ثم مات فی الحال واخرج ابن ابی الدنیا عن عبید بن عمیر قال بینما ابراهیم صلوات الله علی نبینا وعلیه یوما فی داره اذ دخل علیه رجل حسن الشارة فقال یا عبد الله من ادخلک داری فقال ادخلنیها ربها قال ربها احق بها منی انت قال ملک الموت قال لقد نعتت لی منک اشیاء ما اراها فیک قال فأدبر فادبر فاذا عیون مقبلة وعیون مدبرة واذا کل شعرة منه کأنها السنان قائم فتعوذ ابراهیم علیه السلام من ذلک وقال عد الی الصورة الاولی قال یا ابراهیم ان الله اذا بعثنی الی من یحب لقاءه بعثنی فی الصورة التی رأیت اولا۔ الشارة بشین معجمة وراء خفیفة الهیئة۔

واخرج عن وهب قال ان ابراهیم صلوات الله علیه رأی فی بیته رجلا فقال من انت؟ قال انا ملک الموت قال ابراهیم ان کنت صادقا فأرنی منک آیة اعرف انک ملک الموت قال له

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التی یقبض بها المؤمنین قال فرأی من النور و البهاء شیئا لایعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التی یقبض بها الکفار والفجار فرعب ابراهیم رعبا شدیدا حتی ارتعدت فرائصه والصق بطنه بالارض وکادت نفسه ان تخرج ۔ واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معا قالا لما اتخذ الله ابراهیم خلیلا سأل ملك الموت ربه ان یأذن له ان یبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهیم فبشره فقال الحمد لله ثم قال یاملك الموت ارنی کیف تقبض انفاس الکفار قال یاابراهیم لاتطیق ذلك قال بلی قال اعرض فاعرض ثم نظر فاذا برجل اسود تنال رأسه السماء یخرج من فیه لهب النار لیس من شعرة فی جسده الا فی صورة رجل یخرج من فیه ومسامعه لهب النار فغشی علی ابراهیم ثم افاق وقد تحول ملك الموت فی الصورة الاولی فقال یاملك الموت لولم یلق الکافر من البلاء والحزن الا صورتك لکفاه فأرنی کیف تقبض انفاس المؤمنین قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو برجل شاب احسن الناس وجها واطیبهم ریحا فی ثیاب بیض فقال یاملك الموت لولم یر المؤمن عند الموت من قرة العین والکرامة الا صورتك هذه لکان یکفیه ۔

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے ہتیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت وطباق کے مانند ہے اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو قبض روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص کی روح قبض کرنے کی ایک پرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ اخرج ابوالشیخ عن الحکم بن عتیبة قال الدنیا بین یدی ملك الموت بمنزلة الطست بین یدی الرجل واخرج ابن ابی الدنیا وابوالشیخ عن اشعث بن سلیم قال سأل ابراهیم صلوات الله علیه ملك الموت واسمه عزرائیل وله عینان فی وجهه وعینان فی قفاه فقال یاملك الموت ماذا تصنع اذا کانت نفس بالمشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقی الزحفان کیف تصنع قال ادعو الارواح باذن الله فتکون بین اصبعی هاتین قال ودحیت له الارض فترکت کالطست یتناول منها حیث شاء واخرج ابن ابی الدنیا من طریق الحسن بن عمارة عن الحکم ان یعقوب علیه السلام

قال لملک الموت ما من نفس منفوسة الا و انت تقبض روحها قال نعم قال فکیف وانت عندی ههنا والانفس فی اطراف الارض قال ان اللہ سخرلی الدنیا فھی کالطست یوضع قدام احدکم فیتناول من اطرافها ماشاء کذلک الدنیا عندی۔

واخرج الدینوری فی المجالسة عن ابی قبیس الازدی قال قیل لملک الموت کیف تقبض الارواح قال ادعوها فتجیبنی۔ واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ وابونعیم عن شھر بن حوشب قال ملک الموت جالس والدنیا بین رکبتیه واللوح الذی فیه اٰجال بنی اٰدم بین یدیه وبین یدیه ملائکة قیام وھو یعرض اللوح لایطرف فاذا اتی علی اجل عبد قال اقبضوا ھذا واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسین اتفق موتھما فی طرفة عین واحد بالمشرق وواحد بالمغرب کیف قدرة ملک الموت علیھما قال ما قدرة ملک الموت علی اهل المشارق والمغارب والظلمات والھوی والبحور الا کرجل بین یدیه مائدة یتناول من ایھا شاء۔ واخرج جویبر فی تفسیرہ عن الکلبی عن مجاھد عن ابن عباس قال ملک الموت الذی یتوفی الانفس کلھا وقد سلط علی ما فی الارض کما سلط احدکم علی ما فی راحته ومعه ملائکة من ملائکة الرحمة وملائکة من ملائکة العذاب فاذا توفی نفسا طیبة دفعھا الی ملائکة الرحمة واذا توفی نفسا خبیثة دفعھا الی ملائکة العذاب۔

واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی المثنی الحمصی قال ان الدنیا سھلھا وجبلھا بین فخذی ملک الموت ومعه ملائکة الرحمة وملائکة العذاب فیقبض الارواح فیعطی ھؤلاء لھؤلاء وھؤلاء لھؤلاء یعنی ملائکة الرحمة وملائکة العذاب قیل فاذا کانت وقعة وکان السیف مثل البرق قال یدعوھا فتاتیه الانفس۔ واخرج ابن ابی حاتم عن زھیر بن محمد قال قیل یا رسول اللہ ملک الموت واحد والزحفان یلتقیان من المشرق والمغرب ومابین ذلک من السقط والھلاک فقال ان اللہ حوی الدنیا لملک الموت حتی جعلھا کالطست بین یدی احدکم فھل یفوته منھا شیٔ۔ واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف قال حدثنا عبداللہ بن نمیر عن الاعمش عن خیثمة قال اتی ملک الموت سلیمان بن داود وکان له صدیقا فقال له سلیمان مالک تأتی اهل البیت فتقبضھم جمیعا وتدع اهل البیت الی جنبھم لاتقبض منھم احدا قال لا اعلم بما اقبض منھا انما اکون تحت العرش فتلقی الی صکاک فیھا اسماء۔

مذکورہ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس عرش الہی سے ہر شخص کے نام کی پرچی (صکاک) پہنچتی ہے۔ واخرج احمد فی الزھد وابن ابی الدنیا عن عمر قال بلغنا ان ملک الموت لایعلم متی یحضر اجل الانسان حتی یؤمر بقبضه۔

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے۔ صرف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخرج الطبرانی عن الحسین ان جبریل هبط علی النبی صلی الله علیه وسلم یوم موته فقال کیف تجدك قال اجدنی یاجبریل مغموما واجدنی مکروبا فاستاذن ملك الموت علی الباب فقال جبریل یا محمد هذا ملك الموت یستاذن علیك ما استاذن علی ادمی قبلك ولا یستاذن علی ادمی بعدك قال ائذن له فاذن له فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان الله ارسلنی الیك وامرنی ان اطیعك ان امرتنی ان اقبض نفسك قبضتها وان کرهت ترکتها قال وتفعل یاملك الموت قال نعم بذلك امرت فقال له یاجبریل ان الله قد اشتاق الی لقائك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم امض لما امرت به۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبض روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہوکر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہوگئی۔ اخرج المروزی وابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملك الموت کان یقبض الارواح بغیر وجع فسبه الناس ولعنوه فشکا الی ربه فوضع الله الاوجاع ونسی ملك الموت یقال مات فلان بوجع کذا وکذا۔ واخرج ابو نعیم عن الاعمش قال کان ملك الموت یظهر للناس فیاتی الرجل فیقول اقض حاجتك فانی ارید ان اقبض روحك فشکا فانزل الداء وجعل الموت خفیة۔ واخرج احمد والبزار والحاکم وصححه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کان ملك الموت یاتی الناس عیانا فاتی موسی فلطمه ففقا عینه فاتی ربه فقال یارب عبدك موسی فقا عینی ولولا کرامته علیك لشققت علیه قال له اذهب الی عبدی فقل له فلیضع یده علی جلد ثور فله بکل شعرة وارت یده سنة فاتاه فقال مابعد هذا قال الموت قال فالان قال فشمه فقبض روحه ورد الله الیه عینه فکان یاتی بعد ذلك الناس خفیة۔ واخرج ابو حذیفة اسحق بن بشر فی کتاب الشدائد بسنده عن ابن عمر قال قال ملك الموت یارب ان عبدك ابراهیم جزع من الموت فقال له قل له الخلیل اذا طال به العهد من خلیله اشتاق الیه فبلغه فقال نعم یارب قد اشتقت الی لقائك فاعطاه ریحانة فشمها فقبض فیها روحه۔ واخرج ابو الشیخ عن محمد بن المنکدر ان ملك الموت قال لابراهیم علیه السلام ان ربی امرنی

ان اقبض نفسک بأیسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا اسألک بحق الذی ارسلک ان تراجعه فی فقال ان خلیلک سألنی ان اراجعک فیه فقال ائته وقل له ان ربک یقول ان الخلیل یحب لقاء خلیله فأتاه فقال امض لما امرت به قال یا ابراهیم هل شربت شرابا قط قال لا قال فاستنکهه فقبض نفسه علی ذلک ۔

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ ہنس رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر مامور ہوں۔

اخرج ابو الفضل الطوسی فی کتاب عیون الاخبار بسندہ من طریق ابراهیم وابن النجار فی تاریخ بغداد من طریق ابن هدبة عن انس مرفوعا ان ملک الموت لینظر فی وجوہ العباد فی کل یوم سبعین نظرۃ فاذا ضحک العبد الذی بعث الیه یقول واعجبا بعثت الیه لاقبض ۔

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار واحادیث مختلفہ وارد ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور ہیں جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چیونٹیوں وغیرہ وغیرہ حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفخ صور کے وقت تمام فرشتوں کی روحیں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی روحیں بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام واحترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشیخ والعقیلی فی الضعفاء والدیلمی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجال البهائم وخشاش الارض کلها فی التسبیح فاذا انقضی تسبیحها قبض اللہ ارواحها ولیس الی ملک الموت من ذلک شئ وله طریق آخر اخرجه الخطیب فی الرواۃ عن مالک من حدیث ابن عمر مثله قال ابن عطیة والقرطبی وکان معنی ذلک ان اللہ یعدم حیاتها بلا مباشرۃ ملک الموت واما الآدمی فشرف بان خلق اللہ له ملکا واعوانه وجعل قبض روحه وانسلا لها من جسدہ علی یدہ لکن اخرج الخطیب فی الرواۃ عن مالک عن سلیمان بن معمر الکلابی قال حضرت مالک بن انس و سأله رجل عن البراغیث أملک الموت یقبض ارواحها فأطرق طویلا ثم قال ألها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها۔

ثم رأيت جويبرا اخرج فی تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس قال وكل ملك[1] الموت بقبض ارواح الآدميين فهو الذی يقبض ارواحهم وملك[2] فی الجن وملك[3] فی الشياطين وملك[4] فی الطير والوحوش والسباع والخشاش والحيتان والنمل فهم اربعة املاك والملائكة يموتون فی الصعقة الاولى وان ملك الموت يلی قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء فی البحر فان الله يلی قبض ارواحهم لا يكل ذلك الى ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركبوا لجج البحر فی سبيله وجويبر ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع ولآخره شاهد مرفوع۔ واخرج ابن ماجة عن ابی امامة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح الاشهداء البحر فان الله يتولى قبض ارواحهم واخرج ابن ابی شيبة فی المصنف عن عبد الله بن عيسى قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة فی البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك فی البحر فاتى قوما فاستحملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ماشاء الله ان تجری ثم وقفت فاذا شجرة فی ناحية الماء فقال ضعونی على هذه الشجرة فوضعوه وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الى السماء فتكلم بكلامه الذی كان يعرج به فلم يقدر على ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فاتى صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الى ربه فصلى ودعا للملك وطلب الى ربه ان يكون هو الذی يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال انی طلبت الى ربی ان يشفعنی فيك كما شفعك فی وأن أقبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات۔

۱۹۔ ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھنے سے وہ بوقت نزعِ روح نرم برتاؤ فرماتے ہیں۔

اخرج ابن عساكر فی تاريخه عن ابی زرعة قال قال لی نجيب بن ابی عبيد البزی رأيت ملك الموت فی النوم وهو يقول قل لأبيك يصلی علی حتى ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابی بما رأيت فقال يابنی لا نا بملك الموت انس منی بأمك واخرج ابن عساكر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم يبيت ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عند رأسه فدعوت بدوات وقرطاس لاكتب وصيتی وغلبنی النوم فنمت ولم اكتبها فبينا انا نائم اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك داری قال ادخلنيها ربها قلت من انت قال ملك الموت فرعبت منه فقال لا ترعب انی لم اومر بقبض روحك قلت فاكتب لی اذا براءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمددت يدی الى الدواة والقرطاس الذی

نمت عنه وهو عند رأسی فناولته فکتب بسم الله الرحمٰن الرحیم استغفر الله استغفر الله حتی
ملأ ظهر الکاغذ وبطنه ثم ناولنیه وقال هذا براءتك رحمك الله وانتبهت فزعا ودعوت بالسراج
فنظرت فاذا القرطاس الذی نمت وهو عند رأسی مکتوب بظهره وبطنه استغفر الله
هذا والله اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے
اور موکل بہ نفخ صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما
اخرج ابو الشیخ عن عکرمة بن خالد ان رجلاً قال یا رسول الله ای الملائکة اکرم الله؟ فقال
جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فامّا جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین و
امّا میکائیل فصاحب کل قطرة تسقط وکل ورقة تنبت و امّا ملك الموت فهو موکل بقبض
روح کل عبد فی برّ او بحر، وامّا اسرافیل فامین الله بینه وبینهم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بمنزلہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن
خالد بن ابی عمران قال جبریل امین الله الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلة الحاجب
کذا ذکر الحافظ السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ۱۶۴۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی
ہے بعدہ جبریل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فی الحاوی اخرج
ابن ابی زمنین فی کتاب السنة عن کعب قال اذا اراد الله ان یوحی امراً جاء اللوح المحفوظ حتی
یصفق جبهة اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا الامر مکتوب فینادی جبریل فیلبیه فیقول اُمرت
بکذا امرت بکذا فیهبط جبریل علی النبی صلی الله علیه وسلم فیوحی الیه۔ واخرج ابو الشیخ عن ابی بکر
الهذلی قال اذا امر الله بالامر تدلّت الالواح علی اسرافیل بما فیها من امر الله فینظر فیها اسرافیل
ثم ینادی جبریل فیجیبه وذکر نحوه۔ واخرج ابو الشیخ ایضاً عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلّق
بالعرش فاذا اراد الله ان یوحی بشئ کتب فی اللوح فیجئ اللوح حتی یقرع جبهة اسرافیل فینظر
فیه فان کان الی اهل السماء دفعه الی میکائیل وان کان الی اهل الارض دفعه الی جبریل فاوّل
ما یحاسب یوم القیامة اللوح یدعی به ترعد فرائصه فیقال له هل بلّغت؟ فیقول نعم فیقول
من یشهد لك؟ فیقول اسرافیل فیدعی اسرافیل ترعد فرائصه فیقال له هل بلّغك اللوح؟
فاذا قال نعم قال اللوح الحمد لله الذی نجّانی من سوء الحساب ثم کذلك۔ واخرج ابو الشیخ عن
وهیب بن الورد قال اذا کان یوم القیامة دُعی اسرافیل ترعد فرائصه فیقال ما صنعت فیما ادّی

الیك اللوح ؟ فیقول بلّغت جبریل فیدعی جبریل ترعد فرائصه فیقال ماصنعت فیما بلّغك اسرافیل ؟ فیقول بلّغت الرسل فیؤتی بالرسل فیقال ما صنعتم فیما ادّی الیکم جبریل؟ فیقولون بلّغنا الناس فهو قوله تعالیٰ فلنسألنّ الذین ارسل الیهم ولنسألنّ المرسلین ۔

واخرج ابن المبارك فی الزهد عن ابن ابی جبلة بسنده قال اوّل من یدعی یوم القیامة اسرافیل فیقول الله هل بلّغت عهدی ؟ فیقول نعم ربّ قد بلّغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلّغك اسرافیل عهدی ؟ فیقول نعم فیخلی عن اسرافیل فیقول لجبریل ماصنعت فی عهدی ؟ فیقول یاربّ بلّغت الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلّغکم جبریل عهدی ؟ فیقولون نعم فیخلی عن جبریل الحدیث ۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ رہے کما فصّلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجعها۔ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوبار تشریف لائے تھے۔ اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لقد هبط علیّ ملك من السماء ماهبط علی نبیّ قبلی ولا یهبط علی احدٍ بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول الله الیك امرنی ان اُخبرك إن شئت نبیًّا عبدًا وان شئت نبیًّا ملِكًا فنظرت الی جبریل فأومأ الیّ ان تواضع فلو انّی قلت نبیًّا ملِكًا لسارت الجبال معی ذهبًا ۔

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں واشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے موکّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مصوّر وخالق کل اشیاء ہیں۔ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے۔ قال الشیخ العارف بالله الامام الشعرانی رحمه الله فی الیواقیت ج ۱ ص ۱۱۸ ان قلت فهل الملائکة الموکّلون بالارواح الذین یتولّون تصویر الاجنّة هم اعوان عزرائیل واسرافیل ؟ فالجواب هم اعوان اسرافیل علیه السلام الموکّل بالصوّر رواقًا اسرافیل علیه السلام فانما هو ناظرٌ الی صور الخلیقة المصوّرة تحت العرش فان فی الحدیث ان لکل ماخلق الله تعالیٰ صورة مخصوصة فی ساق العرش اظهرها الله تعالیٰ قبل تکوینهم ثم انه لصوَر بنی ادم تشابُهٌ وتشاکُلٌ فی الخلیقة لانهم علی صورة ابیهم ادم وادم هو کذلك فی الصور التی تحت العرش ۔

والیہ الاشارۃ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وفی روایۃ علی صورۃ الرحمٰن ومعناہ الصورۃ التی صوّرھا الرحمٰن فی العرش او اللوح قبل خلق آدم علیہ السلام فان الحق تعالی لا صورۃ لہ لمباینتہ لجمیع خلقہ فافہم۔

فعلم ان اسرافیل ناظرۃ الی الصور المنقوشۃ فی العرش وملک الارواح عند تصویر الجنین ناظر الی اسرافیل وتلک الصور کلھا حکایۃ عما فی علمہ الازلی سبحانہ وتعالی فیأخذ اسرافیل تلک الصور المختصۃ المسماۃ عند اللہ لتلک الذرۃ المخلقۃ المرباۃ ثم یلقیھا الی ملک الارحام وملک الارحام یلقیھا الی الجنین فی الرحم فیصورہ بتلک الصور المعینۃ والقاء الصورۃ انما یکون بالقاء نسختھا التی تلیق بھا۔

وانما اضاف تعالی التصویر فی الارحام الیہ بقولہ ھو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء لان ھذہ الاسباب مُقدّرۃ علی قضیۃ علمہ وتدبیرہ اجراءً للعادۃ الحسنی فھو تعالی مصوّر للصور ومصوّر مصوّریھا لا خالق سواہ ولا مصور الا ھو ولذلک شدّد الوعید علی من اتّخذ الاصنام انتھی. ھذا واللہ اعلم۔

میکائیل علیہ السلام - آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام مؤکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ ہیں اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن ابن سابط قال فی اُمّ الکتاب کل شئ ھو کائن الی یوم القیامۃ ووُکّل بہ ثلاثۃ من الملائکۃ فوکّل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیھم السلام ووکل ایضاً بالھلکات اذا اراد اللہ ان یھلک قوماً ووکّلہ بالنصر عند القتال ووکل میکائیل بالقطر والنبات ووکل ملک الموت بقبض الانفس فاذا کان یوم القیامۃ عارضوا بین حفظھم وبین ما کان فی امّ الکتاب فیجدونہ سواء۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خروج دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ وفی الحدیث فیھم بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں وتقادیر لکھی جاتی ہیں یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر وقضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق ونباتات وامطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الآلوسی فی روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۲۱ ان ھھنا ثلاثۃ اشیاء الاول نفس تقدیر الامور ای تعیین

مقادیرھا واوقاتھا وذلک فی الازل والثانی اظہار تلک المقادیر للملائکۃ علیھم السلام بان تکتب فی اللوح المحفوظ وذلک فی لیلۃ النصف من شعبان والثالث اثبات تلک المقادیر فی نسخ و تسلیمھا الی اربابھا من المدبرات فتدفع نسخۃ الارزاق والنبات والامطار الی میکائیل علیہ السلام و نسخۃ الحروب والریاح والجنود والزلازل والصواعق والخسف الی جبریل علیہ السلام ونسخۃ الاعمال الی اسرافیل علیہ السلام ونسخۃ المصائب الی ملک الموت وذلک فی لیلۃ القدر اھ۔ تمت رسالتی إعلام الکرام بحاصلھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ذوالقرنین رحمہ اللہ۔ قرآن میں یہ اسم مذکور ہے۔ تفسیر ہذا میں شرح ان الذین کفروا سوآء علیھم الخ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت وقوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے۔ یاجوج و ماجوج کی سد آپنے بنوائی اس سد کے طفیل آج تک یاجوج وماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں۔ اس سد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور اس میں سوراخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کی بڑی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشارق ومغارب تک پہنچے اقالیم دنیا کے مالک تھے۔

اس بات پر تو سب علماء قدماء ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی ورسول۔ دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ اغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ٢ ص ١٠٣ والصحیح انہ کان ملکا من الملوک العادلین وقیل کان نبیا وقیل رسولا واغرب من قال ملکا من الملائکۃ وابن عباس رضی اللہ عنھما قال کان ذوالقرنین ملکا صالحا رضی اللہ عملہ واثنی علیہ فی کتابہ وکان منصورا وکان الخضر وزیرہ وذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو واسمعیل علیہ السلام وروی ان اللہ سخر لذی القرنین السحاب یحملہ حیث اراد۔

سبب تسمیہ بہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قیل لانہ کان فی رأسہ شبہ القرنین وقال وھب کان لہ قرنان من نحاس فی رأسہ وھذا ضعیف اولانہ ملک فارس والروم فسمی بہ وقیل لانہ بلغ قرنی الشمس غربا وشرقا وملک ما بینھما من الاراضی وھذا اشبہ الاقوال وھو قول الزھری وقال الحسن البصری کانت لہ غدیرتان من شعر یطأفیھما فسمی ذا القرنین۔

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں۔ (١) ان کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے۔ قالہ ابن عباس۔ (٢) مرزبان بن مرزبۃ (٣) وقیل اسمہ الصعب بن ذی مراثد وھو اول التبابعۃ وھو الذی حکم لابراھیم فی بئر السبع ذکرہ السھیلی (٤) وقیل انہ افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاك (۵) وذکر الدارقطنی وغیرہ ان اسمہ ھرمس اوھرویس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادۃ اسکندر ھو ذو القرنین وابوہ اول القیاصرۃ وکان من ولد سام بن نوح علیہ السلام کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۵

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھا۔ قال بلغنی انہ ملك الارض کلھا اربعۃ مؤمنان وکافران سلیمان النبی وذوالقرنین ونمرود وبخت نصر وعن الحسن کان ذو القرنین ملك بعد النمرود۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط وافسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتا رہا اور لوگوں کو دعوتِ توحید دیتا رہا۔

فائدہ۔ اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر واعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر پلا میں ۳۵۶ ق پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۳۶ ق میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع وطاقتور مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قیدی بنالیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بت پرست تھا۔ جنگ سے قبل بتخانوں میں جاکر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرتا۔

۳۳۱ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر، شام، فلسطین، عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستاسیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکسان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خون ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔

۳۲۷ ق میں ہندستان (موجودہ پاک وہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ پوروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کرکے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کرلیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈرکر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کردیا۔

چنانچہ ۳۲۵ھ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کروفر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب وافریقہ فتح کرکے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بناکر وہ اس کا حکمراں بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ھ ق میں مرگیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدیہ کو حاکم بنادیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۳۱۸ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ وکافر وظالم تھا بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔

شہرستانی ملل ونحل ج ۲ ص ۱۳۷ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ہو ذو القرنین الملک ولیس ہو المذکور فی القرآن بل ہو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اینیاس فاقام عندہ خمس سنین یتعلم منہ الحکمۃ والادب وقیل للاسکندر ہذا انک تعظم مؤدبک اکثر من تعظیمک والدک قال لان ابی کان سبب حیاتی الفانیۃ ومؤدبی ہو سبب حیاتی الباقیۃ اھ۔

فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذو القرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازیؒ نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذا لارسطو فیکون مذہب ارسطو حقا ورد علیہ العلامۃ النیسابوری بان مذہب الفلاسفۃ لیس بباطل کلہ فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل اھ بیضاوی ونیسابوری کی عبارات بھی اسی قول کی ترجیح پر دال ہیں۔

ہمارے خیال میں ذو القرنین واسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہوسکتے۔

اولاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد اٰمون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرہا۔ معبد آمون ایک بتکدے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بہا انہ لما دخل بابل وکان بہا الصنم المشہور باسم بعل قرّب لہ قربانا علی عادتہ فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ اھ وفیہا ثم انہ تجبّر وتنمر حتی ادّعی انہ ابن الالٰہ جوبتیر ودعا الناس الی عبادتہ اھ اور ذو القرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مؤمن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

علماء کی رائے ہیں ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا۔ نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی و مبلغ تھے۔ قال اللہ تعالیٰ قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیهم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبه ثم یرد الی ربه فیعذبه عذابا نکرا و اما من آمن وعمل صالحا فله جزاء الحسنیٰ۔

ثانیاً۔ ذوالقرنین سدِ یاجوج وماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے بناء سد کا ذکر نہیں کیا۔

ثالثاً۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقویٰ سے بہت دور تھا۔ روی ابن الکواء انه سأل علیاً رضی اللہ عنه عن ذی القرنین فقال هو عبد احب اللہ فاحبه وناصح اللہ فنصحه فامرهم بتقوی اللہ تعالیٰ فضربوه علی قرنه فقتلوه ثم بعثه اللہ فضربوه علی قرنه فمات۔

رابعاً۔ اسکندر رومی تو سرے سے مؤمن وموحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه سمع رجلاً یقول لآخر یا ذا القرنین فقال مه ما کفاکم ان تتسموا باسماء الانبیاء حتی تسمیتم باسماء الملائکة ذکره السهیلی۔ اسکندر رومی جیسے بُرے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے وعن عبد اللہ بن عمرو قال کان ذوالقرنین نبیاً و روی ابن عساکر باسناد غریب عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا ادری اتبع کان لعیناً ام لا ولا ادری الحدود کفارات لاهلها ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبیٌّ ام لا۔ راجع البدایة لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳۔

خامساً۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الازرقی وغیره ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراهیم الخلیل علیه السلام وطاف معه بالکعبة المکرمة هو واسماعیل علیه السلام۔ وفی البدایة ج ۲ ص ۱۰۳ ان ذا القرنین حج ماشیاً وان ابراهیم علیه السلام لما سمع بقدومه تلقاه ودعا له اھ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما کان ابراهیم علیه السلام بمکة واقبل ذوالقرنین علیها فلما کان بالابطح قیل له فی هذه البلدة ابراهیم خلیل الرحمن علیه السلام فقال ذوالقرنین ماینبغی لی ان ارکب فی بلدة فیها ابراهیم خلیل الرحمن فنزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراھیم علیہ السلام فسلّم علیہ ابراھیم واعتنقہ فکان ھو اوّل من عانق عند السلام وفیہ ایضاً وصف ذوالقرنین بالاکبر احترازاً من ذی القرنین الاصغر و ھو الاسکندر الیونانی فانہ کان قریباً من عیسٰی علیہ السلام وبین عیسٰی و ابراھیم علیھما السلام اکثر من الفی سنۃ و کان الاصغر کافراً اھ۔ ھذا واللّٰہ اعلم و علمہ اتم۔

سادساً۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطو یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو ہی کے مشوروں پہ عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفیہ مُوجب کفر ہیں۔ امام غزالیؒ نے کتاب تہافت فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مُفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے، قدیم ہے، مخلوق نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی و ابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق و التیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار صرف ایک شئے یعنی عقلِ اوّل صادر ہوئی۔ فلکِ قمر سے نیچے یعنی زمین کے واقعات و امور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ عقلِ اوّل ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں۔ جو یقیناً کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے عقائد کا معتقد تھا۔ لہٰذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور تھا۔ اس کے برخلاف ذوالقرنین مؤمن و صالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان کی مدح نہیں کرسکتا۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔



اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ وضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ واہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدینار۔ مثلاً مّا بعوضۃً اور فذبحوھا وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم کی تفسیر میں درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار ودرہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ وعلماء کو ان کے اوزان ومقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتمام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سُن لیں۔ دینار ومثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمّٰی اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال سَو جَو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے الدینار بسنجۃ اھل الحجاز عشرون قیراطاً والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندھم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۵۲۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطاً والدرھم اربعۃ عشر قیراطاً فیکون الدرھم الشرعی سبعین شعیرۃً والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتھی۔ شامی ج ۲ ص ۳۰ وکذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۷ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطاً۔ کل قیراط اثنا عشر اُرزّۃً انتہی۔ بہرحال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ سونے میں نصاب زکوٰۃ حسب تصریح کتب حدیث وکتب فقہ بیس مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریباً ½ ۷ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستّر جَو۔ اوزان مروّجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جَو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔

درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دوسو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالابدمنہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زر بیست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد ونصاب سیم دو صد درہم است کہ پنجاہ و شش روپیہ سکہ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے لان التولجۃ (تولہ) فی اصطلاحنا اثناعشر ماهجۃ (ماشہ) وکل ماهجۃ ثمانی حبۃ وعلی هذا یکون نصاب الفضۃ بوزن بلادنا اثنین وخمسین تولجۃ وربع تولجۃ وست حبات ونصاب الذهب بوزن بلادنا سبع تولجات ونصف تولجۃ انتهی۔ شیخ انورؒ فرماتے ہیں ؎

درہم شرعی ازیں مسکیں شنو
که آں سہ ماسہ ہست یک سرخ دوجو
باز دینارے کہ دارد اعتبار
وزن آں از سہ ماسہ داں نیم وچہار

صاع۔ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مُد بہرصورت صاع کے ربع کا نام ہے لہٰذا ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوفی کہلاتا ہے۔ صاع کوفی دوسو ستر تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی $5\frac{1}{3}$۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

وہ منظوم یہ ہے:۔

۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار — چار رتی آر با ماسہ چہار
۲۔ مُد بود دو رطل و صاع از چار مد — سیر از ہشتاد تولہ مستمد
۳۔ تولہ دوازدہ ماسہ باشد اے پسر — ہشت رتی ماسہ باشد سر بسر
۴۔ درہم شرعی زروحانی بگو — آں سہ ماسہ یک رتی با خمس او
۵۔ یاد کن مقدار صاع ہاشمی — وزنش از ارطال باشد دو وسی

۶۔ بعد ازیں صاعِ حجازی را بداں — پنج ارطال و ثلث رطل داں
۷۔ ہشت ارطال است صاعِ حنفی — دو صد و ہفتاد تولہ مستوی
۸۔ شصت صیعاں یک وسق شیدائے دلبر — یعنی وزنش پنج من دو نیم سیر
۹۔ چار و سی تولہ و یک نیم از رتی — وزن رطل آمد شنوائے مبتدی
۱۰۔ اوقیہ دہ نیم تولہ مرتسم — آنکہ وزنش در کتب چہل از درم

یعنی اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ: عند الاحناف اقلّ مہر دس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چونّی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیسا کہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ تھی لہذا ایک درہم چونّی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقلّ مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ: متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائلِ عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ و علماء کے لیے بہت مفید و مناسب ہے۔ علامہ تاریخ زبیر بن بکارؒ کی رائے میں انسابِ طبقاتِ عرب چھ ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں:۔ (۱) شعب (۲) بعدہٗ قبیلہ (۳) بعدہ عمارہ (۴) بعدہ بطن (۵) بعدہ فخذ (۶) بعدہ فصیلہ۔

علامہ زین عراقیؒ نے انہیں درج ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے ؎

للعرب العرباء طباقٌ عدّة — فصّلها الزبیر وهي ستّة
أعمّ ذاك الشعبُ فالقبیلة — عمارة بطن فخذ فصیلة

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۱ پر لکھتے ہیں:۔
فالشعب اصلُ القبائل والقبیلةُ اصلُ العمارة والعمارة اصلُ البُطون والبطن اصلُ الأفخاذ و الفخذ اصلُ الفصیلة فیقال مضر شعب رسول الله صلی الله علیه وسلم وقیل شعبه خزیمة و کنانة قبیلتُه علیه السلام وقریش عمارته علیه السلام وقُصیّ بطنه علیه السلام وهاشم فخذه علیه السلام وبنو العباس فصیلته علیه السلام اھ۔

ابن کلبی قبائل کے چھ طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جِذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بُطون (۷) اَفخاذ (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) اَرہاط۔ کذا فی نہایۃ الارب۔ ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشوان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمارہ (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جِیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثال الشَعب و کنانۃ مثال القبیلۃ وقریشًا مثال العمارۃ وفہرًا مثال البطن وقُصیًّا مثال الفخذ وھاشمًا مثال الجیل و آل العباس مثال الفصیلۃ. قرآن شریف میں ہے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۰۹ بلوغ الارب ج ۳ ص ۱۸۷ اللسان ج ۱۴ ص ۵۷ ج ۱۶ ص ۱۹۹ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۸۳ نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲ منتجات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۱

بعض نے شعب سے قبل جِذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اُسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجمھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمارۃ (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرَّھط (۱۱) ثم الاُسرۃ (۱۲) ثم العِترۃ (۱۳) ثم الذُّرِّیۃ. کذا فی المفصّل وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ ۳ ۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمہ اسلام وعلماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث و صدر مدرسین دارالعلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواھر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبع لکتاب اللہ وسنۃ رسولہ مع التبحّر فی العلوم من المعقول والمنقول ورُبّما وُصِف بہ من بلغ درجۃ الولایۃ وقد یُوصَفُ بہ مَن طال عمرہ فی الاسلام فدخل

فی عداد من شاب شیبۃً فی الاسلام کانت لہ نورًا۔ ولم تکن ھذہ اللفظۃ مشھورۃ بین القدماء بعد الشیخین الصدیق والفاروق رضی اللہ عنھما فانہ ورد وصفھما بذلک۔

وعن علی رضی اللہ عنہ فیما روی الطبری فی الریاض النضرۃ عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً جاء الی علیّ رضی اللہ عنہ فقال یا امیر المؤمنین سمعتُک تقول علی المنبر اللھم اصلحنی بما اصلحت بہ الخلفاءَ الراشدین المھدیّین فمن ھم فاغرورقت عیناہ واھملھما ثم قال ابوبکر وعمر اماما الھدی وشیخا الاسلام ورجلا قریش المقتدی بھما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثم اشتھر بھا جماعۃ من علماء السلف حتی تبذّلت علی رأس المائۃ الثامنۃ فوُصِف بھا من لایحصی وصارت لقبًا لمن وَلِی القضاءَ الاکبر ولو عَرِیَ عن العلم والسِنّ فانا للہ وانا الیہ راجعون انتھی۔

وروی الواحدی رحمہ اللہ تعالی ان ابن ابیّ رئیس المنافقین واصحابہ استقبلھم نفرٌ من الصحابۃ فقال لقومہ انظروا کیف اَرُدُّ ھؤلاء السفھاء عنکم فاخذ بید ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال مرحبًا بالصدیق سیّدِ بنی تیم وشیخ الاسلام وثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار الباذلِ نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید عمر رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بسیّد بنی عدیّ الفاروق القویّ فی دینہ الباذل نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید علیّ رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بابن عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختَنِہ سیّد بنی ھاشم ما خلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا الاٰیۃ علی ما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ففی ھذہ الروایۃ اطلاق شیخ الاسلام علی الصدیق رضی اللہ عنہ. قال الشیخ الشھاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۳۲۰ شیخ الاسلام کان فی زمن الصحابۃ رضی اللہ عنھم یطلق علی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر وھما الشیخان ثم قال بعد ذکر ما قال السخاوی رحمہ اللہ تعالی قلت ثم صارت ھذہ اللفظۃ لقبًا لمن تولّی منصب الفتویٰ وان عری عن لباس العلم والتقویٰ ؎

لقد ھزلت حتی بدا من ھزالھا کُلاھا وحتی سامھا کلُّ مفلس

وقال مولانا عبد الحی رحمہ اللہ تعالی فی اواخر الفوائد البھیّۃ ص ۱۰۱ کان العُرفُ علی انّ شیخ الاسلام یُطلَق علی من تصدّی للافتاء وحلِّ المشکلات فیما شجر بینھم من النزاع والخصام من الفقھاء العظام والفضلاء الفخام وقد اشتھر بھا من اخیار المائۃ الخامسۃ والسادسۃ

أعلام منہم شیخ الاسلام ابوالحسن علی السغدی وشیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ السغدی وشیخ الاسلام علی بن محمد الاسبیجابی و شیخ الاسلام عبد الرشید البخاری جدّ صاحب الخلاصۃ و شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی صاحب الہدایۃ و شیخ الاسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الہدایۃ وشیخ الاسلام محمود الاوزجندی وغیرہم کذا ذکر الکفوی فی ترجمۃ شیخ الاسلام محمود الاوزجندی ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۲ ۔ کسریٰ وقیصر کا ذکر آیت واذ نجّیناکم من آل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسریٰ ہر بادشاہِ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطانِ روم وشام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اوّلاً قیصر کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔ بعدہ کسریٰ کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اوّل من سُمّی قیصر من ملوک الروم ہو اغسطس والیہ تنسب القیاصرۃ بعدہ وہو الذی غلب علی اٰخر رجل مَلَکَ الیونان ومصر والاسکندریۃ من البطالسۃ ملوک الیونان وہو بطلیموس الحدید وقد ملک ثلاثین سنۃ ثم ملک بعدہ ابنتہ قلیطرہ وکان ملکہا اثنتین وعشرین سنۃ وکانت لہا حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوک الروم وہو اغسطس الی ان قتل زوجہا وقتلت ہی نفسہا وانتہت بہا ملک البطالسۃ علی مقدونیۃ وبلاد مصر من اسکندریۃ وغیرہا قالہ المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع اٰخر من ہذا الکتاب وغلبت الروم علی ملک الیونانیّین وکان اول من ملک من الروم فیہا ساطوحاس وہو جانیوس الاصغر بن روم بن سماحلین فکان ملکہ اثنتین وعشرین سنۃ وقد قیل ان اول من ملک الیونانیین من ملوک الروم قیصر واسمہ ہالوس ابن افلیوس ثم ملک بعدہ اغسطس بن قیصر ستا وخمسین سنۃ وہذا الملک ہو الاول من ملوک الروم واسمہ قیصرا وہو الثانی من ملوکہم۔

وتفسیر قیصر ای شق عنہ وذلک ان امہ ماتت وہی حامل بہ فشق بطنہا فکان ہذا الملک یفتخر فی وقتہ بان النساء لم تلدہ وکذلک من حدث بعدہ من ملوک الروم ممن کان من ولدہ یفتخرون بہذا الفعل وما کان من امّہم فصارت سمۃ لمن طرأ بعدہ من ملوک الروم انتہی بتصرف مروج ج ا ص ۱۹۲

علم من ہذہ العبارۃ ان فی اول من سمّی بقیصر قولین فقیل ہو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وهذا قول ثالث وھوان اول القیاصرۃ واوّل من سمّی بہ قسطنطین بن قسطن بانی القسطنطینیّۃ وکان زمنہ بعد المسیح بثلاثمائۃ سنۃ وھو اوّل مَن تنصّر من ملوک الروم کذا ذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنهایۃ ج ۲ ص ۱۵۱

وذکر ابن خلدون ان اوّل من سُمّی بقیصر یونش بن غایش من ملوک الروم وکان قبل ولادۃ المسیح علیہ السلام بقلیل۔ وھذا قول رابع۔

وقیل اوّل من سمّی بقیصر اغانیوس وکان ملکہ قبل اوغسطس فهذا قول خامس کما سیأتی۔

وفی العمدۃ ج ۱ ص ۸۰ ومعنی قیصر التبقیر والقاف علی لغتهم غیر صافیۃ وذلک ان امّہ لما اتاھا الطلق بہ ماتت فبقر بطنها عنہ فخرج حیًّا وکان یفتخر بذلک لانہ لم یخرج من فرج و اسم قیصر فی لغتهم مشتق من القطع لان احشاء امّہ قطعت حتی اخرج منها وکان شجاعًا جبّارًا مقدامًا فی الحروب انتهی۔

وقیل اصل ھذا الاسم جاشر فعرّبتہ العرب الی قیصر ولفظ جاشر مشترک عندھم فیقال للشعر۔ قال ابن خلدون فی تاریخہ ج ۲ ص ۱۹۹ فی تفصیل احوال ملوک الروم۔ انہ خرج یونش بن غایش الی جهۃ الاندلس وحارب من کان بها الی ان ملک برطانیہ واشبونہ ورجع الی رومۃ واستخلف علی الاندلس اکتبیان ابن اخیہ یونان ثم قُتِل یونش قتلہ الوزراء فزحف اکتبیان ابن اخیہ من الاندلس واخذ بثأر عمّہ وملک الرومۃ وعمہ یونش ھوالذی تسمّی قیصر فصار سمۃ لملوکهم من بعدہ واصل ھذا الاسم جاشر فعربتہ العرب الی قیصر ولفظ جاشر مشترک عندھم فیقال للشعر جاشر وزعموا ان یونش وُلِد وشعرہ تام یبلغ عینیہ و یقال ایضًا للمشقوق جاشر وزعموا ان قیصر ماتت امّہ وھی مقرب فبقر بطنها واستخرج یونش والاوّل اصحّ واقرب الی الصواب وکانت مدۃ ملک قیصر خمس سنین۔

وولد المسیح عیسی علیہ السلام لثنتین واربعین سنۃ خلت من ملکہ وھلک قیصر لستٍّ وخمسین من ملکہ وبعد خمسۃ آلاف ومائتین لمبدأ الخلیقۃ آدم علیہ السلام انتهی ماذکر ابن خلدون باختصار وفیہ اختلاط فی طبع بعض الحروف فلا یعلم ھل ھذا الاسم یونس بن غایش اویولش اویونش واللہ اعلم۔

ونقل ابن خلدون عن ابن العمید مؤرخ النصاری ان امر رومۃ وھی بلدۃ کبیرۃ فی الروم کان راجعًا الی الشیوخ الذین یدبّرون امرھم وکانوا ثلاثمائۃ وعشرین رجلًا لانهم کانوا حلفوا

ان لا يولّوا عليهم ملكاً وكانوا يقدمون واحداً منهم ويسمونه الشيخ وانتهى تدبيرهم الى اغانيوس فدبرهم اربع سنين وهو الذى سمى قيصراً لان امّه ماتت وهو جنين فى بطنها فبقروا بطنها واخرجوه ولما كبر انتهت اليه ياسة هؤلاء الشيوخ برهة اربع سنين ثم ولى من بعده يوليوش قيصر ثلاث سنين ثم ولى من بعده اوغشطش قيصر بن مرنوخس ولثنتين واربعين سنة من ملك اوغشطش ولد عيسى عليه الصّلاة والسّلام بعد مولد يحيى عليه السلام بثلاثة اشهر. انتهى باختصار.

وكسرى بالكسر اشهر وجاز فتح الكاف كما فى القاموس والجمع أكاسرة وكساسرة واكاسر وكسور والقياس كِسرون بكسر الكاف وفتح الراء كعيسَون وموسَون بفتح السين والنسبة الى كسرى كِسريّ بكسر الكاف وتشديد الياء مثل حرميّ وكسرويّ بكسر الكاف وفتح الراء كذا فى القاموس وغيره.

قلت ان الامام الكبير ثعلب صنّف كتاباً سماه كتاب الفصيح صغير الحجم ردّ عليه امام النحاة المشهور بالزجاج فى نحو عشرة مواضع منه فى مناظرة اتفقت بين الزجاج وثعلب. منها ما قال الزجاج له وقلت كِسرى بكسر الكاف. وهذا خطأ انما هو كَسرى (بالفتح) والدليل على ذلك انّا واياكم لا نختلف فى النسبة الى كسرى يقال كَسرويّ بفتح الكاف وليس هذا مما يغير بالنسب لبعده منها الا ترى انك لو نسبت الى مِعزى لقلت مِعزويّ والى درهم قلت دِرهَميّ اى بكسر الميم والدال ولا يقال مَعزويّ ولا دَرهَميّ اى لا يقال بفتحهما كذا فى معجم الادباء، لياقوت ج١٦ ص١٤١

قال العبد الضعيف ما اخذ الزجاج خطأ بلاريب عند جمهور ائمة النحو واللغة فان صاحب القاموس وغيره من اهل اللغة صرّحوا بجواز الكسر والفتح فى كاف كسرى بل الكسر اشهر ويشير اليه قول صاحب القاموس. وكسرى ويفتح. واما قول الزجاج ان النسبة اليه كَسرويّ بفتح الكاف وادعى الاجماع فمردود حيث صرحوا انه بكسر الكاف. قال العلامة الزبيدى فى تاج العروس ج٣ ص٥٢٣ فى شرح قول صاحب القاموس والنسبة كِسريّ وكِسرويّ بكسر الكاف وفتح الراء وتشديد الياء ولا يقال كَسرويّ بفتح الكاف انتهى.

قال صاحب القاموس كسرى ملك الفرس معرّب خسرو بضم الخاء وفتح الراء اى واسع الملك. قال شارحه العلامة الزبيدى فى شرحه اى هذا معناه بالفارسيّة هكذا ترجموه وتبعهم المصنّف ولا ادرى كيف ذلك فان خسرو ايضاً معرّب خُوش رُو كما صرّحوا بذلك ومعناه عندهم حسن الوجه والراء مضمومة وسكوت المصنف مع معرفته لغوامض اللسان عجيب.

ونقل شیخنا عن ابن درستویہ فی شرح الفصیح لیس فی کلام العرب اسم اوّلہ مضموم واٰخرہ واو فلذلک عرّبوا خسرو وبنوہ علی فَعلیٰ بالفتح فی لغۃ وفِعلیٰ بالکسر فی اخری وابدلوا الخاء کافاً علامۃ لتعریبہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما انشدنیہ شیخنا الامام البارع ابو عبد اللہ محمد بن الشاذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ؎

لہ مقلۃٌ یعزی لبابل سحرھا	کانّ بھاھا رُتَ قد اَودع السحرا
یُذکّرنی عھدَ النجاشی خالُہ	واَجفانُہ الوسنیٰ تذکّرنی کسریٰ

ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۵۔ ان قلت مامعنی الحدیث الصحیح۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ قلنا معناہ لاقیصر بعدہ بالشام ولا کسریٰ بعدہ بالعراق قالہ الشافعی فی المختصر سبب الحدیث ان قریشاً کانت تأتی الشام والعراق کثیراً للتجارۃ فی الجاھلیۃ فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لمخالفتھم اھل الشام والعراق بالاسلام فقال علیہ الصلاۃ والسلام لاقیصر ولاکسریٰ ای بعدھما فی ھذین الاقلیمین ولاضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہ بالشام ولاکسریٰ بعدہ بالعراق ولایکون۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص۸

فائدہ۶۔ القیصر لقب کل من ملک الروم والشام والکسریٰ لقب کل من ملک فارس و کل من ملک الترک یقال لہ خاقان وکذا یسمّیٰ کل من ملک الحبشۃ النجاشی۔ ویسمی ملک القبط فرعون۔ وملک مصر العزیز وملک حمیر تبع۔ وملک الھند دھمی۔ وملک الصین فغفور۔ وملک الزنج غانۃ۔ وملک الیونان بطلمیوس وملک الیھود قیطون اومانح۔ وملک البربر جالوت۔ وملک الصابئۃ نمرود۔ وملک الیمن تبعا۔ وملک فرغانۃ اخشید۔ وملک العرب من قبل العجم النعمان وملک افریقیہ جرجیر وملک خلاط شھرمان وملک السند فور۔ وملک الخزر تبیل وملک النوبۃ کابل وملک الصقالبۃ ماجدا۔ وملک الارمن تقفور۔ وملک الاجات خداوندکار۔ وملک اشروشنہ افشین وملک خوارزم خوارزم شاہ۔ وملک جرجان صول۔ وملک اذربیجان اصبھبد وملک طبرستان سالار وملک اقلیم خلاط شھرمان ونیابۃ الروم دمشق واسکندریۃ ملک مقوقس۔ کذا ذکر العینی وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۷۔ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اوّل۔ ھو من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمناً بہ ومات علی الاسلام۔ بقید ایمان وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقتِ ملاقات ورؤیۃ کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہوگئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنھوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بحیرا راہب اور اس کے نظرا۔

جنات میں سے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہٰذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخولِ ملائکہ محل نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مبنی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلاً الی الملائکۃ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ سبکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپؐ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام سبکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہٰذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زوج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مبطل صحابیت ہے۔ لہٰذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعمیٰ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رؤیۃ النبیؐ کے مواقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رؤیت کا موقع ملنا حکم رؤیت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

نعریفِ ثانی ہو مَن لَقِیَ النبیَّ علیہ السلام مؤمناً بہ و ماتَ علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعمیٰ صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریفِ سابق پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے وفی الحدیث مَن رآنی فی المنام فکانما رأنی وفی روایۃ فقد رأنی فان الشیطان لایتمثّل بی۔ منام میں لقاء ورؤیۃ دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام بلاریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکامِ شرعیہ مبنی نہیں ہو سکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہو سکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہو جائے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیشِ نظر تعریف میں قید یقظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریفِ ثالث ہو مَن لَقِیَ النبیَّ علیہ السلام فی الیقظۃِ مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کاملین اور اصحابِ کشف اولیاء کو حالتِ بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت ورؤیت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انّی اری النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃ کرؤیۃ بعض الصحابۃ ایّاہ۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکامِ اسلامیہ کتاب وسنت واجماع وقیاس پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی ہونا وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً۔ صحابیت کے لیے رؤیۃ النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیاتِ دنیویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بکمالہا آپ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جا سکتی۔ عرفِ عام میں حیات فوق الارض وحیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے۔ اور حیاتِ برزخ امورِ مستورہ میں سے ہے۔

لہذا بذریعہ کشف رؤیۃ موجبِ صحابیّت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت وقبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابو ذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصحّ عدم صحابیت ہے۔ کما صرّح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیشِ نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنھیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ھذا الذی اختارہ البخاری و احمد والجمھور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایتِ حدیث یا شرکتِ غزوات یا بلوغ یا طول صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریف رابع۔ ھو مَن لَقِیَ النبیَّ علیہ السلام وطالَتْ مجالستُہ مؤمنا بہ ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۲ اما الصحابی ففیہ مذھبان اصحّھما و

ھو مذھب البخاری وسائر المحدثین وجماعۃ من الفقھاء وغیرھم انہ کل مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعۃً وان لم یجالسہ ویخالطہ۔ والثانی وھو مذھب اکثر اھل الاصول، انہ یشترط مجالستہ وھذا مقتضی العرف وذالک مقتضی اللغۃ وھکذا قال الامام ابوبکر ابن الباقلانی رحمہ اللہ وغیرہ۔ اھ

تعریف خامس۔ ھو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وغزا معہ ومات علی الاسلام۔ یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ھو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلائیں گے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وحفظت روایۃ عنہ علیہ السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ھو من لقی النبی علیہ السلام مؤمنا بہ وضبط انہ غزا معہ او استشھد بین یدیہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ ھو من لقی النبی علیہ السلام وکان قد بلغ سن التمییز مؤمنا بہ ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبتِ ملاقات ونسبت رؤیت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکرہ ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح التحریر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلما ومات علی الاسلام او قبل النبوۃ ومات قبلھا علی الحنفیۃ کزید ابن عمرو بن نفیل او ارتد وعاد فی حیاتہ وعند جمھور الاصولیین من طالت صحبتہ متبعا لہ مدۃ یثبت معھا اطلاق صاحب فلان عرفا بلا تحدید فی الاصح انتھی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہبِ شافعی کا مقتضیٰ ہے۔ کیونکہ مذہب شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے احناف کے نزدیک نفسِ ارتداد مُحبِط اعمالِ صالحہ ہے اور صحبت اشرف اعمال میں سے ہے۔ لہٰذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی ردّ المحتار ج ا ص لکنّھم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجرّدۃ عن الثواب ولذا لایجب علیہ قضاؤھا سوی عبادۃٍ بقی سببُھا کالحجّ وکصلاۃ صلاھا فارتدّ فاسلم فی وقتھا وعلی ھذا فقد یُقال تعودُ صحبتُہ مجرّدۃً عن الثواب وقد یقال إن اَسلم فی حیاۃ النبی علیہ السلام لاتعود صحبتُہ مالم یلقہ لبقاءِ سببِھا انتھٰی۔

فائدہ۸۔ صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اول[۱] مہاجرین۔ دوم[۲] انصار۔ سوم[۳] ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین و انصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اوّلون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اولون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہلِ قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس و کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعدہٗ یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیبؒ انہ کان یقول فی قولہ تعالی والسابقون الاوّلون قال ھم الذین صلّوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعۃ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اوّلین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعبیؒ۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگِ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ماذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۹ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع و تابعیؔ ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ دو قول ہیں۔ احدُھما الذی رأی صحابیًا اولقیہ ومات علی الاسلام۔ والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتّبعُوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنّات تجری تحتھا الانھار الآیۃ۔

واما تابعوالتابعین فھم الذین رأوا التابعی ولقوہ اوجالسوہ۔ ولھم ایضًا فضلٌ فی الجملۃ

ففی الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ ۱۰ - محدثین مثل حاکم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اوّل وہ طبقہ جنھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوّم وہ اولادِ صحابہؓ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضلِ تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن المسیبؒ فقیل لہ علقمۃ والاسود۔ فقال سعید وعلقمۃ والاسود وعنہ انہ قال لا اعلم فیہم مثل ابی عثمان النھدی وقیس بن ابی حازم وعنہ انہ قال افضلھم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تھذیب الاسماء ولعلہ اراد افضلھم فی ظاھر علوم الشرع والا فاویسؒ خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اویس القرنی ھو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاھد۔ اھل المدینۃ یقولون افضل التابعین ابن المسیب واھل الکوفۃ اویس واھل البصرۃ الحسن البصریؒ اھ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۱ - عرب عربیؔ واعراب اعرابیؔ الفاظ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ عربیؔ و اعرابیؔ میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہٰذا عجمی پر اطلاقِ عربی نہیں ہوسکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب سے ہو یا عجم سے۔

لہٰذا دونوں میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اعرابی کی جمع اعراب ہے باسقاط یاء النسبۃ مثل روم ورومیؔ وحبش وحبشیؔ۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ ۱۲ - الشیخان - آیت والمطلقٰت یتربّصن بانفسھنّ ثلٰثۃ قروء میں مذکور ہیں۔ علم حدیث میں اور روایتِ حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری وامام مسلم مراد ہوتے ہیں۔ یقال رواہ الشیخان ای البخاری ومسلم فی صحیحھا۔ دونوں اماموں کو امت میں یہ عظیم منقبت حاصل ہے کہ مباحثِ روایت وحدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے شیخ واستاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد صلاۃ جمعہ

۱۴ شوال ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عید الفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریۂ خرتنک میں مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب[۲] فلسفہ میں شیخین سے ابو علی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب[۳] نحو و صرف بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور[۴] نحو و صرف کوفی میں کسائی و فراء مراد ہوتے ہیں۔ کتب[۵] فقہ حنفی میں شیخین سے مراد ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ ہوتے ہیں۔ اور علم[۶] معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبد القاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبد القاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب[۷] تفسیر میں شیخین سے مراد زمخشری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ[۸] رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور[۹] علم کلام میں اس سے ابو الحسن اشعریؒ و امام ماتریدیؒ مراد ہوتے ہیں۔

فائدہ[۱۳]۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث الٓمّٓ و حروف مقطّعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء اربعہ راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذو النورین و علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی۔ اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم بسنّتی و سنّۃ الخلفاء الراشدین المهدیّین۔

سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبد العزیزؒ تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابو بکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز انتھی کذا ذکر النووی فی تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۸۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۰۱ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج ۷ ص ۱۳۸ کانت ولایۃ عمر عشر سنین و خمسۃ اشھر واحدًا و عشرین یومًا و قیل عشر سنین و ستۃ اشھر و اربعۃ ایام اھ بحذف۔ عثمان ذو النورین رضی اللہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج ۷ ص ۱۹۰ فکانت خلافتہ ای خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الا ۱۲ اثنی عشر یومًا واما عمرہ فانہ جاوز ثنتین و ثمانین سنۃ اھ بتصرف۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایۃ ج ۷ ص ۳۳۱۔
عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی ۴۱ھ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہوگئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحتِ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہوگئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدین الحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوۃ من طریق سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا۔ وانما کملت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافۃ لمعاویۃ فی ربیع الاول من سنۃ ۴۱ھ وذلک کمال ثلاثین سنۃ من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ وھذا من دلائل النبوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۸ ص ۱۶ وقال فیہا ج ۱ ص ۱۹ وقد انقضت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علیؓ فایام معاویۃ اول الملک فھو اول ملوک الاسلام وخیارھم واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدۃ قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدا رحمۃً ونبوۃً ثم یکون رحمۃً وخلافۃً ثم کائن ملکاً عضوضاً ثم کائن عتواً وجبریۃ وفساداً فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید انتہی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاھلیۃ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاھلیۃ ھی حالۃ الناس قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاھلیۃ الجھلاء توکید وقیل معناھا الجاھلیۃ القدیمۃ اھ۔

زمانہ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اوّل جاہلیتِ عامہ یعنی قبل النبوۃ والبعثۃ کا زمانہ۔ دوم۔ جاہلیت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ ان لفظ الجاھلیۃ اسم حدث فی الاسلام للزمن الذی کان قبل البعثۃ کذا فی المزھر۔ ۱۷۶۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کئی آیات میں مذکور ہے أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ۔

کبھی جاہلیّت کے ساتھ بطور صفت لفظ جہلاء برائے مبالغہ وتاکید ذکر کرتے ہیں فالجاهلية الجهلاء يريدون بها الجاهلية القديمة كما في محيط المحيط صـ ۳۰۹ واساس البلاغة ج ۱ صـ ۱۴۵ وقيل وكانوا اذا عابوا شيئًا واستبشعوه قالوا كان ذلك في الجاهلية الجهلاء كذا في اقرب الموارد صـ ۱۴۷ فالجاهلية الجهلاء هي الوثنية التي حاربها الاسلام وقد أنّب القرآن المشركين على حميّتهم الوثنية فقال إذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحمية حمية الجاهلية۔

جاہلیّت کے معنی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ اس کا ماخذ جہل ہے اور جہل ضدِ علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُمّی یعنی اَن پڑھ بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل ماخذ ہے جاہلیۃ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب ومشرکینِ عرب اکثر اُمّی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا ماخذ جہل ضدِ علم ہے۔ لیکن جہل وجاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باللہ وبرسولہ فالجاهلية من الجهل بالله وبرسوله وبشرائع الدين الالهي۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا ماخذ جہلِ عُرفی ہے۔ عُرفِ عام وعرفِ شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبّر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارت گری۔ بے جا غضب وغیرہ وہ افعالِ قبیحہ واخلاقِ شنیعہ جو جاہلینِ عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل وجاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہٰذا جاہلیت ضدِ اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن وسنّت میں جاہلیّت وجاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونًا وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ قال الطبري في تفسيره ج ۱۹ صـ ۲۱ انهم يمشون عليها بالحلم لا يجهلون على من جهل عليهم۔ سورۂ بقرہ میں ہے قالوا اتتخذنا هزوًا قال اعوذ بالله ان اكون من الجاهلين۔ سورہ اعراف میں ہے خُذِ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ سورہ ہود میں ہے انی أعظك ان تكون من الجاهلين۔ واخرج الترمذي عن خولة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو

مُحتضِنٌ اَحَدَ ابنی ابنتِہ وھو یقول انکم لتُبخّلون وتُجبّنون وتجھّلون وانکم لمن ریحان اللّٰہ۔ جامع ترمذی ج۲ ص۲۱ وورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذرؓ رضی اللہ عنہ انک امرؤ فیک جاھلیۃ و فی حدیث اٰخر اذا کان احدکم صائماً فلا یرفث ولا یجھل۔ و فی حدیث اٰخر اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ۔ اخرجہ احمد فی مسندہٖ ج۲ ص۱۱ ص۱۰۳ ص۱۸۷ وج۳ ص۴۲۵

اور تقریباً یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں ؎

الا لا یجھلن اَحدٌ علینا فنجھل فوقَ جھلِ الجاھلین

متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں۔ لسان العرب وغیرہ میں ہے۔ وذھب اٰخرون ان الجاھلیۃ من المفاخرۃ بالانساب والتباھی بالاحساب والکبر والتجبر وغیر ذلک من الخلال التی کانت من ا.ر صفات الجاھلیین۔

راجع اللسان ج ۱۳ ص۱۳۷ واساس البلاغۃ ج۱ ص۱۴۵ وصحاح الجوھری ج۲ ص۱۶۹ و شرح المعلقات السبع للزوزنی ص۱۲۶ والاغانی ج ۲۱ ص۲۰۷ وبلوغ الارب ج۱ ص۱۶

مستشرق گولڈ زیہر لکھتا ہے الجھل ضد الحلم لا ضد العلم ا ھ۔ کتاب فجر الاسلام ص ۸۰ میں ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق گولڈ زھیر ان المقصود الاول من الکلمۃ السفہ الذی ھو ضد الحلم والانفۃ والخفۃ والغضب وما الی ذلک من معان وھی امور کانت واضحۃ فی حیاۃ الجاھلین ویقابلھا الاسلام الذی ھو مصطلح مستحدث ایضاً ظھر بظھور الاسلام و عمادۃ الخضوع للّٰہ والانقیاد لہ انتہی بتصرف۔

قرآن حکیم میں جس جاہلیتِ اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سورہ احزاب میں ہے وقرن فی بیوتکنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاھلیّۃ الاولیٰ۔ فقیل الجاھلیۃ الاولیٰ التی ولد فیھا ابراھیمؑ والجاھلیۃ الاخریٰ التی ولد فیھا محمدؐ کذا فی طبقات ابن سعد ج ۸ ص۱۴۳ ص۱۴۵ وقیل الاولیٰ بین عیسیٰ ومحمدؐ۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسیٰ و محمد علیہما السلام کے مابین ہے۔ اور بعض کے نزدیک وہ دو ہیں۔ بلوغ الارب وغیرہ میں ہے وقد اَدّٰی اختلافُ فی مفھوم الاٰیۃ الی تصوُّرِ وجود جاھلیّتین جاھلیّۃ قدیمۃ وجاھلیۃٌ اخریٰ ھی التی کانت عند ولادۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ولیس المعنی اَنّ ثم جاھلیۃٌ اخری وقد اوقع لفظ الجاھلیۃ علی تلک المدۃ التی قبل الاسلام کما لا یخفی۔ بلوغ الارب ج ۱ ص۱۸

عصر جاہلیت ومبدأ جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصرِ جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیاء علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصارِ جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذهب بعضهم الى ان الجاهلية كانت فيما بين نوح وادريس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص۸۳ وذهب آخرون الى انها كانت بين آدم ونوح او انها بين موسى وعيسى او الفترة التى كانت عيسىٰ بين محمد صلى الله عليهم وسلم وامامنتهاها فظهور الرسول ونزول الوحى عند الاكثرين او فتح مكة عند جماعة كذا فى المفصل ج ۱ ص۴۱

وفى الصحاح مابين كل رسولين من رسل الله عزوجل من الزمان الذى انقطعت فيه الرسالة وفى الحديث فترة مابين عيسى ومحمد عليهما السلام۔ راجع لتفصيل هذا البحث لسان العرب ج۱۳ ص۱۳۷ بلوغ الارب ج ۱ ص۱۶ تاريخ الطبرى ج ۱ ص۸۳ الاساطير العربية ص۲ المزهر ص۱۷۶ المفصل فى تاريخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص۴۱ وغيرذلك من المراجع۔ هذا والله اعلم۔

فائدہ[۱۵] فی حساب الجُمَّل۔ بحث الٓمّ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جُمَّل بضم جیم وفتح میم مشدّدہ ہے۔ بعض علماء تخفیفِ میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف ہجائیہ وحروفِ معجم مراد ہے۔ حروفِ ہجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف با تا ثا جیم تا آخر۔ اسے حسابِ ابجد بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیشِ نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے:۔

الف ۱۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ہ ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریق ترکیب ماہرین فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ وکلمات بنتے ہیں۔ یعنی ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔ اور بعض علماء سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد الترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجمی لغات میں چھ حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ چ۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ چ ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہود میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے الٓمّ الٓر وغیرہ حروف مقطعات سنے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدت بقاء امتِ محمدیہ پر حمل کیا۔ کماذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر وکبیر۔ مثلاً صغیر میں عددِ میم ۴۰ اور عددِ نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹۰ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمّٰی کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مسمّی مفردات ہی ہیں۔ اور کبیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "مَ" کا اسم میم ہے۔ اور اس اسم میں دو میم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حسابِ جمّل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب وعدد کا وہ پرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف ونجد کے اور بعض مکہ مکرمہ وحجاز کے اور بعض مصر ومدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذاب یوم الظلّۃ کی وعید سنائی اللہ تعالےٰ نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء کذب اصحاب الایکۃ المرسلین اذ قال لھم شعیب الا تتقون انی لکم رسول امین الی قولہ فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلّۃ انہ کان عذاب یوم عظیم۔ وقال فی سورۃ ھود والی مدین اخاھم شعیبًا الی قولہ ولما جاء امرنا نجّینا شعیبًا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منّا واخذت الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جاثمین۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج۱ ص۱۸۵ وکان اھل مدین قومًا عربًا یسکُنون مدینتھم مدین التی ھی قریۃ من ارض معان من اطراف الشام مما یلی ناحیۃ الحجاز قریبًا من بحیرۃ قوم لوط ویقال شعیب بن یشخر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ویقال شعیب بن نویب بن عیفا ابن مدین بن ابراھیمؑ۔ ویقال شعیب بن ضیفور بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام۔ بہرحال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں تھے۔

وفی مروج الذھب ج۲ ص۱۲۸ وقد تنازع اھل الشرائع فی قوم شعیب بن نویل بن رعویل ابن مر بن عنقاء بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وکان لسانہ العربیۃ فمنھم من رأی انھم من العرب البائدۃ ومنھم من رأی انھم من وُلد المحض بن جندل بن یعصب بن مدین بن ابراھیم علیہ السلام وان شعیبا اخوھم فی النسب وقد کانوا عدۃ ملوک تفرّقوا فی ممالک متصلۃ ومنفصلۃ فمنھم المسمی بابی جاد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت وھم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل علی اسماء ھؤلاء الملوک وھی التسعۃ والعشرون حرفا التی یدور علیھا حساب الجمل وقد قیل فی ھذہ الاحرف غیر ما ذکرنا۔

وكان ابجد ملك مكة و ما يليها من الحجاز وكان هوز وحطي ملكين ببلاد وجّ وهي ارض الطائف وما اتصل بذلك من ارض نجد ـ وكلمن و سعفص وقرشت ملوكاً بمدين وقيل ببلاد مصر وكان كلمن على ملك مدين ومن الناس من رأى انه كان ملكاً على جميع من سمّينا مشاعاً متصلاً على ما ذكرنا وان عذاب يوم الظلة كان في ملك كلمن منهم وان شعيباً دعاهم فكذبوه فوعدهم بعذاب يوم الظلة ففُتِح عليهم باب من السماء من نار فاتت عليهم فرثت حارثة بنت كلمن اباها فقالت وكانت بالحجاز ؎

كلمن هدّ مركني	هُلكُهُ وسط المحلّه
سيّدُ القوم اتاه الـ	ـحتفُ ناراً تحت ظُلّه
كوّنت ناراً و اضحت	دار قومي مُضمحِلّه

وفي ذلك يقول المنتصر بن المنذر المديني ؎

الا يا شعيبُ قد نطقتَ مقالةً	اَتيتَ بها عمراً وحيّ بني عمرو
وهم ملكوا ارضَ الحجازِ واوجها	كمثل شعاعِ الشمسِ في صورة البدر
ملوكُ بني حُطّي وسَعْفَصَ ذي الندى	وهوّزَ ارباب البنية والحجر
وهم قطنوا البيتَ الحرام ورتّبوا	خطوراً وساموا في المكارم والفخر

ولهؤلاء الملوك اخبار عجيبة من حروب و سير وكيفية تغلّبهم على هذه الممالك وتملكهم عليها و ابادتهم من كان فيها وعليها قبلهم من الامم انتهى ما في المروج ـ

قال ابن جرير الطبري في تاريخه ج ا ص۹۹ عن القاسم بن سليمان عن الشعبي قال ابجد وهوز وحطي وكلمن وقرشت كانوا ملوكاً جبابرة نتفكّر قرشت يوماً فقال تبارك الله احسن الخالقين ـ (لعل معناه انه جعل نفسه احسن الخالقين) فمسخه الله تعالى فجعله اجدهاق (اى ازدهاق) وله سبعة ارؤس فهوهذا الذى بدنباوند وجميع اهل الاخبار تزعم انه ملك الاقاليم كلها وانه كان ساحراً فاجراً اه ـ هذا والله اعلم ـ

فائدہ[۱۶] الزندیق ـ آیت واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس کی شرح میں مذکور ہے ـ زندیق کی تفسیر شرعی واحکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں ـ بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ زندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے ـ

امر اوّل ـ زندیق کی تفسیر میں کلام علماء وفقہاء مختلف ہے ـ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں ـ

قول اول ـ مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما منقار بان اور بایں معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر ؎

ظللتُ حیرانَ اَمشِی فی اَزِقّتِھا   کاَنّنِی مصحفٌ فی بیتِ زندیق

قولِ ثانی۔ فقہاء فرماتے ہیں ھو من یُبطِن الکفر و یُظھِر الاسلام کالمنافق وقالوا ھو کفرٌ بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کالمنافق و فی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن ھذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فما معنی التشبیہ وجعلہ قسمًا من المنافق وایضًا اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی انّ توبتہ مقبولۃ فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولۃ اتفاقًا مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قال القونوی فی شرح البیضاوی ج ٢ ص ١٦

قولِ ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یؤمن بالآخرۃ ولا بالخالق ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی والجصاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالی آمنوا کما آمن الناس فلو کان الزندیق مفسّرًا بھذا التفسیر فلا مساس لہ فی ھذا المقام ولا یصح الاستدلال بھذہ الآیۃ علی قبول توبتہ کما لا یخفی اذ الزندیق المفسر بھذا التفسیر یباین منافقی المدینۃ لانھم کانوا من الیھود وکانوا معترفین بالخالق وبالآخرۃ وبفناء الدھر۔ فعلم ان ھذا التفسیر مخدوش۔ متعدد کتابوں میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاوی قارئ الھدایۃ الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ انتھی۔

قولِ رابع۔ قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یُثبِتُ الشریک وعلی من ینکر حکمتہ انتہیٰ کذا فی الشامی ج ٣ ص ٣٢٢ تفسیر ہذا پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزر رہا ہے۔

قولِ خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لسانًا یا عملًا اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مُبطِن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلّی ہے جو متعدد اصناف وانواعِ زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدۂ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنھیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں:۔

اوّلًا یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیًا یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقاءِ دہر کا خواہ وجودِ خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثًا ھو شامل لما فی فتاوی قارئ الھدایۃ ان الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر

ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ۔

رابعًا۔ یہ شامل ہے اس زندیق کو جو بقول علامہ ابن کمال باشا لسان عرب میں معروف ہے وھو من ینفی الباری تعالیٰ اویثبت الشریك اومن ینکر حکمتہ۔

خامسًا۔ یہ شامل ہے مُلحد کو بھی وھومن مال عن الشرع القویم الی جھۃ من جھات الکفر من الحد فی الدین ای حاد وعدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندیق ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندیق کی ایک قسم ہے۔

سادسًا۔ اس میں داخل ہے اباحیؔ بھی۔ وھوالذی یعتقد اباحۃ المحرمات۔

سابعًا۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوّفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلّف بالصوم والصلاۃ نہیں ہیں۔ یہ بھی اباحیّین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالتہ نقلاً عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ومن جنس ذلك مایدعیہ بعض من یدّعی التصوّف انہ بلغ حالۃ بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلاۃ وحلّ لہ شرب المسکر والمعاصی واکل مال السلطان فھذا مما لا اشكّ فی وجوب قتلہ اذضررہ فی الدین اعظم وینفتح بہ باب من الاباحۃ لاینسدّ وضرر ھذا فوق ضرر مَن یقول بالاباحۃ مطلقاً فانہ یمتنع عن الاصغاء الیہ لظھور کفرہ اماھذا فیزعم انہ لم یرتکب الّا تخصیص عموم التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ انتھی۔

ثامنًا۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت واہواء جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کرلیں اور تائب ہوجائیں فبہا ورنہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریّت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کلّی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص۳۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضۃ لنص القرآن فیکفر بھا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفتِ غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفی البزازیۃ یکفر بادّعاء علم الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقہ انتھی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض وقرامطہ وزنادقۂ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سموات میں خرق والتیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسماعیلی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ وباطنیہ ہے۔ قال فی نورالعین اھل الاھواء اذاظھرت بدعتھم

بحیث توجب الکفر فانہ یباح قتلھم جمیعًا اذ الم یرجعوا ولم یتوبوا واذا تابوا واسلموا تقبل توبتھم جمیعا الا الاباحیۃ والغالیۃ والشیعۃ من الروافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لاتقبل توبتھم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلھا لانھم لم یعتقدوا بالصانع تعالٰی حتی یتوبوا ویرجعوا وقال بعضھم ان تاب قبل الاخذ والاظھار تقبل توبتہ والا فلا وھو قیاس فی قول ابی حنیفۃؒ وھو حسن جدًا۔ کذا فی الشامی۔

تاسعًا۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح و مرشد مانتا ہے۔ یہ فرقہ زمانۂ حال کے زنادقۂ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے رہائش۔ اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے ہے۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کرکے بطور ذمّی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوگئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ مرتد ذمّی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہٰذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ و داعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اور وہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحیہ و روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں۔ اس سے بڑھکر اور زندقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہوگئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں ازروئے شریعتِ اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ اور وہ جزیہ ادا کرکے ذمّی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہوسکتی اور اگر داعی و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔

بہرحال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کرکے بھی دارالاسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں۔

ا۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں۔ درمختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر و یظھر اعتقاد حرمتہ انتھی۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندقہ کی وجہ سے جو بباطن حرمتِ خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اَولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن واحادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن و سنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ مثل قرامطہ باطنیہ ہیں۔ صاحب مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ و باطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہ لا یحل اقرارھم فی دیار الاسلام بجزیۃ ولا غیرھا ولا تحل مناکحتھم ولا ذبائحھم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے والحاصل انھم یصدق علیھم اسم الزندیق والمنافق والملحد ولا یخفی ان اقرارھم بشھادتین مع ھذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلھم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدھم ظاھراً الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانھم یدعون الاسلام ویقرون بالشھادتین وبعد الظفر بھم لا تقبل توبتھم اصلاً۔ وذکر فی التاترخانیۃ انہ سئل فقھاء سمرقند عن رجل یظھر الاسلام والایمان ثم اقر بانی کنتُ اعتقد مع ذلک مذھب القرامطۃ وادعو الیہ والآن تبتُ ورجعت وھو یظھر الآن ما کان یظھرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابو عبد الکریم بن محمد قتل القرامطۃ واستئصالھم فرض واما ھذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتغفل ویقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذھبہ وقال بعضھم یقتل بلا استغفال لان من ظھر منہ ذلک ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ ولو قبل منہ ذلک لھدموا الاسلام واضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلھم انتھی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زنادقہ و قرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شعائر اللہ اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک و بے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو امہات المومنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استہزاء ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کرکے تشبّہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندقہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیانِ باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت ظہور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعداز تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوا تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہوا تو وہ مرتد یا زندیق ہوگا اور مرتد و زندیق سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصر ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمالِ ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندیق ہے کما مر التفصیل من قبل۔ لہٰذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دارِ اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزا کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندیق ہے۔ وہ نصوص قطعیہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندقہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشراً۔ زندقہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سابّ النبی علیہ السلام و سابّ الشیخینؓ و سابّ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سابّ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شرنبلالی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سابّ النبی علیہ السلام سواء جاء تائباً من قبل نفسہ او شہد علیہ بذلک انتہی۔ درمختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم ارتدّ فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبّ نبیّ من الانبیاء فانہ یقتل حدًّا ولا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر بسبّ الشیخین ؓ۔ وفی البحر من سبّ الشیخین اوطعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتہی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنہما فھو کافر وان کان یفضل علیًّا علیہما فھو مبتدع۔

حادی عشر۔ زندیق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرین حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرین حدیث بلاریب کبار زنادقہ میں سے ہیں۔ انکار حدیث مستلزم ہے انکارِ قرآن کو بھی۔ اوّلاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیتِ احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ

فانتھوا۔ لہذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شرحِ قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریف قرآن و نصوص واحادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققینِ شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں جہال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرفین کہتے ہیں کہ زمانۂ حال میں اسلام واحکامِ اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زنادقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنادقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہدی للمتقین سے نصاریٰ و یہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکم دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات واحادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانیہ ہے اور کفار دوزخی ہیں یہ وہ چند انواع واصنافِ زندقہ ہیں جنھیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریفِ جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع ملحدین میں سے بعض کی توبہ قضاءً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنادقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنادقہ ہے اور زنادقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عملِ

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنّاق۔ خنّاق، وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کردے۔ درمختار میں ہے الخنّاق لا توبۃ لہ۔ شامی ج۳ ص۳۲۳ پر ہے ان من خنق مرّۃ لا یقتل ومن تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر۔ و انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الارض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔ انتہی بحاصلہ۔

امرِ ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل وماخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اِکلیل، مُعرّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر و معنی زندہ فی الفارسیّۃ الحی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زند ہے اور زند مزدک مجوسی کی کتاب کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زن دین ای دین النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وھو معرب والجمع الزنادقۃ۔ کتاب مُغرِب میں ہے الزندیق معروف وزندقتہ انہ لا یؤمن بالآخرۃ ووحدانیۃ الخالق۔ وعن ثعلب لیس زندیق من کلام العرب ومعناہ علی ما تقولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انہ فارسی معرب واصلہ زندہ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وھم المانویۃ وکان المزدکیۃ یسمّون بذلک و مزدک ھو الذی ظھر فی ایام قباد وھو ملک للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظھر کتاباً سماہ زندا وھو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبیّ فنسب اصحاب مزدک الی زند وعربت الکلمۃ فقیل زندیق انتہٰی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے معلوم ہوا کہ زندیق کا ماخذ زند ہے جو نام ہے اس کتابِ مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں مجمل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبیٔ مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتادیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جاسکتا۔ افلاطون نے جو تقریباً ۶۰۰ق م کے قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے "ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا کرتا تھا"۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ ۶۰۰ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنسن دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ ۲۲۰۰ قم سے ۲۴۰۰ قم تک ہے لیکن بعض ایسے مؤرخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ ۶۳۵۰ قم کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ ۱۰۰۰ قم سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہرحال ایرانی اور ملوکِ ایران وغیرہ مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژند اوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے مسعودیؒ مروج الذہب ج ا ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن ہرمز نے مانی بن یزید تلمیذ قاردون کو مع اس کے اتباع کے ایک حیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة الذی الیه اضیف الزنادقة وذلك ان الفرس حین اتاهم زرادشت بن اسبیمان بکتابهم المعروف بالبستاه باللغة الاولیٰ من الفارسیة وعمل له التفسیر وهو الزند و عمل لهذا التفسیر شرحاً سماه البازند وکان الزند بیاناً لتأویل المتقدم المنزل وکان من اورد فی شریعتهم شیئاً بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوه الی التأویل وانه منحرف عن الظواهر من المنزل الی تأویل هو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنی من الفرس وقالوا زندیق وعربوه والثنویة ای اصحاب مانی هم الزنادقة ولحق بهؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدوث العالم اھ۔

تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها ولله الحمد والمنة۔

فائدہ[۱۷]۔ المحدث۔ آیت کلما اضاء لهم مشوا فیه واذا اظلم علیهم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح دال غیر مشدد متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب وتاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ[۶] طبقات ہیں۔

اولؔ۔ جاهلیون۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانہ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم[۲] مُخضرمون بضم میم وفتح خاء معجمہ وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرۂ راء خطاء ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلکان انه سمع فیه مخضرِم بکسر الراء وبالحاء المهملة و استغربه۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنھوں نے جاہلیت واسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید وحسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقه المحدِّثون علی کل من ادرك الجاهلیّة وادرك حیاة النبی علیه السلام ولیست له صحبة ولم یشترط بعض اهل اللغة نفی الصحبة وفی المحکم رجل مخضرم اذا کان

نصف عمرہ فی الجاهلیة ونصفه فی الاسلام وقال ابن فارس انه من الاسماء التی حدثت فی الاسلام وهو من قولهم لحم مخضرم اذا لم یدر من ذکر هو ام انثی او من خضرم الشیئ اذا قطعه وخضرم فلان عطیته اذا قطعها فکأنهم قطعوا عن الکفر الی الاسلام او لان رتبتهم فی الشعر نقصت لان حال الشعراء تطامنت بنزول القرآن کما قاله ابن فارس۔

سوم۔ متقدِّمون۔ اس طبقہ کے شعراء کو اسلامیون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شعراء ہیں جو صدر اسلام میں تھے مثل جریر وفرزدق۔

چہارم۔ مولَّدون اور یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ۔

پنجم۔ محدَثون۔ بفتح الدال۔ یہ وہ شعراء ہیں جو طبقۂ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام وبحتری ومتنبی۔

ششم۔ متأخرون۔ متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعراء ہیں جو طبقہ خامسہ کے بعد حجاز وعراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاقِ علما حجت ہے۔ قواعد عربیہ ولغات میں ان کے اشعار سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کرنا بالاتفاق غیر صحیح ہے۔ باقی طبقہ خامسہ یعنی محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے۔ اور زمخشری وعلامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کرنا درست ہے۔ کیونکہ ان کی روایت مقبول ہے۔ پس ان کا قول حکم روایت میں ہے توان کا قول بھی مقبول ہوگا۔ اسی وجہ سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے أظلم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے ؎

هما أظلما حالیَّ ثمت أجلیا ظلامیهما عن وجه أمرد اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعراء میں سے ہے۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں فانه ای اباتمام وان کان من المحدثین لکنه من علماء العربیة فلا یبعد ان یجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اھ۔ ویؤیده ما ذکر الازهری فی التهذیب ان کل واحد من اضاء واظلم یکون لازما ومتعدیا۔

قال الشهاب الخفاجی فی عنایة القاضی ج ۱ ص ۴۰٦ واختلف فی المحدثین فقیل لایستشهد بشعرهم مطلقاً وقیل یستشهد به فی المعانی دون الالفاظ وقیل یستشهد بمن یوثق به منهم مطلقا واختاره الزمخشری ومن حذا حذوه وقال لانی اجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اعترض علیه بان قبول الروایة مبنی علی الضبط والوثوق واعتبار القول مبنی علی معرفة الاوضاع اللغویة والاحاطة بقوانینها ومن البین ان اتقان الروایة لایستلزم اتقان الدرایة۔

وفی الکشف ان القول درایۃ خاصۃ فہی کنقل الحدیث بالمعنی وقال المحقق التفتازانی القول بانہ بمنزلۃ نقل الحدیث بالمعنی لیس بسدید بل ھو بعمل الراوی اشبہ وھو لا یوجب السماع الا ان کان من علماء العربیۃ الموثوق بہم فالظاھر انہ لا یخالف مقتضاھا فان استوثق بہ ولم یجعل دلیلا لم یرد علیہ ما ذکر ولا ما قیل من انہ لو فتح ھذا الباب لزم الاستدلال بکل ما وقع فی کلام علماء المحدثین کالحریری واضرابہ والحجۃ فیما رووہ لا فیما رأوہ وقد خطّؤا المتنبی وابا تمام والبحری فی اشیاء کثیرۃ کما ھو مسطور فی شروح تلک الدواوین انتہی۔ ھذا و اللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ[۱۸]۔ الثُّرَیّا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثُریّا کو اردو میں پروین کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھے[۶] ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی دُوربین سے مجموعۂ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوربین میں ٦۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقدِ ثریا مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام مجموعۂ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے تھے۔ وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۹۲ عن العباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انظر ھل تری فی السماء من شئ؟ قلت نعم قال ما تری؟ قلت الثریا قال اما انہ سیملک ھذہ الامۃ بعددھا من صلبک وقد اختلف الناس فی عدد نجوم الثریا المرئیۃ فقیل سبعۃ انجم وقیل تسعۃ وجمعنا بینھما بان الاول یکون ھو المرئی لغالب الناس ولو غیر حدید البصر والثانی لمن یکون حدید البصر منھم واما العدد المرئی لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل کان یری احد عشر نجما وقیل اثنا عشر نجما وجمعنا بینھما بحمل الاول علی ما اذا لم یمعن النظر والثانی علی ما اذا امعن النظر وحینئذ یقتضی ھذا ان تکون الخلفاء من بنی العباس اثنی عشر اھ۔ قیل کواکب الثریا ستۃ او سبعۃ ؎

خلیلی انّی للثریا لحاسدٌ　　　وانی علی ریب الزمان لواجد

تجمّع فیھا شملھا وھی سبعۃٌ　　　وأفقد من أحبتہ وھو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے علم کی عظمت و بلندی کے لیے بطور مثال ثریا کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احادیث صحیحۃ تشیر الی فضل ابی حنیفۃ منھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما رواہ

الشیخان عن ابی ھریرۃ رضؓ والطبرانی عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ورواہ ابونعیم عن ابی ھریرۃ والشیرازی والطبرانی عن قیس بن سعد بن عبادۃ بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان العلم معلقاً عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ولفظ الطبرانی عن قیس لاتنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس وفی روایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ وفی روایۃ للشیخین عن ابی ھریرۃ مرفوعاً والذی نفسی بیدہ لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ رجل من فارس ھذا وقدکان جدّ ابی حنیفۃؒ من فارس علی ماعلیہ الاکثرون۔

قال الحافظ السیوطیؒ ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قال البیضاوی انّ اللہ وصف فی الاصل ثم صار لہ تعالی کالعلم مثل الثریا والصعق۔ قال الشھابؒ الثریا تصغیر ثروی مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لکثرۃ کواکبہ ونقل علماً لامرأۃ ایضاً۔ و الصَعَق بفتح العین شدۃ الصوت وبکسر العین الشدید الصوت والمتوقع للصاعقۃ والنازلۃ علیہ ولقب خویلد بن نفیل فارس بنی کلاب (خویلد ھذا لیس الذی ھو والد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) وتسکن عینہ ویقال صِعق کابل لقب بہ لان تمیما اصابوا رأسہ بضربۃ فکان اذا سمع صوتا صعق اولانہ اتخذ طعاما فکفأت الریح قدرہ فلعنہا فارسل اللہ علیہ صاعقۃ وھما وصفان فی الاصل صارا علما بالغلبۃ والغلبۃ فی اللہ والثریا تقدیریۃ وفی الصعق تحقیقیۃ انتہیٰ ھذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فصل

تفسیر بیضاوی مسمّٰی بہ انوار التنزیل و اسرار التاویل علما۔ و طلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرجع العلما۔ و الطلبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مغلق و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانۂ ماضی میں بھی علما۔ و طلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلّم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح و حواشی و تعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح و تعلیقات و حواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہٰذا کے شرّاح و محشّین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علما۔ و طلبہ اس میں کافی معلومات و حقائقِ تاریخیہ پائیں گے۔ شارحین تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے :۔

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قُوجویؒ متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابوالفضل قرشی خطیبؒ مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ حلّ بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولہا الحمد للہ الذی انزل اٰیات بیّنات محکمۃ الخ

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ھ وقیل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض الخ

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانیؒ۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولہا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام الخ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ و صغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرامانیؒ متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید و جامع شرح ہے۔

(۷) شرح عالم وفاضل مشہور بہ روشنی آیدینی۔
(۸) شرح وحاشیہ حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسیؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔
(۹) حاشیہ وشرح مولوی عبد الحکیم لکھنویؒ ابن مولوی عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلیم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔
(۱۰) شرح وحاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتیؒ۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وحید عصر و فرید دہر تھے۔
(۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسرائیل سلہٹیؒ۔ یہ بڑے عالم وصاحب تقویٰ تھے۔
(۱۲) شرح وحاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیمؒ۔ مشہور بہ ابن تجید معلم سلطان محمد خان یہ مفید وجامع حاشیہ ہے جو حواشی کشاف کا ملخص ہے۔
(۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصریؒ متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل۔ اولہا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب الخ امام عبد الوہاب شعرانیؒ کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علقہ املاءً بعد ان کف بصرہ لما قرأ علیہ۔ قال وغالبہا بخطہ وخط ولدہ جمال الدین۔
(۱۴) شرح وحاشیہ شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نواہد الابکار وشواہد الافکار۔
(۱۵) شرح وحاشیہ شیخ محمود بن حسین افضلی حاذقیؒ مشہور بہ صادقی گیلانیؒ متوفی فی حدود ۹۷۰ھ۔ یہ سورہ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ھدایۃ الرواۃ الی الفاروق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔
(۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمدؒ متوفی فی حدود ۹۰۰ھ۔
(۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ منا وعوضؒ متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔
(۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرزؒ متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتداء سے سیقول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔
(۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ حنبلیؒ متوفی ۷۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشکلہ وغریبہ کی تشریح ہے

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نور الدین حمزہ بن محمود قرامانیؒ متوفی ۸۷۱ھ یہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام ہے تقشیر التفسیر۔

(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعیؒ مشہور بہ عجم سنان۔ اولہ الحمد للہ الذی نوّر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ وماکادوا یفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینیؒ متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات ونکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتداء سورت اعراف تک ہے اور آگے سورۂ نبأ سے آخرِ قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنفؒ نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامیؒ کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ وشرح علامہ سعد اللہ بن عیسیٰؒ شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ سورۂ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف وشریف ابحاث پر مشتمل ہے۔ مدرسین کے نزدیک معتمد تھی۔

(۲۴) حاشیہ وشرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسامؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورۂ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورۂ مُلک۔ مدثر۔ قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولی مصطفےٰ بن محمدؒ مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولی محمد بن عبد الوہابؒ مشہور بہ عبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طٰہٰ تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولی محمد بن مصطفی بن الحاج حسنؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاریؒ متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زہراوین سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین حلبی طبیبؒ۔

(۳۰) حاشیہ وشرح شیخ محمد عابد لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ متوفی ۹۷۸ھ وقیل ۹۹۷ھ۔

(۳۲) شرح شیخ ملا عبد السلام لاہوریؒ متوفی ۱۰۲۷ھ۔

(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتیؒ متوفی ۹۸۲ھ۔

(۳۴) شرح شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی متوفی ۱۰۵۲ھ آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللمعات۔ واشعۃ اللمعات۔

(۳۵) تعلیقات ملا حسین خلخالیؒ۔ یہ سورت یٰس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولھا الحمد للہ الذی تولہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ

(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبیؒ متوفی ۹۲۲ھ۔

(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیر بہ اخوینؒ متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف زہراوین پر ہے۔

(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبد الغنیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک ہے۔

(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صدر الدین شروانیؒ متوفی ۱۰۲۰ھ یہ الٓمٓ ذلک الکتٰب تک ہے۔

(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایۃ اللہ علائیؒ متوفی ۱۰۳۹ھ۔

(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرانشیؒ۔ یہ جزء نبأ پر ہے۔

(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امینؒ مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام تک ہے۔

(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنویؒ متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔ یہ مبنی ہے طریقۂ ایجاز بلکہ طریقہ تعمیہ والغاز پر۔ اولھا الحمد للہ الذی فضل بفضلہ العالمین علی الجاھلین الخ۔

(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمدؒ متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ زہراوین پر ہے اس کا نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔

(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاریؒ متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک ہے۔

(۴۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن ابراہیم حلبیؒ متوفی ۹۷۱ھ۔

(۴۷) شرح جمال الدین عبد الرحیم بن حسن اسنوی شافعیؒ متوفی ۷۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔

(۴۸) شرح بدر الدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعیؒ متوفی بمکہ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبہ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔

(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبد اللہ رومی حنفیؒ۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا تکملہ سورت اسراء سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحیؒ متوفی ۱۲۰۰ھ نے۔

(۵۱) حاشیہ عز الدین بن جماعہ محمد بن عبد العزیز بن محمد کنانی شافعیؒ متوفی ۸۱۹ھ۔

(۵۲) حاشیہ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفیؒ شیخ سیوطی متوفی ۸۷۰ھ۔

(۵۳) حاشیہ سری الدین محمد بن ابراہیمؒ دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔

(۵۴) حاشیہ ابن ہلال حنفی محمد بن علیؒ۔

(۵۵) حاشیہ قاضی عبد الحلیم بن شیخ نصوح رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۸ھ۔ یہ زہراوین وسورت نساء پر ہے۔

(۵۶) حاشیہ قاضی محمد بن یوسف حمیدیؒ متوفی ۱۰۳۳ھ۔

(۵۷) حاشیہ صدر عبد اللہ بن محمد رومیؒ معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔

(۵۸) حاشیہ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزیؒ متوفی ۹۲۷ھ۔

(۵۹) حاشیہ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازیؒ متخلص بہ بسمل۔

(۶۰) حاشیہ قاضی بدر الدین محمد بن محمد عبد الرحمٰن شافعیؒ متوفی ۸۹۰ھ

(۶۱) حاشیہ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکیؒ معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

(۶۲) حاشیہ شیخ بوریني بدر الدین حسن دمشقیؒ متوفی ۱۰۲۴ھ۔

(۶۳) حاشیہ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفیؒ المدرس بدمشق مشہور بہ شماخی متوفی ۱۱۹۹ھ۔

(۶۴) حاشیہ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزء نبأ پر ہے۔

(۶۵) حاشیہ مولانا عبد الحکیم حنفی سیالکوٹیؒ متوفی ۱۰۶۷ھ۔

(۶۶) حاشیہ السید السند الشریف علی بن محمد جرجانیؒ متوفی ۸۱۶ھ۔

(۶۷) حاشیہ نور الدین محمد بن عبد الهادی حنفیؒ نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۸ھ۔

(۶۸) حاشیہ بهاؤ الدین محمد بن حسین العاملی الهمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی الهیئۃ۔

(۶۹) حاشیہ قُنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۹۵ھ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔

(۷۰) حاشیہ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ۔

(۷۱) حاشیہ عضد الدین عبد الرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفیؒ متوفی ۸۸۰ھ۔

(۷۲) حاشیہ محمد بن حمزہ حنفیؒ نزیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔

(۷۳) حاشیہ مولیٰ محمد رومیؒ امام جامع محمود پاشا متوفی ۹۷۳ھ۔

(۷۴) تخریج شیخ عبد الرؤف مناویؒ۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے۔ مسمی بہ الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی۔ اوّلہ الله احمد ان جعلنی من خدّام اهل الکتاب الخ۔

(۷۵) تعلیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسیؒ متوفی ۹۰۳ھ۔

(۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی لمحمد بن محمد بن عبد الرحمٰنؒ المعروف بامام الکاملیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔

(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۹ھ۔ یہ فهم لا یرجعون تک ہے۔

(۷۸) حاشیہ ابراہیم بن محمد مصری شافعیؒ متوفی ۱۰۷۹ھ۔

(۷۹) حاشیہ محمود بن عبد اللہ موصلی مفتیؒ متوفی ۱۰۸۲ھ۔

(۸۰) حاشیہ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ صاحب البحر المبتغیٰ۔

(۸۱) حاشیہ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانیؒ متوفی ۱۰۵۱ھ۔

(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامۃ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ هذا العبد الضعیف وشرحی لہ هذا ختمتہ فی نحو خمسین مجلدًا وسمیتہ باز هار التسهیل وسمیت مقدمتہ باثمار التکمیل وهذہ ترجمتی۔

فانا محمد موسیٰ ابن العارف باللہ الزاهد التقی المولی شیر محمد منحہ اللہ فی الجنّۃ قصور العسجد

مولدی کٹہ خیل وھی قریۃ بین جبلین من مضافات بلدۃ ومدیریۃ دیرہ اسماعیل خان فی اقلیم سرحد من الباکستان کان جدّنا الاعلی من سُکّان بلدۃ غزنی او من سکّان حوالیھا من ولایۃ افغانستان واسم جدّنا ھذا السیّد الشیخ احمد الروحانی وقبرہ فی سفح جبل من جبال غزنی یزار و مشھور فی تلک البلاد وکان من کبار اولیاء اللہ تعالٰی وکذلک ابی کان من الاولیاء الزاھدین العارفین ومن اھل الکشف والمعرفۃ الباطنیّۃ ۔

وکان ابی دائم الاستغراق فی مراقبۃ اللہ وصفاتہ وامور الاٰخرۃ ومع فقرہ کان جودہ وسخاؤہ مشھورًا ولایزال اھل القریۃ یذکرون قصص جودہ العجیبۃ واحوال استغراقہ ومراقبتہ و بصیرتہ القلبیّۃ قرأ ابی بعض الکتب الدینیّۃ علی بعض العلماء فی قریۃ کٹہ خیل ۔

مات ابی فی مرض طویل مرض اجتماع الماء فی البطن والمعدۃ وکنت عند موتہ صغیرًا ابن خمس سنوات بل اصغر ۔

وعند زیارتی لقبر والدی سمعت مرارًا من داخل قبرہ تلاوۃ القراٰن الشریف خصوصًا تلاوۃ سورۃ الملک التی ھی منجیۃ تلاوۃ واضحۃ جیدۃ بلسان فصیح وصوت حسن یأخذ بمجامع القلوب ویجذبھا کانّہ مزمار من مزامیر اٰل داؤد وکنت اشعر بخوف وقشعریرۃ اوّلًا وکانت امّی تشجّعنی وتقول لی لاتخف فاستأنستُ بالتّلاوۃ وزال الخوف من سماع تلاوۃ القراٰن من داخل قبرہ وھذا من عجائب الکرامات ۔ وفی کتب التاریخ انّ بعض الناس کانوایسمعون من قبر ثابت البنانی العارف باللہ تلاوۃ القراٰن الشریف ۔ ثم بعد موت الاب ربّتنی اُمّی الذاکرۃ للہ کثیرًا الصائمۃ القائمۃ للہ وقاسینا مصائب وشدائد فی زمن الصغر ۔

وقرأت اوائل کتب الفقہ وجمیع کتب الفارسیۃ علی بعض علماء القریۃ ۔ ومع اشتغالی بھذہ الدروس زمن الطفولیّۃ اخدم امی واساعدھا فی امور تتعلق بداخل البیت وخارجہ اشتغل جمع العلف لبعض دوابّ البیت وخدمۃ اتیان الماء من بعید وکان الماء فی بعض الازمنۃ علی بُعد ثلاثۃ امیال ۔ ثم خرجت باشارۃ صِھری زوج اختی الخلیفۃ احمد رحمہ اللہ لتحصیل العلم الی بلدۃ عیسٰی خیل وھذا اول خروجی لطلب العلم حینما کان عمری نحو احدی عشرۃ سنۃ او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدۃ کتب منہ فی اشھر عدیدۃ علی شیخی الخلیفۃ محمد رحمہ اللہ باشراف المفتی محمود رحمہ اللہ ۔

ثم ذھبتُ معہ الی قریۃ اباخیل من قری مدیریۃ بنوں فمکثتُ فیھا سنتین وحفظت ھناک جمیع کتب الصرف الی الفصول الاکبریۃ وکتب النحو الی الکافیۃ واوائل کتب المنطق علی

مولانا جان محمد وعلی المفتی الکبیر الزعیم الشہیر فی العالم مولانا محمودؒ ثم ذہبتُ مع الشیخ المفتی المذکور الی قریۃ عبد الخیل فبقیتُ معہ ہناک نحو سنتین وقرأت علیہ شرح الجامی ومختصر المعانی والمنطق الی سلّم العلوم والمقامات واصول الشاشی وشرح المیبذی لہدایۃ الحکمۃ وشرح الوقایۃ وبعض کتب القراءۃ والتجوید۔

ثم سافرت الی اکوڑہ خٹک ومکثت فی دار العلوم الحقانیۃ نحو سنتین وقرأت ہناک جمیع کتب المنطق الّا القاضی مبارک وجمیع کتب الفلسفۃ واقلیدس والمیراث واصول الفقہ الّا التلویح والتوضیح وقرأت المطول وجمیع کتب الادب العربی۔

وسافرت من اکوڑہ خٹک فی الاجازات السنویۃ اجازات شہر رمضان الی بلدۃ راولپنڈی فقرأت ترجمۃ القرآن الشریف بتمامہ علی المفسر الکبیر جامع الفنون مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ثم ذہبت الی ملتان ودخلت فی الجامعۃ الکبیرۃ قاسم العلوم فمکثتُ فیہا ثلاثۃ اعوام و تخرّجتُ من جمیع العلوم من الفقہ والحدیث والتفسیر والمنطق والاصول وعلم القراءۃ قراءات السبع۔

ثم عُیّنتُ مدرّسًا فی مدرسۃ مطلع العلوم فی بلدۃ کوئٹہ من اقلیم بلوچستان الی مدۃ ثم فی مدرسۃ اسلامیۃ فی بلدۃ بوریوالہ ثم فی قاسم العلوم ببلدۃ ملتان ثم فی الجامعۃ الاشرفیۃ ببلدۃ لاہور منذ سنۃ ۱۹۷۱ء وانا الی الآن فیہا مشغولٌ بالتدریس والحمد للہ ربّ العالمین۔

ثم ان اللہ تعالیٰ وسبحانہ علیّ فی باب العلم مِننًا ونِعمًا لا تُعدُّ ولا تحصیٰ خصّنی بامور علمیّۃ شریفۃ ومننٍ عظیمۃ منیفۃ من بین علماء ہذا العصر اقول ہذا تحدیثًا بنعمۃ اللہ الکریم وشکرًا لجزیل الائہ لا فخرًا وریاءً وکیف یفخر من اوّلہ نطفۃ وآخرہ جیفۃ وبین یدیہ القبر وعقبات الآخرۃ لا یدری فیہا مصیرہ وفیہا یسئل عن ذرۃ من اعمالہ ؎

مابالُ من اوّلُہ نُطفۃٌ　　　وجیفۃٌ آخرہ یفخر

فمما منّ اللہ تبارک وتعالیٰ بہ علیّ انی ما سکنتُ فی مدرسۃ وجامعۃ للتحصیل الّا و انا اسبق الطلبۃ وفوقہم فی نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقنی فی ذلک احد منہم بل ما ساوانی منہم طالب قطّ وہکذا کان حالی الی ان تخرّجتُ من العلوم کلّہا حتی انّ بعض الطلبۃ من الرفقاء یجتہدون الی غایۃ ویحفظون کتب الدرس للامتحان خفیۃً کی یفوقونی فی

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما نجح احد بمرامه هذا ولله الحمد۔ وحتی ان الشيوخ والطلبة كانوا يتحيرون ويتعجبون من شدة ذكائی وقوة حافظتی وسعة مطالعتی واحاطتی بما فی كتب الدرس زمن التعلم۔ وهنا قصص من هذا الباب كثيرة اطوی عنها الكشح اختصارا۔

ومما منّ الله تبارك وتعالیٰ به علیّ انی كثيرا ما كنت احلّ المسائل المشكلة فی الفنون او العبارات الصعبة فی الكتب حلا ينداغ به الاشكالات فی زمن الطلب والتحصيل وقد عجز عن حلها المدرسون الكبار بل اساتذتی العظام فكانوا يختبروننی بأسألة استصعبوها او عجزوا عن حلها ويمتحنوننی فی الدرس بمواضع صعبة من العبارات فی الكتب التی قد قضوا عليها بالغلط وانا لا اعرف حالهم فكنت احلها بداهة واقرر تقريرا ينتفی به اشكال الكلام وينحل المرام فيتعجبون تعجبا وكل ذلك باحسان والهام من الله تعالیٰ وسبحانه ولا فخر۔ وهذا امر غريب قلما رآه احد من العلماء فی المتعلمين وهنا غير واحد من الاخبار والقصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذكرها۔

ومما منّ الله تبارك وتعالیٰ انّ الخصلة المذكورة لی باقية الی الآن بل ازدادت ازديادا بتوفيق الله تعالیٰ واحسانه ولله الحمد والمنة۔ فاذكر بتوفيق الله تعالیٰ فی اثناء الدروس للطلبة وفی التصنيفات توجيهات واسرارا من عند نفسی فی حلّ المعضلات العلميّة والمغلقات من فنون شتّی كالتفسير والحديث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربيّة وغير ذلك۔ فلی توجيهات جيّدة وتقريرات قويّة فی غير واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصافح الاذهان وتدخل الأذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر۔ ومصنّفاتی ودروسی شاهد اعدلِ علی ذلك۔ ومن شكّ فليرجع الی كتبی نحو بغية الكامل وفتح العليم وفتح الله وغير ذلك۔

ومما منّ الله تعالیٰ به علیّ انه وفّقنی بفضله وكرمه لاستخراج اجوبة كثيرة خلت عنها الزبر واستنباط غير واحد من توجيهات ووجوه ما فتق بها الأذان من قبلی وذلك عند حلّ سوال علمیّ مهمّ ودفع مشكلة علميّة قويّة حتی انی ربما اذكر فی حلّ سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجيهات او نحو عشرين واكثر الی عدة مآتٍ وكتبی تنبأك ما سطرتُ ان طالعتَ وحقّقتَ ويثلج بها صدرك ان فتّشتَ ودقّقتَ۔

وهذا الاستكثار من الاسرار المكتومة والدقائق المكنونة والعلوم السنيّة والوجوه العليّة نعمة من الله تعالیٰ عظيمة۔ ولا يقدر علی الاستكثار هذا الّا من رزق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقة النظر ذاکرة قویة وذهناً غواصاً بفضل الله وکرمه۔ وان شئت مصداق ذلك فارجع الی بعض تصانیفی فذکرتُ فی کتابی فتح العلیم نحو مائة وتسعین جواباً وتوجیهاً لحل الاشکال العظیم فی تشبیه حدیث کما صلیت علی ابراهیم۔ مع اسرار ودقائق علمیة کثیرة من هذا الباب۔

حتی قال بعض العلماء بعد رؤیة فتح العلیم ما سمعنا ان احداً من العلماء القدماء ذکر لمسألة علمیة هذا القدر من عدد الاجوبة والتوجیهات بل ولا نصفها وقال بعض کبار ائمة الحرمین الشریفین عند مطالعة فتح العلیم ان امثال هذه التحقیقات لا یقدر علیها عامة علماء العصر وانما کان هذا شان العلماء قبل خمسمائة سنة او اکثر من ذلك۔

وَ انهیتُ فی فتح الله وجوه خصائص الجلالة الی ماینیف علی خمسین وسبع مائة خاصّة فلا یطلع احد من الفضلاء علی هذا الکتاب الّا وهو یتعجب من جمع هذه الخصائص الکثیرة اقول هذا تحدیثاً ولا فخر۔

ورأیت فی السلف الشیخ العلامة ابن القیم رحمه الله تعالی ممتازاً فی هذه الخصلة السنیة حیث سلك فی غیر واحد من کتبه هذا المسلك من ذکر اجوبة ووجوه کثیرة لحلّ سوال واحدٍ او ایضاح مطلبٍ واحد فانا متبّعٌ منهجه وسالكٌ سبیله وان کنتُ قلیل البضاعة ذا قلم مکسور وصدر مصدور وانی للظالع ان یدرك شأو الضلیع۔

أسیرُ خلف رِکابِ النُجبِ ذا عرجٍ مؤمّلاً جبرَ مالاقیتُ مِن عرجِ

فان لحقتُ بهم مِن بعدِ ما سبقوا فکم لربِّ السما فی الناسِ مِن فرَجِ

وان ظللتُ بِقفرِ الارضِ منقطِعاً فما علی عرَجٍ فی ذاك من حرَجِ

وحقّ والحقّ احقّ ان یحقّ ان البعید قریب اذا التقی العزم والتوفیق کما ان القریب بعید اذا تلاقی التفریط والتعویق۔

ومما مَنّ الله تعالی به علیّ تصنیفی لکتب کثیرة فی فنون شتی وسهّل الله لی طریق التالیف والتصنیف واسباب ذلك بتوفیقه وفضله فصنّفت نحو مائة کتب فی فنون مختلفة من التفسیر والحدیث والمنطق والفلسفة والهیئة والنجوم القدیمة والحدیثة وعلم المرایا وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربیة والبلاغة وعلم التاریخ وغیر ذلك واقول کما قال بعض القدماء من العلماء ما من مسألة مهمّة من مهمات الفنون والعلوم الّا وانا استطیع بفضله تعالی وکرمه ان اؤلف فیها کتاباً کبیراً او رسالة بتوفیق الملك المنعام والحمد لله علی احسانه وکرمه۔

ومما انعم الله تعالیٰ بہ علیّ فی باب التصنیف ان جعل تسویدی للتصانیف تبییضاً لها و مُسوّدتی مبیّضۃً علی ما جمعت علوماً کثیرۃ وحوالاتٍ علی کتب الائمۃ متوفّرۃ ولله الحمد والمنّۃ ولا فخر۔

وھذہ خصلۃ نادرۃ الوجود منّ الله تعالیٰ وسبحانہ بها علیّ فیما بین العلماء الکبار فانّ المصنفین اغلبهم یسوّدون اوّلاً بجمع المسائل من غیر رعایۃ ترتیب ومن غیر لحاظ تحسین ونحو ذلک ثم یرجعون ویکرّرون النظر فیها فیبیّضُون بتغییر ما کتبوا اوّلاً وایقاع نبذ من المحو و الاثبات فیها وکون المسوّدۃ مبیّضۃً قلّ من یتّصف بها ویُعدّ ھذا الوصف من النوادر و یورد فی اثناء المدائح۔

ولذا قال الشیخ عبد الحیّ اللکنوی رحمہ الله وانی احمد الله حمداً کثیراً علی انہ جعلنی فیما بین علماء عصری متصفاً بهذہ الصفۃ وجعل مسوّداتی لمؤلّفاتی مبیّضۃ اوکالمبیّضۃ اھ وقال الجلال السیوطی رحمہ الله فی طبقات النحاۃ عند سرد احوال العلامۃ قطب الدین الشیرازی شارح حکمۃ الاشراق والقانون والتحفۃ الشاهیۃ ونهایۃ الادراک ان مسوّدتہ مبیّضۃ اھ

ومما منّ الله تعالیٰ بہ علیّ التبحّر فی العلوم کلها النقلیۃ والعقلیۃ من التفسیر والحدیث والفقہ والکلام والاصول والمعانی والبیان والنحو والصرف والاشتقاق واللغۃ العربیۃ و سائر علوم العربیۃ وما یتعلق بذلک والمنطق والطبعیات والالهیات وعلم السماء والعالم و الهندسۃ وعلم الهیئۃ القدیمۃ الیونانیۃ والهیئۃ الحدیثۃ الکوبرنیکسیۃ۔ ولی تصانیف فی ھذہ العلوم وتعالیق علی کتبها۔

بل اعرف بالضبط والمعرفۃ الجیّدۃ غیر واحد من الفنون التی لا یعرفها علماء العصر فضلاً عن التبحر والتمهّر فیها۔ ومشایخی الکبار واکابر علماء العصر الذین هم فی مرتبۃ مشایخی یعترفون لی بذلک وربما جعلونی حکماً فی تحقیق بعض المسائل المختلفۃ المهمّۃ وربّما فوّضُوا الیّ تحقیق مباحث مهمّۃ معضلۃ یعجز عن تحقیقها علماء الزمان عن آخرهم وطلبوا منّی بسطها وتحقیقها فحققتها بالادلّۃ المقنعۃ واستقصیت الکلام فیها بالادلۃ الشافیۃ الکافیۃ بتوفیق الله تعالیٰ وفضلہ فسلّموا لذلک واعجبهم ما ذکرت وعملوا بوفق ما حرّرتُ و حقّقتُ ولله الحمد والمنۃ۔

وبالجملۃ سهّل الله تعالیٰ لی ھذہ العلوم لاسیّما العلوم العقلیۃ من المنطق والفلسفۃ بانواعِها حیثُ وَهَبَ لی فیها مقام المجتهد المطلق۔ فابحث فی فصولها وابوابها واحکامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذكر الحقائق السنية وايراد الدقائق العلية حسب اصول المعقول كأني مجتهدها ومؤسسها واغوص في مباحث لم يغص فيها احد قبلي واستنبط علوما واسرارا لم يطمثهن احد من قبلي واستنبط خرائد لم يطمثهن احد غيري.

وابدي في الدرس بين حلقات الطلبة والعلماء من النكات المخفية والعلوم المستورة ما يظن السامع ان عمري مضى في هذا الفن الواحد وفي استحكامه. وهكذا حال درسي لجميع كتب الفنون العقلية والنقلية وهكذا يحسب سامع كل درس لي في جميع الفنون وذلك لكثرة ما يسمع من النقض والابرام على وفق الاصول وضبطي للاصول والفروع. ولكثرة ما يقرع سمعه من بدائع اللطائف ولطائف البدائع. ولله الحمد ولا فخر. ذكرت نبذا مما من الله به علي تحديثا بالنعم وترغيبا للطلبة والعلماء في جمع العلوم وهداية لهم الى مسالك الفنون واشارة لهم الى ان من جدَّ وَجَدَ ومن دقَّ الباب ولجّ وَلَجَ ولنعم ما قيل ؎

بجدّ لا بجدٍّ كل مجدٍ ... وهل جدٌّ بلا جدٍّ بمجدٍ

هذا والله اعلم وعلمه اتم وفضله اجل ونعمه اكمل.



فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطاء کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ الاخطاء لاتحطّ عن مقام البیضاوی ومکانتہ فانہ عالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم الکبیر الذی لایخطئ بل الکبیر من تعدّ اخطاؤہ وتحدّ وتقلّ۔

(۱) بیضاویؒ نے مثلھم کمثل الذی استوقد ناراً کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور یہ تفسیر وقول خلافِ اَولیٰ ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت وعلما محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت ومحققین کے نزدیک یہاں پر اِستوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنی الافعال کاستجابَ بمعنی اَجابَ وحکی الامام ابوزید اَوقَدَ واِستوقَدَ بمعنی کاجاب واستجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اَوقدھا ہے ای طلبوا ناراً فاوقدوھا۔ قول بالحذف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللّٰہ بنورھم کا مفہوم درست ہوجائے۔ کیونکہ ذہابِ نور وجودِ نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلبِ نار سے تحققِ نار لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقدھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلمّا اَضاءَتْ میں فاء تفریع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبلِ اِضاءۃ سبب ہوگا اضاءۃ کے لیے۔ اور اضاءۃ کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلبِ وقود پر۔ اور ایقاد سببِ اضاءۃ تو ہوسکتا ہے طلبِ وقود نہیں ہوسکتا۔ بہرحال حسب تفصیل بیضاویؒ یہاں پر اشکالِ عظیم ہے جو بغیر قول بالمحذوف مندفع نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحذف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو قول بالمحذوف کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(۲) فلمّا اضاءت ما حولہ کی ترکیب میں بیضاویؒ نے متعدد احتمالات تبعاً للزمخشری ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزیدہ ہے اور حولہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ ابعد ہیں اور اعجاز قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصاً زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اوّل اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی امکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معیّن پر دال ہوگا اور تقدیر فی مکان معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجدَ غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیر فی ظروفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرۃ فی الموصول المعبّر بہ عن المکان المعیّن۔

نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وھو لزوم المکان للمکان واتحاد الظرف مع المظروف وھو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہوکر۔ اور حول سے بھی مراد امکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور مَا سے بھی مراد امکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاویؒ۔ والتقدیر فلما اضاءت النار الامکنۃ التی ثبتت فی الامکنۃ۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور مَا سے جو امکنہ مراد ہیں حولہ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشئ لنفسہ واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علماء نے اگرچہ اس کا حلّ ذکر کیا ہے لیکن بہر حال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاویؒ جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ مَا زائدہ ہو نہایت بعید و باطل ہے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول بزیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلام عرب میں جلستُ ما مکانا یا جلستُ ما یوم الخمیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابو حیان نحوی بحر محیط جلد اول ص۸۰ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد الزمخشری بھذا الوجہ مع انہ لا یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلساً حسناً ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔ انتہیٰ بتصرف۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں لا حاجۃ الی ارتکاب ما قل استعمالہ لاسیما زیادۃ مَا ھنا حتی ذکروا انہا لم تسمع ھنا ولم یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلساً حسناً ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔

ویالیت شعری من این اخذ ذلک الزمخشری وکیف تبعہ البیضاوی انتہی۔ روح المعانی، ج ۱ ص ۱۶۵۔

(۳) مالک یوم الدین میں ایک قرارت مَلِكِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قراتیں ہیں۔ امام عاصم و کسائی یہاں پر مالکِ پڑھتے ہیں اور باقی قرا، مَلِک پڑھتے ہیں۔

بیضاوی قراتِ مَلِک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وھو المختار لانہ قراءۃ اھل الحرمین الخ بیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرارت ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قرا، و محدثین کے نزدیک قراراتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرارت پر دوسری قرارت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرارت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قراراتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بتواتر ثابت ہیں۔ بہر حال کسی ایک قرارت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کئی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کر کے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہ صحت کی جاسکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہر حال اولیٰ و احسن ہے قال ابو شامۃ قد اکثر المصنفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءۃ مالک وملک حتی بالغ بعضھم الی حدٍّ یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاولیٰ وھذا لیس بمحمود بعد ثبوت القراءتین واتصاف الرب بہما بمعناھما انتہی۔

(۴) بیضاویؒ محققین کاملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علمِ حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مس و تعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر و محقق کے لیے یہ بڑا نقص و عیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع و ضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیھم العذاب حتماً مقضیاً فیقرأ صبیٌّ من صبیانھم فی الکتاب الحمد للہ رب العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنھم بذلک العذاب اربعین سنۃ۔ قال الحافظ العراقی انہ موضوع۔

(۲) اسی طرح آیت واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنّا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ذکر کی ہے جو کہ موضوع ہے قال ابن حجر ان ھذا الحدیث ای حدیث

قصة رئیس المنافقین منکر وھو سلسلة الکذب لا سلسلة الذھب وآثار الوضع علیه لائحة۔
ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفاء کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار واحادیثِ موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا خلوا الی شیاطینهم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیاطین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور چند سطور قبل آپ نے ان آیات کا شان نزول رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا اس شان نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہوگا نہ کہ صغار منافقین الّا ان یقال ان قول البیضاوی ھذا مبنیّ علی غیر تلك الروایة لکن فیه بعدٌ لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمن ذلك ما قال البیضاوی علی ما ذکرہ البھاء العاملی عند قوله تعالٰی فی سورة هود لیبلوکم ایکم احسن عملا انّ الفعل معلّق عن العمل وقال فی سورة الملك نقیض ذلك۔ وصرح فی سورة هود بانّ التوراة کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورة المؤمنون نقیض ذلك۔ وقال عند قوله تعالٰی فی سورة مریم وکان رسولا نبیا ان الرسول لا یلزم ان یکون صاحب شریعة وقال فی سورة الحج نقیض ذلك۔ وصرح فی سورة النمل بان سلیمان علیه السلام توجه الی الحج بعد اتمام بیت المقدس وقال فی سورة سبأ نقیض ذلك هذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغبؒ سے نقل فرماتے ہیں اور کشّاف سے بھی اخذ کرتے ہیں لیکن گاہے گاہے تقلید زمخشری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنی تحقیق کر لیتے کتبِ لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً ویمدھم فی طغیانهم یعمھون میں لکھتے ہیں من مدّ الجیش وامدّہ اذا زادہ وقوّاہ لا من المدّ فی العمر فانه یعدّی باللام کاملی لھم ویدل علیه قراءة ابن کثیر ویُمدّھم اھ بحاصله۔ قراءتِ ابن کثیر میں یُمِدُّ بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قراء یَمُدُّ بفتح یا وضم میم من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مدّ مجرد کے دو معنی ہیں اوّل زیادت۔ دوّم امہال۔ اور مدّ فی العمر بمعنی امہال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللام ہے۔ اور امداد یعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدّ فی العمر یعنی امہال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاویؒ کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اول اس لیے کہ مد بمعنی امہال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح اَمدّ اِمداداً کا معنی صرف زادہٗ زیادۃً نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی امہل امہالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوهری مدّ الله فی عمرہٖ ومدّہٗ فی غیّہٖ ای امهله وطوّل له وروی عن ابن عباس ان المدّ ههنا بمعنی الاملاء والاملاء هو الامهال۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں والحق ان الامهال هنا محتمل والیه ذهب الزجاج وابن کیسان فقد ورد عند من یعول الیه من اهل اللغة کل منهما ثلاثیاً ومزیداً ومعدّی بنفسه وباللام وکلاهما من اصل واحد ومعناهما یرجع الی الزیادة کمّاً او کیفاً انتهی۔

(۷) قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہذا کے بعض مواضع میں مذہبِ متکلمین کی بجائے مذہبِ فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاجِ عالم الی المؤثّر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وهو کل ما سواه تعالیٰ من الجواهر والاعراض فانها لامکانها وافتقارها الی مؤثّر واجبٍ لذاته تدلّ علی وجودہٖ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفۂ یونان کا مسلک ہے۔ متکلمین کے نزدیک علتِ احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہب متکلمین کے مقابلہ میں مذہبِ فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص ومرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم وامام علماء اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیهم ولا الضّالّین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیهم الیهود لقوله تعالیٰ فیهم من لعنه الله وغضب علیه والضّالّین النصاریٰ لقوله تعالیٰ قد ضلّوا من قبل واَضلّوا کثیراً وقد روی مرفوعاً اھ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہٖ وحسّنه ابن حبان فی صحیحه عن عدی بن حاتم واخرجه ابن مردویه

عن ابی ذر رضی اللہ عنہما بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیھم قال ھم الیھود ولا الضالین قال النصاری وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔
یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع واجماع سے اپنی رائے پر اعتماد کر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدول کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح واقوی شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالی کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے۔

مثلاً بیضاوی نے سورت یٰس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری لمستقر لھا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری لمستقر لھا ای لحد معین ینتھی الیہ دورھا فشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ او لکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیھا بُطءٌ بحیث یظن ان لھا ھناک وقفۃ قال ؂ والشمس حیری لھا بالجو تدویم۔ اولا ستقرار لھا علی نھج مخصوص اولمنتھی مقدر لکل یوم من المشارق والمغارب فان لھا فی دورھا ثلثمائۃ وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیھا الی العام القابل اولمنقطع جریھا عند خراب العالم انتھی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیتِ متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے
اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتدری این تذھب ھذہ قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انھا تذھب فتستأذن فی السجود فیؤذن لھا وکانھا قد قیل لھا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا قال ثم قرأ وذلک مستقر لھا قال وذلک فی قراءۃ عبداللہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔
ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبدالحق فی اللمعات قد ذُکر لہ ای لقولہ مستقر لھا فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ ھو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوھا فی تفسیرہ ولم یذکر ھذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشعر بضیق الصدر نسأل اللہ العافیۃ انتھی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین و مفسرین و علماء کرام کے نزدیک عیسٰی اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشّاف لکھا ہے کہ زمانۂ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیؐ۔ وفی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجعہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۱ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسٰی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسرائیل وواحداً من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرسّ بعد خالد بمائۃ سنۃٍ انتھٰی۔ ھذا واللہ اعلم۔



اس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ ا۔

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصراً ذکر کرتے ہیں:۔

حدِّ تفسیر:۔ تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اس کا ماخذ فسر بمعنی بیان و کشف ہے۔ بنابریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قولِ ثانی۔ یہ مقلوب سفر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال اَسفر الصبحُ ای اضاء۔ قال اللہ تعالیٰ والصبح اذا اسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف اعیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ مبنی ہے قلب پر اور قلب خلافِ اصل ہے۔

قولِ ثالث:۔ اس کا ماخذ تفسرۃ ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیشِ نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشفِ معانی اور ضیائے بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حد اصطلاحی۔ قیل ھو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقۃ البشریۃ بنابریں تعریف علم قرارت خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل ھو علم یعرف بہ معانی کلام اللہ تعالیٰ و الفاظہ بحسب الطاقۃ البشریۃ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرارت داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وقیل ھو العلم الباحث عن اصول کلام اللہ من حیث الدلالۃ علی المراد واختارہ التفتازانی وغیرہ۔

بیان موضوع وغایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادۃ الدارین والاعتصام بالعروۃ الوثقیٰ۔ کذا قالوا۔ والحق عندی ان یقال انّ غایتہ الاطلاع علی مراد اللہ من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)

قرآن مجید سے مراد اللہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تفسیر۔ دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجبِ ثواب ہیں۔ عُرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اَوْل ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکأنّہ صرف الاٰیۃ الیٰ ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایالۃ بمعنی سیاسۃ ہے کأنّ المؤوّل للکلام ساس الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ ابو عبیدؒ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قولِ ثانی۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق ابحاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قولِ ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل ما یتعلق بالکتب الالٰھیّۃ والتفسیر ما یتعلق بھا او بغیرھا من کتب الفنون ھذا ما یعلم من کلام الراغب۔

قول رابع، تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنّی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اللہ یہ ہے تفسیر ہے ففیہ شھادۃ علی انّ اللہ عنی باللفظ ھذا المعنی۔ اور تاویل محتملات و معانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدون القطع و بدون الشھادۃ علی اللہ تعالیٰ ھذا واللہ اعلم۔

ھذا اٰخر ما تیسّر لھذا العبد الضعیف جمعہ و ترتیبہ
و تحریرہ وقد استراح القلم منہ ضحوۃ یوم
الاربعاء الثامن والعشرین من الصفر سنۃ ۱۴۰۳ھ
والحمد للہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ اٰلہ و
اصحابہ اجمعین ؛



فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء ثانی)

فهرستُ مؤلفات الروحَاني البَازي

أعلى الله درجاته في دارالسّلام و طيّب آثاره

ندرج ههنا مؤلفات المحدّث المفسّر الفقيه الرحلة الحجّة الشهير في الآفاق جامع المعقول و المنقول أمير المؤمنين في الحديث العلامة الأوحدي و الفهامة اللوذعي الشاعر اللغوي الأديب الشيخ مولانا محمد موسى الروحاني البازي وآثاره العلمية الخالدة . رَحمه الله تعالى رحمة واسعة .

﴿ **قال الشيخ الروحاني البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ في بعض مؤلفاته :** تصانيفي بعضها باللغة العربية وبعضها بلغة الأردو وبعضها بالفارسية وغيرها من الألسنة ثم إن بعضها مطبوعة وبعضها غير مطبوعة لعدم تيسر أسباب الطباعة . و بعضها صغار و بعضها كبار و بعضها في عدة مجلدات .

وقد وفّقني الله تعالى للتصنيف في جميع الفنون الرائجة قديمًا وحديثًا في علماء الإسلام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَىٰ مثل فنّ علم التفسير و فنّ أصوله و علم رواية الحديث و علم الفقه و أصوله و علم اللغة العربية و الأدب العربي و علم الصرف و علم الاشتقاق و علم النحو و علم الفروق اللغوية و علم العروض و علم القافية وعلم أصول العروض و في الدعوة الإسلامية والنصائح و علم المنطق و علم الطبيعي من الفلسفة و علم الإلهيات و علم الهيئة القديمة و علم الهيئة الحديثة و علم الأخلاق و علم العقائد الإسلامية وعلم الفِرق المختلفة و علم الأمور العامة و علم التاريخ و علم التجويد و علم القراءة . ولله الحمد و المنة .

وكذلك درست بتوفيق الله تعالى في المدارس والجامعات كتب أكثر هذه الفنون إلى مدة . ولله الحمد والمنة . ﴾

هذه أسماء نبذة من تصانيف الشيخ البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ في العلوم المختلفة و الفنون المتعددة من غير استقصاء

في علم التفسير

١ - شرح و تفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على أسرار و علوم .

٢ - أزهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على أربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير المشهور بأنوار التنزيل للعلامة المحقّق البيضاوي .

٣ - أثمار التكميل مقدمة أزهار التسهيل في مجلّدين .

٤ - كتابُ علوم القرآن . بيّن فيه المصنف البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ أصول التفسير ومباديه و علومه الكلية وأتى فيه بمسائل مفيدة مهمة إلى غاية .

٥ - تفسير آية " قُلْ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ " الآية . ذكر فيه المصنف البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ من باب سعة رحمة الله غرائب أسرار و عجائب مكنونة مشتملة عليها هـذه الآية نحو سبعين سرًّا و هذه أسرار لطيفة مثيرة لساكن العزمات إلى غرفات نيرات في روضات الجنّات . فتحها الله عَزَّ وَجَلَّ على المصنف وقد خلت عنها زبر السلف والخلف . ولله الحمد و المنة .

٦ - كتاب تفسير آيات متفرقة من كتاب الله عَزَّ وَجَلَّ و هو مجموعة خطابات تفسيرية كان المصنف البازي يلقيها على الناس و يذيعها بوساطة الراديو في باكستان و ذلك إلى مدة .

٧ - كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الأحكام القرآنية و الحديثية و حكم النسخ و أسراره ومصالحه . رسالة مهمة جدًّا فيها أسرار النسخ ما خلت عنها الكتب . كتبها المصنّف البازي دمغًا لمطاعن غلام أحمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . أبطل فيها المصنف البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ اعتراضات هذا الملحد على الإسلام و على

حكم النسخ . و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هـذا الملحد غلام أحمد و أتباعه .

٨ - فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير في مجلدين ضخمين ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى نحو سبعمائة و خمسين من خصائص و مزايا للاسم الله (الجلالة) ظاهرية و باطنية لغوية و أدبية و روحانية و نحوية و اشتقاقية و عددية و تفسيرية و تاثيرية . و هو من بدائع كتب الدنيا ما لا نظير له في كتب السلف والخلف ولا يطالعه أحد من العلماء أصحاب الذوق السليم والطبع المستقيم إلّا و هو يتعجب مما اجتهد المصنف البازي في جمع الأسرار و البدائع .

٩ - رسالة في تفسير "هدًى للمتّقين" فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ إشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

١٠ - مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١ - شرح حصّة من صحيح مسلم .

٢ - شرح سنن ابن ماجه .

٣ - كتاب علوم الحديث . هذا كتاب مفيد مشتمل على مباحث و علوم من باب أصول الحديث رواية و دراية .

٤ - رياض السنن شرح السنن و الجامع للإمام الترمذي رحمه الله تعالى في مجلدات كثيرة .

٥ - فتح العليم بحلّ الإشكال العظيم في حديث " كما صلّيت على إبراهيم " . هذا كتاب كبير بديع لا نظير له . فتح الله تعالى فيه برحمته وفضله على المصنف البازي أبوابًا من العلوم ما مستها أيدي العقول وما انتهت إليها عقول العلماء الفحول إلى هذا الزمان . ذكر المصنّف في هـذا الكتاب لحـلّ هذا الإشكال العظيم نحو مائة و تسعين جوابًا . قال بعض العلماء الكبار في حق هذا الكتاب : ما سمعنا أن أحدًا من علماء السلف و الخلف أجاب عن مسألة دينية و معضلة علمية هذا العدد من الأجوبة بل و لا نصف هذا العدد .

٦ - أجر الله الجزيل على عمل العبد القليل .

٧ - كتاب الفرق بين النبي و الرسول . هذا كتاب بديع لطيف ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثلاثين فرقًا بين النبي و الرسول مع بيان عجائب الغرائب و غرائب العجائب و بدائع الروائع و روائع البدائع من باب علوم متعلقة بحقيقة النبوة و بشان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام . و هذا

الكتاب لا نظير له في الكتب .

٨ – كتاب الدعاء . كتاب كبير نافع مشتمل على أبحاث مهمة لا غنى عنها .

٩ – النفحة الربانية في كون الأحاديث حجة في القواعد العربية . هذا كتاب كبير أثبت فيه المصنف البازي أن الأحاديث حجة في باب العربية و اللغة . و هو من عجائب الكتب .

١٠ – مختصر فتح العليم .

١١ – كتاب الأربعين البازية .

١٢ – الكنز الأعظم في تعيين الاسم الأعظم . كتاب جامع في هذا الموضوع لم تر العيون نظيرَه في كتب المتقدّمين و لم يقف أحد على مثيله في أسفار المتأخّرين .

١٣ – البركات المكيّة في الصلوات النبوية . كتاب بديع مبارك ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثمانمائة اسم محقَّق من أسماء النبي صلى الله عليه وسلم في صورة الصلوات على خاتم النبيّين صلى الله عليه وسلم .

١٤ – كتاب كبير على حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . كتبها المصنّف دمغًا لمطاعن طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية .

في علم أصول الفقه

١ – شرح التوضيح والتلويح . التوضيح والتلويح كتاب مغلق دقيق محقق جدًّا في أصول الفقه و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان وغيرها . وهو كتاب عويص لايفهم دقائقه وأسراره إلّا الآحاد من أكابر الفن فشرحه المصنف البازي شرحًا محققا و أتى فيه ببدائع النفائس و نفائس البدائع .

في علم الأدب العربي

١ – شرح مفصل لديوان أبي الطيّب المتنبي .

٢ – شرح آخر مختصر لديوان أبي الطيب .

٣ – خصائص اللغة العربيّة و مزاياها . هو كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه فصل فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى الفضائل الكلية و الجزئية لهـذه اللغة المباركة و أتى فيه بلطائف وغرائب و بدائع و روائع تسرّ الناظـرين و تهزّ أعطاف الكاملين و حق ما قيل : كم ترك الأول للآخر .

٤ - رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب مما يحتاج إليه كل عالم ومتعلم لم يصنف في هذا الموضوع أحد قبل ذلك أثبت فيه المصنف البازي علومًا و حقائق الفروق و دقائق الحدود و لطائف التعريفات للمصدر الصريح والمصدر المأوّل وحاصل المصدر واسم المصدر وعلم المصدر والجنس و اسم الجنس وعلم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع والجنس اللغوي والفقهي والعرفي والمنطقي والأصولي و نحو ذلك من المباحث المفيدة إلى غاية .

٥ - شرح ديوان حسان رضي الله عنه .

٦ - الطوبىٰ . قصيدة في نظم أسماء الله الحسنى شهيرة طبعت في صورة رسالة مستقلة أكثر من خمس و عشرين مرة استحسنها العوام و الخواص و استفادوا منها كثيرًا .

٧ - الحسنىٰ . قصيدة في نظم أسماء النبي صلى الله عليه وسلم طبعت في صورة رسالة منفردة مرارًا .

٨ - المباحث الممهدة في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٩ - ديوان القصائد . مشتمل على أشعاري و قصائدي .

في علم النحو

١ - بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملاّ جامي . هذا شرح مبسوط محتو على مباحث و حقائق متعلّقة بالفعل والحرف والاسم و حدودها وعلاماتها و وقوعها محكومًا عليها و بها وغير ذلك من أبحاث تتعلّق بهذا الموضوع . و هذا كتاب لا نظير له في كتب النحو . فيه بدائع و حقائق خلت عنها كتب السلف و الخلف . و كتب بعض كبار العلماء في تقريضه : هذا الكتاب غاية العقل في هذا الموضوع . و من أراد أن يطلع على حقائق الاسم و الفعل و الحرف فوق هذا و أكثر من هذا فليستح .

٢ - التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي . هذا شرح الكتاب للعلامة ملاّ جامي . و هو كتاب معروف و متداول في ديار باكستان و الهند و أفغانستان و بنغله ديش و غيرها و يدرس في مدارسها .

٣ - النجم السعد في مباحث " أمّابعد " . هذا كتاب مفيد لطيف بيّن فيها المصنف البازي رحمه الله تعالى مباحث فصل الخطاب لفظة " أمّابعد " و أوّل قائلها و حكمها الشرعي و إعرابها و ما ينضاف إلى ذلك من المباحث المفيدة و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا و طريقًا من وجوه إعراب و طرق تركيب يحتملها "أمّابعد". و هذا من عجائب اللغة العربية فانظر إلى هذه الكلمة المختصرة و إلى

هذه الوجوه الكثيرة .

٤ – لطائف البال في الفروق بين الأهل و الآل . هو كتاب صغير حجمًا كبير مغزى نافع جدًّا لا مثيل له في موضوعه . جمع فيه المصنف البازي فروقًا كثيرة و مباحث و دقائق يجهلها كثير من الناس و يحتاج إليها العلماء .

٥ – نفحة الرّيحانه في أسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على أسرار هذه اللّفظة .

٦ – الطريق العادل إلى بغية الكامل .

٧ – كتاب الدرّة الفريدة ، في الكلم التي تكون اسمًا و فعلاً و حرفًا أو حوت قسمين من أقسام الكلمة الثلاثة . ذكر المصنف رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه كلمات تكون اسمًا مرة و حرفًا حينا و فعلا مرة أخرى . و هذا من غرائب كتب الدنيا و مما لا مثيل له .

٨ – رسالة في عمل الاسم الجامد .

٩ – النهج السهل إلى مباحث الآل و الأهل . كتاب نافع لأولى الألباب و سِفر رافع لدرجات الطلّاب لم تسمح في هذا الموضوع قريحة بمثاله و لم ينسج في هذا المطلوب ناسج على منواله . كتاب فريد جمع أبحاث الأهل و الآل منها الفروق بين هذه اللفظين التي بلغت أكثر من خمسة و ثلاثين فرقًا و منها الأقاويل في أصل الآل و منها المباحث و الأقوال في محمل آل النبي صلى الله عليه وسلم والمراد بهم و غير ذلك من المباحث المفيدة المهمّة جدًّا .

١٠ – رسالة بديعة في حقيقة المشتق .

١١ – رسالة في حقيقة الفعل .

١٢ – رسالة في حقيقة الحرف .

في علم الصرف

١ – كتاب الصّرف . هو كتاب نافع على منوال جديد .

٢ – التصريف . كتاب دقيق في هذا الفن لا نظير له .

٣ – كتاب الأبواب و تصريفاتها الصغيرة و الكبيرة .

في علمي العروض و القوافي

١ – الرّياض الناضرة شرح محيط الدّائرة .

٢ - العيون الناظرة إلى الرياض الناضرة . هذا كتاب لطيف و مفيد جدًّا مشتمل على أصول هذا الفنّ و أنواع الشعر و ما يتعلّق بذلك من البدائع و الحقائق الشريفة .

٣ - كتاب الوافي شرح الكافي . هذا شرح مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١ - كتاب الفروق اللغوية بين الألفاظ العربية هو كتاب نافع جدًّا لكل عالم و متعلم و بغية مشتاقي الأدب العربي أوضح فيه المصنف فروق مآت ألفاظ متقاربة معنى .

٢ - نعم النّول في أسرار لفظة القول . كتاب مفيد فصلت فيه أبحاث و مسائل متعلقة بلفظة القول و مادة " ق ، و ، ل " . و أتى فيه المصنف البازي أسرارًا و أثبت بالدلائل أن هذا البناء بحر فحدث عن البحر ولا حرج .

٣ - كتاب زيادة المعنى لزيادة المبنى . ذكر المصنّف فيه أن زيادة المادة و الحروف تدلّ على زيادة المعنى و أتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة و أقوال الأئمة .

٤ - فتح الصمد في نظم أسماء الأسد المعروف بلقب نظم الفقير الروحاني في رثاء الشيخ عبدالحق الحقّاني . هذه قصيدة فريدة لا نظير لها في الماضي قد جمع فيها المصنف ما ينيف على ستمائة من أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد و هي في رثاء المحدّث الكبير مسند العَصر جامع المعقولات و المنقولات شيخ الحديث مولانا عبدالحق رحمه الله تعالى مؤسّس جامعة دارالعلوم الحقانية ببلدة أكوره ختك .

٥ - كتاب كبير في أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد .

٦ - رسالة في وضع اللغات .

في النصائح و الدعوة الإسلامية العامة

١ - تعليم الرفق في طلب الرزق .

٢ - استعظام الصغائر .

٣ - تنبيه العقلاء على حقوق النساء .

٤ - ترغيب المسلمين في الرزق الحلال و طِعمة الصالحين .

٥ - منازل الإسلام .

٦ - فوائد الاتفاق .

٧ - عدل الحاكم و رعاية الرعية .

٨ - جنة القناعة .

٩ - أحوال القبر و ذكر ما فيها عبرة .

١٠ - الموت و ما فيه من الموعظة .

١١ - مَن العاقل و ما تعريفه و حدّه .

١٢ - التوحيد و مقتضاه و ثمراته .

في علم التاريخ

١ - تحبير الحسب بمعرفة أقسام العرب وطبقات العرب . كتاب مفيد فيه بيان طبقات العرب وتفصيل أقسامهم و ما ينضاف إلى ذلك .

٢ - الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة . بيّن المصنف البازي في هذا الكتاب أحوال الفرق في المسلمين و تفاصيل مؤسس كل فرقة .

٣ - مرآة النّجباء في تاريخ الأنبياء . هذا كتاب تاريخي مشتمل على أهم واقعات الأنبياء وتواريخهم عليهم الصلاة والسلام .

٤ - التحقيق في الزنديق . رسالة لطيفة فيها تفصيل تعريف الزنديق و تحقيق لفظه و بيان مصداقه من الفرق الباطلة و حقق فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى مستدلًّا بالكتاب و السنة وأقوال الأئمة الكبار أن الفرقة القاديانية أتباع المتنبي غلام أحمد الكذاب الدجال من الزنادقة و أنه لا يجوز إبقاؤهم في الدول الإسلامية بأخذ الجزية عنهم بل يجب قتلهم .

٥ - عبرة السائس بأحوال ملوك فارس . فصل المصنف البازي رحمه الله تعالى فيه تراجم ملوك فارس حسب ترتيب تملكهم وأحوال طبقتي ملوكهم الكينية و الساسانية و ما آل إليه أمرهم و في ذلك عبرة للمعتبرين .

٦ - غاية الطلب في أسواق العرب . كتاب أدبي تاريخي ذكر فيه المصنف البازي تواريخ الأسواق المشهورة في العرب و ما يتعلق بذلك الموضوع من حقائق أدبية .

٧ - إعلام الكرام بأحوال الملائكة العظام . بلغة أردو .

٨ - تراجم شارحي تفسير البيضاوي و مُحشّيه .

٩ - الطاحون في أحوال الطاعون .

١٠ - النظرة إلى الفترة . كتاب صغير مهم تاريخي في مصاديق زمن الفترة و أقسامها بأحكامها وما يتعلق بهذا الموضوع .

١١ - تاريخ العلماء و الأعيان .

١٢ - ترجمة سلمان الفارسي رضي الله عنه .

١٣ - توجيهات علمية لأنوار مقبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه . كتاب بديع بيّن فيه المصنف رحمه الله تعالى نحو ثلاثين توجيها علميا لأنوار قبر سلمان الفارسي رضي الله عنه .

في علم المنطق

١ - شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي . كتاب حمد الله شرح سلم العلوم للشيخ العلامة حمد الله السنديلي كتاب كبير مغلق دقيق محقق جدًّا في المنطق وهو مما يقرأ و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها لازما و لا يفهم دقائقه و أسراره إلّا بعض أكابر الفن وللمصنف البازي رحمه الله تعالى شهرة في حل هذا الكتاب فشرحه شرحا محققا و أتى فيه ببدائع .

٢ - التعليقات على شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم . كتاب القاضي مبارك كتاب نهائي في المنطق و أشهر كتاب في هذا الفن قد اشتهر بين العلماء و الطلبة بأنه عويص و عسير فهما لأجل العبارات الدقيقة الجامعة للأسرار العلمية و أنه لا يقدر على تدريسه و فهمه إلّا القليل حتى قيل في حقه : كاد أن يكون مجملا مبهما . و هذا الكتاب يدرس في مدارسنا و جامعاتنا فشرحه المصنف البازي شرحًا مبسوطا و سهل فهمه للعلماء و الطلبة .

٣ - التعليقات على سلّم العلوم .

٤ - التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥ - الثمرات الإلهاميّة لاختلاف أهل المنطق و العربية في أن حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالي أو هو في التالي . بيّن المصنف البازي ثمرات و نتائج اختلاف الفريقين المذكورين في محل القضية الشرطية هل هوفيما بين الشرط و الجزاء أو في الجزاء فقط و فرع على ذلك غير واحد من أدقّ مسائل الحنفية و الشافعية و غير ذلك من الأسرار و هو كتاب عويص لا يفهمه إلّا الآحاد من أكابر الفن و لا نظير له .

٦ - شرح مبحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (باللغة العربية) .

٧ - شرح بحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (بلغة الأردو) .

٨ - التحقيقات العلميّة في نفي الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق وعلماء العربية . هذا كتاب لانظير له عويص لايفهمه إلّا بعض الأفاضل الماهرين في المعقول و المنقول حقق فيه المصنّف البازي أن هذا الاختلاف وإن كان مشهورًا مسلّما لكن الحق أنه لا خلاف بين هاتين الطائفتين وأن محل النسبة إنما هو بين الشرط و الجزاء عند كلا الفريقين أهل المنطق و أهل العربية و أيّد المصنف مدعاه هذا بإيراد حوالات كتب النحو و ذكر أقوال أئمة النحو و حقق ما لا يقدر عليه إلّا مَن كان ذامطالعة وسيعة جدًّا .

في الطبعيات و الإلٰهيات من الفلسفة

١ - تعليقات على كتاب صدرا شرح هداية الحكمة للعلامة الصدر الشيرازي .

٢ - تعليقات على كتاب مير زاهد شرح الأمور العامة .

في علم الفلك القديم اليوناني البطليموسي

١ - شرح التصريح على التشريح . هذا شرح جامع مبسوط لكتاب التصريح المشهور المتداول في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها .

٢ - التعليقات على شرح الجغميني . هذه التعليقات جامعة لمسائل علم الفلك القديم مع ذكر مسائل الفلك الحديث بالاختصار . و كتاب شرح الجغميني متداول في دروس مدارسنا .

٣ - نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة . فصّل المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب العجيب مسائل مشكلة ومباحث مغلقة منها أن الجبال هل تضر في الكروية الحسية للأرض أم لا ، بحث فيه المصنف على تعيين أعظم الجبال ارتفاعًا في الزمان الحاضر و في العهد القديم ثم بيّن نسبة أعظم الجبال ارتفاعًا إلى قطر الأرض بيانًا شافيًا .

٤ - كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك القديم البطليموسي .

٥ - كتاب وجوه تقسيم الفلاسفة للدائرة ٣٦٠ جزء قد أجمع الفلاسفة منذ أقدم الأعصار على تقسيم الدائرة إلى ثلاثمائة و ستين درجة ولا يدري الفضلاء فضلاً عن الطلبة تفصيل وجوه ذلك . فذكر المصنف البازي في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه وجوهًا كثيرة غريبة بديعة قد شرح الله تعالى لها صدره و تفرد بها حيث لم يخطر إلى الآن هذه الوجوه على قلب أحد من

العلماء .

في علم الفلك الحديث الكوبرنيكسي

١ – الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢ – سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . هذا شرح لطيف مفيد جدًّا صنف المصنّف الروحاني البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ هذا المتن الهيئة الكبرى بإشارة جمع من أكابر العلماء و أماثل الفضلاء ثم شرحه أيضًا بطلبهم و إشارتهم .

٣ – الشرح الكبير للهيئة الكبرى .

٤ – كتاب الهيئة الكبيرة . كتاب كبير جامع لمسائل الفن لا نظير له .

٥ – أين محلّ السماوات السبع . هذا كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف أحد قبل هذا في هذا الموضوع . صنّفه المصنّف البازي لدفع مطاعن المتنوّرين و الفجرة حيث زعموا أن بنيان الإسلام صار متزلزلا و قصره أصبح خاويًا ، إذ بطلت عقيدة السماوات السبع القرآنية لأجل إطلاق السفن الفضائية و الصواريخ إلى القمر و إلى الزهرة وغير ذلك من السيارات فدمغ المصنف في هذا الكتاب العظيم مطاعنهم بأدلة مقنعة و أثبت أن هذه الأسفار الفضائية تؤيد الإسلام و أصوله و أنها لا تصادم السماوات القرآنية .

٦ – هل للسموات أبواب (باللغة العربي) .

٧ – هل للسموات أبواب (بلغة الأردو) .

٨ – هل الكواكب و النجوم متحركة بذاتها (باللغة العربي) .

٩ – هل للنجوم حركة ذاتية (بلغة الأردو) .

١٠ – كتاب السدم و المجرات و ميلاد النجوم و السيارات (باللغة العربي) .

١١ – هل السماء و الفلك مترادفان (باللغة العربي) .

١٢ – السماء غير الفلك شرعًا (بلغة الأردو) . حقق المصنف في هذين الكتابين اللطيفين البديعين أن السماء تغاير الفلك شرعًا و أن السماء فوق الفلك و أن النجوم واقعة في أفلاك لا في أثخان السماوات . واستدلّ في ذلك بنصوص إسلامية كثيرة و بأقوال كبار علماء علم الفلك الجديد وبأقوال أئمة الإسلام .

١٣ – عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الإسلام (بلغة الأردو) .

١٤ - الفلكيّات الجديدة . من عجائب كتب الفن كتاب جامع لأصول هذا الفنّ لانظير له ولكونه جامعًا متفردًا في موضوعه وأسلوب بيانه قرره علماء دولتنا في نصاب كتب المدارس والجامعات وجعلوا تدريسه لازمًا في جميع الجامعات و المدارس .

١٥ - كتاب أسرار تقرر الشهور و السنين القمرية في الإسلام .

١٦ - كتاب شرح حديث " أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يصلي العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٧ - التقاويم المختلفة و تواريخها و أحوال مباديها و تفاصيل ذلك .

١٨ - أين مواقع النجوم هل هي في أثخان السموات أو تحتهن عند علماء الإسلام و عند أصحاب الفلسفة الجديدة .

١٩ - قدرالمدّة من الفجر إلى طلوع الشمس . هذا كتاب دقيق لايفهمه إلاّ المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم أكابر العلماء إيّاه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف وقد اختلف العلماء والعوام في هذه المسألة كثيرًا حتى أفضى الأمر إلى الجدال و القتال و ذلك إلى عدة سنين فجعلوا المصنف البازي حكمًا و التمسوا منه أن يحقق الحق و الصواب فكتب المصنف هذا الكتاب و أوضح فيه الحسابات الدقيقة لسير الشمس فاستحسن العلماء هذا الكتاب جدًّا و اعتقدوا صحة ما فيه و عملوا على وفق ما حقق المصنف و ارتفع النزاع و اضمحل الباطل .

٢٠ - هل السماوات القرآنية أجسام صلبة أو هي عبارة عن طبقات فضائيّة غير مجسمة . هذا كتاب مهم و بديع جدًّا .

٢١ - هل الأرض متحرّكة ؟ هذا كتاب مفيد جدًّا جمع فيه المصنف البازي أقوال علماء الإسلام وآراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين مما يتعلق بهذا الموضوع .

٢٢ - كتاب عيد الفطر و سير القمر . فيه أبحاث جديدة مفيدة مهمة مثل بحث المطالع و تقدم عيد مكة على عيد باكستان بيوم أو يومين . كتبها المصنف البازي رحمه الله تعالى دمغًا لمطاعن المتنورين الملحدين على علماء الدين بأنهم لا يعرفون العلوم الجديدة .

٢٣ - القمر في الإسلام و الهيئة الجديدة و القديمة .

٢٤ - قصة النجوم . هو كتاب ضخم .

٢٥ - كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع للمسائل و الأبحاث . أوّل كتاب ألّف باللغة العربية في هذا الفن في ديار الهند و إيران و أفغانستان و باكستان وغيرها و مع هذا هو أوّل كتاب

صنّفه المصنّف البازي رحمه الله تعالى في هذا الفنّ .

٢٦ - شرح الهيئة الحديثة (بلغة الأردو) .

٢٧ - الهيئة الوُسطى (باللغة العربي) .

٢٨ - النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى (بلغة الأردو) .

٢٩ - الهيئة الصغرى (باللغة العربي) .

٣٠ - مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى (بلغة الأردو) .

٣١ - ميزان الهيئة .

في الموضوعات المتفرّقة

١ - كتاب أسرار الإسراء إلى بيت المقدس قبل العروج إلى السماء . هذا كتاب لطيف جامع لكثير من الحكم و الأسرار في الإسراء إلى بيت المقدس .

٢ - الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و أحمد اسمي نبيّنا صلى الله عليه وسلم .

٣ - كتاب الحكمة في حفظ اللّٰه الكعبة من أصحاب الفيل دون غيرهم . ذكر المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الصغير أسرارًا و حكمًا مخفية في حفظ اللّٰه تعالى بيت اللّٰه من أصحاب الفيل دون غيرهم من أصحاب الحجّاج الظالم ومن الملاحدة الباطنية . و هذه الأسرار لا توجد في الكتب . صنفه البازي باقتراح بعض أكابر العلماء .

٤ - كتاب الحكايات الحكميّة .

٥ - فردوس الفوائد . كتاب كبير في عدة مجلدات .



بخصائص الاسم الله

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم و درایت کے جہاں میں روشنی کا ایک جگمگاتا مینار

بزبانِ عربی یہ گراں مایہ اور عدیم النظیر کتاب معبود حقیقی کے اسم ذاتی یعنی لفظ "اللہ" کے ساڑھے سات سو سے زائد عجیب ولطیف علمی اسرار و رموز اور حقائق و معارف پر حاوی ہے جن کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و ہیبت کا احساس اور اس کے عَلَم کی جامعیت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

ایک ایسا موضوع جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا

اس معرکۃ الآراء ومحیر العقول کتاب کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے بعض اولیاء اللہ و اہل کشف فرمانے لگے کہ یہ عظیم القدر کتاب اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور الہام سے لکھی گئی ہے اور اگر دو ہزار علماء کبار بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بصیرت افروز و دقیق کتاب نہیں لکھ سکتے۔



فتح العلیم

بحلّ إشکال التّشبیہ العظیم

فی حدیث "کما صلّیت علی إبراہیم"

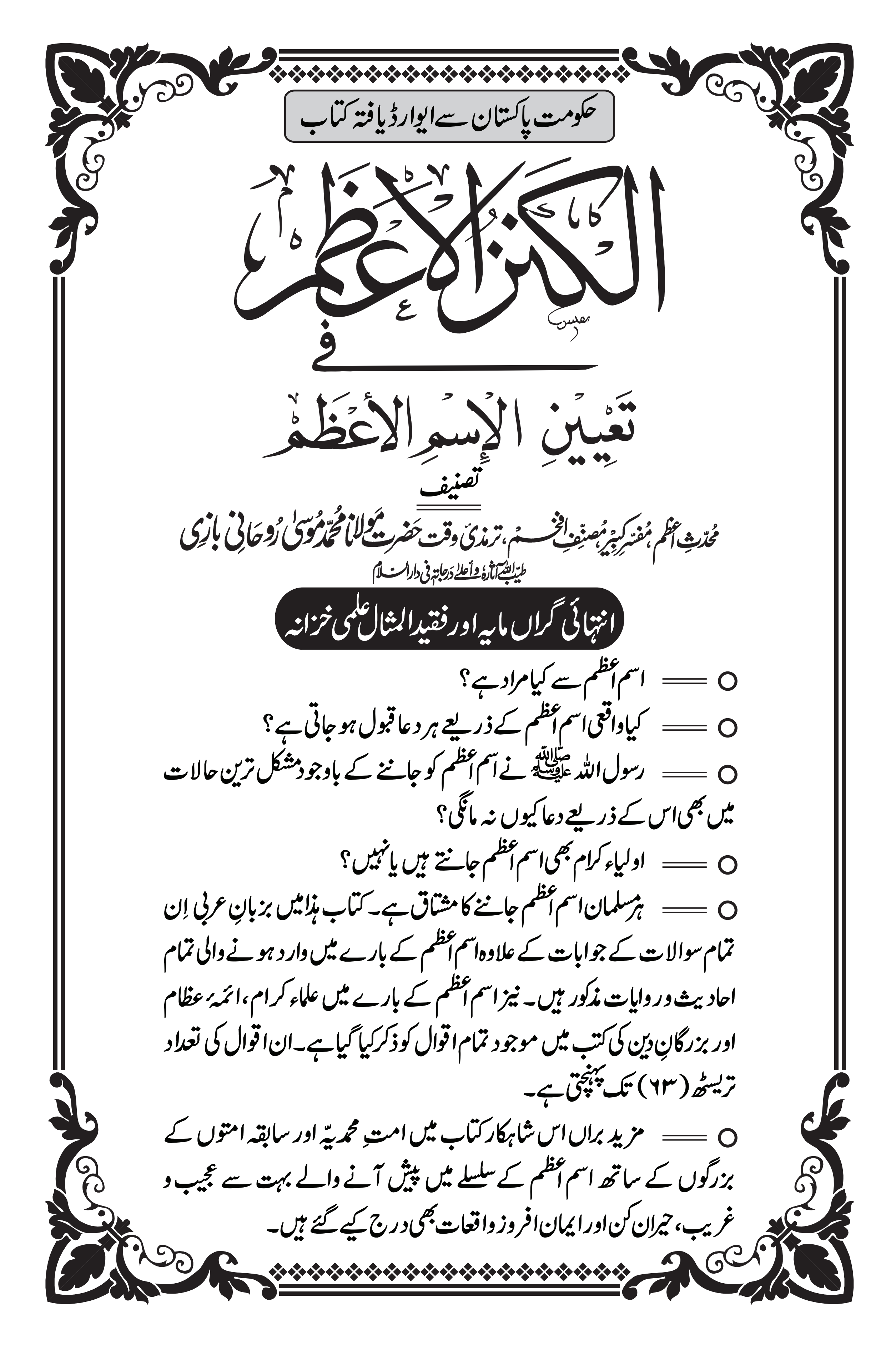
لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدۃ المحقّقین

العلامۃ الشّیخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی

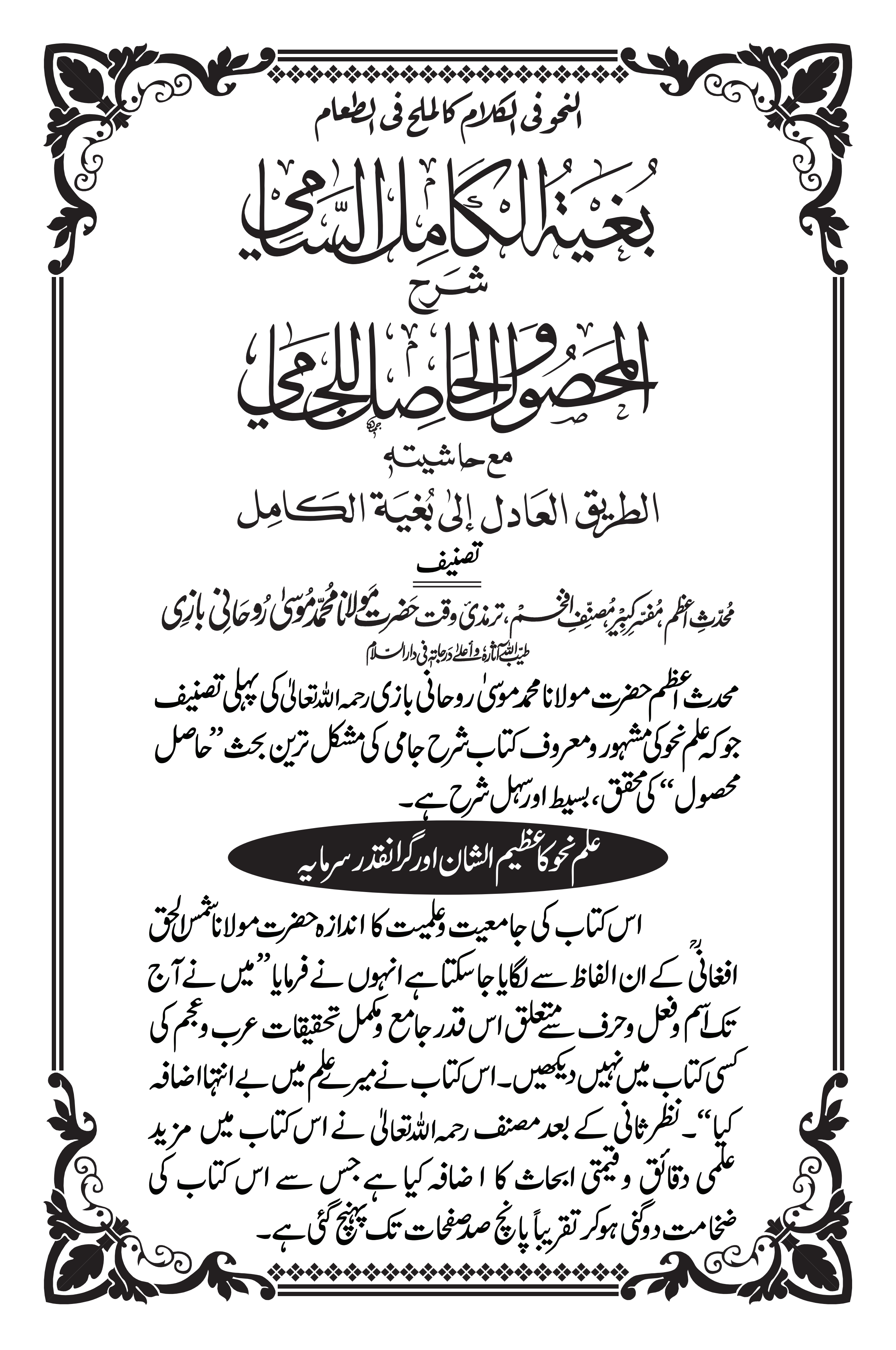
رحمہ اللہ تعالیٰ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السّلام

الہامی علوم کا درخشندہ وجگمگاتا سرمایہ

درودِ ابراہیمی میں "کما صلیت علی ابراھیم" کے الفاظ میں دی گئی تشبیہ میں یہ مغلق اشکال ہے کہ حسب قانون مشبہ بہ افضل ہوتا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خاتم النّبیین ﷺ سے افضل ہیں۔ بہت سے قدیم ومشہور مناظروں میں غیر مسلمین، مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ اس کتاب میں بزبان عربی اس اشکال کے تقریباً ایک سونوے ۱۹۰ محقق، دقیق، الہامی جوابات مؤلف نے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر جامعہ ازہر (مصر) کے شیخ اکبر جناب عبدالحلیم محمودؒ ورطہ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا "اولادِ آدم میں ہم نے آج تک کسی علمی یا فنی مسئلے کے اس قدر کثیر جوابات دیکھے ہیں اور نہ سنے ہیں"۔



حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب
الکنز الأعظم
فی
تعیینِ الإسمِ الأعظم
تصنیف
محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی
طیّب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام
انتہائی گراں مایہ اور فقید المثال علمی خزانہ
اسم اعظم سے کیا مراد ہے؟
کیا واقعی اسم اعظم کے ذریعے ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟
رسول اللہ ﷺ نے اسم اعظم کو جاننے کے باوجود مشکل ترین حالات میں بھی اس کے ذریعے دعا کیوں نہ مانگی؟
اولیاء کرام بھی اسم اعظم جانتے ہیں یا نہیں؟
ہر مسلمان اسم اعظم جاننے کا مشتاق ہے۔ کتاب ہذا میں بزبانِ عربی اِن تمام سوالات کے جوابات کے علاوہ اسم اعظم کے بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث و روایات مذکور ہیں۔ نیز اسم اعظم کے بارے میں علماء کرام، ائمۂ عظام اور بزرگانِ دین کی کتب میں موجود تمام اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تک پہنچتی ہے۔
مزید براں اس شاہکار کتاب میں امتِ محمدیّہ اور سابقہ امتوں کے بزرگوں کے ساتھ اسم اعظم کے سلسلے میں پیش آنے والے بہت سے عجیب و غریب، حیران کن اور ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔



النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

بُغیۃ الکامِل السامی

شرح

المحصول الحاصِل للجامی

مع حاشیتہ

الطریق العادل إلی بُغیۃ الکامِل

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلی درجاتہ فی دار السلام

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تصنیف جو کہ علم نحو کی مشہور و معروف کتاب شرح جامی کی مشکل ترین بحث "حاصل محصول" کی محقق، بسیط اور سہل شرح ہے۔

علم نحو کا عظیم الشان اور گرانقدر سرمایہ

اس کتاب کی جامعیت و علمیت کا اندازہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آج تک اسم و فعل و حرف سے متعلق اس قدر جامع و مکمل تحقیقات عرب و عجم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اس کتاب نے میرے علم میں بے انتہا اضافہ کیا"۔ نظر ثانی کے بعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مزید علمی دقائق و قیمتی ابحاث کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کتاب کی ضخامت دوگنی ہو کر تقریباً پانچ صد صفحات تک پہنچ گئی ہے۔



المعروف بلقب

نظم الفقیر الرّوحانی فی رثاء الشّیخ عبد الحقّ الحقّانی

علماء، فضلاء اور ادبِ عربی کے شائقین کیلئے نابغۂ روزگار سرمایہ

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، سراج العلماء، امام الاولیاء، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ معرکۃ الآراء عربی مرثیہ جسے دیکھ کر علماءِ عرب بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ ایک ایسا قصیدہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر و بے مثال قصیدہ میں عربی زبان میں شیر کے چھ سو ۶۰۰ سے زائد اسماء کو جمع کر کے تقریباً دو سو ۲۰۰ اشعار کی صورت میں منظوم کیا گیا ہے جس سے نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور خصائص و فضائل کا پتہ چلتا ہے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وسعت و عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصیدہ اپنے استاد شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رثاء میں تحریر فرمایا۔ تعمیمِ فائدہ و تسہیلِ فہم کیلئے مصنف ؒ نے قصیدے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔



النہج السہل

إلی

مباحثِ الآلِ والأھل

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

انتہائی جامع، محقق اور عظیم الشان علمی خزانہ

- بزبان عربی تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل عجیب وبدیع کتاب۔
- لفظ ”آل“ و ”اہل“ سے متعلق انتہائی جامع اور کامل ابحاث۔
- ”آل“ و ”اہل“ کے درمیان ۳۸ لطیف و دقیق فروق کی تشریح وتوضیح۔
- ”آل نبی“ سے کون لوگ مراد ہیں؟
- آل نبی کے مصداق میں ائمۂ اسلام کے ۱۵ اقوال کی تفصیل۔
- اہل تشیع کے متعدد پیچیدہ اعتراضات کے دقیق جوابات۔
- جدید علمی مباحث وفنی دقائق جو دیگر کتب سلف وخلف میں نہ ملیں گے۔
- مزید برآں آج تک اسلاف کی تمام کتابوں میں لفظ ”آل“ کے صرف دو ماخذ مذکور ہیں مگر اس کتاب میں لفظ ”آل“ کے ۱۷ عجیب وغریب ماخذ کی توضیح مع ادلہ ہے جو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی مرتبے کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔



ایک مختصر لفظ یعنی "أما بعد" پر محدث اعظم، فقیہ افہم، امام العصر، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ کی تحریر کردہ ایک عظیم اور منفرد کتاب۔

بلند علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک منفرد، شاہکار اور گراں قدر علمی ذخیرہ

کتاب میں شامل چند اہم مباحث کی تفصیل۔

- "أما بعد" کا شرعی حکم کیا ہے؟
- سب سے پہلے لفظ "أما بعد" کس نے استعمال کیا؟
- "أما بعد" کن مواقع میں ذکر کیا جاتا ہے؟
- "أما بعد" کی اصل کیا ہے اور اس کا کیا معنیٰ ہے؟
- "أما بعد" سے متعلق تمام ابحاث وتحقیقات۔
- نیز کتاب ہٰذا میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "أما بعد" کی نحوی ترکیب میں تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس ۱۳۳۹۷۴۰ وجوہ اعراب ذکر کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔ ایک مختصر سے لفظ کی اس قدر نحوی تراکیب پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان بے اختیار عربی زبان کو سید الألسنہ اور مصنف رحمہ اللہ کو سید المصنّفین کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
- مزید براں اس کتاب میں بہت سی ایسی دقیق ابحاث، علمی مسائل اور فنی غرائب کی تفصیل ہے جن کے حصول کیلئے علمی ذوق وشوق رکھنے والے حضرات بیتاب رہتے ہیں۔



محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

سنن ترمذی کی بزبانِ اردو عظیم الشان شرح

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفِ لطیف ۔ عرصہ دراز سے علماء وخواص اس کتاب کی اشاعت کا مطالبہ کر رہے تھے۔ علم وحکمت کے بے بہا موتیوں سے لبریز ایک عظیم علمی شاہکار۔ اب تک صرف جلد ثانی زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔



امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ

کی تصنیف کردہ انتہائی مبارک اور پرتاثیر کتاب۔

وظائف پڑھنے والوں کیلئے بیش بہا اور نادر خزانہ

حیرت انگیز تاثیر کی حامل درود شریف کی عجیب و غریب کتاب جو عوام و خواص میں بے انتہاء مقبول ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے آٹھ سو ۸۰۰ سے زائد اسماء کو احادیث کی مستند کتب سے انتہائی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا ہے۔ کتاب کی ابتداء میں درود شریف کے فضائل اور کتاب پڑھنے کا طریقہ تفصیلاً درج ہے۔

حضرت محدث اعظمؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیشمار لوگوں نے بتلایا ہے کہ اس کتاب کے گھر میں پہنچتے ہی انہوں نے قلیل مدت میں اس کتاب کے عجیب و واضح فوائد محسوس کیے اور ان کی تمام مشکلات حل ہوئیں۔ وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کی جالی کا دروازہ کھلا اور اندر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی انتہائی خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ شاگرد نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ استاذی آپ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میری کتاب "برکاتِ مکیہ" کو بارگاہ نبوی ﷺ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے اسی لئے میری قبر سے جنتی خوشبو آرہی ہے۔



محدثِ اعظم، مفسر کبیر، شیخ المشائخ، ترمذیٔ وقت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالی کی ایک انتہائی مفید و محقق تصنیف

قناعت سے متعلق آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ، اقوالِ صالحین، مواعظِ عارفین، حکایاتِ متقین، کراماتِ اولیاء اور واقعاتِ ائمۂ کرام کا نہایت مفید، روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ و گنجینہ

تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک انتہائی عجیب و بدیع کتاب جو علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی مواعظ و نصائح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل اہل علم کے ایک استفتاء کا محققانہ، واعظانہ، حکیمانہ عارفانہ مفصل جواب ہے۔ اہل علم و دانش کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس کتاب سے پوری طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتابِ ہذا میں حرصِ دنیا، ترکِ قناعت اور حب دنیا کے تباہ کن نتائج کی تحقیق و تفصیل پیش کی گئی ہے مزید براں یہ کتاب زہد و قناعت کے علمی، اصلاحی، دنیوی و اخروی، اخلاقی، ظاہری و باطنی فوائد و برکات اور ثمرات کی ایمان افزا تفصیلات پر بھی مشتمل ہے۔ تکمیلِ افادہ کی خاطر کثرت سے مفید و رقت انگیز اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں۔



فلکیاتِ جدیدہ

و

سیر القمر و عید الفطر

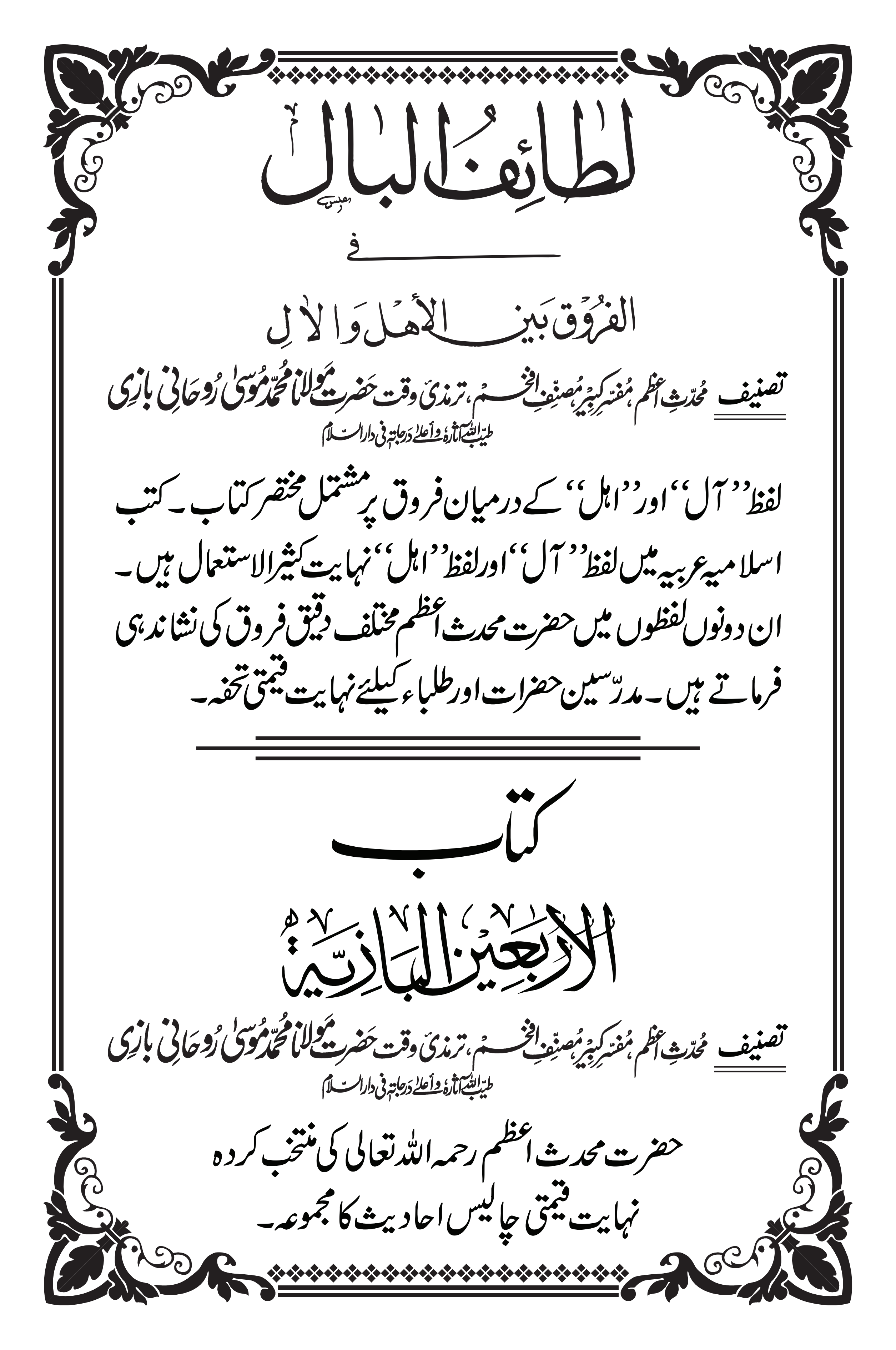
تصنیف محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم فلکیات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ستارے کیسے وجود میں آئے؟ سیارے اور ستارے میں کیا فرق ہے؟ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ نظام شمسی کی پیدائش کیسے ہوئی؟ سیاروں کی دائمی گردش کا راز کیا ہے؟ کیا سماء اور فلک ایک شے ہیں؟ کیا ستارے آسمانوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا ان سے نیچے ہیں؟ تقویم کسے کہتے ہیں؟ ہیئت کے بارے میں قدیم نظریات کیا ہیں؟ ہیئت جدیدہ کے اہم نظریات کون کونسے ہیں؟ کرہ ہوائی سے کیا مراد ہے؟ زیریں سرخ، بالائے بنفشی، لاسلکی اور ریڈیائی شعاعوں میں کیا فرق ہے؟ ہمیں آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ فضا ہمیں نیلگوں کیوں دکھائی دیتی ہے؟ کیا قرآن اور ہیئت جدیدہ کے نظریات میں کوئی اختلاف ہے؟ سال کے مختلف موسموں میں شب و روز کی لمبائی کیوں بدلتی ہے؟ کیا براعظم سرک رہے ہیں؟ سورج گرہن اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ کائنات کتنی وسیع ہے؟ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی اور اسکی عمر کتنی ہے؟ علم ہیئت میں مسلمان سائینسدانوں نے کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ قدیم مسلمان سائینسدانوں کی تحقیقات اور جدید ترین سائنسی تحقیقات میں کتنا فرق ہے؟

مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ ساتھ نظام شمسی کے سیارات کے حالات، چاند کی سرگزشت، آواز، روشنی کی اقسام، شب و روز، زمین کی گردش، سمت قبلہ، معجزۂ شق قمر، عناصر کا بیان، ہفتے کی تقرری کی وجوہات، براعظموں کا بیان، آسمانی بجلی کی تفصیل، زمین کی گردش، عرض بلد و طول بلد وغیرہ کے بارے میں مفصل ابواب ہیں۔ کتاب ہذا کے دوسرے حصے میں عید الفطر اور ہلال عید کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جدید طباعت میں بیشمار قیمتی تصاویر کے علاوہ اسی (۸۰) سے زائد آرٹ پیپر کے صفحات پر رنگین و نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔



لطائفِ البال

فی

الفروق بین الأهل والآل

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ اضخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

لفظ ''آل'' اور ''اہل'' کے درمیان فروق پر مشتمل مختصر کتاب۔ کتب اسلامیہ عربیہ میں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' نہایت کثیر الاستعمال ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں حضرت محدث اعظم مختلف دقیق فروق کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ مدرّسین حضرات اور طلباء کیلئے نہایت قیمتی تحفہ۔

کتاب

الأربعین البازیّة

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ اضخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ
نہایت قیمتی چالیس احادیث کا مجموعہ۔



نیل البصیرۃ

فی

نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ

لإمام المحدثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین

العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علماء وطلباء کے لئے نہایت مفید علمی خزانہ

ہیئت قدیم میں لکھی جانے والی یہ کتاب دراصل تصریح و شرح چغمینی کے ایک مشکل مقام کی شرح وتوضیح ہے۔ عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب بہت سے ایسے قیمتی، علمی نکات پر مشتمل ہے جو اہل علم کے لئے نہایت گرانقدر سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔



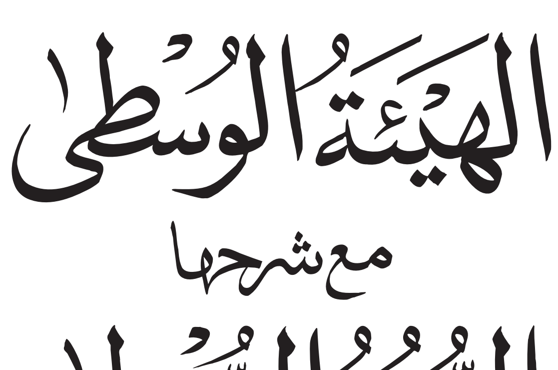
کلاھما لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدۃ المحقّقین

العلاّمۃ الشّیخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاویٰ

مدارس دینیہ کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے اراکین علماء کبار کی فرمائش پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بزبان عربی دو جلدوں میں یہ ضخیم کتاب تالیف کی جس کے ساتھ نہایت مفصل اردو شرح بھی ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات بھی اس سے مکمل استفادہ کر سکتے ہیں۔ جدید ترین تحقیقات وآراء پر مشتمل یہ بے مثال کتاب جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاوی ہے۔ کتاب کے آخر میں علم ہیئت کی اصطلاحات کا نہایت اہم ومفید رسالہ بھی ہے۔ پس ہیئت کبریٰ دراصل تین نادر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب بہت سی قیمتی اور نایاب تصاویر پر مشتمل ہے۔



مع شرحها

النجوم النشطى

کلاھما لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدة المحقّقین

العلاّمة الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

علم فلکیات کا شوق رکھنے والے حضرات کیلئے ایک درّ نایاب

یہ دوسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے جس کی وجہ سے اردو خواں طبقہ بھی اس سے مکمل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب ایک شاہکار اور درّ نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت و جامعیت کے پیش نظر پاکستان ، ایران ، افغانستان کے بہت سے مدارس نے اسے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب بیشمار قیمتی اور نایاب رنگین وغیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔ ہیئت کبریٰ ، ہیئت وسطیٰ اور ہیئت صغریٰ تینوں کتب کو سعودی حکومت نے ان کی علمیت و جامعیت کے پیش نظر بڑی تعداد میں منگوا کر علماء کرام میں تقسیم کیا ہے۔



کلاهما لإمام المحدثین نجم المفسرین زبدة المحققین

العلامة الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمه الله تعالیٰ وطیب آثاره

علم فلکیات کی دقیق مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب

یہ تیسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے مصنف نے اس چھوٹے حجم والی کتاب میں علم ہیئت کی انتہائی کثیر اور دقیق مباحث جمع کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مؤلف کی دیگر تالیفاتِ علم ہیئت کی طرح یہ کتاب بھی جامع، محقق اور جدید مسائل فن پر حاوی ہونے کے علاوہ بہت سی قیمتی رنگین و غیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔



حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

رزقِ حلال وغیبی معاشِ اولیاء

مسمّٰی بہ

ترغیب المسلمین

فی

الرِّزقِ الحلالِ وطِعمۃ الصّالحین

تصنیف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالی

سخت سے سخت دلوں کو موم کرنے اور نرم دلوں کو تڑپا دینے والی کتاب

مسئلہ رزق نے انسان کو مادّیات کی اس دنیا میں پھنسا دیا ہے۔ مال و دولت اس کی زندگی کا محور بن چکے ہیں اور وہ آخرت سے کلیتاً غافل ہو چکا ہے۔ کتابِ ہٰذا میں رزقِ حلال کی تبشیر و ترغیب اور حرام مال سے تخویف و ترہیب سے متعلق آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مبارکہ مرفوعہ و موقوفہ کی توضیح و تشریح کے علاوہ علماء کرام، محدّثینِ عظام، مفسّرینِ فخام، اَولیاءِ اعلام، سلفِ صالحین، زاہدین، عابدین، ذاکرین، صادقین، متقین، شاکرین، صابرین، قانعین، مخلصین، متوکّلین اور تارکینِ دنیا کے ایمان افروز احوال، حکیمانہ اقوال، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصالِ سعیدہ و اخلاقِ حمیدہ، درد انگیز حکایات، نصیحت آمیز کرامات اور رقت خیز مواعظ کا کافی و وافر ذخیرۂ روحانیّہ و ایمانیّہ جمع کیا گیا ہے۔ رزق سے متعلق اسلاف کے عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پر مشتمل یہ واعظانہ کتاب انسان کو بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔


قصیدۂ طُوبیٰ
فی
اسماءِ اللہ الحُسنیٰ
تصنیف
مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا مُحمّد مُوسیٰ رُوحانی بازی
طیّب اللہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام
پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک عظیم تحفہ
نہایت مبارک اور بے مثال و بے نظیر قصیدہ
اس مبارک قصیدے میں اللہ جل جلالہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سمیت تقریباً پونے دوصد نام نظم کیے گئے ہیں۔ قصیدۂ طوبیٰ عالم اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء دعا کے انداز میں بزبان عربی منظوم ہیں اور عوام الناس کی آسانی کیلئے اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ عرب و عجم میں بے شمار علماء و خواص و عوام نے اس قصیدے کو تکالیف، پریشانیوں اور مصائب سے نجات، مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے بے انتہاء مفید پایا ہے۔ قصیدۂ طوبیٰ پڑھنا شروع کیجئے چند دن میں ہی آپ خود اس کی برکات کا مشاہدہ کرلیں گے



قصیدۂ حُسنیٰ

فی

اسماءِ النبی الاعظمﷺ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

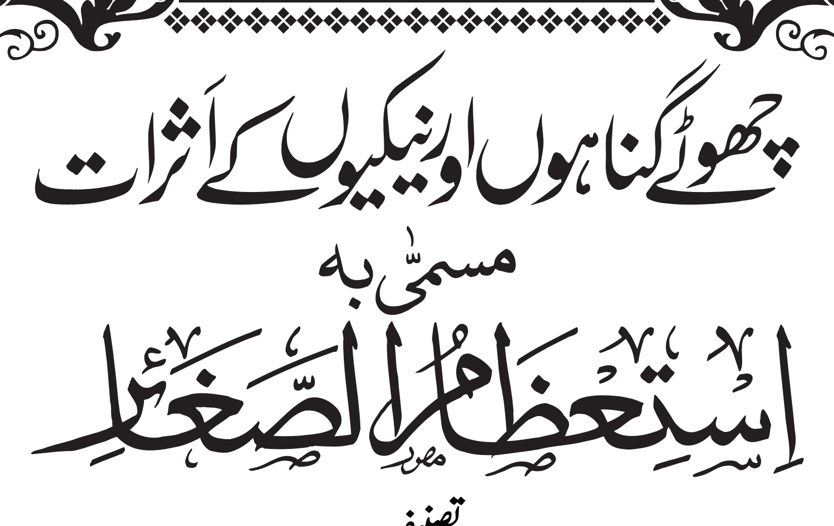
طیّب اللّٰہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام

دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت مبارک قصیدہ

حل مشکلات اور قضائے حاجات کیلئے بے انتہاء مفید

قصیدۂ حسنیٰ دنیائے اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں پانچ سو (500) سے زیادہ مستند اسماء النبی ﷺ دعائیہ طریقے سے بزبانِ عربی منظوم ہیں۔ تکمیل فائدہ اور آسانی کے لئے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ عرب وعجم میں نہایت مقبول ومعروف ہے۔

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ)، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، عراق، مصر، سری لنکا، برصغیر پاک وہند اور دیگر بہت سے ممالک میں بیشمار اولیاء اللہ وعوام اسے بطور وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ تکالیف ومشکلات کو دور کرنے اور قضائے حاجات کیلئے نہایت مؤثر، مفید اور مجرب ہے۔ قصیدۂ حسنیٰ پڑھنا شروع کرتے ہی چند ایام میں آپ اپنے ہر کام میں واضح برکات محسوس کریں گے۔



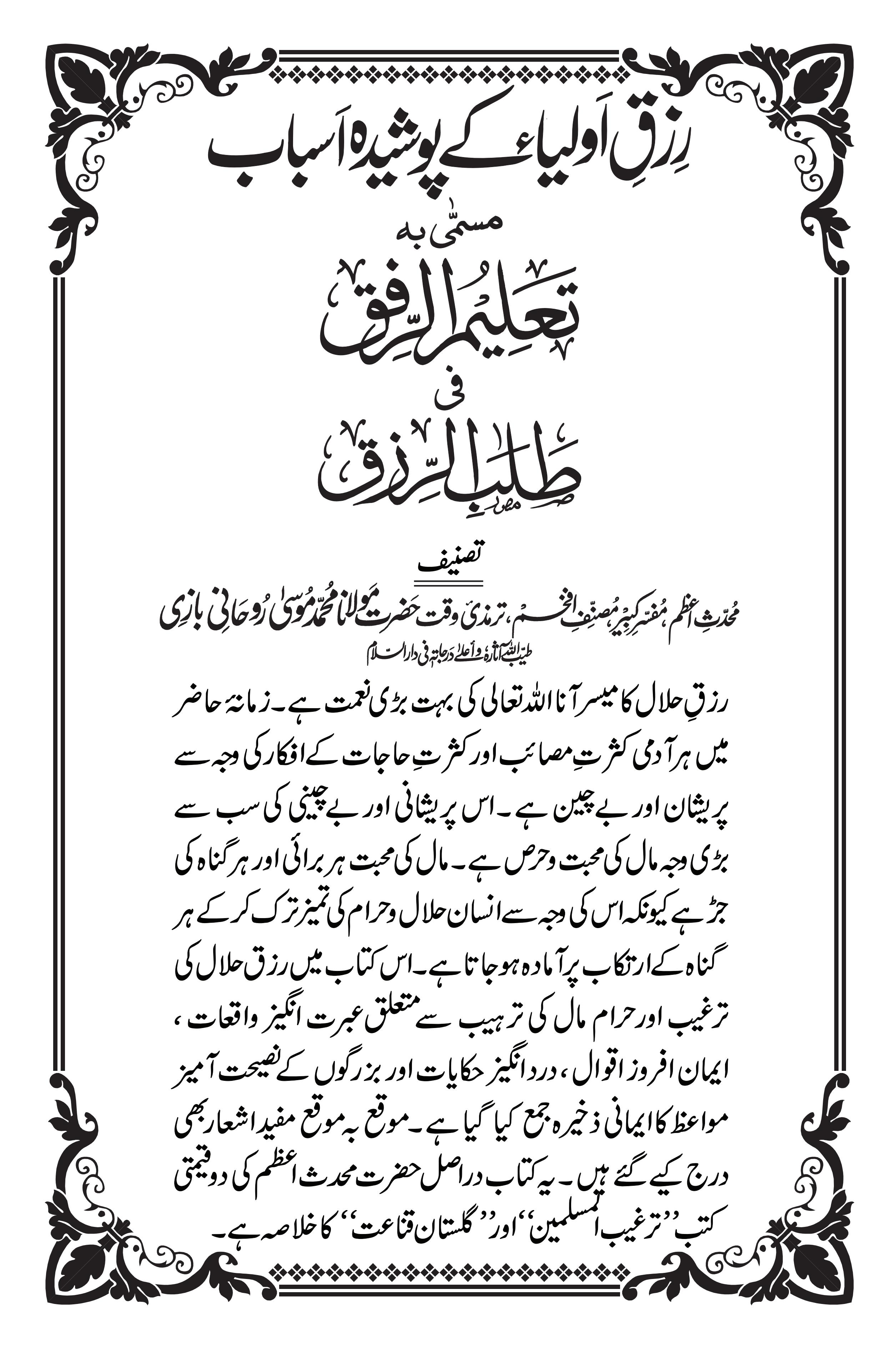
تصنیف

محدّثِ اعظم مُفسّرِ کبیر مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

قلب وروح کی تسکین کا سامان لئے ہوئے ایک منفرد کتاب

اندھی مادیت کے اس عہدِ زیاں کار میں گناہوں کی یلغار بڑھتی جارہی ہے جس نے دولتِ ایمان و یقین سے بہرہ مند باعمل مسلمانوں کو سخت صدمے سے دوچار کررکھا ہے تو عام مسلمان بھی روح واحساس سے عاری اس زندگی میں شدید مایوسی اور پریشانی کا شکار ہیں۔ اس مایوسی کے عالم میں گناہوں اور نیکیوں کی حقیقت اوران کی تاثیر سے روشناس کروانے والی یہ البیلی کتاب روشنی وہدایت کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ زبان و بیان کی تاثیر لیے ہوئے یہ عجیب و منفرد کتاب جس کا لفظ لفظ اور سطر سطر دل کے دریچوں پر دستک دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مزید برآں اس مبارک کتاب میں امتِ محمدیہ اور گذشتہ امتوں کے بہت سے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں بہت سے ایسے مختصر اعمال و مختصر دعائیں بھی مذکور ہیں جن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔



رزقِ اولیاء کے پوشیدہ اسباب

مسمّٰی بہ

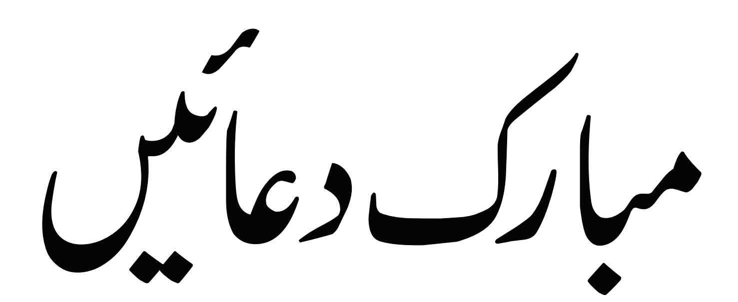
تعلیم الرفق فی طلب الرزق

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہٗ و أعلٰی درجاتہٗ فی دار السلام

رزقِ حلال کا میسر آنا اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔ زمانۂ حاضر میں ہر آدمی کثرتِ مصائب اور کثرتِ حاجات کے افکار کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہے۔ اس پریشانی اور بے چینی کی سب سے بڑی وجہ مال کی محبت وحرص ہے۔ مال کی محبت ہر برائی اور ہر گناہ کی جڑ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان حلال وحرام کی تمیز ترک کر کے ہر گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں رزق حلال کی ترغیب اور حرام مال کی ترہیب سے متعلق عبرت انگیز واقعات، ایمان افروز اقوال، درد انگیز حکایات اور بزرگوں کے نصیحت آمیز مواعظ کا ایمانی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ موقع بہ موقع مفید اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل حضرت محدث اعظم کی دو قیمتی کتب ''ترغیب المسلمین'' اور ''گلستان قناعت'' کا خلاصہ ہے۔



مرتب

عبدِ ضعیف محمد زہیر رُوحانی بازِی عفااللہ عنہ وعافاہ

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

چھوٹی اور مختصر دعاؤں کا مجموعہ جس نے ملک بھر میں مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کر دیئے۔ جیبی سائز کی اس نہایت مبارک کتاب میں ایسی مختصر دعائیں جمع کی گئی ہیں جن کا ثواب و فائدہ بہت زیادہ ہے۔ جو احباب اپنے فوت ہو جانے والے عزیز و اقارب کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر اس کتابچہ کو طبع کروا کر تقسیم کروانا چاہیں وہ ادارہ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔



پاکستان میں پہلی مرتبہ سی ڈیز پر منفرد علمی تحقیقی دروس
خود استفادہ کیجئے اور علمی احباب کو تحفہ پیش کیجئے
طلبہ علوم نبویہ کیلئے عظیم علمی تحفہ و نعمتِ غیر مترقبہ
مدرّس
عبدِ ضعیف محمد زُہیر رُوحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابنِ
محدثِ اعظم مفسرِ کبیر مصنفِ اعظم، ترمذی وقت
حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی
طیب اللہ آثارہ وأعلی درجاتہ فی دار السلام
ابواب الصرف
علم صرف سیکھئے، دُنیا کا آسان ترین طریقہ
تیسیر المنطق
(مکمل کتاب)
علم الصیغۃ
(مکمل کتاب وخاصیات ابواب)
ھدایۃ النحو
(مکمل کتاب)
نحوی ترکیب
(انتہائی آسان جدید طریقہ)
مختصر القدوری
(مکمل کتاب)
مرقات
(مکمل کتاب)
کافیۃ
(مکمل کتاب)
اصول الشاشی
(مکمل کتاب)
شرح التھذیب
تفسیر القرآن
(پارہ بیس تا پارہ انتیس)
دروس البلاغۃ
(مکمل کتاب)
نور الانوار
(مکمل کتاب)
المعلقات السبع
(ابتدائی تین معلقات مکمل)
شرح الوقایۃ اخیرین
(جلد اوّل مکمل، کتاب البیع تا کتاب الغصب)
الھدایۃ
(جلد اوّل مکمل)
مختصر المعانی
(مکمل کتاب)
السراجی فی المیراث
(مکمل کتاب)
خصوصیات
نہایت آسان وعام فہم درس جنہیں آپ شروحات کی بنسبت کئی گنا زیادہ مفید پائیں گے۔
ریکارڈنگ نہایت صاف اور واضح۔ نیز ہر سبق کے ساتھ کتاب کا متعلقہ صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔
کتاب کھولئے، سی ڈی میں سے متعلقہ سبق چلائیے، آپ خود کو کمرۂ جماعت میں محسوس کرینگے۔
خوشخبری:
اب تمام دروس www.dars-e-nizami.com سے ڈاؤنلوڈ کیجئے یا YouTube پر سنئے۔
YouTube Channel: Jamia Muhammad Musa Albazi



علمِ صرف میں کمزور طلباء وطالبات کیلئے عظیم خوشخبری

ابتدائی طلباء کیلئے دنیا کی آسان ترین اور جامع ترین علمِ صرف

ترمذئ وقت محدثِ اعظم مُفسرِ کبیر، **حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی** رحمہ اللہ تعالیٰ

کے انوارات وبرکات والا علمِ صرف کا انتہائی مبارک ونافع طریقہ

اب اردو ترجمہ والا ابواب الصرف کا جدید ایڈیشن بھی دستیاب ہے

مدارسِ دینیہ کے بعض طلباء عربی عبارت نہیں پڑھ سکتے، عموماً اس کی بنیادی وجہ علم صرف میں کمزوری ہوتی ہے کیونکہ علم نحو میں مہارت کیلئے علم صرف میں مہارت نہایت ضروری ہے۔ ایسے مایوس طلباء کیلئے یہ ابواب نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔ بڑے درجات کے طلباء صرف تین چار ماہ کے مختصر عرصے میں ان ابواب کو یاد کر کے اپنی علمی بنیاد کو خوب مضبوط کر سکتے ہیں۔

علم صرف پڑھانے والے مدرّسین حضرات کیلئے ایک عظیم علمی خزانہ

مدرّسین حضرات اپنے تلامذہ کی مضبوط علمی بنیاد بنانے کے لئے ایک مرتبہ یہ ابواب پڑھانے کا تجربہ ضرور کرلیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ صرف ایک مرتبہ کے تجربہ سے ہی وہ ان ابواب کو ہمیشہ کیلئے اپنالیں گے۔ پاکستان و بیرون ملک میں طلباء وطالبات کے جن مدارس نے بھی ان ابواب کا تجربہ کیا وہ اس کے ناقابل یقین نتائج دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ان ابواب کو پڑھانے اور سننے کا خاص طریقہ جاننے کیلئے حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے مولانا محمد زہیر روحانی بازی حفظہ اللہ کے دروس انٹرنیٹ (یوٹیوب وغیرہ) پر موجود ہیں جن سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات وتفصیلات کیلئے جامعہ محمد موسیٰ البازی رابطہ نمبر 0301-8749911

جامعہ محمد موسیٰ البازی برہان پورہ، عقب گورنمنٹ بوائز ہائی سکول رائے ونڈ لاہور